حیاتِ محدثِ اعظم
از قلم
حافظ محمد عطاء الرحمٰن قادری رضوی
رضا فاؤنڈیشن
جامعہ نظامیہ رضویہ اندرون لوہاری گیٹ

محدثِ اعظم پاکستان مولانا محمد سردار احمد قادری چشتی رحمۃ اللہ علیہ
کی تحقیقی، علمی، مستند اور جامع سوانح حیات

بعنوان

حیاتِ محدثِ اعظم

از قلم
حافظ محمد عطاء الرحمن قادری رضوی

ناشر
رضا فاؤنڈیشن
جامعہ نظامیہ رضویہ، اندرون لوہاری گیٹ، لاہور

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَارَسُوْلَ اللّٰہ

وَعَلٰی اٰلِکَ وَ اَصْحَابِکَ یَاحَبِیْبَ اللّٰہ

نام کتاب .... حیاتِ محدثِ اعظم

مؤلف .... حافظ محمد عطاء الرحمٰن قادری رضوی
ایم۔اے اسلامیات، ایجوکیشن، ڈپلومہ عربی

کمپوزنگ .... حافظ محمد کاشف جمیل

پروف ریڈنگ .... محمد جہانگیر بابر، ارشد علی

تعداد ....

سنِ اشاعت .... شوال المکرم ۱۴۲۵ھ
بمطابق نومبر ۲۰۰۴ء

ناشر .... رضا فاؤنڈیشن، لاہور

ملنے کا پتہ:

رضا فاؤنڈیشن ○ جامعہ نظامیہ رضویہ

اندرون لوہاری گیٹ ○ لاہور

فہرست عنوانات

☆......☆......☆......☆......☆......☆

انتساب

حضرت حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں بریلوی

رحمہ اللہ تعالٰی

کے نام

جن کی نظر فیض اثر نے ایف۔اے

کے طالب علم کو محدثِ اعظم بنا دیا

گر قبول افتد زہے عز و شرف

محتاجِ کرم

محمد عطاء الرحمٰن قادری رضوی

عفی عنہ

تقریظ

پیرِ طریقت، رہبرِ شریعت، مخدومِ اہل سنت

حضرت صاحبزادہ قاضی محمد فضل رسول حیدر رضوی

سجادہ نشین آستانہ عالیہ محدثِ اعظم پاکستان

بسم اللہ الرحمن الرحیم.

الحمد لولیہٖ والصلوٰۃ والسلام علیٰ نبیہٖ و علیٰ آلہ و اصحابہ اجمعین . امّا بعد

زیرِ نظر کتاب "حیاتِ محدثِ اعظم "مؤلفہ فاضلِ نوجوان مولانا محمد عطاء الرحمٰن قادری سلمہٗ بالاستیعاب دیکھنے کا موقع نہ مل سکا البتہ بعض مقامات سے میں نے خود اور استاذ العلماء مولانا محمد بخش رضوی صاحب مدرس جامعہ رضویہ اور علامہ قاری غلام رسول صاحب ایم۔اے نے سماع کیا۔

عزیزم مولانا محمد عطاء الرحمٰن قادری نے حضور سیدی وسندی محدثِ اعظم پاکستان علامہ مولانا محمد سردار احمد رحمۃ اللہ علیہ کی حیاتِ طیّبہ کے بے شمار حالات و واقعات کو بڑی محنت و جانفشانی کے ساتھ دلکش پیرایہ میں قلمبند کیا ہے۔ جو یقیناً عوام وخواصِ اہل سنّت کے لئے ایک انمول تحفہ ہے۔ حضور محدّثِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی یقیناً مشعلِ راہ ہے اس سلسلہ میں یہ کتاب مدد ومعاون ثابت ہوگی۔

اللہ تعالیٰ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقہ عزیزِ موصوف کی اس سعیٔ جمیلہ کو قبول فرمائے اور دارین کی سعادتوں سے نوازے۔

آمین بجاہ سیدالمرسلین صلی اللہ علیہ وسلّم

والسلام

قاضی محمد فضل رسول حیدر رضوی

تقریظ

پیر طریقت، رہبر شریعت، مجاہدِ ملّت، پاسبانِ مسلکِ اعلیٰ حضرت

علامہ الحاج ابوداؤد محمد صادق قادری رضوی

امیر جماعت رضائے مصطفیٰ پاکستان، خطیب زینت المساجد گوجرانوالہ

عزیزم مولانا حافظ محمد عطاء الرحمٰن قادری رضوی کی خوش نصیبی ہے کہ مولیٰ تعالیٰ نے بوسیلہ مصطفیٰ علیہ السلام بالکل نوعمری ونوجوانی میں علم وعمل اور اکابر علماء حق وعلماء ربانی کی عقیدت ومحبت سے انہیں مشرف فرمایا۔ اوراس کے نتیجہ میں انہیں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی، صدر الشریعہ صاحبِ "بہار شریعت" مولانا محمد امجد علی اعظمی اور محدث اعظم پاکستان شیخ الحدیث مولانا محمد سردار احمد قادری رضوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے متعلق مستقل کتب تصنیف کرنے اور انہیں منظر عام پر لانے کی توفیق عطا فرمائی۔ اوران کی تصانیف کو اہل علم وفضل میں مقبول بنایا۔ فالحمدللہ علیٰ ذالک۔

اللہ عزّوجل عزیز موصوف کی عمروصحت اور علم وعمل میں مزید برکت فرمائے۔ اوران کے والد محسن ومربی عزیزم رشید احمد قادری رضوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی قبر کو روضۃ من ریاض الجنۃ بنائے اوران کے درجات بلند فرمائے جن کی تعلیم وتربیت ودعاؤں کے نتیجہ میں مولانا حافظ محمد عطاء الرحمٰن اوران کے برادر بزرگوار مولانا حافظ محمد ضیاء الرحمٰن قادری رضوی کو حفظ قرآن وامامت وخطابت اور جذبہ تبلیغ وخدمت دین میں کامیابی نصیب ہوئی۔

این سعادت بزور بازو نیست
تانہ بخشد خدائے بخشندہ

سیرتِ صدر الشریعہ اور تذکرہ اعلیٰ حضرت بزبان صدرِ شریعت کے بعد "حیاتِ محدث اعظم" حافظ عطاء الرحمٰن سلمہ کی تیسری ضخیم تالیف ہے جس کے پڑھنے سے آقائے نعمت حضور محدث اعظم پاکستان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی جامع الصفات شخصیت پوری آب وتاب اور جاہ وجلال کے ساتھ قارئین کرام کے پیش نظر ہوگی۔ اوروہ قلمی کتابی اور روحانی طور پر محدث اعظم پاکستان کی زیارت سے مشرف ہونگے۔ ذکرِ حبیب کم نہیں وصل حبیب سے

ایضاً
دل کے آئینے میں ہے تصویر یار
جب ذرا گردن جھکائی دیکھ لی

تقریظ

ضیغمِ اھلِ سنّت، قاطع بد مذہبیت، صاحب تصانیفِ کثیرہ

حضرت مولانا محمد حسن علی رضوی بریلوی

خلیفۂ مجاز حضرت محدثِ اعظم پاکستان

اَللّٰہُ رَبُّ مُحَمَّدٍ صَلّٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَا   نَحْنُ عِبَادُ مُحَمَّدٍ صَلّٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَا

حضور آقائے نعمت، امامِ اہل سنت، حضرت محدثِ اعظم پاکستان علامہ ابوالفضل الشاہ محمد سردار احمد صاحب قادری رضوی چشتی صابری کے وصال شریف کے فوراً بعد عرسِ چہلم کے موقعہ پر فقیر نے بفضلہٖ تعالیٰ سب سے پہلے حضرت ممدوح اقدس علیہ الرحمۃ کی اولیں مختصر سوانح عمری بنام "محدثِ اعظم پاکستان" شائع کر دی تھی جو پاک و ہند میں اہل سنّت کے علمی و روحانی مراکز میں بہت پسند کی گئی۔ بعد ازاں مفصل حیاتِ طیبہ لکھنے کے لئے حضرتِ اقدس کے تلامذہ وخلفاء سے مختلف اوقات کی ملاقاتوں میں احوال و کوائف نوٹ کئے۔ نیز سنی رسائل و جرائد میں شائع ہونے والے معلوماتی مضامین اور مکتوبات وغیرہ بڑی حد تک جمع کر لئے۔ خود فقیر کے نام حضرت سیدی مرشدی قدس سرہ العزیز کے ایک سو اہم مفید و جامع خطوط ہیں۔ اس دوران حضرت مولانا صاحبزادہ پیر قاضی محمد فضل رسول حیدر رضوی سجادہ نشین آستانہ عالیہ محدثِ اعظم پاکستان و حضرت صاحبزادہ غازی محمد فضل احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ کا بھی اصرار رہا کہ مشترکہ جامع سوانح عمری مرتب ہو۔ پھر برادرِ طریقت، امیر شریعت، حکیم الامت، مولانا الحاج علامہ ابوداؤد محمد صادق صاحب قادری رضوی نے "سیدی سردار احمد" کے نام نامی سے "سوانح عمری" مرتب کرنے کے عزم کا اظہار فرمایا اور فقیر کا جمع شدہ مسودہ طلب فرمایا۔

اسی طرح بوقتِ ملاقات استاذ العلماء، برادرِ طریقت علامہ مفتی محمد عبدالقیوم صاحب قادری رضوی ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ بھی بار بار اس فقیر سے اصرار فرماتے رہے کہ جو کچھ مواد و مسودہ جات ہمارے پاس ہیں وہ اور جو آپ کے پاس جمع ہے، مرتب فرمالیں۔ فقیر ہر چند کہ اس زریں و یادگار خدمت کے لئے تیار رہا مگر فقیر کی مجبوری یہ رہی کہ پاک و ہند بلکہ مغربی و یورپی ممالک میں مخالفین اہل سنت نے ایک مربوط پلان کے تحت تسلسل کے ساتھ مذہبِ حق اہل سنت،

مسلکِ حق مسلکِ اعلیٰ حضرت اور اس سے بڑھ کر سیدنا سرکار اعلیٰ حضرت، مجدد دین وملت، مولانا شاہ امام احمد رضا فاضلِ بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذات جامع صفات پر جارحانہ ومعاندانہ کتب ورسائل کا سلسلہ شروع کر دیا۔ فقیر کو ان کی سرکوبی ودندان شکنی کے لئے اس طرف متوجہ ہونا پڑا اور پڑ رہا ہے۔

اس دوران عزیز محترم، فاضل محتشم مولانا حافظ محمد عطاء الرحمٰن صاحب قادری رضوی اطال اللہ عمرہٗ نے سیدنا صدر الشریعہ، فقیہ اُمت علیہ الرحمۃ کی جامع سوانح عمری بڑی صلاحیت ومحنت اور حُسنِ تدبّر سے مرتب کی جو بہت مقبول ہوئی۔ اس کے بعد برادرِ طریقت، استاذ العلماء علامہ مفتی محمد عبد القیوم قادری رضوی ہزاروی علیہ الرحمۃ نے عزیزم مولانا حافظ محمد عطاء الرحمٰن صاحب قادری رضوی سلمہ ربہ کے ذمہ لگایا کہ اسی انداز میں سیرتِ صدر الشریعہ کی طرز پر "حیاتِ محدثِ اعظم پاکستان" بھی مرتب کی جائے تو عزیز موصوف زید علمہ وفضلہ نے فقیر کے پاس موجود مکتوباتِ محدثِ اعظم پاکستان طلب کئے۔ اور اس کے لئے عزیز موصوف کے شیخ طریقت حضرت علامہ الحاج ابوداؤد محمد صادق صاحب دامت برکاتہم اور حضرت علامہ مفتی محمد عبد القیوم صاحب قادری علیہ الرحمۃ نے بھی بار بار سفارش فرمائی۔ مگر فقیر نے خود بھی عزیزم حضرت مولانا حافظ محمد عطاء الرحمٰن سلمہ ربہ کے جذبۂ صادقہ کو دیکھتے ہوئے اپنے پاس موجود حضرت قبلہ سیدی محدثِ اعظم پاکستان رضی اللہ عنہ کے مکتوباتِ مبارکہ پیش کئے۔ ماشاء اللہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نورانی صدقہ، مشائخِ سلسلہ کی برکت اور خود سیدنا محدثِ اعظم علیہ الرحمۃ کے تصرفِ کامل سے عزیز موصوف نے حسنِ تدبّر کے ساتھ منفرد ومؤثر انداز میں "حیاتِ محدثِ اعظم" تحریر فرمائی ہے۔ مولائے کریم اس کاوش وکوشش کو شرفِ قبولیت عطا فرمائے۔ آمین۔

الفقیر محمد حسن علی الرضوی غفرلہ
امام وخطیب جامع مسجد فریدیہ، میونسپل پارک میلسی

تقدیم

استاذ العلماء، محسنِ اہل سنت، صاحب تصانیفِ کثیرہ

مولانا علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری برکاتی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کتنے خوش نصیب ہیں وہ لوگ جو اس دنیا میں آ کر اس اہم ترین حقیقت کو پیشِ نظر رکھتے ہیں کہ ہم بڑے محدود وقت کے لئے اس دنیا میں آئے ہیں اور اس کے بعد ہمیں پلٹ کر اپنے ربّ کی بارگاہ میں حاضر ہو جانا ہے۔ (وانا الیہ راجعون) انہیں اس حقیقت کا بھی احساس ہوتا ہے کہ دنیا کی زندگی بار بار نہیں ملتی، صرف ایک بار ہی ملتی ہے، اس لئے وہ زندگی کے ایک ایک دن بلکہ ایک ایک لمحے سے بھرپور فائدہ اٹھاتے ہیں، وہ زندگی ایسی انمول نعمت کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی لافانی رضا اور خوشنودی حاصل کرتے ہیں اور ایسے کام کر جاتے ہیں جن سے اللہ تعالیٰ کے حبیب، شفیع روز محشر ﷺ راضی ہوں۔

کیا اپنی عمر کا ایک ایک لمحہ رضائے الٰہی کے لئے صرف کرنے والوں، فرائض و واجبات کے ساتھ ساتھ، سنن، مستحبات اور نوافل کو باقاعدگی سے ادا کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ کچھ دیتا ہے یا نہیں؟ ضرور دیتا ہے۔ وہ کریم تو اعلان فرماتا ہے کہ بے شک اللہ تعالیٰ نیکوکاروں کا اجر ضائع نہیں فرماتا۔ (التوبہ: ۹/۱۲۰) کہیں فرماتا ہے: بے شک ہم نیکوکاروں کو اسی طرح جزا دیتے ہیں۔ (الصافات ۳۷/۱۰۵) اور حدیث شریف میں ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ بندہ فرائض کے بعد نوافل ادا کر کے میرا تقرّب حاصل کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ میں اسے اپنا محبوب بنالیتا ہوں اور جب محبوب بنالیتا ہوں تو میں اس کی سمع ہوتا ہوں جس کے ساتھ وہ سنتا ہے اور اس کی بصر ہوتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے (بخاری شریف عربی، ص ۹۶۳) اور امام احمد کی روایت میں ہے کہ میں اس کی زبان ہوتا ہوں جس کے ساتھ وہ کلام کرتا ہے (حاشیہ نمبر ۲)

حضرت محدثِ اعظم پاکستان مولانا ابو الفضل محمد سردار احمد چشتی قادری رحمہ اللہ تعالیٰ بھی محبوبین کے اسی زمرے میں داخل تھے جن کی زبان پر اللہ تعالیٰ کا کلام جاری ہو جاتا ہے، اللہ تعالیٰ ان کی کہی ہوئی بات کی لاج رکھتا ہے، ان کی زبان میں ایسی برکتیں رکھ دیتا ہے کہ ان کے ارشادات کا ایک ایک لفظ سامعین کے دل و دماغ میں اتر جاتا ہے، ان کے ایک ایک ارشاد پر مرتب ہونے والے نتائج و اثرات دیکھ کر آدمی کی عقل دنگ رہ جاتی ہے۔

درج ذیل سطور میں صرف دو واقعات پیش کئے جاتے ہیں۔

(۱)

محدث اعظم پاکستان، حضرت سید الاولیاء داتا گنج بخش قدس سرہ کے مزار پرانوار پر حاضری دے کر تانگے پر سوار ہو کر ریلوے اسٹیشن جا رہے تھے، حضرت شیخ الحدیث مولانا علامہ غلام رسول رضوی اور ایک دوسرے صاحب آپ کے ساتھ سوار تھے، لوہاری دروازہ کے سامنے سے گزرے تو دروازے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا:

یہاں ایک جامعہ رضویہ ہونا چاہیے۔

اللہ تعالیٰ کی شانِ کریمی کا جلوہ دیکھئے کہ شاہباز ولایت کی زبان سے نکلے ہوئے جملے کی برکت یہ ہے آج جامعہ نظامیہ رضویہ کا ایک حصہ (قدیم) لاہور میں ہے تو دوسرا حصہ (جدید) شیخوپورہ میں، اور دونوں جگہوں پر طلباء کی تعداد دو ہزار سے زائد اور طالبات کی تعداد تقریباً تین سو ہے۔ ذالک فضل اللّٰہ یؤتیہ من یشاء ۔

....

(۲)

۱۳ جون ۲۰۰۴ء کو اس دور کے عظیم نعت گو شاعر جناب حفیظ تائب رحمہ اللہ تعالیٰ رحلت فرما گئے، انا للہ وانا الیہ راجعون۔ نوائے وقت ۱۸ جون کے شمارے کے ادبی ایڈیشن کا پورا صفحہ حفیظ تائب صاحب کے لئے مختص تھا اس سے آگے پیچھے بھی ان کے بارے میں مضامین چھپتے رہے، دوسرے اخبارات اور جرائد نے بھی حسب توفیق مقالات شائع کئے اور انہیں خراجِ عقیدت پیش کیا جس کے وہ واقعی مستحق تھے۔ ادباء، شعراء، علماء اور دانشوروں نے دل کھول کر ان کی علمی اور قلمی کاوشوں اور خاص طور پر میدان نعت میں ان کی کاوشوں کو ہدیۂ تحسین پیش کیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ حضور سید کائنات ﷺ کی نعت، محبت اور اتباع کے صدقے میں جناب حفیظ تائب سراپا جمال بن گئے تھے رحمہ اللہ تعالیٰ۔

اس جگہ ان کی یاد اس طرح آ گئی کہ انہوں نے دو تین سال پہلے خود مجھے محدث اعظم پاکستان مولانا محمد سردار احمد چشتی قادری رحمہ اللہ تعالیٰ کے مکتوب کی فوٹو کاپی عنایت کی تھی جو انہوں نے حفیظ تائب صاحب کے نام ۱۹/صفر ۱۳۷۱ھ/۱۹۵۱ء کو لکھا تھا۔ اس مکتوب سے پہلے جناب تائب کی ملاقات حضرت محدثِ اعظم سے ہو چکی تھی۔ جب وہ ساروکی میں مقیم تھے، آئندہ سطور میں اس مکتوب کا کچھ حصہ ملاحظہ فرمائیں۔

۷۸۶/۹۲

عزیز محترم جناب حفیظ صاحب سلمہٗ

سلام مسنون۔ خیر و عافیت۔ بہت عرصہ کے بعد بذریعہ خط آپ سے نصف ملاقات ہوئی، آپ کا جوابی ملفوف ملا۔ جس سے نہایت ہی مسرت ہوئی۔ الحمد للہ کہ دنیا میں ایسے نوجوان بھی ہیں جو دنیوی تعلیم اعلیٰ ڈگری حاصل کرنے کے باوجود جذبۂ نعت پاک رکھتے ہیں۔ آپ کے اس خط سے فقیر کو نہایت ہی مسرت حاصل ہوئی۔

اعلیٰ حضرت عظیم البرکت (مولانا شاہ احمد رضا خاں) بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق جن تفصیلات کو آپ نے دریافت کیا ہے ایک مختصر رسالہ میں وہ تفصیلات قدرے اجمال سے درج ہیں اور آپ کی سب باتوں کا جواب اس میں ہے، اس رسالہ کا نام "وصایا شریف" ہے۔ یہ رسالہ جلیلہ یہاں پر ہوتا تو آپ کو بھیج دیتا۔ مگر یہاں نہیں۔ لہٰذا آپ دفتر مرکزی حزب الاحناف اندرون دہلی دروازہ تشریف لے جائیں اور حضرت فیض درجت مولانا ابوالبرکات سید احمد شاہ صاحب کی خدمت میں حاضر ہو کر ان کے کتب خانہ میں یہ رسالہ ضرور ملے گا۔

والسلام والدعاء

فقیر ابوالفضل محمد سردار احمد غفرلہ،

۱۹ صفر ۱۳۷۱ھ

اس مکتوب کے مطالعہ کے بعد یہ بیان کرنے کی ضرورت نہیں رہ جاتی کہ جناب حفیظ تائب کے غزل سے منہ موڑ کر نعت کے ساتھ مختص ہونے کی وجہ کیا تھی؟ اور یہ بھی بتانے کی ضرورت نہیں کہ محدث اعظم کی زبان فیض ترجمان میں اللہ تعالیٰ نے کتنی برکتیں عطا فرمائی تھیں؟

....

حضرت محدث اعظم پاکستان سلسلہ چشتیہ میں حضرت شاہ سراج الحق چشتی گورداسپوری رحمہ اللہ تعالیٰ کے مرید تھے، حجۃ الاسلام مولانا شاہ حامد رضا خان اور مفتی اعظم ہند شاہ مصطفیٰ رضا خان کے خلیفہ اور صدر الشریعہ مولانا امجد علی اعظمی مصنف بہار شریعت کے شاگرد تھے۔ ان حضرات کے مرید شاگرد اور خلفاء تو بہت سے حضرات ہوں گے، لیکن ان میں سے جو عروج محدث اعظم کے حصے میں آیا وہ بہت کم کسی دوسرے کے حصے میں آیا۔ وجہ یہ تھی کہ جو محبت حضرت محدث اعظم کو اپنے مشائخ سے تھی اور جس اخلاص کے ساتھ انہوں نے اپنے مشائخ کی خدمت کی تھی اس کی مثال بھی ڈھونڈنے سے بمشکل ملے گی۔

ایک دو مثالوں سے یہ حقیقت کھل کر سامنے آجائے گی۔ حضرت محدث اعظم پاکستان حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خان کی کشش کی بناء پر بریلی شریف گئے تھے تحصیل علم کے بعد دار العلوم منظر اسلام میں پڑھاتے رہے، جس کے مہتمم مولانا حامد رضا خاں تھے، پھر کچھ حالات اس طرح بدلے کہ محدث اعظم دار العلوم منظر اسلام سے الگ ہو گئے، اور حضرت مفتی اعظم ہند مولانا مصطفیٰ رضا خاں کی سرپرستی میں مسجد بی بی جی میں جامعہ رضویہ مظہر اسلام قائم کر کے اس میں حدیث شریف اور علوم دینیہ کا درس دینا شروع کر دیا۔ لیکن محدث اعظم پاکستان کے اپنے اساتذہ کے ساتھ قلبی لگاؤ کا یہ عالم تھا کہ بیک وقت دونوں کے ساتھ نیازمندانہ تعلقات قائم رکھے اور کسی کے ساتھ میل جول اور

تعظیم وتکریم میں فرق نہیں آنے دیا، پھر لطف یہ کہ مدرس تھے حضرت مفتیٔ اعظم کے مدرسہ ''جامعہ رضویہ مظہرِ اسلام'' میں اس کے باوجود حضرت حجۃ الاسلام کے اس قدر منظور نظر تھے کہ ان کی رحلت کے بعد ان کی وصیت کے مطابق نماز جنازہ حضرت محدث اعظم نے پڑھائی۔

حضرت صدر الشریعہ مولانا امجد علی اعظمی رحمہ اللہ تعالیٰ کے تلامذہ میں ایک سے بڑھ کر ایک باکمال تھا، ان میں سے حضرت محدث اعظم پاکستان مولانا محمد سردار احمد چشتی قادری اور حافظ ملت مولانا حافظ عبد العزیز محدث مراد آبادی کا آپس میں تنازعہ رہتا تھا، ہر ایک کی خواہش ہوتی کہ جب صدر الشریعہ تشریف لائیں تو ان کے جوتے اٹھا کر میں رکھوں اور جب تعلیم سے فارغ ہو کر جانے لگیں تو میں ان کے جوتے پیش کروں جب آئے دن جھگڑا ہوا تو دونوں سر جوڑ کر بیٹھے کہ اس کا حل کیا ہے؟ فیصلہ ہوا کہ ایک پاؤں کا جوتا آپ اٹھائیں اور آپ رکھیں دوسرے پاؤں کا جوتا میں اٹھاؤں گا اور میں پیش کروں گا استاذ کی کفش برداری کا فیض انہیں یہ ملا کہ ایک نے لائلپور (فیصل آباد) کو تعلیم وتبلیغ کا مرکز بنایا اور دوسرے نے مبارک پور کو، آج دونوں کی مساعی جمیلہ کے ثمرات پوری دنیا میں دیکھے جاسکتے ہیں اور دونوں کے تلامذہ پاک وہند تک محدود نہیں بلکہ دیگر ممالک میں بھی اسلام کا پیغام پھیلا رہے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ ایک شاگرد کو صحیح علمی فیض استاذ کی عقیدت وخدمت کی بدولت ہی میسر آتا ہے، جس طرح کہ ایک بندۂ مومن کو ایمان کی حلاوت اسی وقت نصیب ہوتی ہے جب وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب ﷺ کے ساتھ دل کی گہرائی سے اور سب سے زیادہ محبت کرے۔

حضرت محدث اعظم پاکستان مولانا محمد سردار احمد چشتی قادری رحمہ اللہ تعالیٰ ان باکمال ہستیوں میں سے تھے جن کے تذکرۂ حیات کے پڑھنے سے پڑھنے والے کو زندگی کی نئی تاب وتوانائی حاصل ہوتی ہے، ایمان میں تازگی آتی ہے، عقیدے میں پختگی آتی ہے اور صحیح زندگی گزارنے کا سلیقہ حاصل ہوتا ہے، حضرت استاذ العلماء مولانا مفتی محمد عبد القیوم قادری ہزاروی رحمہ اللہ تعالیٰ ناظم اعلیٰ جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور/شیخوپورہ کی تحریک پر حضرت علامہ مولانا محمد جلال الدین قادری مدظلہ (کھاریاں) نے دو ضخیم جلدوں میں ''تذکرہ محدث اعظم'' ترتیب دیا تھا، جو چھپنے کے بعد ہاتھوں ہاتھ نکل گیا، حضرت مفتی صاحب کی خواہش تھی کہ کوئی صاحبِ قلم فاضل ایک جلد میں ''حیاتِ محدث اعظم'' لکھ دے تاکہ قارئین کے لئے خریدنے اور پڑھنے میں آسانی ہو، اس مقصد کے لئے ان کی نگاہ انتخاب حافظ محمد عطاء الرحمٰن قادری صاحب ابن رشید احمد چغتائی رحمہ اللہ تعالیٰ پر پڑی۔ اور کوئی شک نہیں کہ ان کا انتخاب بالکل بجا تھا۔

حافظ محمد عطاء الرحمٰن قادری نے :

☆ 2002ء میں ایم۔اے ایجوکیشن کیا اور ''مولانا امجد علی اعظمی کی تعلیمی خدمات کا جائزہ'' کے عنوان پر مقالہ لکھ کر کامیابی حاصل کی۔

☆ یونیورسٹی میں ایک سالہ کورس ''ڈپلومہ عربی زبان وادب'' میں پہلی پوزیشن حاصل کی۔

☆ ''سیرت صدر الشریعہ'' لکھی جو ۱۱۳ صفحات پر مشتمل ہے۔ اسے مکتبہ اعلیٰ حضرت نے شائع کر دیا ہے۔

حافظ صاحب نے بڑی محنت کر کے چار سو سے زائد صفحات پر مشتمل ''حیاتِ محدث اعظم'' مرتب کر دی لیکن افسوس کہ اسی دوران حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ اس دنیا سے رحلت فرما گئے ۔اب ان کے جانشین مولانا عبدالمصطفیٰ ہزاروی صاحب اس کی اشاعت کا اہتمام کر کے مفتی صاحب کی روح کی خوشی کا سامان کر رہے ہیں۔

اس تذکرے کی چند خصوصیات یہ ہیں:

۱۔ ہر واقعہ با حوالہ درج ہے

۲۔ ایک سو سے زائد مآخذ سے استفادہ کیا ہے۔

۳۔ کتاب کی ابتداء میں حیات محدث اعظم پر ماہ وسال کے آئینے میں نظر ڈالی گئی ہے

۴۔ حضرت محدث اعظم کی 23 تدریسی خصوصیات بیان کی گئی ہیں

۵۔ حضرت محدث اعظم کے پچاس شاگردوں کا تین تین چار چار سطروں میں مختصر تعارف شامل کیا گیا ہے۔

۶۔ اربابِ دانش کا نظم ونثر میں خراج عقیدت پیش کیا گیا ہے۔

۷۔ غیر مطبوعہ مواد کو زیادہ جگہ دی گئی ہے، مثلاً ۱۸ مکتوبات شامل کئے ہیں جو غیر مطبوعہ ہیں

۸۔ انداز بیان عام فہم اور سلیس ہے، غیر ضروری طوالت سے گریز کیا گیا ہے۔

بڑی بات یہ ہے کہ یونیورسٹی سے ایم اے کرنے کے باوجود حافظ محمد عطاء الرحمٰن قادری کے چہرے پر آقائے دوعالم ﷺ کی سنت کے مطابق داڑھی ہے اور سر پر عمامہ رکھتے ہیں، اس سے ان علماء کو سبق لینا چاہیے جو دینی مدارس میں تعلیم حاصل کرنے کے باوجود نہ داڑھی سنت کے مطابق پوری رکھتے ہیں اور نہ ہی کبھی سر پر پگڑی رکھتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ حافظ محمد عطاء الرحمٰن کے علم وقلم اور ذوق وشوق میں مزید برکتیں عطا فرمائے اور اس قسم کے تصنیفی اور تالیفی کام کرتے رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

محمد عبد الحکیم شرف قادری جامعہ اسلامیہ لاہور

۲۹ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۵ھ/۱۸ جولائی ۲۰۰۴ء

آغازِ سخن

مخلوقِ خدا کی اصلاح کے لئے اللہ تعالیٰ انبیائے کرام علیہم السلام مبعوث فرماتا رہا ہے۔ان انبیائے کرام نے اپنے اپنے دور میں اپنی قوموں کی اخلاقی وروحانی تربیت کی۔انبیائے کرام کا یہ سلسلہ سرکارِ دوعالم نورِ مجسم احمد مجتبیٰ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر ختم ہوا۔آپ کے بعد امت کی روحانی واخلاقی تربیت کا فریضہ علمائے حق کو تفویض کیا گیا۔جنھوں نے اس فریضہ کو بحسن وخوبی انجام دیا اور مصائب ومشکلات کے باوجود دین اسلام کی حفاظت کی اور اسے ہم تک پہنچایا۔علمائے حق کے اس نورانی سلسلہ کی ایک زرّیں کڑی حضرت محدثِ اعظم پاکستان مولانا محمد سردار احمد قادری چشتی رحمہ اللہ تعالیٰ بھی ہیں۔آپ بیک وقت ایک باعمل عالم دین، کہنہ مشق مدرّس، بالغ نظر مفتی، عظیم فقیہ، بہترین مصنف، بافیض شیخِ طریقت، کامیاب مناظر اور شیریں بیاں خطیب تھے۔ایک ہی شخصیت میں اتنے اوصاف کی یکجائی دیکھ کر آدمی حیران ہو جاتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ کی طاقت وقدرت کو دیکھتے ہوئے کہنا پڑتا ہے۔

لیس علی اللّٰہ بمستنکر ان یجمع العالم فی واحدٍ

اُمتِ مسلمہ کی اصلاح اور اخلاقی وروحانی تربیت کے لئے حضرت مولانا سردار احمد قادری چشتی نے جو سعیٔ مسلسل فرمائی اسے دیکھ کر اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ بغیر نصرتِ خداوندی اور فضلِ مصطفوی کے اتنے احسن انداز میں یہ کام ممکن نہیں۔آپ کی اس سعیٔ پیہم اور پُر خلوص محنت کا یہ نتیجہ ہے کہ آج پاکستان ہی نہیں بلکہ پوری دنیا میں آپ کے تلامذہ و خلفاء تبلیغ اسلام اور تدریسِ قرآن وحدیث میں منہمک نظر آتے ہیں۔

حضرت محدثِ اعظم کے نورانی شب وروز میں ہمارے لئے سبق ہے۔آپ کی حیاتِ طیبہ کی یہ عجب تاثیر ہے کہ اسے پڑھنے والا مسلک اہل سنت کی خاطر کچھ کرنے کے لئے بے چین نظر آتا ہے۔یہ بھی حضرت محدثِ اعظم پر اللہ تعالیٰ کے خصوصی فضل وکرم کا ایک پہلو ہے کہ اس نے آپ کی حیاتِ طیبہ کو تبلیغ کا ایک احسن ذریعہ بنا دیا۔آپ کی سوانح حیات کی اس اہمیت کے پیش نظر کئی مصنفین نے آپ کی حیاتِ طیبہ پر قلم اٹھایا اور اپنے اپنے انداز میں عوام الناس کو حضرت محدثِ اعظم کی جلیل القدر شخصیت سے آگاہ کیا۔لیکن ضرورت اس امر کی تھی کہ ایک جامع کتاب آپ کے حالات پر تحریر کی جائے جو عوام الناس کی قوتِ خرید اور قوتِ مطالعہ سے باہر نہ ہو۔اس ضرورت کا احساس کرتے ہوئے استاذ الاساتذہ حضرت مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی رحمہ اللہ تعالیٰ نے احقر کو یہ اہم کام کرنے کا حکم فرمایا۔بفضلہٖ تعالیٰ کتاب آپ کے ہاتھوں میں ہے اس میں اگر کوئی خوبی ہے تو یہ حضرت محدثِ اعظم کی برکت ہے اور اگر کوئی خامی ہے تو میری وجہ سے ہے۔

الحمد للہ! کتاب ھٰذا میں ہر واقعہ کا حوالہ مصنف و کتاب کے نام اور صفحہ نمبر کے ساتھ درج کیا گیا ہے۔علماء و محققین کی سہولت کے لئے تمام ابواب کے حوالہ جات کتاب کے آخر میں دیئے گئے ہیں۔حروفِ تہجی کی ترتیب سے مأخذ و مراجع کی فہرست بعنوان کتابیات بھی آخر میں دی گئی ہے۔روایت کے ساتھ ساتھ درایت کا پہلو بھی پیشِ نظر رکھنے کی کوشش کی ہے۔تاہم الانسان مرکب من الخطاء و النسیان کے تحت غلطی ممکن ہے۔اس لئے قارئین سے التماس ہے کہ جہاں کہیں کوئی فروگذاشت دیکھیں تو مطلع فرما کر شکریہ کا موقع دیں۔

انتہائی ناسپاسی ہوگی اگر میں شکریہ ادا نہ کروں پیر طریقت، مخدومِ اہل سنت صاحبزادہ مولانا قاضی محمد فضل رسول حیدر رضوی کا جنھوں نے بنفس نفیس کتاب کے اکثر ابواب کی سماعت کی اور ناسازیٔ طبع کے باوجود اتنی تکلیف گوارا فرمائی۔مولانا صاحبزادہ عبدالمصطفیٰ ہزاروی زید مجدہٗ کا بھی شکریہ ادا کرتا ہوں جنھوں نے بڑی محبت اور بڑے اہتمام سے اس کتاب کی اشاعت کی۔

مجاہدِ ملّت حضرت علامہ الحاج ابوداؤد محمد صادق رضوی، ضیغمِ اہلسنت مولانا علامہ محمد حسن علی رضوی، محسنِ اہل سنت مولانا محمد عبدالحکیم شرف قادری، صاحبزادہ مولانا سید وجاہت رسول قادری، مولانا قاضی محمد مظفر اقبال رضوی، مولانا علی احمد سندھیلوی، مولانا محمد باغ علی رضوی، مولانا محمد بخش رضوی، مولانا قاری غلام رسول، حافظ محمد شفیع رضوی، جناب طارق سلطانپوری اور مولانا حافظ محمد ضیاء الرحمٰن قادری کا شکرگزار ہوں جنھوں نے قدم قدم پر راہنمائی فرمائی اور مفید مشوروں سے نوازا۔

آخر میں دعا گو ہوں مولائے کریم بطفیل نبیٔ عظیم علیہ التحیۃ والتسلیم اس کتاب کو میرے لئے اور میرے والدین، اساتذہ اور احباب کے لئے دینی و دنیوی فلاح کا سبب بنائے۔آمین۔فصلی اللّٰہ تعالٰی علٰی حبیبہٖ سیدنا محمد و اٰلہٖ و اصحٰبہٖ و اولیاء اُمتہٖ و علماء ملتہٖ و اھلِ سنتہٖ اجمعین.

دعا گو و دعا جو

محمد عطاء الرحمٰن قادری رضوی

۲۲۱۔الجنت ٹاؤن نزد حسین آباد

پی۔او ٹھوکر نیاز بیگ، رائے ونڈ روڈ

لاہور فون: 5320332 (042)

حضرت محدثِ اعظم......ایک نظر میں

نام ونسب: محمد سردار احمد بن چوہدری میراں بخش چشتی

القاب: محدث اعظم پاکستان، شیخ الحدیث، استاذ العلماء، سند العرفاء، نائب اعلیٰ حضرت

ولادت باسعادت: بمقام دیال گڑھ ضلع گورداسپور بھارتی پنجاب:	۱۳۲۳ھ/۱۹۰۵ء
والدہ ماجدہ کا وصال:	۱۳۳۵ھ/۱۹۱۶ء
والد ماجد چوہدری میراں بخش کا وصال:	محرم ۱۳۳۷ھ/اکتوبر ۱۹۱۸ء
میٹرک کے امتحان میں فرسٹ ڈویژن میں کامیابی:	۱۳۴۰ھ/۱۹۲۲ء
حضرت حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا بریلوی کی لاہور میں زیارت:	۱۳۴۳ھ/۱۹۲۵ء
بغرضِ تحصیلِ علم حضرت حجۃ الاسلام کے ہمراہ بریلی شریف حاضری:	۱۳۴۳ھ/۱۹۲۵ء
صدر الشریعہ مولانا محمد امجد علی اعظمی کی خدمت میں اجمیر شریف حاضری:	۱۳۴۵ھ/۱۹۲۷ء
دورانِ تعلیم فقہی مضامین کی "السواد الاعظم" میں اشاعت:	۱۳۴۵ھ/۱۹۲۷ء
حضرت صدر الشریعہ کے حکم پر اجمیر شریف کے قرب وجوار میں تبلیغ:	۱۳۵۰ھ/۱۹۳۱ء
ازدواجی زندگی کی ابتداء:	۱۳۵۰ھ/۱۹۳۲ء
جمیع سلاسل طریقت کی اجازت وخلافت از حضرت شاہ سراج الحق چشتی:	۱۳۵۰ھ/۱۹۳۲ء
حسبِ وصیت حضرت شاہ سراج الحق چشتی کے جنازہ کی امامت:	۱۳۵۰ھ/۱۹۳۲ء
جامعہ معینیہ عثمانیہ اجمیر شریف کے امتحان میں، درجہ اوّل میں کامیابی:	۱۳۵۱ھ/۱۹۳۲ء
جمیع سلاسلِ طریقت وعلوم متفرقہ کی اجازت از حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا بریلوی	۱۳۵۱ھ/۱۹۳۲ء
جامعہ رضویہ منظرِ اسلام میں دستار بندی:	۱۳۵۲ھ/۱۹۳۳ء
جامعہ رضویہ ہی میں بحیثیت مدرس دوم وناظمِ تعلیمات تقرر:	۱۳۵۲ھ/۱۹۳۳ء
جمعیت خدام الرضا بریلی کا قیام اور سرپرستی:	۱۳۵۳ھ/۱۹۳۴ء
مناظرۂ بریلی میں مولوی منظور سنبھلی کی عبرتناک شکست:	۱۳۵۴ھ/۱۹۳۵ء
جامعہ رضویہ منظرِ اسلام میں صدر مدرس وشیخ الحدیث کے عہدے پر ترقی:	۱۳۵۴ھ/۱۹۳۵ء
"موت کا پیغام، دیوبندی مولویوں کے نام" کی تصنیف:	۱۳۵۴ھ/۱۹۳۶ء

جمعیت اصلاح وترقی اہل سنت بریلی کی تاسیس وسرپرستی:	۱۳۵۶ھ/۱۹۳۷ء
دارالعلوم مظہر اسلام بریلی کا قیام وبحیثیت شیخ الحدیث تدریس:	۱۳۵۶ھ/۱۹۳۷ء
مناظرۂ بھکھی ضلع گجرات میں شاندار کامیابی:	۱۳۶۱ھ/۱۹۴۲ء
خلفِ اکبر صاحبزادہ قاضی محمد فضل رسول کی ولادت:	رمضان۱۳۶۱ھ/ستمبر۱۹۴۲ء
مناظرۂ احمد آباد میں مولوی سلطان حسن سنبھلی کو شکستِ فاش:	۱۳۶۲ھ/۱۹۴۳ء
حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا بریلوی کی نمازِ جنازہ کی امامت:	۱۳۶۲ھ/۱۹۴۳ء
آل انڈیا سنی کانفرنس کے صوبائی اجلاس منعقدہ مرادآباد میں شرکت اور سنی کی جامع تعریف کا تعین:	۱۳۶۴ھ/۱۹۴۵ء
دیال گڑھ ضلع گورداسپور میں مرزائیوں کو مناظرہ میں شکست:	۱۳۶۴ھ/۱۹۴۵ء
مفتیِ اعظم مولانا شاہ مصطفےٰ رضا بریلوی کے ہمراہ پہلا حج وحاضریٔ مدینہ منورہ:	۱۳۶۴ھ/۱۹۴۵ء
طائف شریف میں سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما وسیدنا عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ کے مزاراتِ مقدسہ کی زیارت:	محرم۱۳۶۵ھ/نومبر۱۹۴۵ء
اجازت وسندِ حدیث از سید المحدثین محمد الحافظ التیجانی:	محرم۱۳۶۵ھ/نومبر۱۹۴۵ء
اجازت وسندِ حدیث از تاج المحدثین عمر حمدان المحرسی:	صفر۱۳۶۵ھ/جنوری۱۹۴۶ء
بریلی میں ہندو مسلم فسادات کے دوران آپ کی شہادت کی افواہ:	رجب۱۳۶۵ھ/ جون۱۹۴۶ء
تحریکِ پاکستان اور مسلم لیگ کی حمایت میں تائیدی بیان:	جمادی الاولیٰ ۱۳۶۵ھ/ مارچ۱۹۴۶ء
مناظرۂ دھاریوال میں خاکساروں کو شکستِ فاش:	۱۳۶۵ھ/۱۹۴۶ء
حضرت صدرالافاضل کا خصوصی دعوت نامہ برائے آل انڈیا سنی کانفرنس بنارس:	۱۳۶۵ھ/۱۹۴۶ء
صاحبزادہ فضلِ رحیم کے انتقال کے باعث سنی کانفرنس بنارس میں عدمِ شمولیت:	۱۳۶۵ھ/۱۹۴۶ء
قیامِ پاکستان کے بعد ہجرت کر کے بھکھی ضلع گجرات میں قیام:	شوال۱۳۶۶ھ/اگست۱۹۴۷ء
دارالعلوم محمدیہ نوریہ رضویہ بھکھی شریف میں عرصۂ تدریس:	شوال۱۳۶۶ھ/اگست۱۹۴۷ء تا ربیع الآخر۱۳۶۷ھ/مارچ۱۹۴۸ء
انجمن فلاح وبہبود مہاجرین کا قیام وسرپرستی:	۱۳۶۶ھ/۱۹۴۷ء
بریلی شریف دوبارہ حاضری وتدریس:	جمادی الاخریٰ۱۳۶۷ھ/مئی۱۹۴۸ء
سارو کی ضلع گوجرانوالہ میں عرصۂ قیام:	جمادی الاولیٰ۱۳۶۷ھ/اپریل۱۹۴۸ء تا رمضان المبارک۱۳۶۸ھ/ جولائی۱۹۴۹ء

فیصل آباد ورودِ مسعود و دورۂ حدیث کا آغاز:	شوال ۱۳۶۸ھ/ جولائی ۱۹۴۹ء
جمعیت اصلاح و ترقی اہل سنت فیصل آباد کا قیام و سرپرستی:	۱۳۶۸ھ/ ۱۹۴۹ء
جامعہ رضویہ مظہرِ اسلام (فیصل آباد) کا سنگِ بنیاد:	۱۲ ربیع الاوّل ۱۳۶۹ھ/ جنوری ۱۹۵۰ء
صاحبزادہ غازی محمد فضل احمد کی ولادت:	شعبان ۱۳۶۹ھ/ جون ۱۹۵۰ء
تحریک ختم نبوت میں بد مذہبوں، صلح کلیوں سے علیحدہ رہتے ہوئے، مرزائیوں کا رڈ و ابطال:	۱۳۷۲ھ/ ۱۹۵۳ء
اسلامی قانونِ وراثت کی تصنیف:	۱۳۷۲ھ/ ۱۹۵۳ء
صاحبزادہ حاجی محمد فضل کریم کی ولادت:	شعبان ۱۳۷۳ھ/ ۱۹۵۴ء
انجمن فدایانِ رسول کا قیام و سرپرستی:	۱۳۷۳ھ/ ۱۹۵۴ء
مرکزی سنی رضوی جامع مسجد کا سنگِ بنیاد:	۱۱ ربیع الاوّل ۱۳۷۴ھ/ ۸ نومبر ۱۹۵۴ء
دوسرا حج مبارک و حاضری مدینہ طیبہ:	ذی الحجہ ۱۳۷۵ھ/ جون ۱۹۵۶ء
علامہ محمد علی حموی سمیت پانچ علماءِ عرب کو عطیۂ اجازت و خلافت:	۱۳۷۵ھ/ ۱۹۵۹ء
ہفت روزہ (ماہنامہ) رضائے مصطفیٰ کے اجراء پر اظہارِ مسرت و سرپرستی:	رمضان ۱۳۷۶ھ/ اپریل ۱۹۵۷ء
مفتی اعظم مولانا مصطفیٰ رضا خان کی طرف سے جمیع سلاسلِ طریقت کی اجازت و خلافت:	ربیع الاوّل ۱۳۸۰ھ/ اگست ۱۹۶۰ء
خلفِ اکبر مولانا قاضی محمد فضلِ رسول حیدر رضوی کو جمیع سلاسلِ طریقت کی اجازت و خلافت:	صفر ۱۳۸۱ھ/ اگست ۱۹۶۱ء
برائے علاج و تبدیلیٔ آب و ہوا ہری پور روانگی:	ربیع الاوّل ۱۳۸۱ھ/ ستمبر ۱۹۶۱ء
فیصل آباد میں عظیم الشان عرسِ امامِ اعظم کا آغاز:	جمادی الاخریٰ ۱۳۸۱ھ/ نومبر ۱۹۶۱ء
بغرض علاج کراچی ورودِ مسعود:	جمادی الاخریٰ ۱۳۸۲ھ/ ۱۹۶۲ء
چاند رات ایک بج کر چالیس منٹ پر وصال:	یکم شعبان ۱۳۸۲ھ/ ۲۹ دسمبر ۱۹۶۲ء
فیصل آباد میں جسدِ اقدس پر انوار کی بارش:	دو شعبان ۱۳۸۲ھ/ ۳۱ دسمبر ۱۹۶۲ء
بعد ظہر جنازہ میں لاکھوں افراد کی شرکت:	۲ شعبان ۱۹۸۲ھ/ ۳۱ دسمبر ۱۹۶۲ء
بعد مغرب سنی رضوی جامع مسجد کے پہلو میں تدفین:	شب ۳ شعبان ۱۳۸۲ھ/ ۳۱ دسمبر ۱۹۶۲ء

☆.....☆.....☆.....☆.....☆

باب ۱

ابتدائی حالات

باب ۱

ابتدائی حالات

نحمده و نصلی علی رسوله الکریم .بسم الله الرحمن الرحیم.

ولادتِ باسعادت:

حضرت محدث اعظم پاکستان مولانا ابوالفضل محمد سردار احمد قدس سرہ ۱۳۲۳ھ/ ۱۹۰۵ء کو موضع دیال گڑھ ضلع گورداسپور (مشرقی پنجاب، انڈیا) میں پیدا ہوئے۔(۱) دیال گڑھ ضلع گورداسپور کا مشہور قصبہ ہے جو بٹالہ سے چار میل کے فاصلے پر ہے۔

اسمِ گرامی:

والدین نے آپ کا نام (باقی بھائیوں کے ناموں کی مناسبت سے) سردار محمد رکھا۔لیکن جب آپ علمِ دین کے حصول کے لئے بریلی شریف تشریف لے گئے تو وہاں کے اکابر اساتذہ، احباب اور ہم درس طلبہ آپ کو سردار احمد کے نام سے یاد کرتے تھے۔اس صورتِ حال میں آپ نے والدین کا تجویز کردہ نام بھی ترک نہ فرمایا اور اساتذہ کرام کا عطا کردہ نام بھی استعمال میں رکھا۔یوں آپ اپنا نام محمد سردار احمد تحریر فرمایا کرتے تھے۔(۲)

کنیت:

مناظرۂ بریلی (۱۳۵۴ھ/ ۱۹۳۵ء) میں دیوبندیوں کے منظورِ نظر مناظر مولوی منظور سنبھلی کے مقابلہ میں عدیم المثال کامیابی پر آپ کی کنیت ابوالمنظور مشہور ہوگئی۔ بعد میں صاحبزادہ محمد فضلِ رسول صاحب کی ولادت پر ابوالفضل ہوئی اور بمقتضائے "الاسْـمَاءُ تَتَنَزَّلُ مِنَ السَّمَاءِ" اس عظیم المرتبت صاحبِ علم وفضل کے لئے یہی کنیت موزوں بھی تھی۔(۳)

نائبِ دینِ نبی سردار احمد تیرا نام
یعنی تو فضلِ خدا سے قوم کا سردار ہے

خاندان:

آپ کا تعلق سیہول جٹ خاندان سے ہے۔شرافت، دیانت، پاکبازی اور مہمان نوازی میں یہ خاندان علاقہ بھر میں شہرت رکھتا تھا۔پورا خاندان مشائخِ کرام کا مرید اور عقیدت مند تھا۔حضور غوث پاک سے کمال درجہ کی محبت رکھتا تھا۔

والدینِ کریمین:

آپ کے والد ماجد کا اسمِ گرامی چوہدری میراں بخش چشتی تھا۔ ان کا پیشہ کاشت کاری تھا۔ زمین گاؤں کے قریب ہی تھی۔ تقریباً پچاس بیگھہ مزروعہ زمین کے مالک تھے۔ اس میں نصف زمین چاہی اور اتنی ہی بارانی تھی۔ زمین زرخیز ہونے کی وجہ سے نہایت عمدہ فصل اور اعلیٰ قسم کا کماد پیدا ہوتا تھا۔ (۴)

چوہدری میراں بخش چشتی دیہاتی ماحول کی برائیوں سے الگ تھلگ رہتے۔ کسی کی غیبت نہ کرتے، کسی کے نقصان میں راضی نہ ہوتے، یہی وجہ ہے کہ آپ کی دشمنی کسی سے پیدا نہ ہوئی۔ یونہی حضرت محدثِ اعظم پاکستان کی والدہ محترمہ نہایت پاک سیرت عفیفہ تھیں۔ پابندِ صوم وصلوٰۃ اور حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ کی فدائی وشیدائی تھیں۔ ان دو پاکباز شخصیات کی سیرت وکردار کو سمجھنے کے لئے مندرجہ ذیل واقعہ بہترین مددگار ہے:

نمازیوں کے لئے تازہ کھانا:

جناب سید غلام مرتضیٰ شاہ اور جناب سید فضل احمد شاہ تقسیم ہند سے قبل کا اپنا ایک واقعہ بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں: "ایک مرتبہ کلاّں والا سے دس میل دور ایک گاؤں میں جانا پڑا۔ ہم علی الصبح ہی چل پڑے۔ سفر پیدل تھا۔ وہاں ہمیں کھانے کا پوچھا گیا مگر سہواً ہم نے انکار کر دیا۔ گرمی کا موسم تھا دوپہر کو ہم واپس ہوئے۔ راستہ میں بھوک اور پیاس خوب محسوس ہوئی۔ واپسی پر جب ہم دیال گڑھ سے گزرنے لگے تو ہمیں یاد آیا کہ یہاں چوہدری میراں بخش کے ہاں چلتے ہیں۔ وہ بڑے فراخ دل اور مہمان نواز ہیں یقیناً ہمیں ان کے دسترخوان سے کھانے پینے کو مل جائے گا۔ اس فیصلہ کے بعد ہم چوہدری میراں بخش (والد ماجد حضرت شیخ الحدیث) کے گھر آئے۔ آپ اس وقت دوپہر کی روٹی کھا کر آرام فرما رہے تھے۔ علیک سلیک کے بعد ہم نے اپنا تعارف سید ہونے کی حیثیت سے کرایا۔ چوہدری میراں بخش نے نہایت خوش اخلاقی سے بیٹھک میں بٹھایا اور کھانے کی پیشکش فرمائی جو ہم نے قبول کر لی۔ چوہدری میراں بخش اندر تشریف لے گئے اور صحن میں کھڑی اپنی زوجہ محترمہ (والدہ ماجدہ حضرت شیخ الحدیث) سے فرمایا کہ: "اللہ کی نیک بندی! آج ہمارے گھر دو سید مہمان آئے ہیں، ان کا کھانا لاؤ اور پینے کے لئے لسی بھی"۔ زوجہ محترمہ نے چوہدری میراں بخش سے کہا کہ مہمانوں کے لئے لسّی لے جاؤ اور ان سے دریافت کرو کہ وہ نمازی ہیں یا نہیں۔ اگر وہ نمازی ہیں تو ان کے لئے تازہ کھانا تیار کرتی ہوں اور اگر نمازی نہیں تو وہی کھانا پیش کرتی ہوں جو تھوڑی دیر پہلے تیار کیا تھا۔

شاہ صاحبان فرماتے ہیں کہ بیٹھک کے قریب صحن میں ہونے والی میاں بیوی کی گفتگو ہم نے سن لی۔ جناب چوہدری میراں بخش تشریف لائے تو ہمیں لسّی پیش کی اور ساتھ ہی نہایت محبت وشفقت سے دریافت فرمایا کہ " کیا آپ نماز پڑھتے ہیں؟ اگر آپ نمازی ہیں تو آپ کے لئے تازہ کھانا تیار کروایا جائے ورنہ جو کھانا تیار ہے وہی حاضر کر دیا جائے گا" شاہ صاحبان نے فرمایا کہ بحمدہٖ تعالیٰ ہم باقاعدہ نمازی ہیں۔ چنانچہ آپ نے تازہ کھانا تیار کروایا اور نہایت محبت

سے ہمیں کھلایا۔(۵)

بارگاہِ خداوندی میں خاص قرب:

حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کی والدہ ماجدہ کو زہد و تقویٰ، عفت و عصمت اور عبادت و ریاضت کی بناء پر بارگاہِ خداوندی میں خاص قرب حاصل تھا۔ چنانچہ ایک مرتبہ حضرت شیخ الحدیث اور آپ کے برادر بزرگ جناب حیات محمد عرف سائیں جی کے درمیان والدہ مرحومہ کے متعلق گفتگو ہوئی۔ جناب حیات محمد کا خیال تھا کہ ہماری والدہ مرحومہ عام نیک خاتون تھیں اور حضرت شیخ الحدیث ارشاد فرما رہے تھے کہ والدہ مرحومہ کو بارگاہِ خداوندی میں خاص قرب حاصل تھا۔ اس گفتگو کے بعد جناب حیات محمد صاحب رات کو سوئے تو خواب میں انہیں ایک قبر نظر آئی جس سے ایک ضعیف العمر خاتون سفید لباس میں ملبوس باہر تشریف لائیں اور جناب سائیں مرحوم سے فرمایا:

"بیٹا میں تمہاری والدہ ہوں، تیرا چھوٹا بھائی محمد سردار احمد جو کچھ میرے متعلق کہتا ہے وہ بالکل ٹھیک ہے۔"

صبح اٹھ کر برادر بزرگ اپنا رات کا خواب بیان کرنے حضرت شیخ الحدیث کے پاس آئے۔ آپ انہیں دیکھ کر مسکرائے اور فرمایا:

کیوں سائیں صاحب! ہم نے ٹھیک کہا تھا، اب تو انکار نہ کرو گے۔(۶)

چوہدری میراں بخش چشتی رحمۃ اللہ علیہ کا وصال محرم الحرام ۱۳۳۷ھ/۱۴ اکتوبر ۱۹۱۸ء کو ہوا۔(۷) جبکہ والدہ محترمہ دو برس قبل انتقال فرما چکی تھیں۔

چوہدری میراں بخش چشتی کی اولاد امجاد:

چوہدری میراں بخش کے ہاں دو صاحبزادیاں اور سات صاحبزادے پیدا ہوئے جن کے اسماءِ گرامی مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ جناب شیر محمد ۔۔۔ ۲۔ جناب علی محمد ۔۔۔ ۳۔ جناب دین محمد
۴۔ جناب فتح محمد ۔۔۔ ۵۔ جناب حیات محمد ۔۔۔ ۶۔ سردار محمد (حضرت شیخ الحدیث)
۷۔ جناب محمد اسمٰعیل

دونوں صاحبزادیاں صاحبِ اولاد ہوئیں لیکن جلد ہی وصال فرما گئیں۔

جناب چوہدری میراں بخش کے تمام صاحبزادے ماسوا حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کے زمینداری کرتے تھے ۔والدین کی تربیت کے نتیجے میں ان کا رجحانِ طبع سادگی اور نیکی کی طرف تھا۔ جناب حیات محمد صاحبِ درد بزرگ تھے لوگ انہیں سائیں جی یا باباجی کے نام سے پکارتے تھے۔(۸)

محدث اعظم پاکستان کے پاکیزہ بچپن کی چند جھلکیاں

حضرت محدث اعظم پاکستان کا بچپن عام بچوں سے بالکل مختلف تھا۔ آپ کی ولایت کے آثار شروع سے ہی ظاہر تھے۔ یہاں تک کہ جب آپ کی ولادت ہوئی تو موضع دیال گڑھ میں یہ چرچا تھا کہ "اس نومولود کی پیشانی مبارک پر چاند کی سی روشنی چمکتی ہے"(۹)۔ آپ کے رشتہ کے ماموں زاد چوہدری ناظر حسین جو صوفی منش بزرگ اور جناب غوث پاک کے فدائی وشیدائی تھے اکثر جناب حیات محمد صاحب عرف سائیں جی سے حضرت محدث اعظم کے متعلق ایسی باتیں کرتے تھے جنہیں اس وقت عجیب وغریب خیال کیا جاتا تھا۔ ایک مرتبہ ان سے فرمایا۔ سائیں جی! تمہیں مبارک ہو تمہارے عزیز بھائی سردار محمد کی پیشانی میں نیک بختی اور خوش قسمتی کا چمکتا ہوا ستارہ دیکھ رہا ہوں۔"(۱۰)

آپ کی والدہ محترمہ اکثر فرمایا کرتی تھیں: "ان شاء اللہ میرا یہ لاڈلا بچہ عظیم شخصیت کا مالک ہوگا۔ اور ساتھ ہی یہ دعا بھی کرتیں "آپ کا نام سردار محمد ہے اللہ تعالیٰ آپ کو دین ودنیا کا سردار بنائے "(۱۱) اور دنیا نے دیکھا کہ واقعی عظیم بیٹے کے حق میں عظیم ماں کی دعا قبول ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو اسم بامسمیٰ بنادیا۔

ان تمہیدی کلمات کے بعد آیئے محدثِ اعظم پاکستان کے پاکیزہ بچپن کی چند جھلکیاں ملاحظہ فرمایئے۔

نماز باجماعت وذکرِ الٰہی:

جب آپ چلنے پھرنے کے قابل ہوئے تو والد ماجد کے ہمراہ مسجد میں نماز پڑھنے چلے جاتے۔ ذکرِ واذکار و نعت خوانی کا ذوق ایسا تھا کہ عموماً چلتے پھرتے نعتیں پڑھتے اور ذکر کرتے رہتے۔ سننے والے حیران ہوتے کہ اس عمر میں ایسا ذوق وشوق!

چوری کے آم نہ کھائے:

آپ سکول جاتے ہوئے ساتھیوں کی شرارتوں سے ہمیشہ الگ تھلگ رہتے۔ ایک مرتبہ کمہاروں کے گدھوں پر لدے آم ساتھیوں نے اٹھا کر آپس میں تقسیم کئے اور کھانے شروع کر دیئے لیکن آپ نے قطعاً حصہ نہ لیا۔(۱۲)

آپ کے گاؤں دیال گڑھ سے آم ٹھیلوں پر لاد کر بٹالہ منڈی لے جایا جاتا تھا راستہ میں آم گر جاتے جن کو اور طلبہ اٹھا اٹھا کر کھا لیتے لیکن آپ نہیں کھاتے تھے۔(۱۳)

ستر کی حفاظت:

سکول جاتے ہوئے راستہ میں ایک برساتی نالہ "ہسری" پڑتا تھا۔ جو موسمِ برسات میں بھر جاتا۔ اس کو عبور کرنے کے لئے دوسرے طلبہ اپنے کپڑے سمیٹ لیتے جس سے ان کے گھٹنے ننگے ہو جاتے۔ چونکہ مرد کے اعضائے ستر

ناف سے لے کر گھٹنوں تک ہیں جن کا ڈھانپنا فرض ہے۔اس لئے آپ اپنے بڑے بھائی حیات محمد سے عرض کرتے کہ وہ انہیں کندھوں پر بٹھا کر نالہ پار کرا دیں تا کہ آپ کو گھٹنے ننگے نہ کرنے پڑیں۔(۱۴)

کشتی میں اعضائے ستر کا خیال:

جیسا کہ گذشتہ صفحات میں عرض کیا گیا کہ حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ ایسے کھیلوں سے اجتناب فرماتے تھے جن کا صحت وتندرستی کی نشو ونما میں کوئی کردار نہ ہو لیکن کشتی اور کبڈی وغیرہ میں ورزش کی نیت سے شرکت فرماتے تھے۔ اور اس میں بھی عام بچوں کے برعکس ستر کا پورا خیال رکھتے تھے اور کشتی سے قبل ہی یہ شرط رکھتے تھے کہ لنگوٹا نہیں کروں گا اور شلوار کرتہ کے ساتھ ہی کشتی کروں گا۔ جب کسی لڑکے سے کشتی لڑتے تو چاہے وہ دوگنی قوت کا ہی کیوں نہ ہوتا۔ضرور اسے پچھاڑ دیتے۔(۱۵) ایک مرتبہ تحدیثِ نعمت کے طور پر حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ نے خود ارشاد فرمایا: "تین امور میں مجھے بچپن میں ضلع بھر میں فوقیت وسبقت حاصل رہی۔

(۱) تیراکی (۲) دوڑ (۳) کشتی

مگر ہمیشہ میں نے ستر کا لحاظ رکھا اور کبھی بھی ایسا لباس نہ پہنا جس سے میرے گھٹنے کھل جائیں۔(۱۶)

شرم وحیا:

شرم وحیا کا عالم یہ تھا کہ بچپن میں ہی فرمایا کرتے تھے "دو عورتوں کے درمیان سے گزرنا شیطان کا کام ہے۔" (۱۷) اور یہ واقعہ بھی آپ کی حد درجہ شرم وحیا کا مظہر ہے کہ سکول سے واپسی پر جب گاؤں کے قریب پہنچتے تو ساتھیوں سے الگ ہو کر دوسرا راستہ اختیار کر لیتے اس لئے کہ کوئی لڑکا مجھے اپنے گھر کھانا کھانے پر مجبور نہ کرے۔(۱۸)

پیر ومرشد جیسا ہو جاؤں:

شریعت وطریقت سے محبت کی بناء پر آپ نے سکول کی تعلیم کے دوران ہی سراج العارفین حضرت شاہ سراج الحق چشتی قدس سرہ کے دستِ اقدس پر بیعت کر لی۔ یہ بیعت مروجہ رسمی بیعت نہیں بلکہ حقیقی بیعت تھی۔ شیخ طریقت سے عقیدت ایسی پختہ تھی کہ اکثر وبیشتر اس تمنا کا شدت سے اظہار فرمایا کرتے تھے کہ:

"میرا دل چاہتا ہے کہ میں پیر ومرشد صوفی سراج الحق صاحب جیسا ہو جاؤں۔" (۱۹)

فصلِ دوم

تحصیلِ علم

قرآن پاک ناظرہ پڑھنے کے بعد حضرت محدثِ اعظم پاکستان کو اس دور کے رواج کے مطابق پرائمری سکول میں داخل کرادیا گیا۔ یہاں پر آپ نے مولانا ذوالفقار علی قریشی سے ابتدائی تعلیم حاصل کی جو پرائمری سکول میں صدر مدرس ہونے کے ساتھ ساتھ گاؤں کی مسجد کے امام وخطیب بھی تھے۔ قرائن سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے قرآن مجید ناظرہ بھی مولانا قریشی سے پڑھا تھا۔ مولانا موصوف حضرت شیخ الحدیث پر خصوصی توجہ فرماتے اور پیشانی میں سعادتِ ازلی کے نمایاں آثار دیکھ کر اکثر بزبانِ پنجابی فرماتے:

"اوئے جٹّا! توں تے وڈا نامور مولوی عمل والا ہوویں دا"(۲۰)

یعنی اے جاٹ قوم کے سپوت! میں دیکھ رہا ہوں کہ تو بڑا ہو کر نامور عالم باعمل بنے گا۔

پرائمری درجہ کے آخری امتحان کے موقع پر آپ کے سر پر دستار کی بہار ایسی خوبصورت تھی کہ استاذ محترم مولانا قریشی نے فرمایا "خدا کرے میرے اس ہونہار شاگرد کو نظر بد نہ لگے۔"(۲۱)

ماسٹر جی! ہمیں بزرگوں کی باتیں سنایئے:

پرائمری تعلیم کے بعد اسلامیہ ہائی سکول بٹالہ، ضلع گورداسپور میں داخل ہوئے۔ یہاں حاجی پیر محمد صدر معلم کے منصب پر فائز تھے۔ حاجی صاحب بیان کرتے ہیں کہ: شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد سردار احمد کو بچپن ہی سے بزرگانِ کرام اور جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے بے حد عقیدت ومحبت تھی۔ چنانچہ آپ فرمایا کرتے تھے:

"ماسٹر جی ! ہمیں بزرگوں کی باتیں سنایئے اور حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ پر ضرور روشنی ڈالا کیجئے۔"(۲۲)

حاجی پیر محمد صاحب مزید بیان کرتے ہیں "ہمارے سکول کے طلبہ میں سے صرف آپ ہی ایک ایسے طالب علم تھے جن کی طرف سے اس قسم کی خواہش کا اظہار ہوا کرتا تھا۔ میں اس خدمت کو سرانجام دیا کرتا تھا اور یہ سوچا کرتا کہ اس لڑکے کے سوا کوئی دوسرا لڑکا اس قسم کے خیالات کا حامل نہیں اور سردار احمد کا یہ جذبہ کتنا قابلِ قدر اور لائقِ تحسین وآفرین ہے۔(۲۳)

میٹرک کا سالانہ امتحان جوان دونوں پنجاب یونیورسٹی لیا کرتی تھی۔ فرسٹ ڈویژن میں پاس کرنے کے بعد آپ نے پٹوار کا امتحان دینے کا ارادہ فرمایا۔ وجہ یہ تھی کہ آپ کے شیخ طریقت حضرت شاہ سراج الحق چشتی علیہ الرحمۃ نے

بھی پٹوار کا امتحان پاس کر رکھا تھا۔لہٰذا ان کی پیروی میں آپ نے بھی پٹوار کا امتحان پاس کیا لیکن ملازمت نہ فرمائی۔ پولیس کی ملازمت کی بھی پیشکش ہوئی لیکن آپ نے انکار فرما دیا۔(۲۴)

دینی تعلیم کا آغاز:

ایف۔اے کا امتحان دینے کے لئے آپ لاہور تشریف لائے اور یہاں امتحان کی تیاری میں مصروف ہو گئے۔انہی دنوں انجمن حزب الاحناف کا سالانہ اجلاس منعقد ہوا۔دین سے فطری محبت وعقیدت آپ کو کشاں کشاں اس اجلاس میں لے گئی۔یا یوں کہیے کہ "فطرت خود بخود کرتی ہے لالے کی حنا بندی" کے مصداق قدرت کو اب یہی منظور تھا کہ آپ کو اس عظیم کام کی جانب متوجہ کیا جائے جس کی خاطر آپ کو پیدا کیا گیا۔

دورانِ اجلاس حضرت صدر الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی نے تقریر کرتے ہوئے شہزادۂ اعلیٰ حضرت حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خان کی بریلی سے تشریف آوری کا اعلان نہایت شاندار الفاظ میں یوں فرمایا:

"اعلیٰ حضرت،عظیم البرکت،مجدد مائۃ حاضرہ،مؤید ملتِ طاہرہ،صاحب الدلائل القاہرہ،ذی التصانیف الباھرہ،امامِ اہلسنت،مولانا الشاہ احمد رضا خاں صاحب بریلوی قدس سرہ کے شہزادے حامیٔ سنت،ماحیٔ بدعت،رہبرِ شریعت،فیض درجت،مفتیٔ انام،مرجع الخواص والعوام،حجۃ الاسلام مولانا الشاہ حامد رضا خاں صاحب تشریف لا رہے ہیں۔(۲۵)

حضرت شیخ الحدیث نے سوچا کہ جب اعلان کرنے والا خود اتنا عظیم الشان عالم ہے تو جس کی آمد کا اعلان کیا جا رہا ہے وہ کس پائے کا عالم ہوگا۔لہٰذا آنے والے کی عظمت وشان کا تصور کر کے آپ زیارت کے مشتاق ہو گئے۔آخر انتظار کی گھڑیاں ختم ہوئیں اور حضرت حجۃ الاسلام جو حسنِ باطنی کے ساتھ ساتھ حسنِ ظاہری سے بھی مالا مال تھے۔جلسہ گاہ میں رونق افروز ہوئے۔مشتاقانِ دید پروانوں کی طرح آپ کے جمالِ پاک پر نثار ہو رہے تھے۔اس ہجوم میں حضرت شیخ الحدیث بھی تجلیاتِ دیدار سے اپنے قلب و ذہن کو منور کر رہے تھے۔اس زیارت کا فوری اثر یہ ظاہر ہوا کہ آپ نے ایف۔اے پاس کرنے کا ارادہ ترک کر کے حصولِ علم دین اور تبلیغِ اسلام کا پختہ عزم کر لیا اور اس عظیم مقصد کو حاصل کرنے کے لئے حضرت حجۃ الاسلام کے ہمراہ بریلی جانے کا ارادہ فرما لیا۔لیکن ابھی حضرت سے اجازت لینے کا مرحلہ باقی تھا۔لہٰذا دھڑکتے دل کے ساتھ حضرت حجۃ الاسلام کی قیام گاہ آستانہ عالیہ حضرت شاہ محمد غوث علیہ الرحمۃ حاضر ہوئے۔

عرضِ مدّعا:

آپ نے حضرت حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں کی خدمت میں اپنی کیفیت اور قلبی انقلاب کا ذکر کر کے بریلی ساتھ جانے اور علمِ دین حاصل کرنے کی تمنا کا اظہار کیا۔حضرت حجۃ الاسلام پہلی نظر میں ہی کشتۂ تیرِ نظر کو پہچان گئے اور پیشانی پر چمکتے ہوئے سعادتِ ازلی کے آثار دیکھ کر بھانپ گئے کہ یہ نوجوان ملتِ اسلامیہ کے ماتھے کا جھومر اور اہلِ

سنت کا عظیم رہبر ہوگا۔ لہٰذا بکمالِ شفقت حضرت شیخ الحدیث کی درخواست کو شرفِ قبولیت عطا فرمایا اور دو دن مزید قیام کے بعد آپ کو اپنے ساتھ بریلی شریف لے گئے۔ (۲۶)

چلی ہے لے کے وطن کے نگار خانے سے
شرابِ علم کی لذت کشاں کشاں مجھ کو

مرکزِ علم وعرفاں بریلی میں:

بریلی پہنچ کر آپ نے دارالعلوم منظرِ اسلام میں تعلیم شروع فرمائی۔ دارالعلوم کے دیگر طلبہ کا قیام شہر کی مساجد میں ہوتا تھا لیکن نو وارد طالب علم محمد سردار احمد کو حضرت حجۃ الاسلام نے خاص اپنے آستانہ پر ٹھہرایا۔ حضرت شیخ الحدیث کے قیام، طعام اور دیگر تمام اخراجات کا ذمہ بھی آپ نے لے لیا۔ جس قسم کا لباس اپنے صاحبزادوں کے لئے بنواتے اسی قسم کا لباس آپ کے لئے بھی سلواتے یہاں تک کہ لباس کے رنگ میں بھی یکسانیت اختیار فرماتے۔ (۲۷)

شب بیداری اور مطالعہ:

یہ وہ دور تھا کہ نہ جامعہ رضویہ منظرِ اسلام میں بجلی تھی اور نہ ابھی محلّہ سوداگران بریلی میں بجلی آئی تھی۔ اور طلبہ تو رات کو سو جاتے لیکن حضرت محدثِ اعظم پاکستان رات کو بارہ/ ایک بجے تک میونسپل کمیٹی کے لیمپ کے نیچے کھڑے ہو کر اپنا سبق یاد فرمایا کرتے تھے۔ حضرت حجۃ الاسلام کو معلوم ہوا تو اس وقت کے مہتمم صاحب کو مولانا سردار احمد کے کمرے میں لیمپ کا انتظام کرنے کا حکم دیا۔ (۲۸) صرف ونحو کی ابتدائی کتب آپ نے مولانا محمد حسین اور حضرت حجۃ الاسلام سے پڑھیں جبکہ منیۃ المصلی، قدوری، کنز الدقائق اور شرح جامی تک کتابیں مفتی اعظم سے پڑھیں۔

جب دیکھتا، پڑھتے دیکھتا:

حضرت مفتی اعظم فرماتے ہیں: میں جب ان (حضرت شیخ الحدیث) کو دیکھتا، پڑھتے دیکھا۔ مدرسہ میں، قیام گاہ پر، حتیٰ کہ جب مسجد میں آتے تو بھی کتاب ہاتھ میں ہوتی۔ اگر جماعت میں تاخیر ہوتی تو بجائے دیگر اذکار و اوراد کے مطالعہ میں مصروف ہو جاتے۔ ان کے اس والہانہ ذوقِ تحصیلِ علم سے میں بہت متأثر ہوا۔ میرے پاس دوسرے پنجابی طالب علم مولوی نذیر احمد سلمہ پڑھتے تھے۔ ان سے دریافت کرنے پر انہوں نے ان کی ساری سرگزشت سنائی۔ پھر ان کے ذریعے وہ میرے پاس آنے جانے لگے ان کے باصرار درخواست کرنے اور مولوی نذیر احمد کی سفارش پر میں نے انہیں منیہ، قدوری، کنز اور شرح جامی تک پڑھایا۔ (۲۹)

منظرِ اسلام میں تعلیم کا یہ عرصہ اندازاً ۱۳۴۳ھ/ ۱۹۲۵ء تا ۱۳۴۵ھ/ ۱۹۲۷ء تک ہے۔

بریلی سے اجمیر:

یہ وہ زمانہ تھا کہ حضرت صدرالشریعہ مولانا محمد امجد علی اعظمی درالعلوم معینیہ عثمانیہ اجمیر شریف میں صدرالمدرسین تھے۔ اور حضرت کی بے مثال تدریس کا ڈنکا پوری دنیا میں بج رہا تھا۔ حضرت شیخ الحدیث کو اللہ تعالیٰ نے جس عظیم الشان خدمتِ دین کے لئے پیدا فرمایا تھا اس کے لئے حضرت صدرالشریعہ جیسے بحرالعلوم مربی کی ضرورت تھی۔ چنانچہ جب خود خانوادۂ رضویت کے بعض افراد مثلاً مولانا محمد ادریس رضا خاں اجمیر مقدس بغرضِ تعلیم جانے لگے تو آپ بھی ہر دو صاحبزادگانِ اعلیٰ حضرت سے اجازت لے کر حضرت صدرالشریعہ کی خدمت میں اجمیر مقدس حاضر ہو گئے۔ سلطان الہند خواجۂ اجمیر قدس سرہ کی بارگاہِ عرش پناہ میں علم وفضل کے قطبِ اوحد (صدرالشریعہ) سے انہیں کیا ملا؟ اس بارے میں مفتیٔ اعظم مولانا مصطفیٰ رضا خان کی شہادت کافی ہے۔ فرماتے ہیں:

"پھر تو بحرالعلوم کے پاس گئے اور خود بھی بحرالعلوم ہو گئے۔" (۳۰)

تعلیمی ترقی کے تین اہم عناصر:

تعلیمی ترقی کے مندرجہ ذیل تین اہم عناصر ہیں:

(۱) ماہر اور محنتی استاذ (۲) ذہین طالب علم (۳) محنتی اور ذہین ہم جماعت

ان عناصر ارتقاء کا اجتماع خال خال ہی نظر آتا ہے۔ خوش بختی سے اس وقت یہ تمام عناصر اپنی پوری قوت و شوکت کے ساتھ مجتمع تھے۔ قدرت کی فیاضی دیکھئے کہ جو استاد ملے وہ بحرالعلوم، صدرالشریعہ تھے۔ اور حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کے ذوقِ علمی اور محنت کی جھلکیاں گذشتہ صفحات میں آپ ملاحظہ فرما چکے ہیں۔ یونہی آپ کے ہم جماعت طلبہ ذوق وشوق اور محنت کے حوالے سے اپنی مثال آپ تھے۔ ذیل میں ان کے اسمائے گرامی درج کئے جا رہے ہیں جن کے نام پڑھتے ہوئے آدمی بے اختیار پکار اٹھتا ہے: ایں خانہ ھمہ آفتاب است

(۱) حافظِ ملّت مولانا عبدالعزیز محدث مبارک پوری بانی الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور انڈیا

(۲) امام النحو مولانا علامہ سید غلام جیلانی میرٹھی، شارح بخاری

(۳) مجاہد ملت مولانا علامہ حبیب الرحمٰن قادری، بانی آل انڈیا تبلیغِ سیرت

(۴) شمس العلماء مولانا علامہ شمس الدین جونپوری

(۵) امینِ شریعت مولانا علامہ رفاقت حسین کانپوری

(۶) شیخ العلماء مولانا علامہ غلام جیلانی اعظمی

(۷) خیرالاذکیاء مولانا علامہ غلام یزدانی اعظمی

(۸) استاذ العلماء مولانا علامہ محمد سلیمان بھاگلپوری (۳۱)

حضرت صدرالشریعہ کا بحرِ علم جوش پر:

قدرتی بات ہے کہ جب طلبہ محنتی، ذہین اور سچی طلب رکھنے والے ہوں تو استاذ بھی محنت سے پڑھاتا ہے۔ حضرت صدرالشریعہ جو تعلیم و تدریس کے حوالے سے پہلے ہی بہت فیاض تھے۔ وہ جب اس محنتی جماعت کو پڑھاتے تو رنگ ہی کچھ اور ہوتا۔ دیکھنے والے اپنی آنکھوں سے دیکھتے کہ علم و فضل کے سمندر میں جب جوش و خروش آتا ہے تو اس کی تہ سے کیسے کیسے گوہر گراں مایہ نکلتے ہیں۔ حضرت صدرالشریعہ کے غیر معمولی ذوقِ تدریس کا اندازہ اس سے بھی ہوتا ہے کہ درس نظامی کی کتبِ متداولہ کے علاوہ اس جماعت کو علوم و فنون کی اعلیٰ ترین کتب کا خصوصی درس دیا۔ (۳۲)

دورانِ سیر تدریس:

حضرت صدرالشریعہ مدرسہ کے تعلیمی اوقات سے ایک گھنٹہ زیادہ پڑھاتے۔ جمعہ کے دن بھی تدریس فرماتے، بعد ظہر اسباق وغیرہ کی چھٹی ہوتی لیکن حضرت شیخ الحدیث کو اس وقت بھی پڑھاتے۔ یہی کچھ کم نہیں تھا کہ بعد نمازِ عصر اطبّاء کے مشورے کے مطابق حضرت صدرالشریعہ سیر کے لئے دولت باغ جاتے تو شیخ الحدیث کتاب ہاتھ میں لئے ہمراہ ہوتے۔ یوں دورانِ سیر کتاب کا درس بھی جاری رہتا۔ (۳۳)

شب بھر مطالعہ:

راتوں کو جاگ کر پڑھنے کی عادت تو بریلی ہی میں حضرت شیخ الحدیث نے پختہ کر لی تھی۔ اجمیر شریف میں نہ صرف یہ عادتِ مبارکہ قائم رہی بلکہ اس میں کچھ اضافہ ہو گیا۔ چنانچہ مولانا معین الدین شافعی کا بیان ہے کہ "جب آپ اجمیر شریف تعلیم حاصل کرتے تھے تو اس دوران آپ کی محنت کا عالم یہ تھا کہ نمازِ عشاء کے بعد آپ سامنے کتاب رکھ کر بیٹھ جاتے اور مطالعہ کرتے ہوئے بسا اوقات فجر کی اذان ہو جاتی۔ اس محنت و لگن کو دیکھ کر حضرت فقیہ اعظم صدرالشریعہ مولانا امجد علی رحمۃ اللہ علیہ نے (طباخ) لانگری کو حکم فرما دیا تھا کہ "سردار احمد کو نمازِ مغرب سے پہلے کھانا کھلا دیا کرو تا کہ اس کے مطالعہ میں حرج نہ ہو۔" (۳۴)

اطبّاء کی ممانعت کے باوجود مطالعہ کی پابندی:

مطالعہ کتب کا کچھ ایسا ذوق و شوق تھا کہ کسی قیمت پر اس معمول میں ناغہ گوارا نہ تھا۔ ایک مرتبہ اجمیرِ مقدس میں آپ کے سر پر سخت چوٹ آئی۔ ڈاکٹروں نے مکمل آرام کا مشورہ دیا اور کتب بینی کی سخت ممانعت کر دی۔ اس کے باوجود تکلیف کی پرواکئے بغیر مطالعہ میں مصروف رہے اور اسباق کا ناغہ نہ کیا۔ (۳۵) اپنی مطالعہ کی عادت کی جانب اشارہ کرتے ہوئے خود حضرت محدثِ اعظم پاکستان فرماتے تھے کہ "میں جب فقہ کی کتاب منیۃ المصلّی پڑھا کرتا تھا تو ساتھ فتاویٰ شامی کا بھی مطالعہ کیا کرتا تھا۔" (۳۶)

استاذِ محترم کے جوتے سیدھے کرنے میں سبقت:

حضرت شیخ الحدیث اپنے استاذِ محترم کا کس قدر ادب واحترام کرتے تھے اس کا اندازہ ذیل کے واقعہ سے ہوگا چنانچہ حافظ ملّت مولانا عبدالعزیز مبارکپوری بیان کرتے ہیں۔"جب میں اجمیر شریف میں طالب علم تھا تو صدرالشریعہ عصر کی نماز کے بعد مجھے اور مولانا سردار احمد صاحب کو ایک کتاب (غالباً قطبی) کا درس دیتے تھے۔ہم لوگ حضرت کی درس گاہ سے نکل کر جب باہر ہونے لگتے تو ہم میں سے ہر ایک صدرالشریعہ کے نعلین درست کرنے میں سبقت کرتا۔حتیٰ کہ کبھی کبھی ہم لوگ ایک دوسرے سے لڑ پڑتے چنانچہ کچھ روز کے بعد آپس میں یہ طے پایا کہ ایک ایک پاؤں کا جوتا سیدھا کر دیا کریں تا کہ دونوں برابر فیض اٹھائیں اور کوئی محروم نہ رہے۔(۳۷)

سبحان اللہ! استاذِ محترم کے ادب کی کیسی خوبصورت مثال ہے۔یاد رہے کہ حضرت صدرالشریعہ کے یہ وہ دو قابلِ فخر شاگرد ہیں جن کے بارے میں ایک مرتبہ فرمایا:"میری ساری زندگی میں دو ہی باذوق پڑھنے والے ملے" واقعی ان دونوں شاگردانِ رشید نے صدرالشریعہ علیہ الرحمہ سے پڑھنے کا حق ادا کر دیا۔(۳۸)

سالانہ امتحان میں نمایاں کامیابی:

حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کی شبانہ روز محنت رنگ لائی اور انہیں درسِ نظامی کے امتحان میں نمایاں کامیابی حاصل ہوئی۔امتحان کے لئے مولانا فضل حق رامپوری جو پرانے مدرس تھے معقولات کی تعلیم کا پورا پورا ملکہ رکھتے تھے، بلائے گئے۔ان کے سامنے میر زاہد، حماسہ، قاضی مبارک، صدرا، شمس بازغہ، تلویح، کتابیں امتحان کے لئے پیش کی گئیں۔ امتحان کے لئے کسی جگہ اور اوراق کی پابندی نہ تھی۔ممتحن صاحب کو اختیار تھا کہ جہاں سے چاہیں پوچھیں۔امتحان لیا تو بہت خوش ہوئے۔مولانا حافظ عبدالعزیز صاحب، مولانا سردار احمد صاحب، مولانا سید غلام جیلانی علی گڑھی و مولانا رفاقت حسین مظفر پوری ان چاروں کی ایک جماعت تھی۔ان کے امتحان سے ممتحن صاحب نہایت خوش ہوئے بلکہ ان کے متعلق لکھا کہ "اس قسم کے طلبہ اس زمانے میں نایاب ہیں۔"۔(۳۹)

قیامِ اجمیر کے دیگر کوائف:

حضرت شیخ الحدیث چونکہ لاہور سے ہی بریلی حاضر ہوئے تھے پھر بریلی سے اجمیر اس دوران گھر میں کوئی اطلاع نہ دی کہ آپ کہاں ہیں؟ کس حال میں ہیں؟ گھر میں اطلاع نہ ہونے کے باعث آپ کے بھائی اور دیگر رشتہ دار پریشان تھے۔جب کبھی آپ کے شیخِ طریقت حضرت شاہ سراج الحق دیال گڑھ تشریف لے جاتے تو آپ کے بھائیوں کو تسلی دیتے کہ گھبراؤ نہیں۔ان شاء اللہ العزیز اس کی اطلاع آپ کو مل جائے گی نیز مرشدِ برحق فرماتے:"سردار احمد کی بڑی شان ہوگی اس کے دسترخوان سے بے شمار لوگ فیض یاب ہوں گے۔"(۴۰)

زیارتِ مرشد:

ایک موقعہ پر حضرت شاہ سراج الحق، سلطان الہند، خواجۂ اجمیر کے حضور حاضر ہوئے ۔ وہاں درسگاہ جامعہ معینیہ عثمانیہ میں آپ سے حضرت شیخ الحدیث کی ملاقات ہوگئی ۔ حاضری کی کیفیت یہ تھی کہ آپ اس وقت درس گاہ کی سیڑھیوں سے اتر رہے تھے کہ حضرت پیرومرشد اچانک نظر آئے ۔ بے تابانہ حاضری کے لئے سیڑھیوں سے اترنے لگے کہ گر پڑے ۔ سر پر چوٹ آئی مگر پھر بھی قدم بوسی کر کے ہی دم لیا۔ (۴۱)

بھائیوں سے ملاقات:

کئی سال کے بعد بھائیوں سے حضرت شیخ الحدیث کی ملاقات کی تقریب یوں ہوئی کہ کرنال پہنچ کر حضرت شاہ سراج الحق علیہ الرحمہ نے دیال گڑھ حضرت شیخ الحدیث کے بھائیوں جناب حیات محمد عرف سائیں جی اور جناب محمد اسمٰعیل کو خط لکھا کہ کرنال آ ؤ۔ ادھر اجمیر میں حضرت شیخ الحدیث کو لکھا کہ وہ بھی کرنال آ ئیں ۔ جناب حیات محمد اور جناب محمد اسمٰعیل کرنال پہنچ گئے ۔ ایک روز آپ نے عصر کے وقت ان سے فرمایا کہ "اسٹیشن پر جاؤ، سردار احمد گاڑی سے آ رہے ہیں" چنانچہ سٹیشن پر کئی سالوں کے بعد بھائیوں میں دوبارہ ملاقات ہوئی ۔ دو تین روز حضرت شاہ سراج الحق چشتی کے ہاں اکٹھے رہے اور یہ معلوم کر کے کہ دینی تعلیم کے حصول میں مصروف سردار محمد بہت جلد ایک ممتاز عالمِ دین کی حیثیت اختیار کر لیں گے، بہت مسرور ہوئے ۔ (۴۲)

دورِ طالب علمی میں تقویٰ وطہارت واتباعِ سنت:

حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ عام طلبہ کے برعکس ایک متقی وپرہیز گار اور با کردار طالبِ علم تھے ۔ ایامِ اجمیر میں آپ کے ساتھی حافظ ملت مولانا عبدالعزیز مبارکپوری آپ کے تقویٰ وطہارت اور اتباعِ سنت کو نہایت شاندار الفاظ میں یوں بیان کرتے ہیں: "خوفِ الٰہی وخشیتِ ربانی، زہد وتقویٰ، اتباعِ سنت آپ کی طبیعتِ ثانیہ تھی ۔ ہر قول وفعل تمام حرکات وسکنات، نشست وبرخاست میں اتباعِ سنت ملحوظ رکھتے تھے ۔ زمانۂ طالب علمی میں آپ اس قدر پابند سنت اور متبعِ شریعت تھے کہ آپ کے لیل ونہار، خلوت وجلوت کے تمام حالات سنتِ کریمہ کے مطابق ہوتے ۔

اجمیر مقدس کا پورا دورِ طالب علمی میرے سامنے ہے ۔ زمانۂ طالب علمی میں وہ پاک اور ستھری زندگی ہے جو ریاضت ومجاہدہ کے بعد بھی دشوار ہے ۔ کم کھانا، کم بولنا، کم سونا، شب وروز تحصیلِ علم میں مصروف رہنا آپ کا معمول تھا۔ سلسلہ کے وظائف اور نمازِ باجماعت کے پابند تھے ۔ خشیتِ ربانی کا عالم یہ تھا کہ نماز میں جب امام سے آیاتِ ترہیب سنتے تو آپ پر لرزہ طاری ہو جاتا حتیٰ کہ پاس والے نمازی کو محسوس ہوتا تھا۔ یہ طالب علمانہ مقدس زندگی کی کیفیات ہیں ۔ اس سے آپ کی روحانیت کا اندازہ ہوسکتا ہے اور آپ کے مقامِ رفیع کا پتہ چل سکتا ہے ۔ (۴۳)

اجمیر شریف کے قرب وجوار میں تبلیغ:

اجمیر شریف کے قرب وجوار میں راجہ پرتھوی راج کی اولاد آباد تھی۔ جو اگرچہ مسلمان ہوچکی تھی۔ لیکن ان میں فرائض وواجبات سے غفلت اور مشرکانہ رسوم بکثرت پائی جاتی تھیں۔ حضرت صدر الشریعہ کے حکم پر آپ کے تلامذہ نے ان میں تبلیغ کا پروگرام بنایا۔ تبلیغی جلسوں کا خوشگوار اثر ہوا اور ان لوگوں میں مشرکانہ رسوم سے اجتناب اور دینی اقدار اپنانے کا جذبہ بیدار ہوا۔ (۴۴)

حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کو وہاب گڑھ موتی کٹلہ میں ۲۰ جمادی الاولیٰ ۱۳۵۰ھ/ اکتوبر ۱۹۳۱ء کو مسائل و اسرارِ وضو کے موضوع پر تقریر کے لئے کہا گیا۔ ۱۱ جمادی الاخریٰ ۱۳۵۰ھ/ اکتوبر ۱۹۳۱ کو محلّہ الٰہ آبادیاں کی مسجد میں تقریر کے لئے مسائل نماز اور اتفاق کا موضوع دیا گیا۔ اسی طرح ضلع اجمیر کے دیہاتوں میں شبینہ تقاریر کے لئے آپ کو بھیجا گیا۔ آپ نے کامیاب تقاریر فرمائیں۔ (۴۵)

عصرِ حاضر میں اس طریقہ کار کو سامنے رکھتے ہوئے دینی مدارس کے اساتذہ اپنے تلامذہ کو تبلیغ کے لئے تیار کریں تو اس سے جہاں معاشرے میں دن بدن بڑھتی ہوئی گمراہی، بے دینی اور بدمذہبی کا استیصال ہوگا وہاں خود طلبہ کی تربیت ہوگی اور وہ عملی زندگی میں زیادہ بہتر طریقے سے اپنے فرائض انجام دے سکیں گے۔

دار العلوم منظرِ اسلام بریلی مراجعت:

دار العلوم معینیہ عثمانیہ اجمیر کے متولی سے بعض اختلافات کی وجہ سے حضرت صدر الشریعہ ۱۳۵۲ھ/ ۱۹۳۳ء میں اپنے چالیس منتہی طلبہ کے ہمراہ دار العلوم منظرِ اسلام بریلی تشریف لے آئے۔ ان طلبہ میں حضرت شیخ الحدیث بھی شامل تھے۔ یہاں حضرت صدر الشریعہ نے درس نظامی کی نصابی کتب کے علاوہ شرح چغمینی، محقق دوانی کے غیر مطبوعہ حواشی قدیمہ وجدیدہ کے ساتھ شرح تجرید، اور امام رازی اور طوسی کی شروح کے ساتھ اشارات کا درس دیا۔ بالخصوص حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ نے علومِ عالیہ کی بعض ان کتابوں کا درس بھی لیا جن سے عام طور پر طلبہ ناواقف رہتے ہیں۔ یہ کتابیں قلمی تھیں۔ سبق پڑھنے کے ساتھ ساتھ ان کتابوں کی نقلیں بھی تیار کرتے۔ (۴۶)

دورۂ حدیث سے فراغت:

اسی سال یعنی ۱۳۵۲ھ/ ۱۹۳۳ء میں حضرت شیخ الحدیث اور ان کے ہم درس ساتھیوں نے حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ سے حدیث کی تعلیم مکمل کی۔

بعض سوانح نگاروں نے اس قسم کی عبارات لکھی ہیں۔ جن سے یہ تأثر ملتا ہے کہ آپ نے اجمیر شریف میں ہی حدیث کی تعلیم مکمل کی۔ یونہی بعض سوانح نگاروں کا خیال ہے کہ آپ نے دورۂ حدیث حضرت حجۃ الاسلام علیہ الرحمہ سے

پڑھا۔ یہ امر بھی خلافِ واقع ہے۔(۴۷)

ہاں حضرت حجۃ الاسلام نے جمیع سلاسلِ طریقت اور جمیع علومِ دینیہ کی اجازتِ مطلقہ ضرور عطا فرمائی تھی۔ لیکن ظاہر ہے اجازت دینے اور پڑھانے میں بڑا فرق ہے۔

دورانِ تعلیم گھر سے آنے والے خطوط نہ پڑھے:

اکثر طلبہ اسباق کا ناغہ کر کے اپنا تعلیمی نقصان کر بیٹھتے ہیں لیکن حضرت شیخ الحدیث ناغہ کجا گھر سے آنے والے خطوط بھی اس خیال سے نہ پڑھتے کہ کہیں یکسوئی میں فرق نہ آ جائے۔ اور یہ سب خطوط فارغ التحصیل ہونے کے بعد پڑھے۔ چنانچہ خود فرماتے ہیں: "دورانِ تعلیم گھر سے مجھے خطوط آتے تو میں ایک مٹکے میں ڈالتا رہا، پڑھتا نہیں تھا اور جب تعلیم سے فارغ ہوا تو سب خطوط ایک ہی مرتبہ پڑھ کر سب کے لئے دُعا کر دی کیونکہ کسی خط میں لکھا تھا فلاں بیمار ہے اور کسی میں لکھا تھا کہ فلاں فوت ہو گیا ہے وغیرہ۔(۴۸)

حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ نے اندازاً ۱۳۴۳ھ/ ۱۹۲۵ء میں درسِ نظامی کا آغاز کیا اور ۱۳۵۲ھ/۱۹۳۳ء میں دورۂ حدیث سے فراغت پائی۔ یوں آپ کا تعلیمی دورانیہ تقریباً دس برس پر محیط ہے۔ حضرت مفتیٔ اعظم ہند مولانا مصطفیٰ رضا خان نے بھی ایک جگہ دس برس کی تھوڑی سی مدت میں آپ کا علم کا دریا بننا بیان کیا ہے۔

☆......☆......☆......☆......☆

"دنیا کا مال و دولت خاک سے پیدا ہوا اور دولتِ علم دین سینۂ مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے۔ اس دولت سے کون سی دولت بہتر ہے جو کہ سینۂ رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام سے پیدا ہوئی"

(ارشادِ محدثِ اعظم)

باب ۲

تدریس

باب ۲

تدریس

حضرت محدث اعظم پاکستان مولانا محمد سردار احمد علیہ الرحمۃ بے مثل محدث، عظیم فقیہ، کہنہ مشق مدرس، کامیاب مناظر، بالغ نظر مفتی، بہترین مصنف، بافیض شیخِ طریقت اور اعلیٰ پائے کے خطیب تھے۔ چاہتے تو دین کی خدمت کے لئے تدریس کی بجائے کوئی اور میدان منتخب فرما لیتے لیکن اس شعبے میں قحط الرجال کو دیکھتے ہوئے اپنے استاذِ محترم حضرت صدر الشریعہ کی اتباع میں آپ نے خود کو دینی علوم کی تدریس کے لئے ہمہ تن وقف کر دیا۔ خوش قسمتی سے فارغ التحصیل ہوتے ہی آپ نے اپنی مادرِ علمی دار العلوم منظرِ اسلام بریلی سے ۱۳۵۲ھ/۱۹۳۳ء میں تدریس کا شاندار آغاز کیا۔

حضرت شیخ الحدیث کا پہلا درس:

کسی درسگاہ میں معلم کے پہلے درس کو بڑی اہمیت حاصل ہوتی ہے۔ طلبہ پہلے درس میں ہی استاذ کے بارے میں رائے قائم کر لیتے ہیں۔ جسے بعد میں تبدیل کرنا مشکل ہوتا ہے۔ اس تناظر میں حضرت شیخ الحدیث کے پہلے درس کی رُوداد مولانا محمد ابراہیم خوشتر کے الفاظ میں ملاحظہ فرمائیے: "جامعہ منظرِ اسلام جہاں آپ کو مطالعہ کے لئے لالٹین فراہم کی گئی تھی اب آپ کو وہاں علم ودانش کی روشنی پھیلانے کے لئے مقرر کیا جا چکا تھا۔ بریلی کی صبح کہیے یا علم وفضل کے سورج کا طلوع کہ اس نئے مگر مدرسِ اعظم کی آمد سے منظرِ اسلام میں غیر معمولی چہل پہل تھی۔ ہدایہ اخیرین کا درس شروع ہونے والا تھا۔ طلبہ متن اور شرح کی عبارتوں کو یاد کئے سوال وجواب کے ہتھیار سے آراستہ اپنے استاذِ گرامی کے سامنے حاضر تھے۔

حضرت سیدی واستاذی شیخ الحدیث نور اللہ مرقدہٗ نے یہ واقعہ خود راقم الحروف سے بیان فرمایا کہ طلبہ اس سے پہلے کہ مسائل فقہ میں کچھ کہتے۔ شرح ومتن میں الجھتے، اعتراضات کرتے۔ آپ نے فقہ اور اصولِ فقہ سے متعلق چند سوالات ارشاد فرمائے۔ ہدایہ اخیرین کے طلبہ دم بخود لاجواب تھے۔ فقہ دانی کا سارا نشہ ہرن تھا اور انہیں یہ شعور ہو چلا تھا کہ آج قطرے نے بحرِ علم کے ساحل کو پالیا ہے"(۱)

حضرت حجۃ الاسلام کے تأثرات:

ادھر یہ پُر لطف چھیڑ چھاڑ تھی اور ادھر حضرت شیخ الحدیث کے مرکزِ آرزو، مرجع خواص وعوام حضرت حجۃ الاسلام مولانا شاہ محمد حامد رضا خاں اس علمی منظر سے لطف اندوز ہو رہے تھے۔ فرطِ مسرت سے آپ کی باچھیں کھلی تھیں۔ اپنے صاحبزادے جیلانی میاں سے بار بار ارشاد فرما رہے تھے: "دیکھو کل کی بات ہے۔ مولٰنا نے اسی مدرسہ میں میزان شروع کی تھی اور آج خود علم کے میزان دکھائی دے رہے ہیں۔" اُدھر مسلسل دادِ تحسین تھی اور ادھر شیخ الحدیث تقریرِ ہدایہ اخیرین

میں فقہ اور موضوعِ فقہ پر سیر حاصل گفتگو فرما رہے تھے۔(۲)

تمامی رسل راست سردار احمد:

حضرت محدث اعظم پاکستان ایک مرتبہ حمدُ اللہ پڑھا رہے تھے۔ حضرت حجۃ الاسلام قدس سرہ العزیز ایک طرف کھڑے ہو کر آپ کا تدریسی انداز و کلام ملاحظہ فرماتے رہے اور پھر اچانک جلوہ افروز ہوئے اور فرحت و مسرت سے فرمایا: مولانا میرے خیال میں ابھی تمہارے متعلق آیا ہے کہ آپ جو فتویٰ لکھتے ہیں اس پر اپنی مہر میں یہ کندہ کروائیں:

بنہ سر بخاک در دار احمد

کہ جملہ رسل راست سردار احمد

یا یوں لکھیں:

بسردار سر سردار احمد

تمامی رسل راست سردار احمد

حضرت حجۃ الاسلام قدس سرہٗ کے قلم سے لکھا ہوا کاغذ کا ایک پرانا متبرک ٹکڑا حضرت محدث اعظم پاکستان کے کتب خانے میں محفوظ و موجود تھا۔ جس میں حجۃ الاسلام کے قلم سے لکھا ہوا تھا:

بجاں دار و دلدار و سردار احمد

کہ جملہ رسل راست سردار احمد

تمامی رسل راست سردار احمد (۳)

صدر المدرسین:

دار العلوم منظرِ اسلام میں حضرت شیخ الحدیث کا تقرر بطور مدرس دوم ہوا تھا لیکن کم و بیش تین سال کے بعد جب حضرت صدر الشریعہ، حاجی غلام محمد کی دعوت پر مدرسہ حافظیہ سعیدیہ دادوں ضلع علی گڑھ تشریف لے گئے تو ان کی جگہ پر آپ صدر المدرسین کے منصبِ جلیلہ پر فائز ہوئے اس منصب پر آپ دو برس فائز رہے۔ اس عرصہ میں آپ نے درس نظامی کے جملہ فنون کی منتہی کتابیں مثلاً شرح عقائد، خیالی، اُمورِ عامہ، حمد اللہ، قاضی مبارک، صدرا، ملا حسن، ملا جلال، شمس بازغہ، شرح جامی، ھدایہ اخیرین اور کتب دورۂ حدیث اپنی خداداد استعداد سے ایسی پڑھائیں کہ طلبہ کے دلوں میں آپ کے علم کا سکّہ بیٹھ گیا۔(۴)

ان کتب کی تدریس حلقۂ علماء میں باعثِ افتخار ہے۔ حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ نے اپنی تدریس کے آغاز میں ان منتھی کتب کو پڑھا کر حلقۂ علماء میں مقبولیتِ عامہ حاصل کر لی۔ دور و نزدیک کے طلبہ آپ سے شرفِ تلمذ حاصل کرنے کے لئے آپ کے گرد پروانہ وار جمع ہونے شروع ہو گئے۔ اور آغاز ہی میں آپ کا شمار اکابر علماء میں ہونے لگا۔

یہاں آپ نے تقریباً پانچ برس تدریس کے فرائض سرانجام دیئے۔

دارالعلوم مظہرِ اسلام بریلی کا قیام:

۱۳۵۶ھ/ ۱۹۳۷ء میں دارالعلوم مظہر اسلام بریلی، معرضِ وجود میں آیا۔ ہوا یوں کہ حضرت شیخ الحدیث اور مولانا عبدالعزیز محدث بجنوری بعض ناگزیر حالات کے سبب انتہائی بے سروسامانی کے عالم میں توکلاً علی اللہ مسجد بی بی جی مرحومہ میں آن بیٹھے۔ ان کے ساتھ ہی سو کے قریب طلبہ بھی آ گئے۔ نہ طلباء کا کوئی کفیل تھا نہ ان مدرسین حضرات کے مشاہرہ کا کوئی ذمہ دار حَسْبَۃً لِلّٰہِ تعلیم شروع ہوگئی اور طلبہ ہر چہار طرف سے آنے لگے۔

ہر کجا چشمہ بود شیریں
مردماں ، مرغ و مور گرد آیند(۵)

سنگ وخشت سے ہوتے نہیں جہاں آباد:

حضرت صدرالشریعہ قدس سرہٗ کے اصرار پر مفتیٔ اعظم مولانا مصطفیٰ رضا خاں نے اس دارالعلوم کی سرپرستی قبول فرمائی۔ آپ نے سالہا سال تک دارالعلوم مظہر اسلام بریلی کے تمام اخراجات خود برداشت کئے جس سے آپ مقروض بھی ہوگئے۔ حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ اور دیگر اساتذہ کے ایثار، محنت، خلوص اور مسلسل مجاہدانہ مساعی سے، تھوڑے ہی عرصہ میں یہ دارالعلوم دنیائے سنیت کا ایک ممتاز اور مرکزی دارالعلوم بن گیا۔ دراں حالیکہ مدرسہ کی نہ کوئی عمارت تھی نہ طعام وقیام کا معقول انتظام۔(٦) سچ ہے حضرت شیخ الحدیث نے بغیر عمارت کے وہ خدمات انجام دیں جو بڑی بڑی عمارات میں رہ کر ممکن نہیں، اقبال نے درست ہی تو کہا تھا:

جہانِ تازہ کی افکارِ تازہ سے ہے نمود
کہ سنگ وخشت سے ہوتے نہیں جہاں آباد

ملک وبیرون ملک سے طلبہ کی آمد:

مسجد بی بی جی کے صحن میں ٹین کے چھپر کے سائے میں تعلیم ہوتی تھی۔ موسم سرما میں ٹھنڈی ہواؤں، برسات میں بارش کے جھکڑوں اور موسم گرما میں لُو کے تھپیڑوں کے باوجود طلبہ تھے کہ ہر چہار طرف سے ٹوٹے پڑتے تھے۔ ہر سال تیس سے لے کر چھتیس تک علماء فارغ التحصیل ہوتے۔ یوپی کے علاوہ متحدہ ہندوستان، افغانستان، سری لنکا، افریقہ اور دیگر ممالک کے کثیر طلبہ کا عظیم اجتماع تھا۔(۷)

یہاں آپ نے شعبان المعظم ۱۳٦٦ھ/ جولائی ۱۹۴۷ء تک شیخ الحدیث کے فرائض انجام دیئے۔ یوں دارالعلوم مظہرِ اسلام میں آپ کا عرصۂ تدریس تقریباً دس برس پر مشتمل ہے۔

دارالعلوم محمدیہ نوریہ رضویہ، پاکستان آمد:

رمضان المبارک میں چونکہ دینی مدارس میں تعطیلات ہوتی ہیں لہٰذا آپ اپنے آبائی گاؤں دیال گڑھ ضلع گورداسپور تشریف لے گئے۔ پاکستان کے معرضِ وجود میں آنے کا اعلان آپ نے وہیں سنا۔ خطبۂ جمعہ میں آپ نے اہالیانِ دیال گڑھ کو نئے اسلامی ملک کے قیام پر مبارک باد دی۔ ابتداءً خیال یہ تھا کہ گورداسپور پاکستان میں شامل ہوگا لیکن انگریزوں اور ہندوؤں کے گٹھ جوڑ کے نتیجے میں مسلم اکثریت کا یہ ضلع انڈیا میں شامل ہوگیا۔ سکھوں کی لوٹ مار اور فسادات کے پیشِ نظر اہل وعیال کے ہمراہ ۲ شوال المکرّم ۱۳۶۶ھ/۲۰ اگست ۱۹۴۷ء کو آپ نے دیال گڑھ کو ہمیشہ کے لئے خیر باد کہا اور ہجرت فرما کر لاہور تشریف لے آئے۔ مولانا عبدالقادر احمد آبادی بھی آپ کے ہمراہ تھے۔ یہاں سے آپ نے مولانا سید محمد جلال الدین شاہ صاحب کو جنہوں نے اسی سال آپ سے بریلی شریف میں درسِ حدیث لیا تھا، اپنی آمد کی اطلاع بھجوائی۔ حضرت شاہ صاحب نے چند افراد کو لاہور بھیجا تا کہ وہ آپ کو بھکھی شریف ضلع گجرات میں لے آئیں۔ جب حضرت شیخ الحدیث بھکھی شریف تشریف لائے تو شاہ صاحب نے معززین علاقہ کے ہمراہ استقبال کیا۔ تمام افراد کو نہایت عقیدت ومحبت سے بھکھی ٹھہرایا۔ رہائش کے لئے مکانات پیش کئے اور خورد ونوش کی جملہ ضروریات مہیا کیں۔ تدریس تو حضرت شیخ الحدیث کی روحانی غذا تھی تو یہ کیسے ممکن تھا کہ آپ اس کے بغیر رہ لیتے لہٰذا آپ نے ہجرت کی بے سروسامانی کے باوجود شاہ صاحب کے قائم کردہ مدرسہ دارالعلوم محمدیہ نوریہ رضویہ میں طلبہ کو پڑھانا شروع کر دیا۔ تقریباً چار ماہ آپ نے فوقانی درجہ کی کتب (توضیح، تلویح، میر زاہد، مختصر المعانی) کے اسباق پڑھائے۔ (۸)

بریلی واپسی:

تقسیم ملک کے بعد ابتدائی ایام میں دونوں ملکوں کے درمیان پاسپورٹ کی پابندی نہ تھی۔ اہل وعیال کو چھوڑ کر آپ ایک مرتبہ پھر بریلی تشریف لے آئے۔ مولانا تحسین رضا بریلوی بیان کرتے ہیں: "آپ کے آتے ہی طلبہ بھی جمع ہوگئے اور تعلیم شروع ہوگئی۔ اس زمانہ میں، میں نے آپ سے شرح عقائد کے کچھ اسباق بھی پڑھے۔ یہ سلسلہ زیادہ دن نہ چل سکا۔ جلد ہی آپ کو واپس پاکستان آنا پڑا۔ آپ کو گئے ہوئے کچھ عرصہ گزرا ہوگا کہ حکومت نے پرمٹ کی پابندی لگا دی جو بعد میں پاسپورٹ کی شکل میں باقی رکھی گئی۔" (۹)

شیخ القرآن علامہ عبدالغفور ہزاروی کی کوششوں سے آپ نے وزیر آباد کے نزدیک قصبہ ساروکی (ضلع گوجرانوالہ) میں قیام فرمایا اور وعظ وتبلیغ کے ساتھ طلباء کو بھی پڑھانا شروع کر دیا۔ بریلی میں دوبارہ تدریس پھر واپسی اور ساروکی میں قیام اور تدریس کا کل عرصہ جمادی الاولیٰ ۱۳۶۷ھ/ اپریل ۱۹۴۸ء سے رمضان المبارک ۱۳۶۸ھ/ جولائی ۱۹۴۹ء تک تیرہ ماہ پر مشتمل ہے۔

پاکستان بھر کے علماء و مشائخ کی جانب سے دعوت:

ساروکی کے قیام کے دوران ملک کے طول و عرض سے علماء و مشائخ، سجادہ نشین حضرات اور روسائے کراچی نے آپ کو اپنے ہاں ٹھہرانے کا شدید تقاضا کیا اور تدریس جاری رکھنے کی پیشکش کی۔ لیکن آپ نے جواباً سب سے یہی فرمایا کہ میں استاذی المکرّم حضرت صدر الشریعہ، بدر الطریقہ مولانا علامہ شاہ محمد امجد علی اعظمی وسیدی وسندی حضرت فیض درجت مفتیٔ اعظم زیب آستانہ عالیہ رضویہ بریلی شریف کے حکم کا منتظر ہوں۔ جس جگہ وہ حکم فرمائیں گے یا غیبی اشارہ ہو گا۔ وہیں قیام کروں گا۔ (۱۰)

فیصل آباد تشریف آوری:

اس صورتِ حال میں آپ نے مفتیٔ اعظم مولانا شاہ مصطفیٰ رضا خان بریلوی جو ان دنوں بغرضِ حج حرمین شریفین میں مقیم تھے۔ سے استصواب کیا کہ آیا ساروکی رہ کر دین کی خدمت کروں یا لائل پور میں؟ مفتیٔ اعظم کی دوربین نگاہوں نے بھانپ لیا کہ حضرت شیخ الحدیث کی عالمی تبلیغی سرگرمیوں کے لئے ساروکی کا دیہاتی ماحول نہیں بلکہ لائل پور جیسا مرکزی شہر زیادہ موزوں ہے لہٰذا آپ نے دیارِ حبیب سے جو جواب مرحمت فرمایا اس میں لائل پور میں خدمتِ دین انجام دینے کی طرف اشارہ تھا۔ یاد رہے اس شہر کا پرانا نام لائل پور تھا جو ۱۹۷۵ء میں تبدیل کر کے فیصل آباد رکھا گیا۔ رمضان المبارک ۱۳۶۸ھ/ جولائی ۱۹۴۹ء میں آپ فیصل آباد تشریف لے آئے۔ ابتداء میں آپ کا قیام محلّہ سنت پورہ میں تھا۔ آپ کا ارادہ یہ تھا کہ نئے تعلیمی سال (شوال ۱۳۶۸ھ) سے تدریس کا آغاز کر دیا جائے۔ (۱۱)

جامعہ رضویہ مظہرِ اسلام کا قیام:

نئے تعلیمی سال سے آپ نے گھر پر ہی تدریس کا سلسلہ شروع فرما دیا۔ جامعہ رضویہ کے اولین طالب علم مولانا مفتی محمد امین شرقپور سے، مولانا معین الدین شافعی کراچی سے، مولانا عبدالقادر احمد آبادی بھیرہ سے، مولانا ابوداؤد محمد صادق علی پورسیداں سے اور دیگر طلبہ حاضر ہو گئے اور درسِ حدیث کا آغاز ہو گیا۔ (۱۲)

شاہی مسجد، گول باغ جو ان دنوں بغیر چھت کے تھی، کے احباب کی دعوت پر ابتداء میں آپ نے یہاں خطبہ جمعہ اور اکتوبر ۱۹۴۹ء میں درسِ حدیث کے اسباق جاری فرما دیئے۔ پھر تا دمِ آخر آپ نے یہیں تدریس فرمائی۔ یوں آپ کا عرصۂ تدریس تیس سے زائد برسوں پر محیط ہے۔ حضرت شیخ الحدیث کی آمد کی برکت سے شاہی مسجد تعمیر ہوئی پھر طلبہ کی بڑھتی ہوئی تعداد کے پیشِ نظر جامعہ رضویہ مظہرِ اسلام کی عمارت کا سنگِ بنیاد شاہی مسجد سے ملحق گول باغ میں رکھا گیا۔ سنگ بنیاد رکھنے کی عظیم تقریب ۱۲ ربیع الاوّل ۱۳۶۹ھ/ ۲ جنوری ۱۹۵۰ء کو بعد نمازِ عصر منعقد ہوئی جس میں آپ نے خود اپنے دستِ مبارک سے سنگِ بنیاد رکھا اور دعائے خیر و برکت فرمائی۔ (۱۳)

پھر دیکھتے ہی دیکھتے جامعہ رضویہ نے وہ ترقی کی کہ اپنوں کے دل باغ باغ ہو گئے اور دشمنوں کے دل داغ داغ ہو گئے۔ ان شاء اللہ جامعہ رضویہ کی تعمیر و ترقی کا جائزہ آئندہ ابواب میں پیش کیا جائے گا۔ موضوع کی مناسبت سے یہاں حضرت شیخ الحدیث قدس سرہٗ کی تدریسی خصوصیات پیشِ خدمت ہیں۔

تدریسی خصوصیات

یہ سوال ہر عام و خاص کے ذہن میں اٹھتا ہے کہ آخر وہ کون سی خصوصیات ہیں جن کی بناء پر حضرت شیخ الحدیث قدس سرہٗ کی تدریس شہرۂ آفاق تھی اور چہار جانب سے طلبہ آپ سے پڑھنے کے لئے دوڑے چلے آتے تھے۔ زیرِ نظر سطور میں وہ تمام تو نہیں البتہ چند خصوصیات پیش کی جا رہی ہیں۔

1۔ ہر علم و فن میں یکساں مہارت:

حدیث سے محبت اور عشق کی بناء پر آپ نے تدریسی زندگی کا اکثر حصہ درسِ حدیث دیا۔ لیکن اس کا یہ مطلب ہر گز نہیں کہ آپ دیگر علوم و فنون میں ماہر نہ تھے۔ یہ کہنا بے جانہ ہوگا کہ منقولات کے ساتھ ساتھ آپ معقولات کی تدریس کے بھی تاجدار تھے یہاں تک کہ طلبہ کے ساتھ ساتھ مدرسین کی مشکلات کو بھی حل فرماتے تھے۔ چنانچہ مولانا مفتی محمد امین بیان کرتے ہیں: "سیدی محدثِ اعظم پاکستان رحمۃ اللہ علیہ جب حدیث پاک پڑھا کر فارغ ہوتے تو نیچے جامعہ رضویہ کے صحن میں تشریف لاتے اور مدرسین کو معقولات وغیرہ کی کتابیں پڑھاتے۔ الحمد للہ رب العلمین فقیر نے صحاحِ ستہ کے علاوہ ملا حسن، حمد اللہ، قاضی مبارک، علم فرائض وغیرہ سیدی محدثِ اعظم پاکستان رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھی ہیں۔ اسی دوران ایک دن جب کہ ہم مدرسین ملا حسن پڑھ رہے تھے، ایک مولوی صاحب آئے اور سامعین میں بیٹھ گئے۔ سیدی محدثِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی عادتِ مبارکہ تھی کہ جب کوئی مولوی ٹائپ کسی تدریسی کلاس میں شامل ہوتا تو آپ عقیدہ کی بات چھیڑ دیتے اور جب عقیدہ کی بات چھڑ گئی تو وہ مولوی صاحب بولے اور سوال و جواب کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ آپ نے اس مولوی صاحب سے سوال کیا بتاؤ اللہ کلی ہے یا جزئی؟ وہ بولے اللہ کلی ہے۔ آپ نے فوراً گرفت فرمائی اور فرمایا توبہ کرو ارے جاہل! مفہوم واجب کلی ہے نہ کہ اللہ کلی ہے۔ پھر پوچھا آپ کا نام کیا ہے؟ انہوں نے بتایا کہ میرا نام فلاں ہے اور میں گوجرہ کا رہنے والا ہوں۔ پھر آپ نے خوب خبر لی اور فرمایا دیکھو یہ ہے دیوبندیوں کا مایہ ناز مولوی جو کہ مشہور منطقی ہے۔ یہ ہے دیوبندیوں کے اکابر کی حالت۔ بے چارے اتنا بھی نہیں جانتے کہ اللہ کلی ہے یا جزئی تو ان کے اصاغر کا کیا حال ہوگا۔ اس پر وہ مولوی صاحب ایسے مبہوت ہوئے کہ بالکل ہی خاموش ہو گئے۔" (۱۴)

یہی بیان کرتے ہیں "غالباً یہ ۱۹۴۹ء کا واقعہ ہے کہ میانوالی کے چار علماء جو کہ کسی دینی درسگاہ کے استاذ تھے وہ کتابیں خریدنے کے بہانے لائل پور آئے اور پھر جامعہ رضویہ میں سیدی محدث اعظم پاکستان رحمۃ اللہ علیہ کا درسِ

حدیث پاک سننے کے لئے پہنچ گئے۔ہم اس وقت پہلے سال میں دورۂ حدیث پڑھنے والے طلبہ بیٹھے تھے اور حدیث پاک کا درس لے رہے تھے وہ چاروں علماء جو کہ مسلکِ دیوبند سے تعلق رکھتے تھے آئے اور بیٹھ گئے اور پھر علمِ منطق پر ہی سوال وجواب کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ ہمارے حضرت سیدی محدثِ اعظم پاکستان رحمۃ اللہ علیہ نے تصدیق کی تعریف میں ایسا پھنسایا کہ وہ چاروں مبہوت اور لاجواب ہو کر خاموش ہو گئے۔اس وقت ہمیں پتہ چلا کہ ہمارے حضرت کو معقولات میں کتنی دسترس ہے اور علم منطق میں کتنی قد آور شخصیت ہیں۔"(۱۵)

اسی جانب اشارہ کرتے ہوئے مفتی شریف الحق امجدی فرماتے ہیں:" حضرت محدثِ اعظم پاکستان کی یہ خصوصیت بہت اہم تھی کہ آپ جملہ فنون میں پورا پورا درک رکھتے تھے۔جو فن پڑھاتے ،معلوم ہوتا تھا کہ سب سے زیادہ اسی کے ماہر ہیں۔اور اپنی ساری عمر اس کی تحصیل میں صرف کی ہے۔"

2۔ پڑھانے سے قبل مطالعہ:

وُسعتِ مطالعہ اور مضبوط حافظہ کے باوجود بغیر مطالعہ کئے کبھی نہ پڑھاتے۔ایک دفعہ آنکھوں میں بڑی تکلیف تھی۔ڈاکٹر نے ہر چند منع کیا کہ آپ آنکھوں پر زور نہ دیں۔آپ نے چاہا کہ کچھ دن کتب بینی ترک کر دیں مگر ایسا نہ کر سکے۔ بھلا کتابیں سامنے موجود ہوں اور آپ فرصت میں ہوں پھر مطالعہ نہ کریں۔ناممکن ہے۔فرمایا کرتے تھے: "جس طرح تازی روٹی اور تازہ سالن مزہ دیتا ہے اسی طرح تازہ سبق اور تازہ مطالعہ مزیدار ہوتا ہے۔"(۱۶)

مطالعہ کی اسی پختہ عادت کی جانب اشارہ کرتے ہوئے مولانا مفتی محمد امین لکھتے ہیں:" آپ عام مدرسین کی طرح نہ کرتے کہ ایک کتاب جب دو تین بار پڑھا لی تو اب مطالعہ کی ضرورت نہیں بلکہ آپ نے سالہا سال حدیث پاک پڑھائی لیکن کیا مجال کہ کسی وقت بھی بغیر مطالعہ پڑھائیں۔"(۱۷)

3۔ آغازِ درس درود شریف سے:

درس کا آغاز ہمیشہ درود شریف وقصیدۂ بُردہ شریف سے فرماتے یہی نہیں بلکہ مدرسہ میں تشریف لاتے ہی وقتِ مقررہ پر تمام اساتذہ وطلبہ کے ہمراہ درود شریف وقصیدۂ نور پڑھتے چنانچہ مولانا حسن علی رضوی لکھتے ہیں:" جامعہ رضویہ کے صحن میں تلاوتِ قرآن عظیم کے بعد

صبح طیبہ میں ہوئی بٹتا ہے باڑا نور کا

سے آغاز کرتے تمام طلباء ومدرسین کی حاضری لگتی، دعائے خیر ہوتی پھر طلبہ واساتذہ اپنی اپنی کلاسوں میں پہنچ جاتے۔"(۱۸)

4۔تدریس کا مرکزی نقطہ:

طلبہ کے اذہان میں حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی عظمت راسخ کرنا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق و محبت سے ان کے قلوب کو منور کرنا آپ کی تدریس کا بنیادی مقصد اور مرکزی نقطہ تھا۔ اس عظیم مقصد کے حصول کے لئے کوئی موقع آپ ہاتھ سے جانے نہ دیتے۔ یہاں تک کہ میراث جیسے حسابی اور منطق جیسے خشک مضمون کی تدریس کے دوران بھی عظمتِ مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کا بھرپور انداز میں بیان کرتے۔ حضرت مولانا الحاج ابوداؤد محمد صادق صاحب لکھتے ہیں:"

ایک بار اولین دارالحدیث میں ہم ''سراجی'' کا سبق پڑھ رہے تھے اور آپ میراث کے ایک مسئلہ پر تقریر فرمارہے تھے۔ دورانِ تقریر ایک حدیث کے سلسلہ میں حضور ﷺ کا نامِ اقدس آیا تو حضرت محدثِ اعظم علیہ الرحمہ حضور ﷺ ہی کے فضائل بیان فرمانے لگے اور جو مسئلہ شروع تھا اس سے توجہ ہٹ گئی۔ تھوڑی دیر بعد آپ کو اس کا احساس ہوا تو فرمایا: "مسئلہ تو میراث کا بیان ہو رہا تھا لیکن توجہ سرکارِ دوعالم ﷺ کی شانِ اقدس کی طرف ہوگئی۔ یہ کہنا تھا کہ آنکھوں میں آنسو آگئے اور ہم سے فرمایا پڑھو ؎

بود در جہاں ہر کسے را خیالے
مرا از ھمہ خوش خیالِ محمد ﷺ

چنانچہ آپ کی چشمانِ مبارکہ میں آنسو تیرتے رہے اور دارالحدیث عارفِ جامی علیہ الرحمہ کے اس نعتیہ کلام سے گونجتا رہا۔"(۱۹)

یونہی مولانا حافظ محمد احسان الحق فرماتے ہیں کہ:"ہم نے آپ سے علمِ معقول کی مشہور کتاب قاضی مبارک کے کچھ اسباق پڑھے۔ ہر روز سبق کی تقریر کے ضمن میں رسولِ پاک ﷺ کی تعریف لازماً فرماتے اور اندازِ بیان ایسا پُر درد ہوتا کہ ہماری آنکھیں پُرنم ہوجاتیں اس موقعہ پر امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ کا یہ شعر یاد آجاتا۔ ؎

باغ میں شکرِ وصل تھا ،ہجر میں ہائے ہائے گل
کام ہے ان کے ذکر سے خیر وہ یوں ہوا کہ یُوں (۲۰)

حافظ صاحب ہی بیان کرتے ہیں:"ایک دفعہ آپ منطق کی مشہور کتاب ''سلّم العلوم'' پڑھارہے تھے۔ مسئلہ یہ تھا کہ تصدیق کا وجود تصور کے بغیر نہیں ہوتا۔ مسئلہ ذہن نشین کرانے کے بعد فرمایا کہ اسمٰعیل دہلوی کی کیسی جہالت ہے، وہ کہتا ہے کہ نماز میں رسولِ پاک کا تصور کرنے سے نماز فاسد ہوجاتی ہے اسے اتنا بھی پتہ نہیں کہ نماز مختلف اذکار کا مجموعہ ہے۔ اس میں درود وسلام بھی ہے اور قرآن مجید کی تلاوت بھی۔ کئی جملے لازماً ایسے آتے ہیں کہ جن میں سید عالم ﷺ کی تعریف وتوصیف کی جلوہ گری اور آپ کے اسم شریف کی رونق افروزی ہوتی ہے اور جب تصدیق کے لئے تصورِ طرفین کا ہونا ضروری ہے تو نماز میں آنے والے وہ جملے جو ذکرِ مصطفیٰ ﷺ پر مشتمل ہیں بغیر تصورِ محبوب کے کس طرح پڑھے

جائیں گے اور اس کے بغیر نماز کس طرح ادا ہو گی؟ سچے عاشق کی یہی شان اور پہچان ہے کہ ہر ہر بات میں ذکرِ محبوب ملحوظِ خاطر رہتا ہے۔"(۲۱)

غور طلب بات یہ ہے کہ منطق و فلسفہ جیسے خشک فن کی تدریس میں حضرت شیخ الحدیث، ذکرِ محبوب کا کوئی موقعہ خالی نہ جانے دیتے تھے تو وہ احادیثِ مبارکہ کا درس دیتے ہوئے کس قدر محبت کے ساتھ سرکارِ دو عالم ﷺ کا ذکر فرماتے ہوں گے۔

5۔طلبہ پر شفقت:

یوں تو آپ ہر کسی کے ہمدرد اور خیر خواہ تھے لیکن جہاں تک طلبائے علم دین کا تعلق ہے ان پر آپ کی مہربانی و شفقت بہت زیادہ تھی۔ دینی مدارس و دینی طلبہ کو دیکھ کر تو آپ بہت خوش ہوتے تھے۔اور جو جتنی زیادہ محنت، دینی خدمت اور مذاہبِ باطلہ کا ردّ کرتا آپ اتنا ہی اس سے خوشنودی کا اظہار فرماتے۔بعض اوقات طلباء کی مالی خدمت اور ان کی دعوت بھی کرتے اور علمائے اہلِ سنت کی ضروری تصانیف ان میں تقسیم فرماتے۔(۲۲)

(ا)۔ طلبہ اللہ کا لشکر ہیں:

مولانا مفتی نواب الدین چونکہ جامعہ رضویہ مظہر اسلام کے مدرس اور ناظمِ تعلیمات تھے۔تدریس کے علاوہ بھی جامعہ کے تمام طلبہ کا واسطہ ان سے پڑتا تھا اس لئے حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ تاکیداً انہیں فرماتے۔

"مولانا! طلباء اللہ کا لشکر ہیں، ان کا احترام کریں۔"(۲۳)

(ب)۔ ایثار و قربانی کی منفرد مثال:

مولانا مجیب الاسلام اعظمی اپنا دورِ طالب علمی کا ایک واقعہ بیان کرتے ہیں:"جاگیر سے فقیر کو جو کھانا ملتا وہ کچھ بہت اچھا نہ ہوتا تھا۔حضرت کی قیام گاہ ''مسجد بی بی جی'' کا ایک کمرہ تھا۔فقیر بھی حضرت کی خدمت میں رہا کرتا تھا۔اکثر و بیشتر کھانا دیکھ کر فرماتے کہ مجھے بھوک لگ رہی ہے اپنا کھانا دے دو۔میں اس وقت کھا لوں، میرا کھانا تم کھا لینا۔بہت دنوں کے بعد معلوم ہوا کہ حضرت جب ملاحظہ فرماتے کہ کھانا اس کے مزاج کے موافق نہیں تو خود تناول فرما لیتے اور اپنا کھانا ہمارے لئے چھوڑ دیتے۔"(۲۴)

(ج)۔ کیا طالب علم مولانا نہیں ہوتے:

آپ چھوٹے چھوٹے طالب علموں کو مولوی صاحب، حافظ صاحب اور مولانا صاحب کے الفاظ سے مخاطب فرماتے۔ایک دفعہ حضرت مولانا عبد الغفور ہزاروی علیہ الرحمہ نے آپ سے پوچھا کہ آپ چھوٹے چھوٹے طالبعلموں کو بھی "مولانا" کیوں کہہ دیتے ہیں؟ آپ نے فرمایا:"مولانا ان طالبعلموں کو قریب لانے کی ضرورت ہے اگر ان پر

شفقت نہ کی جائے تو یہ بھاگ جائیں گے۔"(۲۵) مولانا حافظ اسد احمد بیان کرتے ہیں "ایک دفعہ دورانِ تعلیم حضرت قبلہ شیخ الحدیث قدس سرہٗ نے مجھے ارشاد فرمایا کہ مولانا محمد شریف کو بلائیں۔ میں نے سوچا کہ محمد شریف نام کے ایک استاذ جامعہ رضویہ میں ہیں جبکہ ایک طالبعلم کا نام بھی محمد شریف ہے۔ میں تردّد میں پڑ گیا کہ استاذ مولانا محمد شریف کو بلاؤں یا طالب علم محمد شریف کو۔ میں نے عرض کی، حضور! مولانا محمد شریف کو بلاؤں یا طالب علم محمد شریف کو۔ آپ نے فرمایا "ارے طالب علم مولانا نہیں ہوتے ؟"۔(۲۶)

(د)۔ مدنی ٹوپیاں:

حضرت مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی علیہ الرحمہ بیان کرتے ہیں: "جب آپ حج کے لئے تشریف لے گئے تو واپسی پر درجۂ حدیث کے طلبہ کے لئے مدینہ منورہ سے ٹوپیاں خرید کر لائے۔ فرماتے تھے: اس دفعہ فارغ التحصیل علماء کو دستار بندی کے ساتھ مدنی ٹوپی بھی ملے گی۔ چنانچہ سالانہ جلسہ دستارِ فضیلت کے موقع پر تقریباً ساٹھ علماء کی دستار بندی ہوئی۔ ہر ایک کو مدینہ شریف کا تبرک نصیب ہوا۔ اس سعادت سے راقم الحروف بھی مشرف ہوا۔(۲۷)

(ہ)۔ مسلسل شفقت ومہربانی:

طلبہ پر شفقت ومہربانی کا یہ سلسلہ صرف ان کے دورِ طالب علمی تک ہی محدود نہ تھا بلکہ تا زندگی جاری رہا۔ چنانچہ حضرت مولانا الحاج ابوداؤد محمد صادق صاحب بیان کرتے ہیں: "آپ نے اپنے کئی طلبہ کو علم پڑھانے کے علاوہ انہیں مکہ مکرمہ ومدینہ منورہ میں حاضری کی سہولت بہم فرمائی۔ اور ان کی شادی ونکاح کا اہتمام فرمایا۔ خود اس راقم الحروف پر بڑی شفقت ونوازش فرماتے۔ حج وزیارت کی سعادت سے مشرف ہونے کے موقع پر آپ نے بڑی حوصلہ افزائی فرمائی۔ روانگی سے قبل شاہی مسجد میں تقریر کروائی اور آپ خود اور دیگر احباب سے امداد دلوائی اور جب فقیر مع والدہ وہمشیرہ حج وزیارت کی سعادت کے حصول کے بعد واپس ہوا تو لاہور ریلوے اسٹیشن پر آپ کو استقبال کے لئے موجود پایا۔ پھر آپ نے فیصل آباد بلوایا۔ شاہی مسجد میں تقریر کرائی اور حرمین طیبین کی حاضری کے واقعات سن کر بڑی مسرت کا اظہار فرمایا۔ بعد ازاں جب کچھ عرصہ بعد آپ گوجرانوالہ تشریف لائے اور مسجد کے حجرہ میں نعت خوانی شروع ہوئی اور یہ نعت شریف پڑھی گئی:

عجب رنگ پر ہے بہارِ مدینہ
کہ سب جنتیں ہیں نثارِ مدینہ

تو آپ نے خصوصی توجہ فرما کر اس نعت شریف میں فی البدیہ ان دو شعروں کا اضافہ فرمایا:

ہوئے جب سے حاضر ہیں روضہ پہ تیرے
جبھی سے ہیں صادق نثارِ مدینہ

کبھی گردِ کعبہ کبھی پیشِ روضہ
میں قربانِ مکہ نثارِ مدینہ

مختلف اوقات میں مقدمات و گرفتاری کے موقع پر بھی آپ ہمدردی و خیر خواہی فرماتے رہے اور نکاح کے موقع پر بھی بنفسِ نفیس شرکت فرما کر شفقت کا بھر پور مظاہرہ فرمایا۔"(۲۸)

(و) طلبہ کی عزت افزائی:

مولانا مفتی محمد امین بیان کرتے ہیں:"جب آپ کی رہائش گاہ پر نلکا (ہینڈ پمپ) لگ رہا تھا۔ آپ درسِ حدیث پاک سے فارغ ہو کر گھر میں تشریف لائے تو نلکا لگانے والوں سے فرمایا:"اب چھٹی کرو، ظہر کے بعد کام مکمل کر لینا کیونکہ اب آرام کا وقت ہے۔"ان کے جانے کے بعد سیدی محدثِ اعظم پاکستان رحمۃ اللہ علیہ نے فقیر کو اور بڑے بھائی حضرت مولانا حاجی محمد حنیف مدظلہ کو بلا بھیجا اور جب ہم حاضر ہوئے تو فرمایا مستری نلکے کا بور کر رہے تھے، ریت نکال رہے تھے وہ چھٹی کر گئے ہیں اب تم ریت نکالو۔ہم دونوں بھائیوں نے ایک بار ہی ریت نکالی تو فرمایا اب رہنے دو یہ سن کر ہم دونوں کو شرمندگی لاحق ہوئی تو اس شرمندگی کو بھانپ لیا اور فرمایا: یہ جن کا کام ہے وہی کریں گے۔تم دونوں کو اس لئے بلایا ہے کہ تمہارے ہاتھ لگ جائیں تو ان شاءاللہ پانی میٹھا نکل آئے گا۔"(۲۹)

6۔سزا سے گریز:

طلبہ کو جسمانی سزا بالکل نہ دیتے نہ ہی جھڑکتے۔مولانا الحاج ابوداؤد محمد صادق فرماتے ہیں:"آپ کو کبھی کسی طالب علم کو جھڑکتے، گالی دیتے اور مارتے نہیں دیکھا گیا۔(۳۰)اس کے برعکس زبانی تنبیہ کا ایسا انداز اختیار فرماتے جس سے طالب علم خود بخود اصلاح کی جانب مائل ہو جاتا۔آپ کے اس خوبصورت اندازِ اصلاح کو بیان کرتے ہوئے حضرت مولانا مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:"ہمارے ایک ساتھی تھے جن کو اسباق سے فارغ وقت میں بازار میں گھومنے پھرنے کی عادت تھی۔ ایک دن نمازِ عصر کے بعد وہ حضرت کے سامنے آئے تو آپ نے ان کو قریب بلایا اور فرمایا:"مولانا بتاؤ فلاں بازار یا فلاں گلی کی کل کتنی اینٹیں ہیں؟"بس آپ کے اس اشارہ پر ہمارے اس ساتھی نے اپنی عادت ترک کر دی۔(۳۱)

اسی سے ملتا جلتا واقعہ مولانا حافظ اسد احمد بیان کرتے ہیں جس سے حضرت شیخ الحدیث کے اصلاحی طریقے کی مزید وضاحت ہوتی ہے۔کہتے ہیں:"جامعہ رضویہ میں دورانِ تعلیم ایک دفعہ صوفی اللہ رکھا خادم جامعہ سے میرا جھگڑا ہو گیا۔میں نے صوفی اللہ رکھا سے بہت باتیں کیں۔حضرت صاحب میرے نام کی مناسبت سے مجھے فرمایا کرتے تھے کہ یہ ہمارا شیر ہے۔دوسرے روز جب حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ کا واقعہ بیان فرمایا کہ انہوں نے بڑی بہادری سے اکیلے ہی منافقین کا مقابلہ کیا۔پھر فرمانے لگے "ارے شیر اپنوں پر تو نہیں بپھرا کرتے۔"اس سے میری اصلاح مقصود

تھی۔اس ارشاد سے میں بہت متأثر ہوااور آئندہ کے لئے مزید محتاط ہوگیا۔(۳۲)

7۔تعلیم کے ساتھ تربیت:

حضرت شیخ الحدیث قدس سرہٗ تعلیم کے ساتھ ساتھ تربیت بھی فرماتے ۔ جب صداقت و امانت ،تقویٰ و طہارت، جہاد و شجاعت ،صبر وقناعت ،تبلیغ وتوکل ،اخلاق وغیرہ کا بیان ہوتا تو آپ ان کی خوب وضاحت کرتے ۔طلباء کی تربیت فرماتے ۔انہیں اپنی ذمہ داریوں کا احساس دلاتے اوران اخلاق سے متصف ہونے کی ہدایت فرماتے اور آج کل بعض کاروباری اور پیشہ ور مولویوں میں جو تکلفات ،نزاکتیں اور سودے بازی پائی جاتی ہے اس کا خوب ردّ فرماتے اور طلباء کو ایسی باتوں سے بچنے اور توکل وخلوص کے ساتھ شیر بن کر پرخلوص اور بے لوث خدمتِ دین اور اتباعِ شریعت وسنت کی تلقین فرماتے ۔(۳۳)

8۔اسباق کی پابندی:

تدریس کا ناغہ ہرگز نہ فرماتے ۔اگر کہیں بڑی ضرورت کے تحت جلسہ ومیلاد وغیرہ میں باہر جانا ہوتا تو واپسی پرخواہ دن ہو یا رات ،گرمی ہو یا سردی ،ناغہ کی تلافی فرماتے ۔سفر سے واپس آ کر آرام نہ فرماتے ۔سیدھا درس گاہ میں رونق افروز ہوتے اور عبارت پڑھنے کا حکم فرماتے ۔(۳۴) کہیں تشریف لے جانا ہوتا تو طلبہ کو پہلے سے مطلع کر دیتے ۔کام ختم ہو جانے کے بعد فوراً واپس آتے تا کہ اسباق پڑھانے میں تاخیر یا وقفہ نہ ہونے پائے ۔یہی وجہ ہے کہ اکثر آپ تقریر فرمانے کے بعد رات ہی کو سفر فرماتے تا کہ صبح درسِ حدیث کا ناغہ نہ ہو ۔رات کے سفر کی مشکلات کی بھی پروانہ کرتے ۔ایسے ہی ایک سفر کی روداد بیان کرتے ہوئے مولانا مفتی محمد امین رقم طراز ہیں ۔"ایک مرتبہ ایک گاؤں سے جو کہ شورکوٹ کی طرف واقع ہے اور وہ گاؤں ریلوے اسٹیشن سے کچھ فاصلے پر ہے ۔وہاں کے احباب اصرار کرتے رہے ۔آخر آپ نے اس شرط پر دعوت قبول کی کہ شورکوٹ سے جو ریل گاڑی آتی ہے وہ رات کے فلاں وقت آپ کے اسٹیشن سے گزرتی ہے ۔لہٰذا آپ ایسا انتظام کریں کہ میں خطاب کے بعد اس گاؤں سے لائل پور (فیصل آباد) پہنچ جاؤں تا کہ اسباق کا ناغہ نہ ہو ۔ان احباب نے یہ شرط مان لی اور جب خطاب سے فارغ ہوئے تو لے جانے والے چھپ گئے اور دوسرے بعض احباب منت سماجت کرنے لگے کہ ہمارا شوق ہے کہ فجر کے بعد آپ ناشتہ کر کے جائیں ۔ جب آپ نے دیکھا کہ تانگہ کا انتظام نہیں ہے ۔ آپ اٹھ کھڑے ہوئے ۔چھڑی پکڑی اور فرمایا مولوی معین !اٹھو چلیں اور پھر آدھی رات کو پیدل چل کر اسٹیشن پر پہنچ گئے اور وہاں سے ریل گاڑی پر سوار ہو کر لائل پور پہنچ گئے اور صبح اپنے وقت پر طلبہ کو پڑھانا شروع کر دیا ۔(۳۵)

9۔سادہ اور عام فہم درس:

آپ کے سادہ اور عام فہم درس کی خصوصیات بیان کرتے ہوئے مولانا قاری محبوب رضا خان بیان فرماتے

ہیں:"اندازِ بیان اتنا سلجھا ہوا اور جامعیتِ متن وشروح کا حامل ہوتا کہ طالبعلم کی تسکین ہو جاتی تھی۔ پیچیدہ مسائل کو بڑی سادگی، بے تکلفی اور نہایت دلنشین پیرایہ میں بیان فرماتے تھے۔نفسِ مسئلہ ذہن نشین ہو جاتا تھا اور ان کی تقریر سننے کے بعد سوچے سمجھے اعتراضات خود بخود رفع ہو جاتے تھے۔(۳۶)

مولانا مجیب الاسلام نسیم اعظمی اپنا ایک واقعہ لکھتے ہیں:" حاضرِ درس طلبہ میں شبہات پیش کرنے میں فقیر ذرا بے باکِ تکلم تھا۔ایک مرتبہ حضرت سفر سے تشریف لائے۔ابھی مدرسے کے کچھ گھنٹے باقی تھے۔ہم نے سامان کمرہ میں رکھ دیا۔حضرت نے کمرہ کا رخ بھی نہ فرمایا۔درس گاہ میں رونق افروز ہو گئے اور عبارت پڑھنے کا حکم صادر فرمایا۔ چہرہ صعوبتِ سفر سے کملایا ہوا تھا۔ہماری محبت کا تقاضا یہ تھا کہ حضرت آرام فرمائیں مگر "الامر فوق الادب" کے ماتحت میں نے عبارت پڑھنا شروع کر دی۔ حضرت نے مطالعہ نہ فرمایا تھا،اس لئے ہم نے سوچا کہ آج اعتراض اس انداز سے کریں کہ حضرت فرمادیں کہ اچھا آج رہنے دو،کل............ابھی پہلی ہی حدیث تھی میں نے شبہ پیش کیا۔حضرت نے جواب دیا۔میں نے اس جواب پر پھر اعتراض کیا۔غرض کچھ دیر سوال و جواب کا یہ سلسلہ قائم رہا۔میری اس خلافِ معمول حرکت سے میرا رجحانِ طبع سمجھ گئے اور فرمایا کہ: آج تمہارے ذہن میں ہے کہ میں نے مطالعہ نہیں کیا۔تمہارا یہ اندازِ فکر ہے تو ذرا دیر خاموش ہو کر قلب و دماغ کو مجتمع کر کے اس حدیث پر میری گفتگو سن لو۔اس کے بعد جو شبہ ہو پیش کرو ان شاء اللہ میری گفتگو مزیل شکوک ثابت ہو گی۔اس سے میرے بدن میں جھرجھری آ گئی اور چہرے پر شرم وندامت کی زردی دوڑ گئی۔چنانچہ ایک گھنٹے سے زائد زیر بحث حدیث پر نقد وتبصرہ فرمایا اور اس طرح کہ کتبِ صحاح میں یہ حدیث ان ان طریقوں سے مروی ہے۔علامہ بدرالدین عینی رحمۃ اللہ علیہ نے اس پر اس طرح کلام فرمایا۔امام طحاوی نے مسلکِ حنفی کو یوں واضح فرمایا۔غرض یہ کہ ایسے نفیس انداز میں تقریر فرمائی کہ سارے شبہات......غبارِ راہ بن کر اڑ گئے۔ میں نے فرطِ عقیدت سے قدم چوم لئے۔الحمدللہ تعالیٰ ! مجھے گلے لگا کر دعائیں دیں۔حقیقت یہی ہے کہ علم وعمل کا وہ نیرِ اعظم اپنے دور کا بخاری ورازی تھا۔اس کا سرمایۂ مطالعہ اتنا عظیم تھا،جس کی مثال عہدِ حاضر میں نہیں۔(۳۷)

10۔نصاب کی تکمیل :

آج کل اگر مجوزہ نصاب مقررہ وقت میں مکمل نہ ہو سکے تو استاذ اسے مکمل کرنا اپنی ذمہ داری نہیں سمجھتا۔حضرت شیخ الحدیث اس کے برعکس مجوزہ نصاب کی تکمیل ضروری سمجھتے تھے۔اگر کسی وجہ سے اسباق مکمل ہوتے ہوئے معلوم نہ ہوتے تو زیادہ وقت تدریس میں صرف فرماتے۔معمول یہ ہوتا کہ صبح سے لے کر دوپہر تک اسباق پڑھاتے۔اس دوران کوئی وقفہ و آرام نہ ہوتا۔بعض اوقات اسباق ظہر کی اذان تک جاری رہتے کبھی ایسا بھی ہو جاتا کہ اذانِ ظہر کے بعد تثویب ہو جاتی اور سبق کی تقریر جاری ہوتی۔نمازِ ظہر کے بعد دوپہر کے کھانے کے مختصر وقفہ کے بعد عصر تک پھر سبق پڑھاتے اور جب محسوس فرماتے کہ متعلقہ کتاب مجوزہ وقت میں ختم ہوتی دکھائی نہیں دیتی تو عشاء کی نماز کے بعد رات

گئے تک سبق پڑھاتے۔(۳۸) رات کو ایک ایک بجے تک درسِ حدیث شریف دیتے، طلبہ تھک جاتے مگر آپ تھکنے کا نام نہ لیتے بلکہ فرماتے۔"بندۂ خدا! ابھی تو ایک ہی بجا ہے۔"(۳۹)

اجتماعی ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہونے کی تیاری:

تدریس کے ساتھ ساتھ استاذ کی ایک ذمہ داری یہ بھی ہوتی ہے کہ وہ اپنے تلامذہ کو آنے والی انفرادی اور اجتماعی ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہونے کے لئے تیار کرے۔ اس مقصد کے حصول کے لئے بطور تربیت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ نے طلبہ کی علمی استعداد کے مطابق اُن کی درجہ بندی فرمادی تھی چنانچہ جامعہ رضویہ میں طلبہ کی تین جماعتیں تھیں:

(i)	جماعت رضائے مصطفٰی	دورۂ حدیث کے طلبہ کی جماعت
(ii)	جمیعت خدامِ رضا	شرح جامی یا اس سے اوپر کی کتابیں پڑھنے والوں کی جماعت
(iii)	بزمِ رضا	شرح جامی سے نیچے کی کتابیں پڑھنے والے طلبہ (۴۰)

(ا) اپنا وقار قائم رکھئے:

مولانا عبدالرشید جھنگوی بیان فرماتے ہیں کہ میرے بریلی شریف کے دورانِ تعلیم ایک مرتبہ استاذِ گرامی حضرت محدث اعظم علیہ الرحمہ نئی بریلی میں ایک جلسہ کے لئے تشریف لے گئے۔ چند طلباء بھی وہاں آپ کا خطاب سننے کے لئے پہنچے۔ میں بھی ان میں شامل تھا جلسہ گاہ کا فاصلہ مسجد بی بی جی سے اندازاً ڈیڑھ میل تھا۔ خطاب کے بعد آپ تانگہ پر سوار ہو کر واپس مدرسہ میں تشریف لائے۔ ہم طالب علم پیدل تھے۔ ہم درمیانی کم فاصلے والے راستے پر ہو لئے۔ اس طرح کبھی تیز چلتے کبھی دوڑتے۔ اتفاق سے جب آپ مدرسہ کے قریب تانگے سے اترے۔ ہم بھی دوڑتے ہوئے پہنچ گئے۔ آپ نے ہمیں دوڑتے ہوئے دیکھ لیا اور فرمایا:

> ارے بندۂ خدا! لوگ تمہیں دوڑتا ہوا دیکھ کر کیا کہتے ہوں گے کہ مولوی دوڑ رہے ہیں۔ اس سے خوامخواہ علماء کے وقار میں کمی آتی ہے۔ بغیر ضرورت کے علماء و طلبہ کا آبادی میں دوڑنا معیوب سمجھا جاتا ہے۔ وقارِ علماء کے لئے آپ کو ایسا نہ کرنا چاہیے۔ آئندہ محتاط رہیں۔ (۴۱)

(ب) فارغ التحصیل طلبہ کو ہدایت:

دورۂ حدیث شریف کے آخری درس کے موقع پر آپ کی ہدایات کچھ یوں ہوتی تھیں:

"آج آپ لوگ رخصت ہو رہے ہیں۔ ان شاءاللہ ہم دیکھیں گے کہ آپ اپنے اپنے علاقوں میں کس طرح کام کرتے ہیں۔ آپ لوگوں کو چاہیے کہ شیر بن کر تبلیغ کے میدان میں آئیں اور پوری جانفشانی کے ساتھ دین پاک اور مذہبِ مہذب اہل سنت کی خدمت اور بے دینی، بدمذہبی و باطل پرستی کی سرکوبی و بیخ کنی کریں۔

آئندہ زندگی میں ایسے مواقع بھی پیش آئیں گے کہ نفس پرست و دنیا دار لوگ اپنی خواہش کے مطابق شریعت کے خلاف آپ سے فتوے لینے کی کوشش کریں گے۔ اس سلسلہ میں آپ پر رعب بھی ڈالا جائے گا اور آپ کو لالچ بھی دیا جائے گا۔ لہٰذا ایسے مواقع پر لازم ہے کہ آپ ایسی باتوں کی ہرگز پرواہ نہ کریں، حق پر قائم رہیں۔ حق کا اعلان کریں اور دین کے تحفظ و ناموس اور کلمۂ حق کی خاطر اگر آپ کو کوئی قربانی بھی پیش کرنا پڑے تو آپ اس سے ہرگز دریغ نہ کریں۔ علماء کا کام ہے پہرہ دینا۔ خلافِ شریعت حرکات سے روکنا اور کلمۂ حق بلند کرنا تو جو پہرے دار چوروں کے ساتھ مل جائے، چوروں کی حوصلہ افزائی کرے، ایسا پہرے دار غدار ہے۔ اس طرح جو شخص مولوی کہلاتا ہو اگر وہی بدمذہبوں، بے دینوں سے مل جائے، شرعی مجرموں کی حوصلہ افزائی کرے اور لوگوں کی خوشنودی حاصل کرنے کی خاطر اصولِ اسلام و احکامِ شریعت کو ذبح کر ڈالے تو ایسا نام نہاد مولوی بھی اسلام و شریعت سے غداری کرتا ہے۔ حدیث شریف ہے: "جس نے لوگوں کو ناراض کر کے اللہ کو راضی کر لیا۔ اللہ تعالیٰ اسے لوگوں کے شر سے محفوظ رکھنے کے لئے کافی ہے اور جس نے اللہ کو ناراض کر کے لوگوں کو راضی کیا۔ اللہ تعالیٰ اسے اپنی نصرت و حفاظت سے محروم فرما دے گا اور لوگوں کو اس پر مسلط کر دے گا۔"

لہٰذا آپ کو چاہیے کہ ہمیشہ اللہ کی رضا پیشِ نظر رکھیں اگرچہ لوگ ناراض ہو جائیں۔ انہی ارشادات کے دوران آپ نے علماء کے سامنے گوجرانوالہ کی مثال پیش کرتے ہوئے فرمایا: "دیکھئے گوجرانوالہ جو مخالفینِ اہلسنت کا پرانا اڈہ تھا اب ماشاء اللہ وہاں اہلسنت کا چرچا ہے۔ (۴۲)

ایسے ہی ایک موقع پر فرمایا: "مولوی صاحبان آج تم طالب علم ہو اور کل تمہارے سروں پر دستارِ فضیلت باندھی جائے گی اور کل سے تم عالمِ دین کہلاؤ گے۔ کل سے تمہارے اوپر کچھ نئی ذمہ داریاں عائد ہوں گی دیکھنا کہیں اللہ تعالیٰ کے پیارے حبیب ﷺ کا دامن نہ چھوٹ جائے۔ سچے عشق کی آبیاری کرنا کہیں طمع اور لالچ میں نہ آ جانا ورنہ ذلیل ہو جاؤ گے اور اگر تم نے دامنِ مصطفیٰ ﷺ تھامے رکھا تو دنیا تمہارے قدموں میں آئے گی۔ (۴۳)

درسِ حدیث کی خصوصیات

درسِ حدیث کی خصوصیات بھی اگرچہ تدریسی خصوصیات ہی میں شمار ہوتی ہیں لیکن حضرت شیخ الحدیث قدس سرہٗ کو حدیث سے جو خصوصی لگاؤ اور عشق و محبت تھی۔ اس کا تقاضا یہ ہے درسِ حدیث کی خصوصیات علیحدہ سے بیان کی جائیں:

1۔ ادب و احترام:

حدیث پڑھانے کے لئے دار الحدیث روانگی سے قبل، اس کے لئے بڑا اہتمام فرماتے۔ غسل، وضو کے بعد اعلیٰ، اجلا لباس زیبِ تن فرماتے۔ سخت سے سخت گرمی میں بھی صرف کرتہ پہن کر درسِ حدیث نہیں دیا کم از کم شیروانی ضرور

پہنتے۔ عمامہ بھی ہوتا کبھی کسی عذر کی وجہ سے شاید و باید ٹوپی رہتی۔ خود باوضو ہونے کے ساتھ ساتھ طلبہ کو بھی باوضو پڑھنے کی تاکید فرماتے۔ چھ چھ گھنٹے مسلسل بیٹھ کر پڑھاتے مگر کسی مسند یا دیوار سے ٹیک نہ لگاتے۔ (۴۴)

2۔ درودِ مدینہ سے آغاز:

جیسا کہ گذشتہ صفحات میں ذکر ہوا کہ آپ درس کا آغاز درود شریف، قصیدۂ بردہ سے فرماتے لیکن دوسری مرتبہ حج وزیارت (۱۳۷۵ھ/۱۹۵۶ء) کے بعد تشریف لا کر درسِ حدیث شروع فرمایا تو آپ کا دستور یہ ہو گیا کہ درسِ حدیث کی ابتداء میں قصیدہ بردہ شریف کے ساتھ مندرجہ ذیل درود شریف و استغاثہ کے عربی اشعار بڑے درد و سوز کے ساتھ خود بھی پڑھتے اور طلباء سے بھی پڑھواتے۔ جس کے باعث ایک عجیب پُر کیف سماں پیدا ہو جاتا۔ آپ ان اشعار میں آخری کا الف دو مرتبہ پڑھتے اور فرماتے "مدینہ طیبہ میں اہلِ عرب کو روضۂ اقدس پر ایسا ہی پڑھتے دیکھا"۔ وہ اشعار مبارکہ یہ ہیں:

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی بَدْرِ التَّمَام	اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی نُورِ الظَّلَام
اے اللہ درود بھیج مکمل چاند پر	اے اللہ درود بھیج تاریکیاں دور کرنے والے پر
اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مِفْتَاحِ دَارِ السَّلَامِ	اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی شَفِیْعِ جَمِیْعِ الْاَنَام
اے اللہ درود بھیج جنت کا دروازہ کھولنے والے پر	اے اللہ درود بھیج لوگوں کی شفاعت فرمانے والے پر
یَا اِمَامَ الرُّسُلِ وَ یَا سَنَدِیْ	اَنْتَ بَابُ اللّٰہِ وَ مُعْتَمَدِیْ
اے رسولوں کے امام اور میری سند	آپ اللہ کی نعمت و رحمت کا دروازہ اور میرے معتمد ہیں
فَبِدُنْیَایَ وَ بِاٰخِرَتِیْ	یا رسول اللہ خُذْ بِیَدِیْ
پس میری دنیا اور آخرت میں	اے اللہ کے رسول میری دستگیری فرمائیے۔ (۴۵)

دورانِ درس سرکار دو عالم ﷺ کا نامِ نامی آتا تو خود بھی بآواز بلند درود شریف پڑھتے اور عبارت پڑھنے والے طالبعلم کو بھی درود شریف کی تاکید ہوتی۔

3۔ دنیاوی گفتگو سے پرہیز:

حدیث پاک کے ادب کے پیشِ نظر آپ درسِ حدیث کے دوران دنیاوی و خارجی گفتگو سے اجتناب فرماتے اور دورانِ درس جو احباب و حضرات حاضر ہوتے انہیں اشارہ سے بیٹھنے کا حکم فرماتے اور سبق ختم کرنے یا چھٹی ہونے کے بعد گفتگو فرماتے۔ (۴۶) اگر آنے والا اس دوران اٹھ کر چلا جاتا اور پھر کسی دوسرے وقت ملاقات ہوتی تو خود فرما دیتے کہ آپ فلاں وقت تشریف لائے تھے، میں حدیث پڑھا رہا تھا۔ اس لئے بات نہ کر سکا۔ (۴۷) ایک مرتبہ دورانِ درس آپ کی خالہ صاحبہ کا پیغام آیا کہ "مجھے آ کر مل جاؤ" آپ نے فرمایا ان سے عرض کرو میں حدیث پڑھا رہا ہوں۔ وہ انتظار کریں یا پھر کسی وقت یاد فرمائیں۔ (۴۸)

4۔درسِ حدیث میں انہماک:

درسِ حدیث میں آپ اس درجہ منہمک ہوتے کہ گردو پیش کی بالکل خبر نہ ہوتی ۔ یہاں تک کہ بعض اوقات دورانِ درس عمامے کا بل کھل جاتا تو اختتامِ درس تک کھلا رہتا اور آپ دارالحدیث سے روانگی کے وقت دستار کو کھڑے ہو کر درست فرماتے ۔(۴۹) ایک مرتبہ مفتی احمد یار خاں نعیمی علیہ الرحمہ دورانِ درس تشریف لائے ۔حضرت شیخ الحدیث نے سوائے حدیث پاک کی طرف دیکھنے کے کسی طرف نہیں دیکھا اجنبی نگاہ ڈالی اور درسِ حدیث میں مصروف رہے ۔ دورانِ درس مفتی صاحب اور آپ کی تالیف "حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر ایک نظر" کا ذکر آیا تو خوب تعریف فرمائی ۔جب درسِ حدیث ختم ہوا تو آپ نے حضرت مفتی صاحب سے معانقہ فرمایا۔(۵۰)

ایک دفعہ چوہدری محمد سلیمان نوری توکلی ایڈووکیٹ نے آپ کو اپنے گھر مدعو کیا۔ چونکہ آپ نے وعدہ فرمایا تھا کہ فلاں روز دوپہر بارہ بجے آپ کے ہاں حاضر ہوں گا ۔لہٰذا چوہدری صاحب مذکور آپ کو لینے کے لئے حاضر ہو گئے ۔اس وقت آپ درسِ حدیث میں مشغول تھے ۔ چوہدری صاحب بیٹھ کر سبق ختم ہونے کا انتظار کرنے لگے ۔حضرت شیخ الحدیث قدس سرہٗ ذکرِ محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام میں کچھ ایسے محو تھے کہ وقت گزرتا جارہا تھا اور سبق ختم ہونے میں نہیں آرہا تھا۔ ادھر چوہدری صاحب بار بار اپنی گھڑی کی طرف دیکھتے جس کا مطلب یہ تھا کہ کھانے کا طے شدہ وقت ہو چکا ہے۔آپ نے سبق ختم فرمایا اور ان کے ساتھ چل دیئے ۔ بعد ظہر جب دوبارہ درسِ حدیث شروع ہوا تو آپ نے فرمایا کہ وہی حدیث دوبارہ پڑھی جائے جو قبلِ ظہر پڑھی جارہی تھی ۔شرکائے درس طلبہ نے عرض کیا کہ وہ حدیث تو قبلِ ظہر پڑھ لی ہے۔فرمایا کہ وکیل صاحب کی وجہ سے اُس حدیث پر پوری توجہ نہ رہی تھی ۔اس لئے اب دوبارہ اسی حدیث کو پڑھو۔(۵۱)

5۔مرادِ نبوی:

درسِ حدیث میں سب سے زیادہ توجہ اس بات پر ہوتی ہے کہ مرادِ نبوی کیا ہے؟ قواعدِ عربیت،اصولِ بلاغت اور اصطلاحاتِ حدیث سے مضمون کو ضرور اخذ فرماتے مگر ان امور پر مرادِ نبوی کو بہر حال مقدم رکھتے ۔(۵۲)

6۔اسماء الرجال:

حسبِ ضرورت اسماء الرجال پر کلام فرماتے ۔ بالخصوص جبکہ راویوں کی جرح و تعدیل میں محدثین کا اختلاف ہوتا۔محدثین کے اقوال جرح و تعدیل نقل فرما کر جب قولِ فیصل ارشاد فرماتے تو بخاری و ترمذی کی یاد تازہ ہو جاتی ۔(۵۳)

7۔تراجمِ ابواب کا حل:

درسِ حدیث کے دوران تراجمِ ابواب کے حل کی طرف خاص توجہ فرماتے ۔بعض مواقع پر حل تراجم میں شارحین سے اختلاف فرماتے اپنے موقف کی ترجیح مصنف کے دیگر حوالوں سے فرماتے ۔(۵۴)

8۔فقہ الحدیث:

دورانِ درس فقہ الحدیث کے لئے اقوالِ ائمہ نقل فرماتے اور پھران کے دلائل بیان فرماتے۔ پھران کا جواب دے کر مسلکِ امامِ اعظم کی ترجیح ثابت کرتے۔(۵۵)

9۔حدیث کی کیفیت کا بیان:

صحاحِ ستہ میں سے جو کتاب بھی پہلے سامنے آجاتی اس کا سبق شروع فرمادیتے۔ بامحاورہ ترجمہ، لغات کی تشریح، اصطلاحِ محدثین کے مطابق حدیث کی کیفیت (صحیح، حسن، ضعیف وغیرہ) کے بیان کے بعد مسائل کا استخراج فرماتے۔ علامہ عینی، امام طحاوی اور امام عسقلانی وغیرہ کی تشریحات بطور حوالہ پیش فرماتے۔

شافعیت کے حق میں حافظ ابن حجر عسقلانی کے دلائل کا جواب ضرور دیتے۔ اس وقت آپ کی تدریس کے جوہر کھلتے، تحقیقی انداز اتنا سادہ ہوتا کہ کم علم بھی آپ کی مراد سمجھ لیتا۔ اسرارِ شریعت میں زیادہ تر شیخ ابن عربی، شیخ عبدالوہاب شعرانی اور صاحب حدیقہ ندیہ کا کلام نقل فرماتے۔(۵۶)

10۔حقانیتِ اہلسنت کا بیان:

حدیث کے واضح مفہوم، اقوالِ ائمہ اور کلامِ شارحین کا ذکر فرماکے مسلک اہلسنت کی حقانیت بیان کرتے۔ پھر فرماتے یہی مسلک اعلیٰ حضرت، امامِ اہلسنت، مولانا الشاہ احمد رضا فاضلِ بریلوی قدس سرہ العزیز کا ہے۔ اس مسلک کا مخالف بے دین وبددین ہے۔ اس موقع پر بے دین وبددین فِرَقِ باطلہ بالخصوص نجدیہ کا خوب ردّ فرماتے۔ آپ کا یہ بیان حمیّتِ مذہبی اور غیرتِ دینی کا مظہر ہوتا۔(۵۷)

11۔ائمہ حدیث کا احترام:

محدثین اور طالبانِ حدیث پر واضح ہے کہ صحاحِ ستہ کی کتابیں غیر حنفی محدثین کی ہیں۔ ان کی تدریس بالخصوص بخاری ومسلم میں بعض نازک مقام آتے ہیں جہاں متصلب حنفی کا سخت امتحان ہوتا ہے۔ ان مواقع پر حضرات محدثین کو بعض کم ظرف نازیبا الفاظ میں یاد کرتے ہیں مگر حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ ان مراحل سے اس طرح گزرتے کہ مذہبِ حنفی کی ترجیح ثابت ہو جاتی اور ان حضرات کے دامنِ عزت پر بے ادبی کی گرد تک نہ پڑتی۔(۵۸) خود فرماتے "میں امام بخاری علیہ الرحمہ سے محبت رکھتا ہوں اور ان کی عزت اپنے ذمہ ضروری سمجھتا ہوں۔ اگرچہ سیدنا امام اعظم رضی اللہ عنہ سے مجھے زیادہ محبت ہے اور میں حنفی ہوں۔"(۵۹)

12۔نقطہ نقطہ پر علم کا دریا بہانا:

حضرت شیخ الحدیث کا درسِ حدیث سمتوں میں مشہور ومعروف تھا۔ جس سے متأثر ہو کر ایسے طلبہ بھی حاضر

خدمت ہو جاتے جو دیگر کئی مدارس سے دورۂ حدیث پڑھ چکے ہوتے۔ مدارسِ اہلسنت کے علاوہ دیو بند، سہار نپور، دہلی وغیرہ سے حدیث کی تعلیم مکمل کرنے والے بعض طلبہ بھی آپ کے پاس آ کر حدیث پڑھتے۔ یہ طلبہ حضرت شیخ الحدیث کے درسِ حدیث کا اپنے سابقہ اساتذہ کے درس سے تقابل کرنے کے بعد بڑے خوب صورت تأثرات کا اظہار کرتے۔ ایسے ہی ایک طالب علم کے جذبات وتأثرات مفتی شریف الحق امجدی کے الفاظ میں ملاحظہ فرمائیے۔ مفتی صاحب فرماتے ہیں:

"میں نے ۶۲۔۱۳۶۱ھ میں دورۂ حدیث پڑھا۔ میرے ساتھ بتیس طلبہ اور تھے جن میں بعض افغانی طالب علم تھے جو دیو بند، سہار نپور اور دہلی وغیرہ سے دورۂ حدیث پڑھ کر آئے تھے۔ انہی میں ایک طالبعلم عبدالوہاب کے نام کے تھے۔ یہ پانچ جگہ دورہ پڑھ کر سندیں لے کے آئے تھے۔ یہ قدرے ذہین اور سمجھ دار تھے۔ اکثر وہابیوں میں پڑھنے کی وجہ سے توھب بھی تھا۔ بہت قادر الکلام تھے۔ اسباق شروع ہونے کے ایک ہفتہ بعد میں نے دریافت کیا کہ آپ تو گھاٹ گھاٹ کا پانی پی چکے ہیں۔ بتائیے یہاں اور دوسری جگہوں میں کیا فرق ہے؟ جواب دیا: "شروع شروع میں ہر جگہ جوش وخروش ہوتا ہے۔ وہ یہاں بھی ہے۔ لیکن دوسری جگہ خاص خاص جگہ جوش وخروش ہوتا ہے اور یہاں نقطہ نقطہ پر علم کا دریا بہار ہے ہیں۔" آخر میں ایسے گرویدہ ہوئے کہ ہر وقت تعریف میں رطب اللسان رہتے۔ کہتے تھے "میں نے دورۂ حدیث کی حقیقت صرف یہی سمجھی تھی کہ برکت کے لئے پڑھا جاتا ہے مگر اب یہاں آ کر معلوم ہوا کہ فنِ حدیث کیا ہے اور دورۂ حدیث کیا ہے؟" اختلافی مسائل پر بہت کثرت سے سوال کرتے اور ان کے معقول جوابات پر مسرور ہوتے۔ چند ہی ماہ کے بعد خود کہنے لگے "اب تک ہم اندھیرے میں تھے اب آنکھیں کھلیں۔" وہابیت سے بالکل بیزار ہو گئے۔ (۶۰)

ایک ایک حدیث شریف کو نہایت تفصیل اور توجہ سے پڑھانے اور نقطہ نقطہ پر علم کا دریا بہانے کے سبب، مقررہ وقت سے زائد پڑھانے کے باوجود حضرت شیخ الحدیث قدس سرہٗ کے ہاں بہ مشکل شعبان تک دورۂ حدیث مکمل ہوتا جبکہ دیگر مدارس میں شعبان سے بہت پہلے دورۂ حدیث مکمل ہو جاتا وہاں کے طلبہ بھی آ کر حضرت شیخ الحدیث قدس سرہٗ کے درسِ حدیث سے مستفید ہوتے اور بڑے دلکش تأثرات کا اظہار کرتے۔

13۔ عامل بالحدیث:

حضرت شیخ الحدیث قدس سرہٗ جس یقین کے ساتھ حدیث شریف کی تدریس فرماتے۔ اسی یقین کے ساتھ حدیث پاک پر عمل کا بھی اہتمام فرماتے۔ آپ کے عمل بالحدیث کے چند بے مثال واقعات پیش خدمت ہیں:

(۱) آپ کے لبوں پر تبسم کیوں نہیں؟

دورانِ درسِ حدیث پاک رسول اللہ ﷺ کے "ضحک مبارک" یعنی تبسم فرمانے کا ذکر آتا تو آپ بھی محض حضور سرورِ عالم ﷺ کی ادا کو اپنانے کے لئے تبسم فرماتے اور طلباء کو بھی تبسم کی ہدایت فرماتے اور اس کے باوجود جن حضرات کے لبوں پر آپ تبسم نہ دیکھتے تو انہیں آپ شخصی طور پر مخاطب کر کے فرماتے مولانا! شاہ صاحب! آپ کے لبوں

پر تبسم کیوں نہیں۔ رسول پاک ﷺ کے تبسم فرمانے پر اگر آپ نے تبسم نہ فرمایا تو تبسم کا اور کون سا موقع ہوگا؟(۶۱)

(ب) سوز و سازِ عشق

جن احادیث میں سرکارِ دوعالم ﷺ کے تبسم فرمانے کا ذکر ہے ان کا درس دیتے ہوئے آپ اتباعِ سنت کی نیت سے مسکراتے یونہی جن احادیث میں رسول پاک ﷺ کے گریہ فرمانے کا ذکر ہے یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی علالت کا بیان ہے۔ تو آپ بھی روتے۔ ۱۳۷۴ھ/۱۹۵۵ء میں دورانِ تدریس مشکوٰۃ شریف کی وہ حدیث پاک پڑھی گئی جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سرانور میں درد اور کپڑا باندھنے کا ذکر ہے۔ آپ نے اس حدیث پاک پر گفتگو کرتے ہوئے فرمایا: "جب سرکار کے سرِ انور میں درد تھا اور آپ نے کپڑے سے سر مبارک کو باندھا ہوا تھا آپ اس وقت منبر پر تشریف فرما تھے۔ سرِ انور میں درد کی شدت کی بناء پر آپ کا کپڑے سے باندھنا جب یارِ غار حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے دیکھا ہوگا تو ان کا کیا حال ہوا ہوگا؟ جب سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ملاحظہ کیا ہوگا تو ان پر کیا گزری ہوگی۔ سیدنا بلال رضی اللہ عنہ نے بھی جب یہ منظر دیکھا ہوگا تو انہوں نے کیا محسوس کیا ہوگا ۔۔۔۔؟

اسی طرح شدتِ درد میں صحابۂ کرام پر وارد ہونے والے احوال بیان فرما رہے تھے محسوس ہوتا تھا کہ سرکار کے سرانور میں درد کی کلفت آپ بھی محسوس فرما رہے ہیں۔ دوران بیان آپ پر ایسی رقت طاری ہوئی کہ روتے روتے ہچکی بندھ گئی اور آپ حلقۂ درس سے اٹھ کر اندر تشریف لے گئے۔ اس کے بعد نہ معلوم یہ کیفیت کتنی دیر آپ پر طاری رہی۔(۶۲)

اسی نوعیت کا ایک واقعہ جامعہ رضویہ مظہرِ اسلام بریلی میں پیش آیا۔ حضرت شیخ الحدیث قدس سرہٗ سرکارِ دوعالم ﷺ کی بعثت کے ابتدائی سالوں کا بیان فرما رہے تھے کہ خاندان کے افراد کو جب تبلیغ کرنے کا حکم نازل ہوا تو آپ ﷺ نے اپنے قبیلے کو جمع کرنے کے لئے بلند آواز سے پکارا۔ حدیث شریف کا جملہ یا صباحاہ! آپ کے بلانے کی کیفیت کا بیان ہے۔ یعنی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے قریش کو بلند آواز سے پکارا جسے پنجابی محاورہ میں ''کوک'' مارنا کہتے ہیں۔ حضرت شیخ الحدیث قدس سرہٗ نے طلبہ سے فرمایا" بھلا کوک کیسے مارتے ہیں؟" آپ نے بھی آواز بلند فرمائی اور طلباء سے بھی ایسا کروایا۔(۶۳)

(ج) حدیث پر عمل کی نادر مثال:

حافظِ ملّت مولانا عبدالعزیز محدث مبارکپوری علیہ الرحمۃ کا بیان ہے کہ: "ترمذی شریف کی حدیث ہے:

"طعام الواحد يكفي الاثنين و طعام الاثنين يكفي الثلاثة."

یعنی ایک شخص کا کھانا دو کے لئے کافی ہوسکتا ہے اور دو کا تین کے لئے کافی ہوسکتا ہے۔ اس حدیث پر حضرت علامہ موصوف نے پورا عمل کیا۔ واقعہ یہ ہے کہ جب آپ دارالعلوم مظہرِ اسلام بریلی شریف کے شیخ الحدیث تھے تو میں نے آپ کی خدمت میں ایک طالبعلم حافظ محمد صدیق مرادآبادی کو تحصیلِ علم کے لئے روانہ کیا۔ حضرت موصوف نے اسے

دارالعلوم مظہرِ اسلام میں داخل کرلیا۔ مگر اس کے کھانے کا انتظام نہ ہو سکا۔ حضرت کو جو کھانا معمولاً آیا کرتا تھا اسی کھانے میں اپنے ساتھ کھلانا شروع کر دیا۔ دو چار دس بیس روز نہیں بلکہ جب تک حافظ محمد صدیق بریلی شریف رہے برابر ان کو اپنے ساتھ اسی ایک کھانے میں شریک رکھا۔ ان سے فرمایا کرتے تھے "کھاؤ بسم اللہ پڑھ کر کھاؤ ان شاء اللہ دونوں کو کافی ہوگا۔" حافظ محمد صدیق کا بیان ہے کہ میرا پیٹ تو بھر جاتا تھا حضرت مولانا کے متعلق میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔ حضرت موصوف علیہ الرحمۃ کا یہ وہ عمل ہے جو فی زمانہ اپنی نظیر آپ ہے۔ (۶۴) حدیث پر اسی بے مثال عمل کی برکت سے آپ کے درسِ حدیث میں غیر معمولی تاثیر تھی۔

(د) اتباعِ سنت کی ترغیب:

ایک مرتبہ دورانِ درس مسواک کی سنیت اور اس کے استحباب کا مسئلہ بیان ہوا۔ اس پر آپ نے فرمایا:

"مسواک کرنا اگرچہ سنت ہے کہ بغیر اس کے وضو جائز ہے۔ مگر حتی الامکان اس پر عمل کرنا چاہیے تاکہ مسواک کرنے کی برکات سے محرومی نہ رہے۔"

پھر شریک درس طلباء میں سے ہر ایک سے فرداً فرداً مخاطب ہو کر دریافت فرمایا: کیا آپ کے پاس مسواک ہے؟ جو طلباء بغیر مسواک کے وضو کرتے، انہیں اتباعِ سنت میں مسواک کرنے کی تاکید فرمائی۔ (۶۵)

درسِ حدیث پر نور کی بارش:

مولانا حافظ عبدالرشید جھنگوی بیان فرماتے ہیں کہ "جن دنوں حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ العزیز جامعہ رضویہ مظہرِ اسلام بریلی شریف میں دورۂ حدیث پڑھایا کرتے تھے میں نے بھی آپ سے وہاں دورۂ حدیث شریف پڑھا ہے۔ مستقل دارالحدیث نہ ہونے کی بناء پر طلبۂ دورۂ حدیث شریف ایک برآمدے میں بیٹھ کر پڑھتے تھے۔ دورانِ تدریس بارہا ایسا ہوتا کہ دن کی روشنی میں برآمدے میں ایک ایسا نور ظاہر ہوتا جس سے سورج کی روشنی مدہم پڑ جاتی۔ حضرت شیخ الحدیث قدس سرہٗ کی تدریس کی برکت سے دن میں ایک دو مرتبہ ایسا نور ظاہر ہوتا تھا۔ (۶۶)

بارگاہِ رسالت میں درسِ حدیث کی مقبولیت:

یہ نورانی واقعہ مولانا معین الدین شافعی کا بیان کردہ ہے۔ فرماتے ہیں: "مولانا حامد بخاری، بخارا شہر کے فاضل اور مدرس تھے۔ ان کو مشکوٰۃ شریف پڑھانے میں ایک مقام پر کچھ دقت محسوس ہوئی۔ ان کو خواب میں جناب رسول کریم ﷺ کی زیارت ہوئی۔ آپ کی مجلس میں تشریف فرما حضرات میں مولانا سردار احمد صاحب بھی شامل تھے۔ مولانا حامد بخاری نے حدیث کی وہ مشکل سرکارِ دوعالم ﷺ کی خدمت میں پیش کی۔ آپ ﷺ نے مولانا سردار احمد صاحب کی طرف اشارہ کیا۔ چنانچہ انہوں نے حدیث پاک کی وہ علمی مشکل حل فرمائی اور انہیں اطمینان نصیب ہوا۔ جب صبح ہوئی تو مولانا حامد بخاری نے بخارا سے بریلی کا قصد کیا اور آپ کی خدمت میں آکر فیض حاصل کیا۔ (۶۷)

درسِ حدیث کے متعلق معاصر علماء کرام کے تأثرات

گذشتہ صفحات میں حضرت شیخ الحدیث قدس سرہٗ کے درسِ حدیث کی خصوصیات کے بیان میں بعض معاصر علمائے کرام کے تأثرات بیان کئے گئے ہیں۔ بعض دیگر جلیل القدر معاصر علماء کرام کے تأثرات موضوع کی مناسبت سے یہاں پیش خدمت ہیں:

شیخ الاسلام حضرت خواجہ قمر الدین سیالوی:

شیخ الاسلام حضرت خواجہ قمر الدین سیالوی علیہ الرحمۃ بارہا حضرت شیخ الحدیث قدس سرہٗ سے ملنے کے لئے جامعہ رضویہ تشریف لائے۔ ایک مرتبہ جامعہ رضویہ تشریف لاتے ہوئے بیرونی دروازہ سے کافی پہلے آپ نے جوتا اتار لیا۔ غلاموں نے عرض کیا: حضور مدرسہ تو آگے ہے۔ فرمایا: "ہاں میں دیکھ رہا ہوں، مگر تمہیں معلوم ہے کہ مدرسہ میں کون سی ہستی حدیث پڑھا رہی ہے۔ حضرت شیخ الحدیث مدظلہ کے قال الرسول ﷺ سے جو انوار و تجلیات اُترتے ہیں۔ میں ان کا مشاہدہ کر رہا ہوں اور تم بے خبر ہو۔" (۶۸)

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی:

مفسرِ قرآن حضرت علامہ مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمہ ایک مرتبہ اپنے صاحبزادے مفتی اقتدار احمد نعیمی کے ہمراہ جامعہ رضویہ تشریف لائے۔ حضرت شیخ الحدیث درسِ حدیث دے رہے تھے لہٰذا حسبِ دستور حدیث کی جانب متوجہ رہے۔ درس کے اختتام پر دونوں حضرات نے معانقہ کیا۔ حضرت مفتی صاحب نے درسِ حدیث کی بہت تعریف فرمائی اور ارشاد فرمایا: "میرا جی چاہتا ہے کہ میں بھی آپ کے پاس دورۂ حدیث میں طلباء کی صف میں شامل ہو جاؤں۔" حضرت شیخ الحدیث آبدیدہ ہو گئے اور فرمایا کہ میرا جی چاہتا ہے کہ میں دن رات حدیث پاک پڑھاتا رہوں پھر صاحبزادے کی طرف اشارہ کر کے مفتی صاحب سے فرمایا "آپ نہیں بلکہ ان کو دورۂ حدیث میں داخل کرا دیں۔ سبحان اللہ جس درسِ حدیث میں حضرت مفتی صاحب جیسی عظیم علمی، روحانی شخصیت شریک ہونا چاہتی ہو اس کی عظمت کا اندازہ خود ہی فرمالیجئے۔ (۶۹)

استاذ الاساتذہ علامہ عطا محمد بندیالوی:

حضرت علامہ بندیالوی اپنے ایک مضمون میں حضرت کے درسِ حدیث کی بارے میں اپنے تأثرات کا اظہار

کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں: "وہ عشقِ نبی میں ڈوب کر حدیث پڑھاتے تھے۔ لوگ کہتے ہیں کہ وہ حال وقال کے بہترین جامع تھے۔ پڑھنے والے ان کی زبان سے علمی موشگافیاں سنتے اور ان کے دماغوں میں حقائق ومعارف موج در موج اتر آتے۔ پھر نگاہیں کام کرتیں اور سامعین کے سینوں میں عشقِ رسول کی بجلیاں بھر جاتیں۔ جب وہ تحقیق وتدقیق کے مقام پر آتے تو اس اعتماد کے ساتھ حدیث بیان کرتے جیسے خود رسول اللہ ﷺ سے سُن کر بیان کر رہے ہیں۔ وہ اُمت کا غم کھانے والے رسول کا غم کھاتے۔ جب کسی مقام پر حضور کے ساتھ کفار کی زیادتیوں کا بیان ہوتا تو اس طرح آبدیدہ ہو جاتے جیسے، خود ان پر وہ کیفیات گزر رہی ہوں۔" (۷۰)

غزالیِ زماں علامہ احمد سعید کاظمی:

حضرت علامہ کاظمی علیہ الرحمہ حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ کے لقب محدثِ اعظم پاکستان پر اظہارِ خیال کرتے ہوئے فرماتے ہیں: "آپ کو محدثِ اعظم پاکستان اس لئے کہا جاتا ہے کہ آپ نے علم حدیث کی اشاعت (تدریس) میں بڑا کام کیا ہے۔ جس طرح حضرت امام اعظم علیہ الرحمہ کے شاگردوں نے فقہ وحدیث کی کتابیں لکھی ہیں۔ اسی طرح حضرت مولانا سردار احمد صاحب کے شاگردوں نے بھی (علم حدیث پر کتابیں لکھ کر) قابل قدر کام کیا۔ علم حدیث میں آپ کو منفرد مقام حاصل تھا۔ (۷۱)

مولانا محمد عبدالرشید جھنگوی بایماء مولانا قطب الدین جھنگوی، مولانا نذر محی الدین بایماء پیر سید فقیر حسین (راؤوالی ضلع گورداسپور)، مولانا ریحان رضا خاں بریلوی بایماء مفسر اعظم ہند مولانا محمد ابراہیم رضا خاں بریلوی، مولانا محمد سعید اور مولانا عبدالقادر ساکنانِ مانگٹ ضلع گجرات، مولانا سید محمد جلال الدین بھکھی شریف، مولانا محمد نواز بایماء مرشد خود حضرت سید نور الحسن صاحب کیلیانوالہ شریف، مولانا محمد شریف نقشبندی بایماء حضرت امیرِ ملّت محدّث علی پوری، مولانا غلام نقشبند بایماء پیر محمد شفیع چورہ شریف، مولانا محمد نقشبند بایماء پیر محمد اکبر علی نقشبندی، مولانا مختار احمد نعیمی بایماء حضرت مولانا مفتی احمد یار خاں نعیمی، مولانا سلطان باہو بایماء مناظر اسلام مولانا محمد عمر اچھروی، مولانا محمد اشرف سیالوی باجازت شیخ الاسلام خواجہ محمد قمر الدین سیالوی اور مولانا عبدالشکور باجازت شیخ القرآن حضرت مولانا عبدالغفور ہزاروی، حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ کے حلقۂ درس حدیث میں شریک ہوئے۔

جلیل القدر مشائخ عظام اور عظیم المرتبت علماء کرام نے اپنے اخلاف اور متوسلین کو دورۂ حدیث کے لئے آپ کی خدمت میں بھیج کر آپ کے درس حدیث کی عظمت کا اعتراف کیا۔

"مولانا سردار احمد، عصرِ حاضر کے محدثِ اعظم"

(دارالافتاء بریلی شریف کا فتویٰ)

حضرت مولانا سردار احمد کے عصرِ حاضر کا محدثِ اعظم ہونے پر شارح بخاری مفتی شریف الحق امجدی، مفتی دارالافتاء بریلی شریف نے ایک مدلل فتویٰ تحریر فرمایا۔ جس کی تائید مفتیٔ اعظم مولانا شاہ مصطفیٰ رضا خان بریلوی، مولانا مفتی برہان الحق جبلپوری اور حافظ ملت مولانا عبدالعزیز مبارک پوری سمیت کئی علماء نے فرمائی۔ فتویٰ ملاحظہ فرمانے سے قبل مختصراً سائل کا سوال پڑھیے!

سوال:

مولوی سردار احمد صاحب جن کا حال ہی میں انتقال ہوا ہے۔ بریلی کے مدرسہ کے بعد لائل پور کے مدرسہ میں شیخ الحدیث کہلاتے تھے۔ درس کیا کرتے تھے۔ مسلسلات سے انہیں کوئی حدیث نہیں پہنچی تھی اور کوئی استادانِ فنِ حدیث نے ان کو ان کی حیات میں نہ محدث کی سند دی تھی نہ کسی نے ان کو کبھی محدث کہا یا لکھا۔ محدث تو وہ مشاہیرِ دین کہلائے جنہوں نے زمانہ تابعین و تبع تابعین میں بڑی محنت و مشقت واحتیاط سے احادیث شریفہ جمع کئے اور نشر کئے۔ برصغیر ہند میں مشاہیر علماء کرام جیسے مولانا عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے ہم پایہ علماء احادیث محدث کہلائے۔ اور چودھویں صدی ہجری میں ہمارے برصغیر ہند میں حضرت مولانا امیر الملت حافظ پیر سید جماعت علی شاہ علی پوری نور اللہ مرقدہٗ جن کو مسلسلات سے احادیث بھی پہنچی تھیں اور جن کو چودھویں صدی کے پہلے ربع میں مشاہیر محدثین مکہ مکرمہ نے احادیث کی اجازت اور محدث کا خطاب مع سند عطا فرمایا تھا۔

امام دارالھجر ۃ، امام اہل سنت والجماعت وتابعی و جامع و ناشر احادیث میں تابعین و تبع تابعین و حرم شریف نبوی علیٰ صاحبھا الوف التحیۃ والصلوٰۃ والسلام علم فنِ حدیث کے بے نظیر استاذ یعنی حضرت امام مالک (مدفون جنت البقیع) رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو محدثِ اعظم کہنے کی کسی کو آج تک جرأت نہ ہوئی تو چہ نسبت خاک را بہ عالم پاک۔ مولوی سردار احمد صاحب (مدفون لائل پور) کو محدثِ اعظم لکھنا اور محدثِ اعظم کے خطاب ناصواب کی تشہیر مختلف جرائد سے جیسے انوار الصوفیہ قصور و رضائے مصطفیٰ گوجرانوالہ وغیرہ سے کروانا ایسے القاب وخطاب بخشنے اور ان کی تشہیر کرنے والوں کے حق میں مطابق شریعت سنت والجماعت کیا حکم ہے؟ مفصل ومدلل جواب باصواب سے جلد ممنون فرمائیں۔ بینوا توجروا عند اللہ وعند الناس

السائل: احقر العباد بخشی مصطفیٰ علی خان، مہاجر مدینہ منورہ از باب الحمام مدینۃ المنورۃ

الجواب:

عمدۃ المتاخرین، بقیۃ المتقدمین، استاذ العلماء، سند المحدثین حضرت مولانا سردار احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ یقیناً حتماً محدث تھے۔ علماء کی اصطلاح میں محدث وہ ہے جو حدیث کی تعلیم وتعلم میں مشغول ہو۔ سید الحفاظ علامہ ابن حجر عسقلانی قدس سرہٗ نزھۃ النظر شرح نخبۃ الفکر میں فرماتے ہیں: **ولمن یشتغل بالسنۃ المحدث**

خود سائل کے مستند، اس کے نزدیک مسلم الثبوت محدث، حضرت سیدنا وسندنا محقق مدقق آیۃ من آیات حبیب اللہ، برکۃ من برکاتِ رسول اللہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہٗ مقدمہ لمعات شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں: "**ولھذا یقال لمن یشتعل بالسنۃ محدث** "ان دونوں عبارتوں کا حاصل یہ ہے کہ جو شخص سنت یعنی حضور سید عالم ﷺ کے قول وفعل تقریر کے ساتھ مشغول ہو یعنی اسے پڑھتا ہو، پڑھاتا ہو، نشر واشاعت کرتا ہو وہ محدث ہے۔

حضرت مولانا سردار احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے احادیثِ کریمہ سبقاً سبقاً اپنے استاذ حضرت صدر الشریعہ، بدر الطریقہ مولانا مرشدنا حکیم ابوالعلاء محمد امجد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھیں۔ پڑھنے کے بعد تیس سال سے زائد عرصہ تک احادیث کریمہ کا درس دیا۔ جس کا سائل کو خود اقرار ہے۔ لکھتا ہے پہلے بریلی بعدہٗ لائل پور کے مدرسہ میں شیخ الحدیث کہلاتے ہوئے درسِ حدیث دیا کرتے تھے۔ اس لئے حسبِ اصطلاح محدثین وہ یقیناً محدث تھے۔

سائل نے یہ غلط کہا کہ "مسلسلات سے انہیں کوئی حدیث نہیں پہنچی تھی اور کوئی استاذ اِن فن حدیث نے ان کو ان کے حیات میں نہ محدث کی سند دی تھی نہ کسی نے ان کو کبھی محدث کہا لکھا۔" جہاں تک اس خادم کو معلوم ہے۔ حضرت موصوف رحمۃ اللہ علیہ کو ایک سند ان کے استاذ حضرت صدر الشریعہ قدس سرہٗ نے دی۔ دوسری سند حضرت حجۃ الاسلام مولانا شاہ حامد رضا خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور تیسری سند حضور سیدی وسندی، اعلم علماء، مرجع فضلاء، کہفِ فقراء، شہزادۂ امام اہل سنت حضرت مولانا مصطفیٰ رضا خاں صاحب دامت برکاتہم العالیہ، مفتی اعظم ہند نے ان تمام سلاسل اولیاء و قرآن وحدیث کی عطا فرمائی جو انہیں اپنے والد محترم مجدد دین وملت شیخ الاسلام والمسلمین، مولانا الحاج حافظ قاری عبدالمصطفیٰ احمد رضا خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور سراج العارفین، قدوۃ السالکین، عارفِ ربانی مولانا سید شاہ ابوالحسین احمد نوری میاں رحمۃ اللہ علیہ سے ملی تھی جن میں ایک دو نہیں کئی سندیں مسلسل بالاضافت، مسلسل بالمصافحہ وغیرہ کی ہیں۔ ان سندوں کا دیا جانا ہی کسی کے محدث ہونے کے لئے کافی ہے۔ کسی کو محدث ہونے کے لئے یہ ضروری نہیں کہ کوئی محدث اسے لکھ کر دے۔ اگر یہ ضروری قرار دیا جائے تو لازم آئے گا کہ ائمہ محدثین مثلاً امام بخاری، امام مسلم وغیرہ وغیرہ محدث نہ ہوں کہ کہیں ثابت نہیں کہ انہیں کسی محدث نے سند لکھ کر دی ہو۔ چہ جائیکہ یہ لکھ کر دیا ہو کہ یہ محدث ہے۔ کہ اس زمانہ میں تحریری سندوں کا رواج ہی نہیں تھا بلکہ سند دینے کا ہی رواج نہ تھا۔ صرف کسی محدث سے حدیث سن لینا کافی ہوتا تھا۔

حضرت مولانا سردار احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو ان کے عہد ہی میں تمام علماء اہل سنت نے محدث اعظم پاکستان لکھا، کہا،

چھاپا۔ جس پر سینکڑوں خطوط، ہزاروں اشتہارات پیش کئے جا سکتے ہیں۔ سائل کو خبر نہیں تو اس کا ہمارے پاس کیا علاج اور اگر سائل کے زعم میں حضرت صدر الشریعہ، حضرت حجۃ الاسلام، حضرت مفتیٔ اعظم ہند اور پاکستان و ہندوستان کے موجودہ علمائے اہل سنت علماء نہیں اور استادانِ فن نہیں تو وہ اپنی دل کی بیماری کا علاج کرائے۔ اگر آج حضرت پیر سید جماعت علی شاہ صاحب محدث علی پوری رحمۃ اللہ علیہ حیات ہوتے تو وہ بھی شہادت دیتے کہ حضرت مولانا سردار احمد صاحب ضرور بالضرور محدث تھے، نہ صرف محدث بلکہ عصرِ حاضر کے محدثِ اعظم۔ حضرت محدثِ اعظم پاکستان رحمۃ اللہ علیہ کو علمائے حرمین طیبین نے بھی سندیں عطا کی تھیں۔ لہٰذا سائل کے اس معیار پر بھی وہ ضرور بالضرور محدث تھے۔ سائل نے جوش عناد میں ایسی باتیں لکھ دی ہیں جس کی رُو سے اُمت کے کتنے مسلم الثبوت محدثین بلکہ خود سائل کے بھی مسلم محدث زمرۂ محدثین سے نکل جاتے ہیں۔ لکھتا ہے محدث تو مشاہیر علماء دین کہلائے جنہوں نے زمانہ تابعین و تبع تابعین میں بڑی محنت ومشقت و احتیاط سے احادیثِ شریفہ جمع کئے اور نشر کئے۔ سائل نے صرف انہی مشاہیر کے ساتھ محدث ہونے کو خاص کیا جو زمانۂ تابعین و تبع تابعین میں جامع حدیث و ناشرِ حدیث تھے۔

اس کا مطلب یہ ہوا کہ جو حضرات زمانۂ تابعین و تبع تابعین میں گزرے نہیں وہ محدث نہیں۔ اب ذرا سوچئے! کہ ایک قینچی سے اس نے کتنے محدثین کو زمرۂ محدثین سے کتر دیا۔ حضرت امام احمد بن حنبل، حضرت امام حاکم، حضرت امام بیہقی، ابن ابی شیبہ، عبد الرزاق، ابونعیم وغیرہ وغیرہ سب نکل گئے کہ یہ نہ تابعی نہ تبع تابعی حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی اور حضرت پیر جماعت علی شاہ محدث علی پوری بھی نکل گئے۔ جنہیں سائل خود محدث مان رہا ہے، اور لکھ رہا ہے کہ حضرت شیخ گیارہویں صدی میں گزرے ہیں اور محدث علی پوری چودہویں صدی میں یہ جوشِ عناد ہی کا نتیجہ ہے کہ حضرت محدث اعظم پاکستان کو زمرۂ محدثین سے نکالنے کے لئے ایسی بات لکھ گیا جس سے خود اس کے مسلم الثبوت محدثین بھی اس زمرہ سے نکل گئے۔ بات یہی ہے کہ محدثین متقدمین ہوں یا حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی ہوں، ان سب کا محدث ہونا اس بناء پر ہے کہ ان حضرات نے احادیث کا درس دیا۔ ان کی نشر و اشاعت کی۔ بحمدہٖ تعالیٰ حضرت مولانا سردار احمد صاحب محدث اعظم پاکستان میں بھی یہ بات بدرجۂ اتم موجود تھی کہ آپ نے کم و بیش تیس سال تک ہزاروں کو علمِ حدیث کا درس دیا۔ لاکھوں احادیث کی عوام و خواص میں اشاعت کی۔

اشاعت کا مطلب صرف یہی نہیں کہ فنِ حدیث میں کوئی کتاب لکھی جائے ورنہ لازم آئے گا کہ محدث علی پوری محدث نہ ہوں کہ ان کی بھی فنِ حدیث میں کوئی کتاب نہیں بلکہ پڑھانا، وعظ میں احادیث بیان کرنا، خصوصی مجالس میں ذکر کرنا، فتاویٰ میں لکھنا، مناظروں میں پیش کرنا اشاعت ہے۔ یونہی جمع کرنے کا یہ مطلب نہیں کہ احادیث زبانی سن کر یاد کی جائیں۔ کتب احادیث کا پڑھانا، مطالعہ کرنا بھی جمع ہے۔ بحمدہٖ تعالیٰ یہ دونوں باتیں محدث اعظم پاکستان میں بدرجۂ اتم موجود تھیں۔ اس لئے یہ ضرور بالضرور محدث ہوئے۔ اعظم یوں کہا کہ جو لوگ حضرت موصوف علیہ الرحمۃ سے واقف ہیں انہیں اچھی طرح معلوم ہے کہ احادیث کی اشاعت بذریعہ تدریس و تبلیغ و افتاء جتنی حضرت موصوف نے کی ان

کے عہد میں کسی دوسرے نے نہیں کی۔ نیز احادیث کی صحت وضعف، علت وشذوذ وغیرہ وغیرہ عوارض کی معرفت، تعارض میں تطبیق، معانی کی تشریح میں جویدِ طولیٰ آپ کو حاصل تھا۔ ان کے عہد میں کسی کو نہیں تھا۔ اس لئے مسلمانوں نے انہیں محدثِ اعظم پاکستان کہا۔ محدثِ اعظم یہ خطاب ہے۔ خطاب علم ہے اور اعلام میں الفاظ کے معانی لغویہ کا بتمامھا اعتبار نہیں ہوتا بلکہ ادنیٰ سی مناسبت کافی ہوتی ہے۔ ردّالمحتار میں خزائن الاسرار و بدائع الافکار فی شرح تنویر الابصار کے تحت فی کی توجیہ میں فرماتے ہیں:

ان کان من جزء العلمية فلا يبحث عن الظرفية والا فالاولىٰ حذف في لان خزائن الاسرار هو نفس الشرح و ظاهر الظرفية يقتضي المغايرة.

پھر ظرفیت کی توجیہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

لا يمكن لعلقه بمذكور نظر الى المعنى الاصلي قبل العلمية فان الاعلام و ان كان المراد بها اللفظ قد يلاحظ معها المعاني الاصلية بالتبعية .

اس عبارت کا ماحصل یہ ہے کہ اعلام میں ان کے معنی قبل علمیت کا اعتبار من کل الوجوہ ضروری نہیں۔ صرف وضعِ واضع وتعین لفظ کا اعتبار ہوتا ہے۔ اس میں دوسری جگہ ابی شارح مسلم سے ہے:

التسمية سلبت كلا من جزئية عن معناه الافرادى.

علامہ شامی فرماتے ہیں:

و اما توقف فهم معناه العلمي على فهم جزئيه ففي حيز المنع فان فهم المعنى العلمي من امرئ القيس مثلاً يتوقف علىٰ فهم ما وضع ذالک اللفظ بازائه و هو الشاعر المشهور و ان جهل معنى كل من مفرديه.

دیکھئے صاف تصریح ہے کہ اعلام کے معنی سمجھنے کے لئے اس کے معنی لغوی کا جاننا ضروری نہیں۔ صرف اس موضوع لہ کا جاننا ضروری ہے جس کے مقابلہ میں یہ وضع کیا گیا ہے۔ اسی طرح محدث اعظم جبکہ خطاب ہے جو اعلام میں سے ہے تو اس کی صحت کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ عرف میں حضرت مولانا سردار احمد صاحب کے لئے وضع کیا گیا ہے۔ عوام وخواص سب نے یہ استعمال کیا۔ اس کی صدہا نظیریں ہیں۔

فاروق اعظم، سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا خطاب ہے۔ حالانکہ معنی لغوی کے اعتبار سے فاروق اعظم صرف حضور سید عالم ﷺ ہیں۔ امام اعظم، امام الائمہ حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا لقب ہے حالانکہ یہ لفظ بھی اپنے لغوی معنی کے اعتبار سے صرف حضور سید عالم ﷺ پر صادق ہے۔ غوث الثقلین حضور شیخ محی الدین عبدالقادر رضی اللہ عنہ کا لقب ہے حالانکہ ان کے معنی لغوی حضور سید عالم ﷺ کے ساتھ مختص ہیں۔ صاحب شرح وقایہ کا لقب صدر الشریعہ ہے حالانکہ اس کا بھی معنی لغوی ایسا ہے جو سوائے حضور سید عالم ﷺ اور کسی پر صادق نہیں۔ ان سب کے جواب میں یہی کہا

جائے گا کہ یہ تمام القاب وخطابات ہیں جن کے حقیقی لغوی معنی پورے طور سے ملحوظ نہیں۔ بلکہ صرف وضع وتعین کے اعتبار سے جس کے لئے معروف ہوگیا اس پر بولا جائے گا اور یہ خطاب اپنے عصروزمانہ کے اعتبار سے مقرر ہوئے ہیں۔

حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ یقیناً حتماً حضرت مولانا سردار احمد صاحب محدثِ اعظم پاکستان سے بدرجہا افضل واعلیٰ وبرتر وبالا ہیں۔ اگر حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی نعلین مبارک کی خاک انہیں مل جاتی تو وہ سرمہ بناتے لیکن محدث اعظم ان کا لقب ہونا اس کا مقتضی نہیں کہ اب یہ کسی کا خطاب ہو ہی نہیں سکتا۔ اور اگر سائل اس کا التزام کرے کہ جو القاب حضرت امام مالک کے ہیں وہ ان سے کم درجہ والوں کے نہیں ہوسکتے تو پھر حضرت امام مالک کا خطاب محدث یونہی یہ دوسروں کو جو حضرت امام مالک سے بدرجہا فروتر ہیں کیوں محدث کہتا ہے۔ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی اور حضرت پیر سید جماعت علی شاہ صاحب کو اس نے محدث مانا اور یہ حضرات کبھی بھی حضرت امام مالک کے برابر نہیں۔ یہ بہت بڑا مغالطہ ہے جو سائل نے سمجھ رکھا ہے کہ جو خطاب افضل کا نہ ہو وہ مفضول کا نہیں ہوسکتا۔

اگر سائل کے سمجھے ہوئے اس قاعدے کو درست مان لیا جائے تو لازم آئے گا کہ حضرت عمر کا جو خطاب فاروق اعظم ہے، حضرت عثمان کا غنی ہے، حضرت علی کا شیرِ خدا ہے، حضرت امام اعظم کا امام اعظم، امام الائمہ، حضرت غوث اعظم کا غوث الثقلین ہے، صاحب شرح وقایہ کا صدرالشریعہ ہے۔ ان کے دادا کا تاج الشریعہ ہے۔ یہ سب ناجائز یا کم ازکم نادرست ہوں کہ حضرت عمر سے حضرت ابوبکر افضل ہیں۔ ان کا خطاب فاروق اعظم نہیں۔ حضرت عثمان سے حضرت ابوبکر وحضرت عمر افضل ہیں ان کا خطاب غنی نہیں پھر یہ تینوں حضرات، حضرت علی سے افضل، ان تینوں کا لقب شیرِ خدا نہیں۔ یہ سب حضرات حضرت امام اعظم سے بدرجہا افضل مگر کسی صحابی کا خطاب امام اعظم اور امام الائمہ نہیں۔ یہ تمام حضرات صاحبِ شرح وقایہ اوران کے دادا سے بدرجہا افضل ہیں مگر ان میں سے کسی کا خطاب صدرالشریعہ وتاج الشریعہ نہیں۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ سائل کا سمجھا ہوا قاعدہ درست نہیں اوراس میں کوئی حرج نہیں کہ مفضول کا لقب ایسا رکھا جائے جو افضل کا نہ ہو۔

خلاصۂ جواب یہ ہے کہ محدثِ اعظم پاکستان حضرت مولانا سردار احمد صاحب کا لقب ہے۔ جو ان کی خدمتِ حدیث سے متأثر ہوکر اہل سنت کے عوام وخواص نے دیا۔ اس کے لئے نہ نصِ قرآنی کی حاجت ہے۔ نہ ارشاداتِ حدیث کی، نہ اقوالِ سلف کی، لقب رکھنے کے لئے لغوی معنی کے ساتھ ادنیٰ مناسبت کافی ہوتی ہے۔ من کل الوجوہ اس کا صدق لازم نہیں۔ اس سے قطع نظر کرتے ہوئے اگر محدث کے معنی مصطلح عندالشرع دیکھا جائے تو یہ معنی یقیناً حتماً حضرت مولانا سردار احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ میں پائے جاتے ہیں کہ آپ کی عمر مبارک کا کثیر حصہ احادیثِ نبویہ کی نشر واشاعت، تعلیم وتدریس میں بسر ہوا۔ جس کے نتیجہ میں پاکستان وہندوستان کے علاوہ ممالکِ غیر میں بھی حضرتِ والا کے سینکڑوں وہ تلامذہ موجود ہیں جنہوں نے آپ سے احادیث پڑھیں اور سندیں لیں۔ ہندوستان رہے تو یہاں کے حلقۂ درس میں ہندوستان کے تمام سنی مدارس سے زیادہ آپ کے یہاں دورۂ حدیث میں طلبہ رہا کرتے۔ پاکستان گئے تو

تھوڑی مدت میں تشنگانِ علم حدیث کے مرجع اعظم بن گئے۔اس لئے آپ کی ذات یقیناً اس کی مستحق تھی کہ محدثِ اعظم کا لقب پاتی۔اس پر اعتراض کرنا حضرت والا درجت کے احوال سے ناواقفی کی بناء پر ہوسکتا ہے۔جو آپ کے تبحر علمی سے خصوصاً علم حدیث میں، واقف ہے وہ تسلیم کرے گا کہ آپ کا لقب درست اور صحیح ہے۔امید ہے کہ آپ کو اب ہر طرح کا اطمینان ہو گیا ہو گا اور اب کوئی شک وشبہ نہ رہا ہو گا۔واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ محمد شریف الحق امجدی اعظمی غفرلہ

خادم رضوی دارالافتاء، محلہ سوداگران، بریلی

الجواب صحیح واللہ تعالیٰ اعلم

فقیر مصطفیٰ رضا خاں غفرلہ

اس فتویٰ مبارکہ پر حضرت مفتی اعظم کے علاوہ مفتی برہان الحق جبل پوری، حافظ ملت مولانا عبدالعزیز مبارک پوری، مولانا حسنین رضا خاں بریلوی، مجاہد ملت مولانا حبیب الرحمٰن الٰہ آبادی، علامہ مفتی محمد رضوان الرحمان اور دیگر علمائے اہل سنت نے مہرِ تصدیق ثبت کی۔یوں اکابر علمائے اہل سنت نے یہ متفقہ فیصلہ صادر کر دیا کہ حضرت مولانا سردار احمد صاحب عصرِ حاضر کے محدثِ اعظم ہیں۔فالحمد للہ تعالیٰ علیٰ ذالک

☆......☆......☆......☆......☆

احادیث کی 380 کتب ہیں جو کہ آج کل ساری ملتی نہیں ہیں۔لہٰذا جب کبھی تم سے کوئی کسی حدیث پاک کے بارے میں سوال کرے تو یہ مت کہو کہ یہ حدیث کسی کتاب میں نہیں بلکہ یوں کہو کہ یہ حدیث میرے علم میں نہیں ہے یا میں نے نہیں پڑھی۔

(ارشادِ محدثِ اعظم)

۷۸۶
۹۲

(۱) سورۂ واقعہ شریف یہ کہ ہر رات کو عشا کے بعد کم از کم ایک مرتبہ پڑھیں۔ روزی میں برکت ہوگی۔

(۲) لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ الْمَلِکُ الْحَقُّ الْمُبِیْنُ۔
ایک تسبیح صبح ایک تسبیح شام اول و آخر تین تین بار درود شریف۔

(۳) یَا بَاسِطُ یَا رَزَّاقُ۔ تین تسبیح روزانہ جس وقت چاہیں۔ اول و آخر تین تین بار درود شریف۔

(۴) اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ الَّذِیْ لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ وَاَتُوْبُ اِلَیْہِ۔ ایک تسبیح صبح ایک تسبیح شام اول و آخر تین تین بار درود شریف۔

یہ چاروں وظیفے روزی میں برکت کے لیے ہیں۔ — فقیر قادری چشتی غفرلہ
۱۵ / رمضان مبارک ۹۶ھ

حضرت محدث اعظم کی تحریر مبارک کا عکس

باب ۳

تبلیغی خدمات

فصلِ اوّل

وعظ و تقریر

اگر چہ تدریس، تبلیغ کی احسن صورت ہے۔ اسی لئے گذشتہ باب میں بالتفصیل اس کا ذکر کیا گیا۔ لیکن عوام الناس پر براہِ رست اثرات مرتب کرنے کے حوالے سے تقریر کی اہمیت کا انکار بھی ممکن نہیں۔ حضرت شیخ الحدیث قدس سرہٗ اس ذریعہ تبلیغ کی اہمیت سے بخوبی آ گاہ تھے۔ لہٰذا آپ دن کو تدریس کے فرائض سرانجام دیتے اور رات کو فیصل آباد کی گلی گلی، کوچے کوچے میں عشقِ مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کی خوشبوئیں اور حُسنِ عمل کے موتی بکھیرتے۔ زیرِ نظر سطور میں آپ کی چند تقاریر اوران کے اثرات کا ذکر کیا جا رہا ہے۔

خطبۂ جمعہ:

سنی رضوی جامع مسجد میں آپ کا خطبۂ جمعہ بہت مقبول تھا۔ جسے سننے کے لئے نہ صرف فیصل آباد بلکہ اردگرد کے دیہاتوں اور دوسرے شہروں سے لوگ بڑے ذوق وشوق سے حاضر ہوتے۔ حضرت مولانا ابوداؤد محمد صادق بیان کرتے ہیں: مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ چونکہ ہر جمعہ کو ایک معتد بہ تعداد کا اضافہ ہوتا۔ اس لئے ہر مرتبہ نماز جمعہ کا سلام پھیرنے کے بعد اگلی صفوں والے فوراً اٹھ کر دور تک پھیلی ہوئی پچھلی صفوں پر نظر دوڑاتے اور ہر مرتبہ جمعہ میں شرکت کرنے والوں میں اچھی خاصی تعداد کا اضافہ دیکھ کر نعرہ ہائے تحسین بلند کرتے اور حمدِ الٰہی بجالاتے۔ جب چھوٹا "گول باغ" حاضرین کی دن بدن بڑھتی ہوئی تعداد کو اپنے اندر نہ سمو سکا تو پھر سڑک کی دوسری طرف بڑے "گول باغ" میں نمازِ جمعہ کا سلسلہ شروع کیا گیا۔(۱) بعدازاں بڑے گول باغ میں عظیم الشان "سنی رضوی جامع مسجد" تعمیر ہوئی لیکن مجمع تھا کہ بڑھتا ہی چلا جا رہا تھا۔ یہاں تک کہ مسجد بھر جانے کے بعد جھنگ بازار اور پھر ارشد مارکیٹ میں صفیں بچھانا پڑتیں۔(۲)

جمعہ کو کم وبیش ایک گھنٹہ تقریر فرماتے۔ اس وعظ کی اہمیت کے پیشِ نظر پاکستان موجودگی کی صورت میں کبھی خطبۂ جمعہ کا ناغہ نہ کرتے۔ صفر ۱۳۷۵ھ/ اکتوبر ۱۹۵۵ء میں آپ دربار داتا گنج بخش علیہ الرحمہ میں حاضری کے لئے لاہور تشریف لائے۔ واپسی پر سیلاب کی وجہ سے راستے مسدود ہو گئے۔ آپ دوسرے روز جمعہ کو فیصل آباد پہنچنا چاہتے تھے۔ لہٰذا بذریعہ ریل خانیوال کے راستے فیصل آباد پہنچے اور جمعہ پڑھایا۔(۳) عمر کے آخری ایام میں جب آپ شدید علیل تھے۔ اس وقت بھی حسبِ استطاعت جمعہ میں ضرور حاضری دی۔ بریلی شریف کی طرح یہاں بھی نمازِ جمعہ کے بعد آپ مسلمانوں کے ساتھ مل کر یہ بابرکت درود شریف سو مرتبہ پڑھتے:

صَلَّی اللّٰہُ عَلَی النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَ آلِہٖ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ صَلٰوۃً وَّ سَلَامًا عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہ.(۴)

خطبۂ جمعہ کی ایک جھلک:

محمد نذیر اختر حضرت شیخ الحدیث قدس سرہٗ کے خطبہ جمعہ کا ایک منظر بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "جون ۱۹۵۶ء کا واقعہ ہے، میرے ماموں زاد بھائی حکیم محمد منیر نقشبندی اپنے گاؤں سے ایک دن لائل پور (فیصل آباد) تشریف لائے اور میرے یہاں قیام فرمایا۔ رات بھران سے مختلف مسائل پر تبادلۂ خیالات ہوتا رہا۔ میں ان دنوں محترم حکیم صاحب کے مسلک کے خلاف تھا۔ انہوں نے مجھے قائل کرلیا کہ صبح جمعہ کی نماز گول باغ جھنگ بازار میں حضرت مولانا سردار احمد صاحب کی اقتداء میں ادا کی جائے۔ چنانچہ ہم تقریباً ایک بجے گول باغ جھنگ بازار میں پہنچے۔ ایک بھاری بھر کم بزرگ سفید لباس میں آیت کریمہ قَدْ جَاءَ کُمْ مِنَ اللّٰہِ نُوْرٌ وَ کِتَابٌ مُّبِیْن کی تشریح فرمارہے تھے۔

ان کی نورانی شکل دیکھتے ہی سلف صالحین کا نقشہ میری آنکھوں کے سامنے آگیا۔ میں ان کا نورانی چہرہ دیکھتے ہی ان کی علمیت وعظمت کا قائل ہوگیا۔ بھائی صاحب نے بتایا یہی بزرگ محدثِ اعظم پاکستان مفتی اعظم قبلہ حضرت مولانا محمد سردار احمد صاحب ہیں۔ وہ بیان فرمارہے تھے میں ہزاروں کے اجتماع میں بیٹھا سن رہا تھا۔ وعظ کیا تھا فن وعظ وتقریر کا نمونہ تھا۔ الفاظ کی شستگی وہم آہنگی، ایجاز واختصار، جملوں کی خوبی، استدلال کی پختگی، امثال کی لذت، معانی کی سادگی، افکار کی گہرائی، نورِ مصطفیٰ پر ایک سے ایک بڑھ کر دلیل، نئی نظیریں، اچھوتے نکتے، زورِ بیان، حُسنِ استدلال کی شگوفہ کاریاں، زبان کی گلکاریاں اور دلائل کی پُرکاریاں...... وعظ میں کیا کچھ نہیں تھا؟ سبھی کچھ تھا۔ وہ نورِ مصطفیٰ ﷺ کی ضیاؤں سے سامعین کو روشناس کرارہے تھے۔ ان کی جھولی تشریح وبیان کے موتیوں سے بھری ہوئی تھی۔ وہ مطلع اجتماع پر ان موتیوں کی بارش کررہے تھے اور تشنگان اپنی پیاس بجھارہے تھے۔ وہ تحقیق وتدقیق کے جواہر بکھیر رہے تھے۔ اس دن میں نے بھی اپنا حصہ لیا۔ حقیقت تو یہ ہے کہ ان کا یہ وعظ دو دھاری تلوار تھا جو میرے ذہن پر برقِ جانسوز بن کر گرا۔ اور میں نے دیکھا کہ عقائدِ باطلہ کی ایک ایک دلیل جو میرے ذہن میں ابھی گذشتہ رات پہاڑ کی طرح وزنی اور چٹان کی طرح مضبوط تھی اب روئی کے گالوں کی طرح گول باغ میں بکھر رہی تھی۔ (۵)

خطبۂ جمعہ میں جنّات کی حاضری:

شرقپور شریف کے ایک عامل جناب سید مزمل شاہ صاحب نے عمل سے جنات حاضر کرکے ان سے پوچھا کہ تم کون ہو؟ وہ بولے ہم مسلمان ہیں آپ نے پوچھا کون سے مسلمان ہو؟ وہ جن بولے ہم سنی مسلمان ہیں۔ شاہ صاحب نے پوچھا تمہارے سنی ہونے کی کیا نشانی ہے؟ وہ بولے کہ ہم جمعہ لائل پور (فیصل آباد) جاکر حضرت مولانا سردار احمد کے پیچھے گول باغ میں پڑھتے ہیں۔ (۶)

حضرت شیخ الحدیث کی مقبولیت ومحبوبیت کے کیا کہنے انسان تو انسان جنات بھی آپ کے خطبۂ جمعہ کے فدائی وشیدائی تھے۔ سبحان اللہ

چھ گھنٹے مسلسل تقریر:

خطبۂ جمعہ کے علاوہ حضرت شیخ الحدیث قدس سرہٗ کی قرب وجوار کے دیہاتوں اور شہروں میں تقاریر بھی مسلکِ اہلسنت کی ترویج واشاعت اور فروغ رضویت کا اہم ذریعہ تھیں۔

عظمتِ مصطفیٰ ﷺ بیان کرنے کا ایسا ذوق وشوق تھا کہ آپ لمبی لمبی تقاریر کر کے بھی نہ تھکتے اور کیوں تھکتے کہ ذکرِ مصطفیٰ ﷺ تو آپ کی روحانی غذا تھی۔ یونہی سامعین بھی آپ کی دلنشیں، شیریں اور پر خلوص گفتگو سے متأثر ہو کر تھکن بالکل محسوس نہ کرتے۔ ایک مرتبہ بیرون دہلی دروازہ ملتان کے احباب نے خیر المدارس کے باہر جلسہ رکھ دیا۔ آپ نے چھ گھنٹے مسلسل عظمت وشانِ رسالت اور حقانیتِ مذہبِ اہلِ سنت پر زبردست محققانہ بیان فرمایا۔ نہ آپ تھکے اور نہ ہی مجمع میں کوئی بدمزگی پیدا ہوئی۔(۷)

قیامِ پاکستان سے قبل جودھپور بھارت میں بھی آپ نے چھ گھنٹے مسلسل تقریر فرمائی جس کی روداد بیان کرتے ہوئے علامہ مرغوب احمد اختر الحامدی لکھتے ہیں: "رضوی دولہا کی مدلل تقریر، زبان کی تیزی، الفاظ کا شکوہ، سلاست، پاکیزگی، سبحان اللہ پنجابی ہوتے ہوئے کہیں اردو زبان میں بھول نہ ہوئی۔

پورے چھ گھنٹے بیان فرمایا، مگر نہ کہیں زبان نے لکنت کی نہ کہیں آواز میں خراش پیدا ہوئی۔ نہ گلا خشک ہوا، نہ پانی پیا، نہ پاؤں کو جنبش ہوئی۔ جیسے کسی نے پیروں کو تخت یا سٹیج پر چپکا دیا ہو۔ کاش کہ ہر مقرر میں ایسا ادب واحترام پیدا ہو جائے۔"(۸)

شب بھر تقریر:

چوک گھنٹہ گھر میں شب معراج کا سالانہ عظیم الشان جلسہ تھا اور آپ کا وہاں خطاب تھا۔ اس زمانے میں کسی رسالہ نے یہ لکھا تھا کہ معاذ اللہ " کانگرسی مولوی کو ایک رات پیلی ٹیوب کی روشنی میں دیکھا تو کھدر کا کرتہ، کھدر کا پاجامہ، کھدر کی ٹوپی، کھدر کی صدری میں سیدھے سادے صحابی معلوم ہوتے تھے۔" حضرت شیخ الحدیث قدس سرہٗ نے معراج شریف کے فضائل ومسائل بیان کرنے کے بعد اس جانب رخ فرمایا اور صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی عظمت و شان پر بصیرت افروز بیان فرما کر کانگرسی مولوی کی سیاہ کاریوں، علمی خیانتوں اور اعتقادی ضلالتوں کا پردہ چاک کیا۔ اللہ اللہ ادھر فجر کی اذان ہو رہی تھی اور ادھر صلوٰۃ وسلام کے بعد جلسہ کا اختتام ہو رہا تھا۔(۹)

حیاتِ مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کے موضوع پر ایمان افروز خطاب:

اپریل ۱۹۶۱ء میں حضرت شیخ الحدیث قدس سرہٗ نے گوجرانوالہ کی مرکزی جامع مسجد زینۃ المساجد میں حیاتِ مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کے موضوع پر ایک ولولہ انگیز ایمان افروز خطاب فرمایا جس کی روداد پروفیسر محمد اکرم رضا نے قلمبند

فرمائی ہے۔طوالت سے بچتے ہوئے مکمل روداد تو نہیں البتہ چند جھلکیاں پیشِ خدمت ہیں:

"رات دس بجے کے قریب حضور محدث اعظم زینۃ المساجد پہنچے تو چاروں طرف عقیدت واحترام کی کہکشاں بکھرنے لگی۔ ہرسُو انسانوں کا ہجوم اُمڈا ہوا تھا۔ یہ عشاق کی بارات تھی۔اس وسیع وعریض مسجد کا اندرونی حصہ، برآمدے ،صحن، چھت اور گلیاں حضرت محدثِ اعظم کے عقیدت مندوں سے اٹی ہوئی تھی۔ ہر شخص بے چین ومضطرب تھا کہ اس بطلِ جلیل کی جھلک دیکھ لے۔ جس نے ایک قلیل مدت میں خطۂ پنجاب کو عشقِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے عملی تقاضوں سے بہرہ ور کرایا تھا۔ محدثِ اعظم تشریف لاتے ہی سٹیج پر جلوہ افروز ہوگئے۔ سٹیج پر علماء کا ہجوم تھا۔ محدثِ اعظم کرسی پر تشریف فرما تھے۔ چہرے پر نورِ ایمان نمایاں تھا۔ سفید لباس زیبِ تن تھا۔ سر پر نسواری رنگ کا عمامہ تھا اور اسی رنگ کا ایک کپڑا گلے میں حمائل تھا۔ حسین وجمیل چہرہ جس میں پنجاب کی قدرتی ملاحت بھی شامل تھی۔ ریش مبارک چہرے کے حسن کو دو چند کرتی ہوئی، آنکھیں اسرارِ فطرت کی گہرائیوں میں جھانکتی ہوئی بالآخر وہ ساعتِ سعید آن پہنچی جس کے لئے سب ہمہ تن گوش تھے۔ ساڑھے گیارہ بجے شب قبلہ محدث اعظم کا خطاب شروع ہوا تو سامعین نے سانسیں روک لیں۔ احترام آمیز سکوت چھا گیا۔ ایک بے کراں خاموشی جس میں فقط محدثِ اعظم پاکستان کی آواز گونج رہی تھی۔ آپ نے خطبۂ مسنونہ کے بعد یہ آیت قرآنی تلاوت فرمائی۔

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ.

اس کے بعد آپ نے آیت کریمہ کی تشریح فرمائی اور پھر فرمایا کہ میرا موضوع "حیاتِ مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء "ہے۔ اور میں اس آیتِ مقدسہ کی روشنی میں یہ ثابت کروں گا کہ میرے حضور پرنور ﷺ زندہ ہیں"۔ (۱۰)

پروفیسر صاحب لکھتے ہیں:" تقریر اس قدر پرجوش، ولولہ انگیز، دلائل وبراہین سے آراستہ، آیاتِ قرآنی اور احادیث سے مرصع تھی کہ ہزاروں سامعین بار بار تکبیر ورسالت اور "حیاتِ مصطفیٰ زندہ باد" کے نعرے بلند کرتے رہے۔ حیاتِ مصطفیٰ ﷺ کے عقیدہ پر تقریر کرتے کرتے آپ کی آواز بھرا گئی۔ آنکھوں سے آنسو ابل پڑے۔ جنہیں آپ نے دستار کے پلو سے پونچھا۔ یہ سماں ایسا رقت انگیز تھا کہ سامعین اشک بار ہوگئے۔"(۱۱)

اس کے بعد آپ نے منکرینِ حیات النبی ﷺ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ جس آقا کے صدقے میں سب کچھ عطا ہو رہا ہے۔ اسی کی توہین کرتے ہو۔ جس کے وجود کے صدقے میں تمہیں وجود عطا ہوا۔ اسی کے وجود کا انکار کرتے ہو۔ ربِّ کعبہ کی قسم۔ اگر تم امتِ مصطفوی میں نہ ہوتے کسی اور اُمت میں ہوتے تو اب تک قہرِ خداوندی تمہیں اپنی لپیٹ میں لے چکا ہوتا۔ جنہوں نے تمہیں پناہ دے رکھی ہے۔ تم انہی کو معاذ اللہ مردہ قرار دے رہے ہو۔ سُن لو میرے حضور زندہ ہیں اور زندہ رہیں گے۔

تو زندہ ہے واللہ تو زندہ ہے واللہ
مرے چشمِ عالم سے چھپ جانے والے

ترا کھائیں ، تیرے غلاموں سے الجھیں
ہیں منکر عجب کھانے غرّانے والے

یہاں پہنچ کر قبلہ محدثِ اعظم علیہ الرحمہ پر عجیب بے خودی اور سرشاری سی چھا گئی۔آپ نے "زندہ نبی زندہ نبی " کی تکرار شروع کردی۔آپ بار بار یہی فرمارہے تھے اور ہزاروں کا اجتماع آپ کے اس انداز میں کھوکر "زندہ نبی زندہ نبی" کی تکرار کئے جارہا تھا۔آپ نے تقریباً آٹھ منٹ تک یہی ورد کیا۔آپ خود بھی بے خود تھے اور مجمع کو بھی بے خود بنادیا۔یوں معلوم ہوتا تھا کہ آپ کی آنکھیں بہت سے اسرار سے پردے اٹھتے ہوئے دیکھ رہی ہیں۔کسی شخص کو دوسرے کا خیال نہیں تھا۔ ہر ایک پر یہی ایمان افروز احساس طاری ہو چکا تھا کہ میرے حضور زندہ ہیں، میرے سرکار زندہ ہیں ۔"زندہ نبی زندہ نبی" کی تکرار کرتے کرتے آپ کو کھانسی آنے لگی۔(بعد میں معلوم ہوا کہ آپ کی طبیعت علیل تھی) مگر آپ نے یہ تکرار نہ چھوڑی بالآخر آپ کی آواز کمزور پڑتی گئی۔آپ نے وما علینا الا البلاغ المبین پڑھا اور یوں یہ ایمان افروز خطاب اختتام کو پہنچا۔(۱۲)

میونسپل کالج، فیصل آباد میں خطاب:

حضرت شیخ الحدیث قدس سرہٗ کے وعظ وخطاب کا حلقہ صرف مسجد و مدرسہ تک ہی محدود نہ تھا بلکہ کالج کے طلباء واساتذہ بھی اگر آپ کو دعوتِ خطاب دیتے تو آپ ان کے ہاں تشریف لے جاتے۔چنانچہ پروفیسر محمد یوسف کا بیان ہے جب میونسپل کالج فیصل آباد میں آپ سے خطاب کی درخواست کی گئی تو آپ نے وہاں تشریف لے جاکر مدلل وعظ فرمایا۔ جسے سن کر کالج کے اساتذہ اور طلبہ بہت متأثر ہوئے۔(۱۳)

تقاریر کے دوران حملے:

لائل پور (فیصل آباد) میں آپ کا ابتدائی دور تھا۔محلّہ گرونانک پورہ میں محفل میلاد شریف کا پروگرام تھا اور سردیوں کا موسم تھا۔حاضرین سردی کے باعث سمٹ سمٹا کر بیٹھے تھے۔نعت خوانی کے بعد آپ نے بیان شروع فرمایا۔ خطبہ عربی کے بعد آیہ کریمہ **و ما ارسلنک الا رحمة للعالمین** تلاوت فرماکر ابھی اس کا ترجمہ بھی نہیں کیا تھا کہ دیوبندی حضرات نے ایک منظم پروگرام کے تحت تینوں اطراف سے بھرپور حملہ کیا۔ایک اینٹ سامنے سے آئی جو مائیکرو فون کو لگ کر رک گئی اور آپ بال بال بچ گئے۔اسی طرح دائیں بائیں اور پچھلی طرف کا حملہ بھی ذکرِ رسول پاک ﷺ کی برکت سے ناکام ہوگیا۔لیکن دفعۃً اس شورش کے باعث مجمع جب کھڑا ہوا تو آپ کو اسٹیج پر تشریف فرما نہ دیکھ کر احباب بہت مضطرب ہوئے اور آپ کی تلاش میں ادھر ادھر دوڑنے لگے کہ اچانک آپ ایک طرف سے نمودار ہوئے اور فرمایا :" گھبراؤ نہیں، کوئی بات نہیں، میں حملہ کی شدت کے باعث سٹیج سے نیچے اتر آیا تھا اور اب پھر سٹیج پر جارہا ہوں۔" چنانچہ آپ دوبارہ سٹیج پر جلوہ افروز ہوئے۔فضا پرجوش نعرہ ہائے تکبیر و رسالت سے گونج اٹھی اور جہاں سے بیان رکا تھا آپ

نے وہیں سے شروع فرما دیا اور اپنے مخصوص انداز میں عظمت وشانِ رسالت پر نہایت پُر جوش بیان فرمایا۔ مگر کیا مجال کہ حملہ آوروں کے متعلق ایک لفظ بھی زبان پر لائے ہوں یا ان کے اس ذلیل و ناپاک اقدام کے متعلق کچھ کہا ہو۔ بلکہ دورانِ تقریر جب بار بار نعرۂ تکبیر ورسالت کے ساتھ ساتھ محدث اعظم پاکستان زندہ باد، شیخ الحدیث زندہ باد کا نعرہ لگایا گیا تو آپ نے روک دیا اور فرمایا: "میرے نام کی بجائے صرف نعرۂ تکبیر ورسالت بلند کرو۔" تقریر کے بعد صلوٰۃ وسلام پڑھا گیا اور کامیابی کے ساتھ جلسہ کا اختتام ہوا۔ صبح آپ کے اس ایمان افروز بیان، تحمل و برداشت، زبردست اخلاق، بلند حوصلگی اور اپنی ذات کو زیرِ بحث نہ لانے اور اپنی جان کی پروانہ کرنے کا بہت چرچا ہوا اور بہت سے لوگ از خود مخالفین سے کٹ کر دامنِ شیخ الحدیث سے وابستہ ہو گئے۔ (۱۴)

سرگودھا میں ناکام حملہ:

سرگودھا کی سرزمین پر اہلسنت و جماعت کا پہلا اجلاس منعقد ہو رہا تھا۔ جس میں پیرِ طریقت حضرت علامہ خواجہ محمد قمر الدین سیالوی اور حضرت مولانا عارف اللہ صاحب راولپنڈی (رحمۃ اللہ علیہما) بھی تشریف فرما تھے۔ پہلا بیان حضرت شیخ الحدیث کا تھا۔ آپ عظمت وشان رسالت اور اہلسنت کی حقانیت کے موضوع پر پُر جوش بیان فرما رہے تھے کہ مخالفین نے سوچی سمجھی سازش کے تحت حملہ کر دیا اور جلسہ میں ہنگامہ ہو گیا۔ تھوڑی دیر تعطل کے بعد جلسہ پھر جاری ہو گیا ۔اور آپ نے سلسلہ بیان شروع فرما دیا اور مسلسل تین چار گھنٹے بیان فرمایا۔ اس کے بعد سرگودھا فتح ہو گیا اور اس کی سرزمین اہلسنت کے لئے کشادہ ہو گئی۔ آپ کی توجہ و برکت سے سرگودھا میں اہلسنت و جماعت کا جمعہ شروع ہو گیا۔ آپ شروع میں علماء کو اپنے خرچ پر جمعہ پڑھانے کے لئے فیصل آباد سے سرگودھا بھیجتے رہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہے کہ آج سرگودھا میں اہلسنت و جماعت کی عظیم طاقت ہے۔ (۱۵) آپ کے پُر اثر خطبات اور ان کے بابرکت اثرات دیکھ کر یہ کہنا بالکل جائز و درست ہے اور اس میں مبالغہ کا کوئی شائبہ نہیں کہ

دب گیا باطل جہاں بھی آپ نے تقریر کی
قریہ قریہ آپ نے ہے دین کی تشہیر کی

حضرت شیخ الحدیث کی تقریر کی خصوصیات

حضرت شیخ الحدیث کے پُر اثر خطبات کا تذکرہ پڑھ کر خود بخود ذہن میں سوال اٹھتا ہے کہ ان حیران کن اثرات کی وجوہات کیا ہیں؟ آخر وہ کون سی خصوصیات ہیں جن کی بناء پر حضرت شیخ الحدیث کی تقریر اتنی مؤثر اور مشہور و معروف تھی کہ اسے سننے کے لئے لوگ قرب وجوار اور دور دراز سے دوڑے چلے آتے تھے۔ آیئے ان خصوصیات میں سے چند کا مندرجہ ذیل سطور میں مطالعہ فرمائیے:

1۔درود شریف سے آغاز:

تقریر کا آغاز نہایت محبت کے ساتھ درود شریف پڑھنے سے ہوتا۔عربی خطبہ پڑھنے کے بعد انتہائی پُرسوز اور عشق ومحبت میں ڈوبے ہوئے الفاظ میں حاضرین سے فرماتے:"تمامی احباب نہایت ہی اخلاص،ذوق وشوق اور الفت و محبت کے ساتھ آقا ومولیٰ،مدینے کے تاجدار،احمد مختار،محبوبِ کبریا سرورِ انبیاء،شہ ہر دوسرا،شبِ اسریٰ کے دولہا،عرش کی آنکھوں کے تارے،نبی پیارے ہمارے،نور مجسم،شفیعِ معظم،نبی محترم،رسولِ محتشم،سرکارِ دو عالم حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے دربارِ عالی میں تین تین مرتبہ جھوم جھوم کر ہدیۂ درود وسلام پیش کریں۔"اس کے بعد آپ خود اور تمام حاضرینِ مجلس،درود شریف پڑھنے میں محو ہو جاتے اور صلوٰۃ وسلام کے نغمات گونج اٹھتے۔(۱۶)

2۔سادہ اور عام فہم تقریر:

آپ کی تقریر اتنی سادہ اور عام فہم ہوتی کہ ہر پڑھا لکھا اور ان پڑھ دیہاتی بھی آپ کی بات سمجھ لیتا۔اپنا علم جتانے اور حاضرین پر رعب جمانے کے لئے دقیق نکتے بیان کرنے کی کوشش نہ فرماتے۔تقریر کی سادگی کا عالم یہ تھا کہ کلمۂ طیبہ سے بھی حیات النبی پر استدلال قائم کر لیتے۔فرمایا کرتے کہ کلمۂ طیبہ کا ترجمہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں حضرت محمد مصطفیٰ (ﷺ) اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔اس سے معلوم ہوا کہ حضورِ اکرم ﷺ زندہ بھی ہیں اور منصبِ رسالت پر فائز بھی ہیں اگر آپ زندہ نہ ہوں یا منصبِ رسالت پر فائز نہ ہوں تو یوں کہا جاتا کہ کَانَ مُحَمَّد رَسُوْلُ اللّٰہ یعنی حضور اللہ کے رسول تھے۔مثلاً کہا جاتا ہے کہ فلاں صاحب وزیر ہیں،کمشنر ہیں یا ایس پی ہیں تو اس کا مطلب یہی ہوگا کہ وہ زندہ ہیں اور اس منصب پر فائز ہیں۔اگر وہ صاحب فوت ہو چکے ہوں یا ریٹائر ہو چکے ہوں تو یہ نہیں کہا جائے گا کہ فلاں صاحب وزیر ہیں،کمشنر ہیں یا ایس پی ہیں۔جو شخص حیات النبی (ﷺ) کے مسئلہ کا منکر ہے۔اسے اپنا کلمہ بھی نیا بنانا پڑے گا۔(۱۷)

3۔حوالہ جات کا التزام:

حوالہ ہمیشہ اصل کتاب دیکھ کر پیش کرتے اور اپنے تلامذہ کو بھی یہی تاکید فرماتے کہ جب تک اصل کتاب خود اپنی آنکھوں سے نہ دیکھ لو،اس کا حوالہ نہ دو ایسا نہ ہو کہ تمہارا زبانی دیا ہوا حوالہ اصل سے مختلف ہو یا اگر تم سے اصل کتاب کا مطالبہ کیا جائے تو تم وقت پر نہ دکھا سکو۔خود آپ اپنی علمی شہرت کے باوجود بغیر حوالہ دیکھے بیان نہ فرماتے۔ایک مرتبہ آپ جمعہ کے خطبوں میں مسلسل اختیاراتِ مصطفیٰ ﷺ کے موضوع پر بیان فرما رہے تھے۔اس سلسلہ میں آپ ایک حدیث کا حوالہ پیش کرنا چاہتے تھے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک صحابی سے اس شرط پر ایمان قبول فرما لیا کہ وہ صرف دو نمازیں پڑھے گا۔یہ حدیث امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ نے اپنی کتاب "الامن والعلیٰ" میں مسندِ امام احمد کے

حوالے سے لکھی ہے۔امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمہ کی دیانت وتقویٰ پراعتماد کر کے اگر اس حدیث کا حوالہ دیا جاتا تو اس میں عیب کی بات نہ تھی۔مگر امام احمد رضا قدس سرہٗ پر کلی اعتماد کے باوجود آپ نے اصل کتاب مسند امام احمد دیکھنا ضروری خیال فرمایا۔چونکہ ان دنوں جامعہ رضویہ اور آپ کے ذاتی کتب خانہ میں مسندِ امام احمد موجود نہ تھی۔آپ نے جامعہ رضویہ کے طالب علم مولانا سید حبیب الرحمٰن، حال مقیم ضلع قاضی راولاکوٹ آزاد کشمیر کو حضرت مولانا محمد بشیر مدیر ماہنامہ طیبہ کے پاس کوٹلی لوہاراں ضلع سیالکوٹ بھیجا۔وہاں سے اصل کتاب مسند امام احمد منگوا کر حوالہ دیکھا، پڑھا اور پھر جمعہ کے خطبہ میں بیان فرمایا۔(۱۸)

4۔لطیفہ بازی سے گریز:

عام مقررین کی طرح آپ کی تقریر میں لطیفہ بازی، سوقیانہ انداز، عامیانہ باتیں، پھبتیاں، ٹھٹھہ وتمسخر نہیں ہوتا تھا۔آپ کا اندازِ بیان انتہائی باعظمت، پروقار، مشفقانہ اور ناصحانہ ہوتا تھا اور اصلاح عقائد کے ساتھ آپ اصلاحِ اعمال (پنجگانہ نماز باجماعت، مٹھی بھر داڑھی مبارک، اور رزق حلال وغیرہ) کی بھی تلقین فرماتے۔(۱۹)

5۔تاثیر:

خلوص اُور للّٰہیت کی برکت سے آپ کی تقریر نہایت مؤثر ہوتی۔عوام الناس لمبا سفر طے کر کے آپ کی تقریر سننے کے لئے آتے۔مولانا مفتی محمد امین لکھتے ہیں:"ضلع لائل پور (فیصل آباد) کے گاؤں میں سے کسی گاؤں کے نمبردار چوہدری علی محمد صاحب جمعہ پڑھنے کے لئے آتے تو دو دو تین تین دن قیام کرتے۔ایک دن فقیر نے نمبردار موصوف سے پوچھا: چودھری صاحب آپ پنجابی دیہاتی ہیں اور ہمارے حضرت صاحب اردو میں تقریر کرتے ہیں اور آپ ہر جمعہ کو آجاتے ہیں۔یہ سن کر نمبردار صاحب کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور کہا "یہ نہ پوچھو کہ کیوں آتے ہو بلکہ یہ پوچھو کہ ہمارے سات دن کیسے گزرتے ہیں؟"(۲۰)

6۔اندازِ بیان کی خوبی:

آپ کے اندازِ بیان کی خوبیاں بیان کرتے ہوئے مولانا قاری محبوب رضا خاں لکھتے ہیں:"مولانا کے یہاں رعد کی گونج، بادل کی گرج، بجلی کی تڑپ، تبسم کا رس، نسیم کی خنکی، کلی کا رنگ، غنچہ کی مسکراہٹ، پھول کی مہک، سبزہ کی لہک، بلبل کا ترنم، نرگس کی نظر، شمع کا سوز، پروانے کا جذبہ، صبح کا نور، آفتاب کی چمک، ماہتاب کی دمک، آبشار کا بہاؤ اور سمندر کے مدّ و جزر کا نہایت حسین امتزاج نظر آئے گا جو سامعین کو اپنی طرف اس زور سے کھینچتا ہے کہ وہ دوسری طرف اپنی توجہ منعطف و مبذول کر ہی نہیں سکتے۔محاکمات کا عالم پیش کر کے سامعین کے اذہان کو مسخر کر لیتے ہیں۔نکتہ سنجیاں فرماتے جاتے ہیں۔بات میں بات پیدا کر کے رموز وحقائق کو نہایت آسانی اور روانی سے بیان فرماتے جاتے ہیں اور اپنے دعویٰ کو دلیل سے

اس قدر تقویت پہنچاتے ہیں کہ مخالف بھی سپر انداز ہونے پر مجبور ہو جاتا ہے۔ یہی معراجِ خطابت ہے۔(۲۱)

7۔ فیضانِ رسول ﷺ:

دورانِ تقریر آپ عشقِ رسالت کے خزانے لٹاتے ،تقریر کے دوران یوں معلوم ہوتا تھا کہ بارگاہِ رسالت سے آپ کا کنکشن جڑا ہوا ہے۔ادھر سے فیضان آ رہا ہے اور آپ تقسیم فرما رہے ہیں۔(۲۲) مولانا مفتی ابوسعید محمد امین لکھتے ہیں:"سیدی محدث اعظم پاکستان کا بیان ایسا پر تاثیر ہوتا اور ایسا عشقِ رسول ﷺ کا ورود ہوتا کہ سن کر آنکھوں سے آنسو رواں ہو جاتے اور دل چاہتا کہ اٹھ کر آپ کے قدم چوم لوں ۔مگر اس خیال سے کہ ایسا کرنے سے مجمع درہم برہم نہ ہو جائے اس اقدام سے باز رہتا۔(۲۲)

"آج پھر وہ لطف وذوق لوٹا ہے":

علی پور سیداں میں حضرت شیخ الحدیث قدس سرہٗ نے ایک تقریر فرمائی جس سے سامعین تو سامعین آپ خود بھی کیف وسرور سے سرشار ہو گئے ۔اس یادگار تقریر کی روداد حضرت مولانا عبدالرشید جھنگوی سابق مدرس مدرسہ نقشبندیہ جماعتیہ علی پور سیداں کے الفاظ میں ملاحظہ فرمایئے:"حضرت شیخ الحدیث قدس سرہٗ بریلی سے اجمیر شریف حاضری دیتے ہوئے علی پور سیداں تشریف لائے ۔اس وقت آپ نے ڈیڑھ انار امیرِ ملت محدث علی پوری کی خدمت میں پیش کیا۔امیر ملت نے اس تحفہ کو قبول کرتے ہوئے خادم سے فرمایا:"اس کو میرے کمرے میں میرے پاس ہی رکھنا اور میرے لئے ہی رہنے دینا۔"

رات کو مسجد میں نعت خوانی ہوئی۔مولانا ابوداؤد محمد صادق جو اس وقت علی پور سیداں میں زیرِ تعلیم تھے، نے نعت شریف پڑھی۔اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی کا کلام بڑی محبت سے پڑھا گیا۔آپ نے بھی حاضرین کے ساتھ مل کر نعت شریف کو پڑھا۔اسی وقت آپ نے فرمایا:"اس وقت دلوں کی زمین ہموار ہے لہٰذا سب مل کر پڑھو۔"بعدازاں حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ نے نبی اکرم ﷺ کے فضائل بیان فرمائے ۔آیتِ مبارکہ تلاوت فرمائی اور اسی کے نکات بیان فرمائے اس وقت عجیب کیف کا عالم تھا۔عظمتِ مصطفیٰ کے بیان کیوقت یہ احساس جا تا رہا کہ ہم کہاں ہیں۔ کیف ومستی کا ایک انوکھا منظر تھا۔اختتامِ جلسہ کے بعد فرمایا:"اجمیر شریف میں بھی ایک موقع پر ایسا لطف آیا تھا۔بریلی شریف میں چند بار یہ کیفیت پیدا ہوئی تھی اور آج پھر وہ لطف وذوق لوٹا ہے"۔(۲۴)

8۔ للّٰہیت واخلاص:

عام مقررین کے برعکس آپ نے وعظ ونصیحت اور پیری مریدی کو کاروبار کا ذریعہ نہیں بنایا۔نہ کبھی کھانے پینے کے سلسلے میں کوئی تقاضا کیا اور نہ ہی نذرانہ یا زادِ راہ کا مطالبہ کیا۔ایک مرتبہ حاجی عبدالرحیم اجمیری مٹھائی والے کی دعوت

پر نواب شاہ میں خطاب کے لئے آپ تشریف لے گئے۔مولانا سید غلام محی الدین گیلانی اوکاڑوی بھی ہمراہ تھے۔

حسبِ دستور حاجی عبدالرحیم نے حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ اور دیگر علمائے کرام کی خدمت میں نذرانہ یازادِ راہ پیش نہ کیا۔ واپسی پر جب خانیوال سے مولانا سید غلام محی الدین گیلانی اوکاڑوی گاڑی بدلنے لگے تو حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ سے رخصت ہونے کے لئے حاضر ہوئے۔آپ نے ان کی نقدی خدمت نہ ہونے کے باعث پیدا ہونے والے دلی قلق کو محسوس کرتے ہوئے کچھ اس قسم کے ارشادات فرمائے جسے سن کر سید موصوف آبدیدہ ہو گئے اور ان کا غبارِ خاطر دور ہو گیا۔آپ نے ارشاد فرمایا: "شاہ صاحب! علماء پر تبلیغ فرض ہے۔لوگ جلسوں کا انتظام کر کے علماء کو تبلیغ کی دعوت دیتے ہیں۔اگر عوام جلسوں کا اہتمام نہ کریں تو بھی خود علماء پر جلسوں کا اہتمام کر کے تبلیغ کرنا ضروری ہے۔عوام کا یہ تھوڑا کام ہے کہ وہ جلسوں کے انتظام کی ذمہ داری ادا کرتے ہیں۔عوام سے نقدی خدمت کی توقع نہ رکھو بلکہ غنیمت جانو وہ ایک گونہ آپ کا بار اٹھائے ہوئے ہیں۔"(۲۵)

یہ ان کا تھوڑا احسان ہے ...... :

ایک مرتبہ حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ' فیصل آباد ہی میں تقریر کے لئے ایک جگہ تشریف لے گئے۔انتظامیہ کے افراد جلسہ کے اختتام پر سامان وغیرہ محفوظ کرنے میں مصروف ہو گئے۔حضرت ان کا انتظار کئے بغیر پیدل ہی جامعہ رضویہ کی طرف چلنے لگے۔راستہ میں کسی نے کہہ دیا حضرت! یہ کیسے لوگ ہیں؟ تانگے کا بھی انہوں نے انتظام نہیں کیا۔ حضرت نے خفگی کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا:

"بندۂ خدا کیا کہا؟ انہوں نے میلاد النبی ﷺ کے جلسے کا انتظام کیا اور رسول اللہ ﷺ کے ذکرِ خیر کے لئے اس فقیر کو بلایا۔یہ ان کا تھوڑا احسان ہے۔اگر وہ چاہتے تو آپ کے ذکرِ خیر کے لئے کسی اور کو بلا لیتے۔"(۲۶)

خلوصِ نیت کی نادر مثال:

۱۳۷۱ھ/۱۹۵۲ء میں ستیانہ روڈ فیصل آباد کے ایک گاؤں میں دوپہر کے وقت آپ نے ایک جلسہ میں خطاب فرمایا۔منتظمینِ جلسہ شدتِ مسرت میں آپ کو کھانا نہ کھلا سکے۔واپسی پر آپ نے دورۂ حدیث کے طلباء سے فرمایا کہ: "آج طبیعت انتہائی مسرور ہے کہ ہم وہاں جلسہ میں گئے اور وعظ ہوا اور واپس آئے۔ان لوگوں نے ہماری کسی طرح کی بھی کوئی مادی خدمت نہیں کی۔اللہ تعالیٰ نے یہ سفر خالص اپنے لئے قبول فرمالیا۔"(۲۷)

علماء و مبلغین کے لئے ہدایات:

آپ علماء و مبلغین کو بالعموم اور جامعہ رضویہ کے فضلاء کو بالخصوص مندرجہ ذیل ہدایات فرماتے:

(i) وقارِ علم و علماء کو ہمیشہ مدنظر رکھیں۔کوئی ایسا کام نہ کریں کہ وقارِ علماء مجروح ہو۔

(ii) آپ دین کے مبلغ اور ترجمان ہیں آپ کا کردار بے داغ ہونا چاہیے۔
(iii) دنیاداروں سے بے تکلفانہ روابط قائم نہ کریں۔
(iv) بے ضرورت بازار میں نہ جائیں اور نہ کسی دوکان پر بیٹھیں۔
(v) آپ ہوں اور کتابوں کا مطالعہ۔
(vi) بیان ٹھوس کریں۔ مسئلہ جو بیان کریں اس کا ثبوت تحقیقاً یا الزاماً آپ کے پاس ہو۔
(vii) لباس ہمیشہ اجلا اور اعلیٰ پہنیں۔
(viii) شیروانی استعمال کریں اس سے علماء کا وقار بلند ہوتا ہے۔
(ix) عمدہ جوتا استعمال کریں تاکہ دنیاداروں کی نگاہ عالم کے جوتوں پر رہے۔
(x) نمازیوں سے اخلاق سے پیش آئیں۔
(xi) جو سُنی دھوکے میں ہیں ان کی اصلاح کی کوشش جاری رکھیں۔ (۲۸)

اصلاحِ معاشرہ

حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ صرف وعظ وتقریر کے ذریعے ہی فریضہ تبلیغ انجام نہ دیتے بلکہ جب، جہاں، جس کسی کو خلافِ شریعت وسنت کام کرتے دیکھتے فوراً ٹوکتے اور اصلاح فرماتے۔ اور یوں نہی عن المنکر کے قرآنی حکم پر بحسن وخوبی عمل کرتے۔ اصلاحِ معاشرہ کے لئے کی گئی آپ کی کاوشوں کی چند جھلکیاں مندرجہ ذیل سطور میں ملاحظہ فرمائیں:-

سونے کی انگوٹھی نہ پہنیں:

ایک مرتبہ حاجی سراجدین ،نورانی کیلنڈر فیصل آباد والے حاضر ہوئے۔ ان کے دائیں ہاتھ میں سونے کی انگوٹھی تھی۔ آپ نے فرمایا: "حاجی صاحب! سونے کی انگوٹھی مرد کے لئے منع ہے۔ اسے اتاردو۔" حاجی صاحب نے فوراً انگوٹھی اتاردی اور عرض کی کہ اب اسے مدرسہ کے لئے پیش کرنا چاہتا ہوں۔ فرمایا کہ گھر کے لئے رکھ لو۔ کسی عورت کو پہنا دینا۔ حاجی صاحب موصوف آپ کی بات سے انتہائی متأثر ہوئے۔ (۲۹)

جوتا پہننے کا طریقہ:

مولانا سید حسین الدین شاہ صاحب مہتمم جامعہ رضویہ ضیاء العلوم راولپنڈی فرماتے ہیں کہ ۱۹۵۵ء میں جب میں دورۂ حدیث شریف سے فارغ ہوا اور آپ سے رخصت لے کر آنے لگا۔ میں نے غلطی سے اپنا جوتا پہلے بائیں پاؤں

میں پہن لیا۔آپ نے مجھے دیکھ کر فوراً واپس بلا لیا۔ مجھے اپنی غلطی کا احساس ہو گیا۔آپ نے فرمایا:"جوتا پہننے میں سنت طریقہ یہ ہے کہ پہلے دائیں پاؤں میں جوتا پہنا جائے۔اور جوتا اتارنے کا سنت طریقہ یہ ہے کہ پہلے بائیں پاؤں سے اتارا جائے۔"(۳۰)

مستعمل پانی سے وضو جائز نہیں:

حضرت مولانا عبدالرشید جھنگوی صاحب کا بیان ہے کہ: دورِ طالب علمی میں ایک مرتبہ آپ نے مجھے بریلی شریف میں نل سے لوٹا بھرنے کا حکم دیا۔ میں نے نل سے لوٹا بھرا۔لیکن لوٹے کے پانی میں میری انگلیوں کے پورے لگ گئے۔آپ نے فرمایا کہ یہ پانی مستعمل ہو گیا۔اس سے وضو جائز نہیں۔ میں نے چاہا کہ اس پانی کو گرا کر دوبارہ لوٹا بھر لوں۔ مگر آپ نے فرمایا کہ خوامخواہ پانی ضائع کرنا اسراف ہے۔آپ ایسا کریں کہ اسے مسجد کے تالاب میں ڈال دیں تا کہ اسراف سے بچ جائیں۔(۳۱)

سجدہ صرف اللہ کے لئے:

ایک مرتبہ آپ دربار حضرت داتا گنج بخش قدس سرہٗ حاضر ہوئے۔مولانا حافظ محمد احسان الحق آپ کے ہمراہ تھے۔آپ مزار کے سامنے کھڑے ہو کر دعا مانگ رہے تھے کہ ایک نو وارد آیا۔اس نے دربار کی طرف منہ کر کے سجدہ کیا۔ آپ نے دُعا چھوڑ کر اس کو تنبیہ فرمائی کہ سجدہ صرف اللہ تعالیٰ کے لئے روا ہے۔مخلوق میں سے کسی کو سجدہ روا نہیں۔اگر کوئی شخص مخلوق میں سے کسی کو معبود سمجھ کر سجدہ کرے،کفر ہے۔اور اگر اسے معبود نہ سمجھے صرف تعظیم کے لئے سجدہ کرے پھر بھی ہماری شریعت میں حرام اور ممنوع ہے۔

آپ نے دربار شریف کے منتظمین سے فرمایا کہ اس مضمون کی ایک تختی بنوا کر یہاں لگا دی جائے کہ مزارات کو سجدہ کرنا روا نہیں۔آپ کی ہدایات کے مطابق وہاں جلی حروف میں لکھی ہوئی تختی آویزاں کر دی گئی۔(۳۲)

سجدہ کا درست طریقہ:

مولانا الٰہی بخش قادری بیان کرتے ہیں: ایک مرتبہ لاہور میں آپ میری دعوت پر تقریر کے لئے تشریف لائے۔رات کو تقریر ہوئی۔صبح کی نماز میں نے پڑھائی۔آپ نے نماز کے بعد جب سب نمازی جا چکے تو مجھے علیحدگی میں فرمایا: مولانا! سجدہ کرتے وقت دونوں پاؤں کی انگلیوں کے پیٹ زمین پر لگنا ضروری ہے۔پھر خود سجدہ کر کے بتایا۔اس وقت نماز میں میرے پاؤں کی انگلیاں کسی وجہ سے نہ لگی تھیں۔آپ کے اس ناصحانہ اندازِ اصلاح سے میں بے حد متأثر ہوا۔ (۳۳)

کعبہ نہ چھوڑ زاہدا یار کے در پہ پڑھ نماز:

راولپنڈی میں حاجی عبدالحمید کے ہاں آپ قیام پذیر تھے کہ حاجی عبدالرحیم اور بشیر احمد حاضر ہوئے ۔ یہ حضرات آسودہ حال تھے اور صرف محبتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خاطر نعت خوانی کیا کرتے تھے ۔ ان دونوں حضرات نے اجازت پا کر نعت پڑھی ۔ دورانِ نعت ایک مصرعہ اس طرح پڑھا: ۔

کعبہ کو چھوڑ زاہدا ، یار کے در پہ پڑھ نماز

آپ نے فوراً روک دیا اور فرمایا اس مصرعہ کو یوں پڑھو:

کعبہ نہ چھوڑ زاہدا ، یار کے در پہ پڑھ نماز

تمام حاضرین آپ کی بروقت اصلاح سے محظوظ اور متأثر ہوئے ۔ (۳۴)

نعت شریف کہو:

مولانا سید حبیب الرحمٰن نے ایک جلسہ کی روداد بیان کرتے ہوئے آپ کی خدمت میں یوں عرض کیا: "ابتداء میں فلاں صاحب نے تلاوت فرمائی پھر نعت شعت ہوئی ...... یہ لفظ سننا تھا کہ فوراً استغفر اللہ، انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھنا شروع کیا ۔ بار بار استغفر اللہ پڑھ رہے تھے اور فرماتے تھے: شاہ صاحب! ہمیں آپ سے یہ توقع نہ تھی ۔ آپ نے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ رفیع میں بڑی بے ادبی کی ہے ۔ یہ نعت شعت کیا ہے؟ نبی اکرم، نورِ مجسم، شفیع معظم صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت ایسے فروتر الفاظ کا استعمال جائز نہیں، سوئے ادب ہے ۔ آپ نے یہ کیا انٹ شنٹ کہہ دیا ہے؟ پھر فرمایا: "نظم کی صورت میں حضور ﷺ کی تعریف کو نعت کہتے ہیں ۔ حضور کی نسبت سے اسے نعت شریف کہنا چاہیے ۔ مولانا ! اب اس کا کفّارہ ادا ہونا چاہیے ۔ بھلا معلوم ہے کہ اس کا کفارہ کیا ہے؟ خود ہی ارشاد فرمایا: "علماء نے لکھا ہے کہ مدینہ طیبہ کو یثرب کہنا بے ادبی ہے ۔ علماء نے اس کا کفارہ یہ لکھا ہے کہ جو آدمی ایک مرتبہ یثرب کہے وہ دس بار مدینہ طیبہ کہے ۔ آپ بھی دس مرتبہ کہیں کہ نظم کی صورت میں حضورِ اقدس نورِ معظم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف کو نعت شریف کہتے ہیں ۔ "(۳۵)

نعت خواں کی اصلاح:

دورانِ قیام راولپنڈی ایک تقریر کے بعد حسبِ معمول ایک نعت خواں نے سلام پڑھایا ۔ دورانِ سلام کچھ اس قسم کے اشعار پڑھے ۔ جن کا مفہوم یہ تھا کہ معلوم نہیں کہ حضورِ اکرم ﷺ بشر ہیں یا نور؟ سلام کے یہ اشعار سن کر آپ نے نعت خواں کی وہیں اصلاح فرمائی ۔ تقریباً نصف گھنٹہ تک آپ نے یہ مسئلہ سمجھایا کہ حضور نبی اکرم ﷺ اپنی حقیقت کے اعتبار سے نور ہیں اور آپ کی ظاہری صورت بشری ہے ۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے نور پاک سے پیدا فرمایا ۔ چونکہ آپ نے اس دار العمل میں بندوں کی ہدایت کا فریضہ انجام دینا تھا ۔ اس لئے آپ نے بشری لباس میں جلوہ گری فرمائی ۔ آپ

کا بشر ہونا صرف ظاہری اعتبار سے ہے۔اصل حقیقت کے اعتبار سے آپ کی نورانیت اور ظاہری صورت میں آپ کی بشریت میں شک نہیں کرنا چاہیے۔(۳۶)

بعداز عصر مجلسِ عام:

درس وتدریس،فتویٰ نویسی،خطوط کے جوابات لکھنے یا لکھوانے،مہمان علماء کی ملاقات،تصنیف وتالیف اور اسی نوعیت کی شدید مصروفیات کے باوجود روزانہ عصر کی نماز کے بعد کھلی جگہ تشریف رکھتے تا کہ زیارت کے لئے آنے والے ہر شخص کو موقعہ مل سکے۔اور عوام الناس اپنے مسائل آپ سے حل کرواسکیں۔چنانچہ عصر کی نماز کے بعد عوام وخواص کا کثیر اجتماع ہوتا۔جس میں آپ مغرب کی اذان تک تشریف فرما ہوتے۔اس مجلس میں بھی وعظ وارشاد کا ہی غلبہ ہوتا۔ایسی ہی ایک مجلس میں جناب چوہدری مختار احمد انور ایڈووکیٹ اور ان کے ایک وکیل ساتھی موجود تھے۔جناب مختار احمد انور نے شجرۂ قادریہ میں امام احمد رضا قدس سرہٗ کے اس شعر کے متعلق دریافت کیا۔

قادری کر قادری رکھ ، قادریوں میں اٹھا
قدرِ عبدالقادر قدرت نما کے واسطے

یہاں قادری کرنے اور قادری رکھنے کی دعا کا یہ مطلب ہوسکتا ہے کہ باقی سلاسل ہائے طریقت امام احمد رضا قدس سرہٗ کو پسند نہیں۔اس کے جواب میں آپ نے فرمایا کہ قادری سے مراد یہاں طریقت کا سلسلۂ قادریہ نہیں بلکہ غوثِ پاک حضرت شیخ سید عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کو ماننے والا ہر ایک قادری ہے۔اگر چہ وہ مشرباً چشتی ہو یا نقشبندی ہو یا سہروردی۔(۳۷)

اصلاح ہر جگہ:

آپ سفر وحضر ہر جگہ تبلیغ واصلاح کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہ دیتے۔

تانگہ والوں کی عموماً عادت ہوتی ہے کہ وہ اپنے گھوڑے کو یا تو گالیاں دیتے ہیں یا پیار سے انہیں بیٹا کہتے ہیں۔ آپ انہیں تاکید فرماتے کہ کسی جانور کو گالی دینا جائز نہیں اور کسی جانور کو بیٹا کہنا روا نہیں۔(۳۸)

ایک صاحب کی ٹیڑھی مانگ،انگریزی طرز کے بال وغیرہ دیکھ کر فرمایا۔بندۂ خدا!مسلمان کا سر تو اس قابل نہیں کہ اس پر انگریزی بال ہوں۔ایک بار خانیوال کے صوفی محمد ریاض رضوی نے داڑھی کچھ کم کرادی۔حضرت کو ناگوار ی محسوس ہوئی اور پھر کچھ عرصہ کے بعد ان کی پوری داڑھی دیکھ کر خوش ہوئے اور فرحت ومسرت سے فرمایا۔"ریاض میں بہار آ گئی"سبحان اللہ۔ایک داڑھی منڈے نوجوان کے سر کے بال لمبے تھے۔اسے دیکھ کر فرمایا:"بال آگے بڑھانا چاہیے تھے تم نے پیچھے بڑھالئے۔"یعنی داڑھی لمبی رکھنی چاہیے تھی تم نے سر کے بال پیچھے سے لمبے کر لئے۔(۳۹)

دلنشیں اندازِ اصلاح:

آپ کے دلنشیں اندازِ اصلاح سے متأثر ہو کر نہ صرف لوگ اصلاح قبول کرتے بلکہ مدتوں آپ کے کلام کی لذت ومٹھاس کو یاد کر کے کیف وسرور محسوس کرتے۔ ملتان میں تین نوجوان آپ سے بیعت ہوئے۔ آپ نے انہیں مسلکِ اہلسنت پر قائم دائم رہنے۔ اس کی تبلیغ کرنے۔ نماز ہائے پنجگانہ پابندی سے پڑھنے کی تلقین فرمائی۔ پھر انہیں داڑھی رکھنے اور مونچھیں کاٹنے کا بڑے پیارے انداز میں حکم دیا اور فرمایا کہ جس طرح وتروں کی نماز کو واجب سمجھتے ہو۔ اسی طرح داڑھی بڑھانے کو بھی واجب سمجھو۔ ایک مشت داڑھی رکھنا واجب ہے۔ اس کے خلاف کرنے یعنی کم کرنے پر گناہ اور عذاب ہوگا۔ حضرت محدث اعظم کی حسین تلقین کا ان پر گہرا اثر پڑا۔ انہوں نے داڑھیاں رکھ لیں اب وہ بحمدہٖ تعالیٰ شریعت کے پابند ہیں اور بڑی وجاہت رکھتے ہیں۔(۴۰)

صوفی منظور حسین کا بیان ہے کہ حبیب نامی ایک شخص نے مجھ سے کہا کہ میں حضرت قبلہ محدثِ اعظم سے بیعت کرنا چاہتا ہوں۔ میرے ساتھ چلو میں حبیب کو ساتھ لے کر بیعت کی غرض سے جامعہ رضویہ حاضر ہوا۔ اور حبیب کا مدعا پیش کر دیا۔ آپ کو دیکھتے ہی وہ ساتھی بہت متأثر ہوا۔ اس کے دل کی مراد پوری ہوئی۔ وہ آپ کے قدموں میں گر کر قدم بوس ہوا۔ آپ نے اسے بیعت فرمایا پھر پوچھا کہ تمہارا نام کیا ہے اس نے عرض کیا کہ میرا نام حبیب ہے۔ آپ نے فرمایا: "ارے بندۂ خدا! ایسا نہیں کہا کرتے کہو کہ میرا نام محمد حبیب ہے۔" اتنا سننا تھا کہ اس کے دل کی دنیا ہی بدل گئی۔ آج وہ آپ کے کلمات کی لذت اپنے سینے میں پاتا ہے۔(۴۱)

مقررین کی اصلاح

مقررین کے ذریعے سے عوام الناس تک دین کی بات پہنچتی ہے۔ لہٰذا ان کی غلطی سے سخت نقصان کا خدشہ ہوتا ہے اور اگر غلطی ایسی ہو جس سے عقیدہ کو ٹھیس پہنچتی ہو تو برسرِ مجلس اصلاح کرنا ضروری ہو جاتا ہے۔ اسی لئے حضرت شیخ الحدیث قدس سرہٗ مقررین کی اصلاح کی جانب خصوصی توجہ فرماتے۔ اگر غلطی معمولی ہوتی تو علیحدگی میں تنبیہ کرتے اور اگر غلطی ایسی ہوتی جس سے عقیدہ وعقیدت پر حرف آتا ہو تو سب کے سامنے اصلاح فرماتے۔ بطورِ نمونہ مقررین کی اصلاح کے چند واقعات ملاحظہ فرمائیے:

آئندہ احتیاط رکھئے:

مولانا ابوالنور محمد بشیر اپنا ایک واقعہ بیان کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں: "شیخ الحدیث حضرت مولانا سردار احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ مجھ پر بڑی شفقت فرمایا کرتے تھے۔ اپنے مدرسہ کے سالانہ جلسے میں مجھے ضرور بلاتے اور میری

تقریر پر بڑی خوشی کا اظہار فرماتے اور اپنی دعاؤں سے مجھے نوازتے۔ ایک مرتبہ ان کی موجودگی میں میری تقریر ہو رہی تھی۔ میں نے اپنی تقریر میں حضرت ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا واقعہ بیان کیا۔ حضرت ربیعہ رضی اللہ عنہ نے حضورِ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو تہجد کے وقت وضو کے لئے پانی دیا۔ تو حضور کا دریائے رحمت جوش میں آیا اور آپ نے ربیعہ سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ سَل حدیث میں صرف لفظ سَل آیا ہے۔ مگر مجھ سے زورِ بیان میں سَل ماشئت نکل گیا۔ اور میں نے اس کا ترجمہ بھی یہی کیا کہ "مانگ جو تو چاہے"۔ تقریر ہوتی رہی حضرت مولانا بھی خوب داد دیتے رہے رات گزری صبح ہوئی۔ بعد از نمازِ فجر میں بھی حضرت مولانا کے کمرے میں حاضر ہوا۔ بہت سے طلباء اور مشتاقانِ زیارت حاضر تھے۔ مولانا نے سب کو چائے پلائی اور مجھے بھی۔ جب چائے کا دور ختم ہوا تو سب سے فرمایا۔ آپ ذرا باہر تشریف لے جائیں۔ مجھے مولانا محمد بشیر سے کچھ بات کرنی ہے۔ سب حاضرین باہر چلے گئے تو مجھ سے مخاطب ہو کر میری رات کی تقریر کی خوب تعریف فرمائی اور پھر بڑے پیار اور مشفقانہ و معلمانہ انداز میں فرمایا۔ "آپ نے جو حضرت ربیعہ کا واقعہ بیان فرمایا ہے۔ ماشاء اللہ خوب بیان فرمایا مگر حدیث میں سَل ماشئت نہیں صرف "سَل" ہے۔ ماشئت کا لفظ آپ کی زبان سے زائد نکل گیا ہے۔ آئندہ احتیاط کیجئے۔ اگر کوئی مخالف یہ لفظ پوچھ بیٹھے تو مشکل پیدا ہو جائے گی۔"

سبحان اللہ! لغزش پر تنبیہ اور اصلاح کا کیا پیارا انداز تھا۔ میرے دل پر آج تک اس کا اثر ہے۔ اس دن سے آج تک جب کبھی یہ حدیث بیان کرتا ہوں تو سَل پر پہنچتے ہی مولانا کی تنبیہ سامنے آ جاتی ہے۔ (۴۲)

''صورۃ'' کا ترجمہ صورت ہی کیجئے:

مولانا ابوالنور ہی بیان کرتے ہیں: "چک جھمرہ ضلع فیصل آباد کی جامع مسجد میں سالانہ جلسہ تھا۔ حضرت شیخ الحدیث مولانا سردار احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ صدر تھے۔ اور میں تقریر کر رہا تھا۔ اثنائے تقریر میں میں نے یہ حدیث پڑھی۔ "رَاَیْتُ رَبِّیْ فِیْ اَحْسَنِ صُوْرَۃٍ" اور اس کا ترجمہ کیا۔ "میں نے اپنے رب کو بڑی حسین شکل میں دیکھا۔" حضرت مولانا نے اسی وقت مجھے روکا اور فرمایا۔ ''مولانا صورۃ کا ترجمہ صورت ہی کیجئے۔ اللہ تعالیٰ شکل سے پاک ہے۔'' میں نے مولانا کی اسی اصلاح کو بصد شکریہ قبول کر لیا۔ اور اسی وقت اپنی لغزش پر خدا کے حضور معذرت کر کے ترجمہ یہ کیا کہ "میں نے اپنے رب کو بڑی حسین صورت میں دیکھا۔" (۴۳)

مولانا ابوالنور محمد بشیر مزید لکھتے ہیں: "صورت کے معنی ہیں۔ پیکر اور وجود، اس معنی میں خدا کی صورت یقیناً ہے یعنی وہ موجود ہے اور شکل کا معنی ہے "سرخی اور سفیدی وغیرہ کیفیت رکھنے والی چیز" اور اللہ تعالیٰ رنگ و کیفیت سے پاک ہے اس لئے وہ شکل سے پاک ہے۔ چونکہ میری یہ لغزشِ ترجمہ خدا تعالیٰ کے تقدس کے خلاف تھی۔ اس لئے مولانا نے مجھے اسی وقت روک دیا تا کہ میری اور سب سننے والوں کی اصلاح ہو جائے۔ پچھلی حکایتِ حدیثِ ربیعہ میں مجھ سے جو لغزش ہوئی وہ ایسی لغزش نہ تھی جس سے کسی بنیادی عقیدہ پر حرف آتا ہو وہ تو محض ایک ایسے لفظ کی زیادتی تھی۔ جو حدیث

میں نہ تھا چونکہ وہ لغزش محض ایک ذہنی بھول تھی اس لئے اس کی اصلاح کے لئے کمرہ کے سارے احباب کو باہر نکال کر تنہائی میں مجھے میری بھول پر متنبہ فرمایا اور یہ ترجمہ کی غلطی ایسی تھی جس کے باعث خدا کے تقدس پر حرف آتا ہے۔اس لئے اس کی اصلاح فوراً اور سارے مجمع میں کردی تاکہ سب اس غلطی کے گناہ سے بچ جائیں۔یہ ہیں علمائے اہل سنت اگر کوئی اور ہوتا تو حدیثِ ربیعہ میں میری بھول پر اپنی علمی قابلیت جتلانے کے لئے اسی وقت مجھے ٹوک دیتا اور دوسری حدیث کا غلط ترجمہ سن کر ہر دلعزیز بننے کے لئے ساکت عن الحق ہو جاتا۔(۴۴)

خدا تعالیٰ کھڑا ہونے سے پاک ہے:

ایک مرتبہ مولانا غلام محمد ترنم کے منہ سے تقریر کے دوران یہ جملہ نکل گیا کہ "نماز میں ایک طرف بندہ کھڑا ہوتا ہے اور دوسری طرف خدا کھڑا ہوتا ہے۔"حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ نے یہ بات سن کر فوراً ٹوک دیا اور فرمایا:"مولانا توبہ کیجئے، خدا تعالیٰ کھڑا ہونے سے پاک ہے۔"مولانا ترنم نے اسے تسلیم کرتے ہوئے فوراً فرمایا:"ہاں میں توبہ کرتا ہوں۔"(۴۵)

ایک بات یاد رکھو جہاں کہیں بھی تم میں سے کوئی خطیب و امام ہو یا مدرس ہو اگر خدانخواستہ آپ کے مقتدیوں، سنیوں میں آپ کی وجہ سے پارٹی بازی وافتراق وانتشار کی صورت بن جائے اور اہل سنت و جماعت میں آپس میں فساد کا خطرہ پیدا ہو جانے کا امکان ہو تو فوراً وہاں سے امامت ترک کر دیں اور یہ کہیں کہ ''پائے مالنگ نیست، مُلکِ خدا تنگ نیست''

ہاں اگر بد مذہبوں سے مقابلہ ہو تو احسن طریقہ سے مقابلہ کرو اور ان کو شکست دو۔مذہب حق اہل سنت و جماعت کی تبلیغ واشاعت خوب کرو۔گول مول عقیدہ نہ رکھو۔فقیر یہ کہتا ہے کہ سردار احمد رہتا تو گول باغ میں ہے لیکن سردار احمد کا مذہب گول مول نہیں ہے۔

(ارشادِ محدثِ اعظم)

فصلِ دوم

ملّی وسیاسی خدمات

حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ کی حیاتِ طیبہ کا زیادہ حصہ درس وتدریس میں بسر ہوا۔ تدریس اتنا مشکل کام ہے کہ مدرس کے لئے اس سے ہٹ کر کسی اور جانب توجہ کرنا نہایت دشوار ہوتا ہے۔ لیکن بعض اوقات قوم پر ایسی مصیبت آن پڑتی ہے کہ مدرس کے لئے اس سے صرفِ نظر کرنا ممکن نہیں رہتا۔ حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ نے بھی قوم پر مصیبت کا ایسا وقت آتا دیکھا تو بھرپور طریقے سے ان مصائب کو دور کرنے اور قوم کی ڈوبتی کشتی کو پار لگانے کا فریضہ انجام دیا۔ آپ کی ان ملّی خدمات کا مختصر تذکرہ پیشِ خدمت ہے:

1۔ تحریک مسجد شہید گنج:

ربیع الاوّل ۱۳۵۴ھ/ جون ۱۹۳۵ء میں سکھوں نے انگریزی حکومت کی سرپرستی میں لاہور کی مسجد شہید گنج کو ظلماً شہید کر دیا۔ سکھوں کا دعویٰ یہ تھا کہ یہ جگہ مسجد نہیں بلکہ گوردوارہ ہے۔ مسلمانوں کا موقف یہ تھا کہ یہ عمارت ہمیشہ مسجد رہی ہے۔ سکھوں نے اپنی عملداری میں اس مسجد کو گوردوارہ میں تبدیل کر دیا تھا۔

مسجد کا شہید ہونا تھا کہ برصغیر کے طول وعرض میں مظاہرے اور جلسے شروع ہو گئے۔ یہ مسئلہ صرف لاہور کا نہیں بلکہ برصغیر کے تمام مسلمانوں کا دینی مسئلہ بن گیا۔ شاہی مسجد لاہور سے نکلنے والے احتجاجی جلوس کے قائدین میں حضرت حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا بریلوی نمایاں تھے۔(۴۶)

انہی دنوں ایک استفتاء کے جواب میں مفتیٔ اعظم مولانا شاہ مصطفیٰ رضا خاں نے ایک مفصل فتویٰ دیا جس میں فرمایا:

(ا) جس خطۂ زمین پر ایک مرتبہ مسجد بن جائے تا قیامِ قیامت اسے مسجدیت سے خارج نہیں کر سکتے۔

(ب) مسجد شہید گنج مسجد تھی اور اب بھی مسجد ہے۔ اگرچہ اس کی عمارت منہدم کر دی گئی ہے۔

(ج) جو لوگ حمیتِ دینی سے سرشار ہو کر مسجد شہید گنج کی بازیابی کی کوشش میں جاں بحق ہوئے ہیں وہ شرعاً شہید ہیں۔(۴۷)

اس فتویٰ کی تصدیق وتائید جن علمائے کرام نے فرمائی ان میں حضرت شیخ الحدیث قدس سرہٗ کا نام نمایاں حیثیت سے شامل ہے۔(۴۸)

اس طرح خالص فقہی اور علمی اعتبار سے حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ نے تحریک مسجد شہید گنج میں حصہ لیا

2۔تحریکِ پاکستان میں شرکت:

مسلمانوں کے علیحدہ وطن پاکستان کے قیام کے لئے آپ نے بھرپور جدوجہد فرمائی۔اس مقصد کے لئے قائم اہل سنت کی ملک گیر تنظیم آل انڈیا سنی کانفرنس کے کئی اجلاسوں میں آپ نے شرکت فرمائی۔آل انڈیا سنی کانفرنس کے یادگار اجلاس بمقام بنارس میں شرکت کے لئے حضرت صدرالا فاضل مولانا محمد نعیم الدین مرادآبادی نے مندرجہ ذیل مکتوب ارسال فرمایا:

بنارس میں سنی کانفرنس کے اجلاس ۲۷، ۲۸، ۲۹، ۳۰اپریل ۱۹۴۶ء کو ہوں گے۔آپ کی شرکت اس کانفرنس کی روح ہے۔۲۶اپریل کی شام یا۲۷اپریل کے دن بنارس رونق افروز ہو جایئے۔مصارفِ سفر یہیں حاضر کئے جائیں گے۔حضرت مفتی اعظم دام مجدھم اور بریلی سنی کانفرنس کے اراکین کی خدمت میں بھی میری طرف سے التجائے شرکت عرض کر دیں۔والسلام

سید محمد نعیم الدین از بنارس کینٹ اسٹیشن ڈیری (۴۹)

اس کانفرنس میں اعلان کیا گیا کہ آل انڈیا سنی کانفرنس کا یہ اجلاس مطالبۂ پاکستان کی پُر زور حمایت کرتا ہے۔ اور یہ اعلان کرتا ہے کہ علماء ومشائخ اہل سنت،اسلامی حکومت کے قیام کی تحریک کو کامیاب بنانے کے لئے ہر امکانی قربانی کے واسطے تیار ہیں اور یہ اپنا فرض سمجھتے ہیں کہ ایسی حکومت قائم کریں جو قرآن کریم اور حدیثِ نبویہ کی روشنی میں فقہی اصول کے مطابق ہو۔(۵۰)

حضرت شیخ الحدیث قدس سرہٗ اس یادگار کانفرنس میں شرکت کی تیاری کر رہے تھے کہ افسوس آپ کے صاحبزادے محمد فضلِ رحیم کی وفات کی خبر موصول ہوئی۔آپ کو فوراً اپنے گاؤں دیال گڑھ آنا پڑا۔اس وجہ سے آپ کانفرنس میں باوجود بھرپور تیاری کے شرکت نہ کر سکے۔(۵۱)

انہی دنوں بہار کے صوفی منظور حسین القادری نے علمائے اہل سنت کی خدمت میں متحد و متفق ہو کر حصولِ پاکستان کی کوششیں تیز تر کرنے کی اپیل کی۔اس اپیل میں جن علماء کو مخاطب کیا گیا ہے ان میں حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ کا نام نامی سرِفہرست ہے۔اس سے آپ کی تحریکِ پاکستان میں نمایاں حیثیت کا اظہار ہوتا ہے۔(۵۲)

شہادت کی افواہ:

ہندوؤں کی نظر میں مسلم لیگ سے زیادہ خطرناک سنی کانفرنس تھی۔اسی لئے انتہاء پسند ہندو تنظیموں نے سنی علماء و مشائخ کو اپنے راستے سے ہٹانے کے منصوبے بنائے۔سنی کانفرنس کے عظیم رہنما حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ فساداتِ بریلی میں انتہا پسند ہندوؤں کا نشانہ بنے مگر اللہ تعالیٰ نے آپ کی حفاظت فرمائی۔فسادات کی افراتفری کے باعث انہی دنوں آپ کی شہادت کی غلط خبر پورے ملک میں پھیل گئی۔جگہ جگہ ایصالِ ثواب کی محافل اور تعزیتی اجلاس منعقد ہوئے۔

لیکن اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے حضرت شیخ الحدیث صحیح وسلامت رہے بلکہ اس نازک دور میں آپ بنفسِ نفیس بریلی کی حفاظت کے لئے پہرہ دیتے رہے۔ چند دنوں بعد صحیح صورتِ حال واضح ہونے پر شہادت کی خبر کی تردید شائع ہوئی۔ تردیدی خبر کی اشاعت پر اہل سنت وجماعت میں خوشی کی لہر دوڑ گئی اکابر علماء صدر الشریعہ مولانا امجد علی اعظمی، صدر الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین، مولانا ابوالبرکات سید احمد قادری وغیرہ نے آپ سے ملاقات کر کے سکون وقرار حاصل کیا۔(۵۳)

فسادزدگان کی امداد:

اس عرصہ میں دارالعلوم مظہرِ اسلام بریلی کی حیثیت صرف درس گاہ کی نہ رہی بلکہ اسے فسادات سے متأثرہ غریب ومسافر مسلمانوں کے حفاظتی کیمپ اور اہلِ حاجت کے مرکز کی حیثیت حاصل ہوگئی۔ حضرت شیخ الحدیث کی زیرِ صدارت اجلاس میں اہل حل وعقد نے فیصلہ کیا کہ ہنگامی طور پر جمع شدہ سرمائے کو تین مدوں میں تقسیم کر کے علیحدہ علیحدہ خرچ کیا جائے۔

(۱) بمدمقدمہ (۲) بمدِ اخراجاتِ طلبہ (۳) بمدِّ اہلِ حاجت

حضرت شیخ الحدیث کی زیرِ نگرانی اس کے مطابق اخراجات ہونے لگے۔ مگر آپ نے حسبِ عادت حساب اپنے ہاتھ میں نہ رکھا۔(۵۴)

تحریک پاکستان کے ہراول دستے میں:

حضرت شیخ الحدیث نے اگرچہ کسی سیاسی جماعت کی رکنیت اختیار نہ کی تاہم عالمانہ وقار سے تحریکِ آزادی میں قائدانہ حیثیت سے کام کیا۔ اس امر کا اقرار خود مسلم لیگ کے ذمہ دار اراکین نے کیا۔ روزنامہ سعادت کے مدیر جناب ناسخ سیفی تحریکِ پاکستان کے سرگرم رکن تھے۔ انہوں نے بار بار روزنامہ سعادت میں حضرت شیخ الحدیث کی تحریکِ پاکستان میں خدمات کا ذکر کیا۔ ایک بیان ملاحظہ ہو:

> حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ کے ساتھ میں نے متعدد مقامات پر سفر کیا۔ آپ کا شمار تحریکِ پاکستان کے ہراول دستہ میں ہوتا ہے۔(۵۵)

قیامِ پاکستان پر اظہارِ مسرّت:

جمعۃ الوداع (۲۷رمضان المبارک ۱۳۶۶ھ/۱۵اگست ۱۹۴۷ء) کا خطبہ آپ نے اپنے آبائی قصبہ دیال گڑھ میں دیا۔ اس موقع پر آپ نے قیامِ پاکستان پر اظہارِ مسرّت فرماتے ہوئے اللہ کا شکر ادا کیا اور لوگوں کو نئے اسلامی ملک کے قیام پر مبارک باد دی۔(۵۶)

3۔تحریک فلاح و بہبود برائے مہاجرین:

ہندوؤں اور انگریزوں کی ملی بھگت کے نتیجے میں گورداسپور اور امرتسر کے اضلاع پاکستان میں شامل نہ ہوسکے۔ فسادات کے پیشِ نظر ہجرت کے سوا اور کوئی چارۂ کار نہ تھا۔ دینی رہنما اور ملّی قائد کی حیثیت سے حضرت شیخ الحدیث قدس سرہٗ کو اپنے اہل و عیال کے علاوہ دیگر مسلمانوں کی مشکلات بھی دور کرنا تھیں۔ لہٰذا آپ اپنے علاقے کے افراد کے ہمراہ ہجرت فرما کر بٹالہ میں غازی شمشیر خاں کے مزار کے قریب کیمپ میں تشریف لے آئے۔

صبر و ضبط کی تلقین:

۴ شوال المکرم ۱۳۶۶ھ/۲۲ اگست ۱۹۴۷ء کو جمعۃ المبارک کا خطبہ کیمپ میں دیا۔ سامعین میں مہاجرین کے علاوہ فوجی محافظ دستہ کے سپاہی اور افسر بھی شامل تھے۔ آپ نے انہیں اخوتِ اسلامیہ کا درس یاد دلا کر صبر و تحمل اور آنے والی مشکلات سے اجتماعی طور پر نبٹنے کے لئے آمادہ کیا۔ تمام حاضرین آپ کے وعظ سے متأثر ہوئے۔ ہجرت کے اس قیامت نما ماحول میں آپ نے جس صبر و تحمل اور ایثار کا مظاہرہ فرمایا وہ تاریخِ عالم میں ایک مثال ہے۔

جمعہ کے بعد قافلوں کو نوزائیدہ اسلامی مملکت پاکستان روانہ کرنے کے لئے آپ نے فوجی افسروں سے مل کر پروگرام بنایا۔ اگلے روز علی الصبح آپ نے قافلوں کو براستہ جسٹر نارووال نہایت محبت آمیز انداز میں روانہ فرمایا۔ یہ قافلے آپ کے نام سے موسوم ہوئے۔

فوجی حفاظتی دستہ میں حسنِ اتفاق سے آپ کا ایک ہم وطن اور ہم نام سردار محمد ڈرائیور آپ کا مرید بھی تھا۔ وہ حاضرِ خدمت ہوا اور ایک فوجی ٹرک پیش کیا جس میں آپ اپنے اہل و عیال سمیت سوار ہو کر لاہور تشریف لائے۔(۵۷)

مہاجرین کی امداد:

آپ نے بے گھر اور نادار مہاجرین کی فلاح و بہبود کے لئے نہایت اخلاص سے فعال کردار ادا کیا۔ مکانات اور زمین کی عارضی الاٹمنٹ کے لئے آپ نے اپنے اثر و رسوخ سے اہلِ حاجت کی امداد کی۔ آپ کی مساعی سے متعدد بے گھروں کو گزر اوقات کے لئے مکانات اور زمینیں مہیا ہوگئیں اور وہ قدرے بہتر صورت میں بسر اوقات کرنے لگے۔ اس کے علاوہ مسافر، بیوہ، ضعیف، بیمار، معتکف، سائل اور مقروض مہاجروں کی امداد کرتے رہے۔(۵۸)

4۔تحریکِ ختمِ نبوت:

حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ نے اپنے فتاوٰی، مناظروں اور تقریروں سے مرزائیت کا رد فرمایا۔ ۵۳-۱۹۵۲ء میں جب تحریکِ ختمِ نبوت چلی تو اس کا مطالبہ یہ تھا کہ مرزائیوں کو کلیدی عہدوں سے برطرف کیا جائے نیز ظفر اللہ خان کو وزیر خارجہ کے منصب سے ہٹایا جائے۔ ان مطالبات کو حکومت سے منوانے کے لئے تمام مکاتبِ فکر پر مشتمل ایک " مجلس

عمل" تشکیل دی گئی۔ اس مجلس میں بعض لوگ ایسے بھی تھے جو نظریہ پاکستان کے مخالف اور قیامِ پاکستان کے سخت دشمن تھے۔ علاوہ ازیں ان کے عقائد قادیانیوں سے بھی زیادہ خطرناک تھے۔ انہی عناصر نے تحریک کا رخ توڑ پھوڑ، بدامنی اور دنگا فساد کی جانب پھیر دیا۔

حضرت شیخ الحدیث کو تحریک کے مطالبات یعنی مرزائیوں کی کلیدی عہدوں سے برطرفی وغیرہ سے اتفاق تھا۔ لیکن مجلس کے طریقہ کار سے اتفاق نہیں تھا۔ نیز آپ بدمذہبوں، وہابیوں، دیوبندیوں اور شیعوں سے اتحاد کے زبردست مخالف تھے۔ لہٰذا آپ مجلس سے باہر رہ کر مرزائیوں اور دیگر مخالفین اہلسنت کا ڈٹ کر ردّ فرماتے رہے۔ اور جامعہ رضویہ کے پلیٹ فارم سے گرفتاریاں پیش کرتے رہے۔ مخالفین نے اس موقع کو بھی اپنے لئے غنیمت جانا اور شدید ترین جارحانہ پروپیگنڈا کے بل بوتے پر آپ کو نیچا دکھانے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگایا۔ جامعہ رضویہ کو نذرِ آتش کر دینے کا پروگرام بنایا۔ لیکن اس کے باوجود اس مردِ حق آگاہ کے مسلک و مؤقف میں قطعاً جنبش نہ ہوئی۔ آپ کے قدم مبارک بالکل نہ ڈگمگائے اور اس ہوشربا ہنگامہ میں آپ ایسے پہاڑ کی طرح اپنے مقام پر قائم رہے جسے کوئی آندھی، سیلاب اور زلزلہ اپنے مقام سے نہیں ہٹا سکتا۔ اس دورِ استقامت کی کیفیت آپ کے اپنے الفاظ میں ملاحظہ فرمائیے:

"دورِ حاضر میں یہ چند روز عجیب گزرے۔ اپنی زندگی کی تاریخ میں ایسے دن گزارنے کا پہلا اتفاق ہوا۔ نہ اٹھتے چین، نہ بیٹھتے چین، نہ بولتے چین، نہ چپ رہتے چین، کہیں تو کیا کہیں، چپ رہا جائے تو کیونکر۔ امامِ اہلسنت، مجددِ دین وملت، اعلیٰ حضرت، عظیم البرکت قدس سرہ العزیز کے فیض سے چین ملا۔ ان کے بیان فرمودہ طریقے پر قائم رہنے سے تسکین ہوئی۔ خلافت کمیٹی، گاندھویت کے دور اور ندوہ کے نشو ونما کے زمانے میں سیدنا اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز کا جولانگہ عمل رہا۔ اس پر استقامت سے انہیں کے صدقہ سے باعثِ قرار وسکون ہوا۔ فقیر نو ماہ سے متواتر تقریر وتحریر میں، جمعہ کے خطابات، اجلاس میں بغیر خوفِ لومۃ لائم یہ بیان کرتا رہا کہ بدمذہبوں، بے دینوں، وہابیوں، دیوبندیوں، غیر مقلدوں، شیعہ، رافضیوں، مودودیوں، تبلیغی جماعت والوں، مرزائیوں، قادیانیوں سے میل، سلام وکلام شرعاً منع اور ناجائز ہے۔ مجلسِ عمل میں چونکہ دین کے دشمن، ملک کے دشمن، غدار لوگ بھی شامل ہیں لہٰذا فقیر اس میں شامل نہیں۔ رہے حکومت سے مطالبات تو وہ مطالبات کرنا جائز وصحیح ہے۔ چنانچہ ہماری طرف سے بھی وہ مطالبات کئے گئے۔ مگر ملک میں امنِ عامہ کو خطرے میں ڈالنا، عام مسلمانوں کے جذباتِ ایمانی کو غلط طریقہ سے استعمال کرنا، لوٹ کھسوٹ اور غدر کی صورتیں نکالنا شرعاً ہرگز درست نہیں۔ لائل پور میں بارہا تقریروں میں اپنے مسلک کو واضح کیا۔ لاہور کے جلسہ حزب الاحناف میں، جلسہ گڑھی شاہو میں اور کراچی جلسہ عرس مبارک اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز میں بھی اور، اور مقامات میں بھی اپنا مسلکِ اہلسنت واضح کیا۔ کھلے اور صاف الفاظ میں واضح کیا۔ یہاں پر مجلس عمل کے بعض ذمہ داروں نے جلسہ عام میں یہ علانیہ بیان کیا کہ اگر سردار احمد ہمارے ساتھ مل جائے تو ہم سب اس کو اپنا امام بناتے ہیں اور ہم سب (دیوبندی، غیر مقلد، مودودی، تبلیغی) اس کے پیچھے لگنے کو تیار ہیں۔ وہ ہمارے امام اور ہم ان کے مقتدی۔ بلکہ مجلسِ عمل کے ذمہ دار ایک وفد لے کر فقیر

کے پاس آئے اور انہوں نے کہا کہ ہم آپ کو سارے شہر لائل پور (فیصل آباد) کا صدر اور امیر بناتے ہیں۔لہٰذا آپ سارے شہر لائل پور والوں کے امیر وامام بن جائیں۔مگر فقیر نے ان سے کہا کہ مجھے امارت کی حرص ہے نہ صدر وامام بننے کا لالچ۔دیوبندی، وہابی مولویوں کے پیشواؤں نے جو عبارتیں شان الوھیت وشانِ رسالت وشانِ صحابہ کرام وشانِ اہل بیت اطہار وشانِ بزرگانِ دین کے خلاف صریح بے ادبی وگستاخی کی لکھی ہیں۔ان عبارتوں سے دیوبندی وہابی توبہ کرلیں تو امامت تو امامت، فقیر تو ان کا مقتدی بننے کو تیار ہے۔اور اسی طرح جتنے گمراہ بے دین فرقے مجلسِ عمل میں داخل ہیں جب تک وہ گمراہی، بے دینی سے توبہ نہ کریں فقیر ان کے ساتھ ملنے کو ہرگز تیار نہیں...... یہاں جب مجلس عمل والوں نے جلسے وجلوس کے سلسلے شروع کئے اور فقیر کے متعلق بے دینوں نے غلط پروپیگنڈے کئے تو بے دین تو دشمن تھے ہی، اپنے بھی ان کے اثر میں آکر مخالف ہوگئے۔حتیٰ کہ سوائے چند گنتی کے افراد کے، سارا شہر مخالف ہوگیا۔تقریباً ایک ماہ تک عجیب مخالف ہوا چلی۔ایک ہفتہ بہت نازک فضا رہی۔مگر حضرت داتا صاحب، حضور غوثِ اعظم، حضور خواجہ غریب نواز اور اعلیٰ حضرت امام اہلسنت رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے صدقہ سے فقیر امامِ اہلسنت قدس سرہ العزیز کے فرمودہ طریق پر قائم رہا اور مسلمانوں کو جلسہ وجلوس میں نہایت امن سے رہنے کی تبلیغ بلیغ کی۔ایک ماہ کے بعد فضا کا رخ ایسا بدلا کہ اکثر لوگ موافق ہوئے اور مخالفین نے بھی استقامت کی داد دی اور یہ کہلایا کہ پبلک کے جذبے میں نہ بہنا اور اپنے نصب العین پر قائم رہنا اور ملامت کرنے والوں کی پرواہ نہ کرنا، یہ بڑا مشکل کام ہے مگر اس (سردار احمد) نے کر دکھایا۔اب فضا بحمدہٖ تعالیٰ اچھی ہے۔اس نازک دور میں سیدنا اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز، حضرت حجۃ الاسلام اور حضرت صدر الشریعہ قدس اسرارہم کے فیض نے بڑی دستگیری فرمائی اور حضرت مفتیٔ اعظم قبلہ کی برکت سے بھی بہت نفع پہنچا۔"(۵۹)

دنیا نے دیکھ لیا کہ آخر اس مردِ مجاہد کی استقامت غالب آئی۔مخالفانہ شورش ومخالفت کے بادل چھٹ گئے اور جب تحریک کے بعض لیڈروں کے راز ہائے اندرونی اور پسِ منظر سامنے آیا تو لوگ اس اعتراف پر مجبور ہوگئے کہ واقعی شیخ الحدیث نے ان حالات میں مجلس میں شامل نہ ہوکر اپنی شخصیت واپنے مذہب کے تقدس ووقار کو بچالیا ہے اور آپ کا کردار قوم کے لئے روشنی کا مینار ثابت ہوا ہے۔(۶۰)

۱۹۵۳ء کی تحریک میں حکومت نے مسلمانوں کے مطالبات منظور نہ کئے۔مگر یہ مسئلہ ہمیشہ علمائے اہلسنت کی توجہ کا مرکز رہا۔مناسب موقع کا انتظار ہوتا رہا۔اس عرصہ میں حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ کا وصال ہوگیا۔مگر وصال کے بعد بھی آپ کی توجہ اس مسئلہ پر مرکوز رہی۔آپ کے وصال کے کافی عرصہ بعد ۱۹۷۴ء میں جب یہ مسئلہ اٹھا تو علمائے اہل سنت نے تحفظِ ختم نبوت ﷺ کے عقیدہ کی خاطر ہر قسم کی مشکلات برداشت کیں۔آخر حکومت وقت نے اہلسنت کے مطالبات منظور کر لئے اور قانوناً مرزائیوں کو غیر مسلم قرار دے دیا۔انہی ایام کا واقعہ جناب چوہدری مختار انور ایڈووکیٹ بیان کرتے ہیں:

بھٹو کے دور میں مرزائیوں کو غیر مسلم قرار دینے کا معاملہ اسمبلی میں زیرِ غور تھا۔ایک شام میرے پرانے مؤکل جو کہ مجلسِ عمل تحریک ختم نبوت کے ممبر تھے۔اپنے ذاتی معاملہ میں قانونی مشورہ کے لئے میرے پاس آئے اور اپنا معاملہ

بتانے لگے۔

میں نے ان کو کہا کہ صبح کچہری کھلنے پر آپ کا کام کروا دوں گا۔ آپ مجھے ٹھیک ٹھیک بتائیں کہ آیا بھٹو سے آپ کو اُمید ہے کہ وہ مرزائیوں کو غیر مسلم قرار دے گا۔ اُن صاحب نے کہا کہ انہیں بھی بھٹو پر بھروسہ نہیں۔ ان کے ایسا بتانے پر مجھے بہت تشویش ہوئی کیونکہ میں خود بھی بھٹو پر شاکی تھا۔ یہ رمضان شریف کے ایام تھے۔ میں اسی فکر میں سو گیا خواب میں حضرت شیخ الحدیث تشریف لائے۔ ہمراہ مولانا محمد معین الدین تھے۔ فرمانے لگے: "چوہدری صاحب فکر مت کرو مرزائیوں کی بابت فیصلہ اسی مقررہ تاریخ پر ہوگا اور فیصلہ ٹھیک ہوگا۔"

سحری کے لئے سائرن بجا تو میں بیدار ہوا اور نہایت اطمینان کی حالت میں صبح کچہری گیا تو میرے دفتر میں وہ صاحب موجود تھے۔ میں نے ان کو کہا کہ آپ تو مجھے مایوس کر گئے تھے۔ مگر میں آپ کو بتاتا ہوں کہ فیصلہ اسی مقررہ تاریخ پر ہوگا اور صحیح فیصلہ ہوگا .... ساتھ ہی مجھے یہ خیال آیا کہ میں ناچیز اس قابل کہاں کہ یہ بات کہہ سکوں۔ وہ بھی غیر عقیدہ کے تھے۔ میں نے ان سے کہا کہ یہ بات حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ نے رات مجھے خواب میں بتائی ہے۔ اب سب کو معلوم ہے کہ تاریخِ مقررہ پر فیصلہ ہوا اور مرزائیوں کو متفقہ طور پر اسمبلی اور سینٹ نے غیر مسلم قرار دیا۔" (۶۱)

اگر چہ یہ واقعہ خواب سے متعلق ہے تاہم اولیائے کاملین کی جانب سے اکثر معاملات میں رہنمائی یا پیشگوئی خواب میں ہو جاتی ہے۔ اس سے حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کے منصبِ ولایت کا پتہ چلتا ہے نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ عقیدۂ ختمِ نبوت کے تحفظ سے انہیں کس قدر والہانہ لگاؤ تھا۔ (۶۲)

اصلاحی تنظیموں کا قیام:

تنظیم کی اہمیت سے انکار ممکن نہیں۔ دنیا بھر میں تمام کام، تمام انقلاب، تمام تحریکیں تنظیم سے ہی کامیاب ہوئی ہیں۔ اس سے جہاں کام تقسیم ہوتا ہے وہیں ہر شخص خود کو ذمہ دار محسوس کرتا ہے۔ حضرت شیخ الحدیث قدس سرہٗ تنظیموں کی اس اہمیت سے آگاہ و باخبر تھے لہٰذا آپ نے بریلی اور فیصل آباد قیام کے دوران مختلف تنظیمیں قائم فرمائیں۔ ان تنظیموں کے نام اور ان کے، کام مختصراً درج ذیل ہیں۔

1۔ جمعیت خدام الرضا، بریلی:

اپنی تعلیم سے فراغت کے فوراً بعد ۱۳۵۳ھ/۱۹۳۴ء میں آپ نے یہ تنظیم قائم فرمائی۔ اس تنظیم کے صدر آپ خود جبکہ مولانا مفتی اعجاز ولی خان اور مولانا وقار الدین اور دیگر علماء اس کے اراکین تھے۔ اس کے مقاصد درج ذیل تھے۔

☆ مذہبِ حقہ اہل سنت و جماعت کی تبلیغ و اشاعت بذریعہ تحریر و تقریر۔

☆ اہل سنت و جماعت کے جلسوں وجلوسوں میں انتظامی سرگرمیاں۔

اس تنظیم نے تقریری و تحریری میدان میں نمایاں خدمات انجام دیں۔ (۶۳)

2۔ جمعیت اصلاح وترقی اہلسنت ، بریلی:

دارالعلوم مظہر اسلام بریلی کے قیام کے ساتھ ہی اس تنظیم کی بنیاد حضرت مفتی اعظم مولانا مصطفیٰ رضا بریلوی قدس سرہ کی سرپرستی میں ۱۳۵۶ھ/ ۱۹۳۷ء مین رکھی گئی۔ حضرت شیخ الحدیث اس تنظیم کے روح رواں تھے۔ اس تنظیم کی غرض وغایت اہل سنت کی فلاح و بہبود، تحفظ و دفاعِ حقوق، مسجد بی بی جی مرحومہ اور دارالعلوم مظہرِ اسلام بریلی کا انتظام مختلف اسلامی تقاریب کا اہتمام کرنا تھا۔

بے سروسامانی کے باوجود جمعیت موصوفہ نے اپنے مقاصد میں شاندار کامیابی حاصل کی۔ (۶۴)

3۔ مرکزی جمعیتِ اصلاح وترقی اہل سنت و جماعت (رجسٹرڈ) لائل پور:

جب حضرت شیخ الحدیث قدس سرہٗ لائل پور (فیصل آباد) تشریف لائے تو یہاں سُنی مدارس تو کجا پورے شہر میں ایک مسجد میں سُنی امام تھا۔ یہ صورتِ حال آپ کے لئے چیلنج کی حیثیت رکھتی تھی۔ چند ہی دنوں کے بعد آپ نے شہر کے معززین اور مخلص احباب کے تعاون سے جمعیت اصلاح وترقی اہل سنت لائل پور کی بنیاد رکھی۔ ابتداء میں صدر آپ خود تھے۔ بعد میں جامعہ رضویہ کی تدریسی ذمہ داریاں بڑھنے کی وجہ سے صدارت آپ نے کسی اور کے سپرد کر دی۔ اس جمعیت کی شاخیں پورے شہر میں موجود ہیں۔

جمعیت کا نصب العین اہل سنت و جماعت کی اصلاح وترقی، فلاح و بہبود اور تحفظ و دفاع حقوق ہے۔ بحمدہ تعالیٰ جمعیت نے آپ کی صدارت اور پھر سرپرستی میں حیرت انگیز کامیابی حاصل کی اور آپ کے وصال تک شہر کی ساٹھ سے زائد مساجد کا انتظام جمعیت کی ذیلی شاخیں کر رہی تھیں۔ علاوہ ازیں جمعیت کی جانب سے مختلف اشتہار اور پوسٹر بھی وقتاً فوقتاً شائع ہوتے رہتے تھے۔ (۶۵)

4۔ انجمن فدایانِ رسول ﷺ (رجسٹرڈ) لائل پور:

لائل پور (فیصل آباد) میں حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ کے درس و تدریس، وعظ و تبلیغ اور دعوت وارشاد کی مقبولیت و وسعت، جامعہ رضویہ مظہرِ اسلام کی ترقی، سنی رضوی جامع مسجد میں جمعہ کا عظیم الشان اجتماع، آپ کی مساعی سے شہر کے محلّہ محلّہ، گلی گلی میں ذکرِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے چرچے اور اہلسنت کی کثیر مساجد میں عاشقانِ مصطفیٰ کے پر رونق اجتماعات دیکھ کر مخالفین و حاسدین آپے سے باہر ہونے لگے۔ راسخ العقیدہ مسلمانوں کے مذہبی اجتماعات کو درہم برہم کرنے کی کوششیں کرنے لگے۔ اس صورتِ حال میں ایک ایسی انجمن کی ضرورت محسوس ہوئی جو اس پیدا شدہ صورتِ حال کا مقابلہ کرے بلکہ فریضہ تبلیغ کی ادائیگی میں آپ کی معاون ہو۔ مختلف اہم مقامات پر مشاہیر علماء و مشائخ کو مدعو کر کے تبلیغی و اصلاحی جلسوں کا اہتمام کرے۔ اس نصب العین کے پیشِ نظر کیم ذی قعدہ ۱۳۷۳ھ/ کیم جولائی ۱۹۵۴ء کو شہر

کے مخلص، اسلام کے فدائی اور مذہب سے والہانہ محبت رکھنے والوں کی تنظیم انجمن فدایانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا قیام عمل میں آیا۔

تھوڑے ہی عرصہ میں اس انجمن نے اپنے مقاصد میں شاندار کامیابی حاصل کی۔ روزِ قیام سے لے کر آپ کے وصال تک اس انجمن کے زیرِ اہتمام مختلف اسلامی تقاریب پر ایک سو سے زیادہ شاندار تبلیغی اجلاس منعقد ہوئے۔ انجمن نے مساجد میں ائمہ وخطباء کے تقرر کے ساتھ ساتھ نئی مساجد بھی تعمیر کیں۔ گلبرگ کالونی کی مسجد بغدادی اور اس کے ساتھ جامعہ نوریہ رضویہ انجمن ہی کا تعمیر کردہ ہے۔

انجمن موصوف کے قابلِ قدر کارناموں میں عرسِ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بہترین انتظام کرنا ہے۔ ۱۳۷۹ھ/۱۹۶۰ء میں غیر مقلدین کے الزامات کے جواب میں تین روزہ عرسِ امامِ اعظم کا اہتمام کیا گیا۔ عرس میں جلسہ گاہ کا انتظام پنڈال کی تزئین وآرائش کو دیکھ کر پشاور سے کراچی تک کے آئے ہوئے علماء ومشائخ اور حاضرین حیرت زدہ رہ گئے۔ علاوہ ازیں ہر سال تزک واحتشام کے ساتھ عشرہ محرم کے دس اجلاس، ربیع الاوّل شریف کے بارہ اجلاس اور دیگر مواقع پر تبلیغی اجلاس منعقد کر کے انجمن نے فریضۂ تبلیغ ادا کرنے کا سلیقہ دیا، تبلیغی جلسوں کے انعقاد کے ساتھ ساتھ انجمن کے زیرِ اہتمام مختلف موضوعات پر لٹریچر شائع کر کے تقسیم کیا جاتا ہے۔

بعد از وصال حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ کی زیارت کے موقع پر لاکھوں کی تعداد میں زائرین کو آخری دیدار کرانے کی سعادت کا اہتمام بھی اسی انجمن کے حصہ میں آیا۔ ہوا یوں کہ لاکھوں کے اجتماع کے باعث شہر کی انتظامیہ بے بس ہو کر رہ گئی اور اس کے انتظامات معطل ہو گئے۔ اس پر انجمن موصوف نے آپ کے تابوت کو اپنے دفتر میں رکھا۔ زیارت کرنے والوں کو ایک دروازے سے داخل کیا جاتا اور دوسرے دروازے سے نکالا جاتا۔ اس طرح زیارت کرنے میں قدرے سہولت ہوئی اور یوں حضرت محدثِ اعظم نے اپنے وصال کے بعد بھی انجمن سے قلبی لگاؤ کا اظہار فرمایا۔ بحمدہٖ تعالیٰ یہ انجمن آج بھی حسبِ دستورِ سابق اپنے نصب العین کے لئے کوشاں ہے۔(٦٦)

جمعیت علمائے پاکستان کی تاسیس میں نمایاں حصّہ:

قیامِ پاکستان کے بعد حقوقِ اہلسنت کے تحفظ کے لئے اہلسنت کی سیاسی تنظیم کی ضرورت محسوس کی گئی۔ اس تنظیم کے قیام کے لئے دار العلوم انوار العلوم، ملتان کے سالانہ جلسہ منعقدہ ۱۵-۱۷ جمادی الاولیٰ ۱۳۶۷ھ/ ۲۶-۲۷ جون ۱۹۴۸ء کو موزوں موقع سمجھا گیا۔ اس اجلاس میں حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ کے علاوہ پاکستان کے ممتاز علماء شریک ہوئے۔ غور وتدبر کے بعد تنظیم کا نام جمعیت علمائے پاکستان رکھا گیا اور متفقہ طور پر مولانا ابو الحسنات سید محمد احمد قادری لاہور کو صدر اور مولانا علامہ سید احمد سعید کاظمی ملتان کو ناظمِ اعلیٰ منتخب کیا گیا۔ اس طرح حضرت شیخ الحدیث کا شمار جمعیت علمائے پاکستان کے بانیوں میں ہوتا ہے۔(٦٧)

فصلِ سوم

ردّ ومناظرہ

تدریس وتبلیغ کے اہم اور ضروری کام کے دوران بعض ایسے افراد سے بھی سامنا ہوجاتا ہے جو نہ تو خود بات ماننے کے لئے تیار ہوتے ہیں اور نہ ہی متلاشیانِ حق کو کسی مبلغ کی بات سننے دیتے ہیں۔ یہ شر پسند افراد نہ صرف اپنے گمراہ کن عقائد ونظریات کے درست ہونے پر اصرار کرتے ہیں بلکہ اشاعتِ مسلکِ اہلسنت کی راہ میں روڑے اٹکاتے ہیں ۔ان سے نمٹنے کا بہترین طریقہ مناظرے کا انعقاد ہے ۔جس سے یہ افراد راہِ راست پر آجائیں تو بہت بہتر وگرنہ حاضرین وسامعین کو بخوبی معلوم ہوجاتا ہے کہ حق پر کون ہے؟ کس کا عقیدہ قرآن وسنت کے عین مطابق ہے اور کون صرف فساد اور بدامنی پھیلانے کا مرتکب ہورہا ہے۔حضرت شیخ الحدیث کہنہ مشق مدرس اور بہترین مبلغ ہونے کے ساتھ ساتھ کامیاب مناظرِ اسلام بھی تھے۔آپ جہاں جہاں مناظرے کے لئے تشریف لے گئے فتح وکامیابی نے آگے بڑھ کر آپ کے قدم چومے۔اس سے پہلے کہ آپ کی مناظرانہ مہارت اور مناظروں کی روداد بیان کی جائے۔مناسب معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے دور کے مذہبی حالات مختصراً بیان کئے جائیں:

حضرت شیخ الحدیث کے دور کی مذہبی حالت:

حضرت شیخ الحدیث قدس سرہٗ کے دور کی مذہبی حالت نہایت ابتر تھی۔ایک جانب دیوبندی، وہابی، غیر مقلدین تھے جو شانِ الوہیت، شانِ رسالت اور شانِ بزرگانِ دین میں بے ادبیوں اور گستاخیوں کا کھلم کھلا ارتکاب کررہے تھے۔مزید ستم یہ ہے کہ بار بار کی دعوتِ توبہ ورجوع کے باوجود ان گستاخیوں کے نہ صرف درست ہونے پر مُصر تھے بلکہ تقویۃ الایمان، حفظ الایمان وغیرہ جیسے خوبصورت ناموں سے شائع کراکے عوام الناس کی دولتِ ایمان پر ڈاکہ ڈال رہے تھے۔گویا "ذیابٌ فی ثیابٌ" کی عملی تصویر سامنے تھی۔جبکہ دوسری جانب منکرینِ شانِ صحابہ و منکرینِ ختمِ نبوت ومنکرینِ حدیث تھے۔جو اس ماحول سے فائدہ اٹھاتے ہوئے علی الاعلان اپنے اپنے گروہوں کی نشوونما میں مصروف تھے۔ان سب کو درپردہ انگریزوں کی تائید بلکہ مالی امداد بھی حاصل تھی۔اسی امداد کے بل بوتے پر اپنا گمراہ کن لٹریچر شائع کرکے برصغیر کے طول وعرض میں تقسیم کررہے تھے۔غور فرمائیے! حضرت شیخ الحدیث کے لئے یہ حالات کس قدر مشکل اور ابتلاء وآزمائش کی حیثیت رکھتے تھے لیکن دنیا نے دیکھا کہ حضرت شیخ الحدیث قدس سرہٗ نے ان تمام باطل فرقوں سے چومکھی علمی لڑائی کیسے احسن انداز میں لڑی۔آہستہ آہستہ ان تمام گمراہ جماعتوں اور گروہوں کی سرگرمیاں ماند پڑ گئیں اور حضرت شیخ الحدیث کی مساعی کی برکت سے حقانیتِ اہلسنت کا آفتاب نصف النہار پر چمکنے لگا۔کسی کہنے والے نے کیا خوب کہا ہے:

سوتوں کو جگایا اور مستوں کو ہوشیار کیا
خواب میں تھے ہم شیخ الحدیث ، تو نے ہمیں بیدار کیا

مناظرانہ مہارت:

ایک کامیاب مناظر میں مندرجہ ذیل صفات کا موجود ہونا نہایت ضروری ہے:

(۱) ذہانت (۲) حاضر جوابی (۳) مضبوط حافظہ
(۴) تجربہ (۵) علمی قوت

بفضلہٖ تعالیٰ حضرت شیخ الحدیث قدس سرہٗ میں مندرجہ بالا خصوصیات بدرجہ اتم پائی جاتی تھیں۔ ذہانت کا عالم یہ تھا کہ دور طالب علمی ہی میں فقہی سوالات پر مشتمل فقہی معمہ ترتیب دیا۔ حافظہ اتنا مضبوط تھا کہ جو چیز ایک مرتبہ نظر سے گزر جاتی عمر بھر یاد رہتی۔ آپ کے ساتھی اسی لئے آپ کو 'کتب خانہ" کے نام سے یاد کرتے۔ علمی قوت کی صورتِ حال آپ گذشتہ ابواب میں ملاحظہ فرما چکے ہیں۔ جہاں تک تجربے کا تعلق ہے، آپ تو دورِ طالبعلمی ہی میں مناظرہ کے فن میں ماہر ہو چکے تھے۔

دورِ طالب علمی میں مناظرہ کی مشق:

اجمیر شریف کے دور طالب علمی میں ایک بار حضرت محدثِ اعظم پاکستان اپنے ایک ہم سبق ساتھی کے ساتھ مناظرہ کی مشق کر رہے تھے کہ حضرت صدر الافاضل مولانا نعیم الدین مرادآبادی تشریف لے آئے اور چھپ کر یہ مشقِ مناظرہ دیکھنے لگے۔ حضرت محدثِ اعظم کی قوتِ استدلالیہ، انداز بیاں اور الزامی و تحقیقی سوالات و اعتراضات اور جوابات سے بہت متأثر ہوئے۔ جب یہ کاروائی ختم ہوئی تو انہوں نے آگے بڑھ کر حضرت شیخ الحدیث کو سینے سے لگالیا اور آپ کی پیشانی مبارک چومی اور بے شمار دعائیں دیں۔ (۶۸)

دورِ طالبعلمی کے مناظرے:

جیسا کہ گذشتہ سطور میں عرض کیا گیا کہ حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ دورِ طالب علمی ہی میں مناظرے کی زبردست مہارت حاصل کر چکے تھے۔ اسی مناسبت سے آپ کے عہدِ طالبعلمی کے چند مناظروں کی مختصر روداد ملاحظہ فرمایئے:

مناظرۂ آنولہ:

آنولہ ضلع بریلی میں حضرت صدر الشریعہ مولانا محمد امجد علی اعظمی علیہ الرحمہ نے چکڑالویوں سے مناظرہ کئے۔ یہ لوگ خود کو اہلِ قرآن کہتے تھے۔ جن کی ایک جماعت صرف دو نمازیں اور دوسری جماعت تین نمازیں فرض مانتی تھی۔ اس وقت حضرت شیخ الحدیث زیرِ تعلیم تھے مگر اپنے استاذ محترم حضرت صدر الشریعہ کے ہمراہ بطورِ معاون مناظر تشریف

لے گئے ۔ بطور معاون مناظر آپ کا کردار قابل داد تھا۔ اس مناظرہ میں چکڑالویوں کو زبردست شکست ہوئی ۔(۶۹)
مفتی عزیز احمد بدایونی جو وہاں موجود تھے ۔فرماتے ہیں: مولانا سردار احمد صاحب ،حضرت صدرالشریعہ کے ساتھ تشریف لائے ۔آپ کی نوعمری کا دور تھا لیکن طبیعت میں نہایت جوش تھا اور مناظرانہ صلاحیتیں خوب نمایاں تھیں ۔(۷۰)

مناظرۂ خام سرائے:

اس مناظرے کی روداد بیان کرتے ہوئے حضرت علامہ عبدالمصطفیٰ الازہری لکھتے ہیں: "اسی زمانہ میں ایک دن مولوی یٰسین خام سرا کے دیوبندی نے اہلسنت کو چیلنجِ مناظرہ دے دیا۔ شیخ الحدیث مولانا محمد سردار احمد مع چند طلباء کے جن میں میں خود بھی تھا ۔خام سرائے بریلی جو وہاں کے دیوبندیوں کا گڑھ تھا، پہنچ گئے ۔مولوی یٰسین نے تقریر کی اور حضرت شیخ الحدیث نے اس پر مواخذہ کیا۔ میں نے خود دیکھا کہ یٰسین کانپ رہا تھا اور اس سے کوئی جواب نہ بن پڑا۔ اور کہنے لگا میں تم کو جواب نہیں دوں گا۔ مولانا حامد رضا خاں کو بلاؤ۔ شیخ الحدیث نے فرمایا کہ تم نے چیلنج کیا اور اب ہم مقابلہ کے لئے آئے ہیں، تم سوالوں کا جواب دو لیکن اس سے جواب نہ بن پڑا۔ آخر ان لوگوں نے غنڈوں کے ذریعے سے جنگ شروع کی جس میں مولانا غلام جیلانی کے اور میرے سر میں بھی چوٹ آئی تھی لیکن جب مقدمہ کی دھمکی دی گئی تو انہوں نے معافی مانگ لی۔" غالباً ۱۹۳۰ء میں یہ مناظرہ ہوا۔(۷۱)

مناظرۂ سلانوالی:

۳۱، ۱۹۳۰ میں سلانوالی ضلع سرگودھا میں شیخ الاسلام خواجہ محمد قمرالدین سیالوی علیہ الرحمۃ کے زیرِ اہتمام حضرت مولانا حشمت علی رضوی لکھنوی اور دیوبندی مولوی منظور احمد نعمانی کے درمیان مناظرہ ہوا۔ حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ ان دنوں زیرِ تعلیم تھے لیکن آپ بطورِ معاون مناظر اس مناظرہ میں شریک ہوئے ۔ایک موقع پر آپ نے دیوبندی مناظر سے ایسا مواخذہ فرمایا کہ سوائے خاموشی کے اس کے لئے اور کوئی چارۂ کار نہ تھا۔(۷۲) اُستاذ العلماء مولانا علامہ عطا محمد بندیالوی جو اس مناظرے کے عینی شاہد ہیں ۔فرماتے ہیں: "حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد سردار احمد صاحب باوجود صغر سنی کے سب پر چھائے ہوئے نظر آتے تھے اور آپ کی علمی گرفت بہت مضبوط ہوتی تھی ۔" (۷۳)

غور فرمایئے! یہ حضرت شیخ الحدیث کے دورِ طالب علمی کی کامیابیاں ہیں کہ عوام تو عوام جلیل القدر علمائے کرام بھی آپ کی مناظرانہ مہارت کو زبردست خراجِ تحسین پیش کر رہے ہیں۔ تو بعد از فراغت کامیابیوں کا عالم کیا ہوگا؟۔

اب آیئے حضرت شیخ الحدیث کی فراغت کے بعد کے مناظروں کی روداد ملاحظہ فرمائیں:

تاریخی مناظرۂ بریلی:

بریلی کا چار روزہ یہ تاریخی مناظرہ ۲۳-۲۰ محرم ۱۳۵۴ھ/ ۲۸-۲۵ اپریل ۱۹۳۵ء کو حضرت شیخ الحدیث علیہ

الرحمۃ اور دیو بندیوں کے مشہور مناظر مولوی منظور نعمانی کے درمیان ہوا۔ مناظرہ کا موضوع دیو بندیوں کے حکیم الامت مولوی اشرف علی تھانوی کی کتاب حفظ الایمان کی ایمان سوز عبارت تھی۔ اہل سنت نے مولانا حبیب الرحمٰن صدر المدرسین مدرسہ سبحانیہ الٰہ آباد کو مناظرے کا صدر منتخب کیا۔ جبکہ دیو بندیوں نے پہلے روز مولوی رونق علی اور دوسرے روز مولوی اسماعیل سنبھلی کو صدر منتخب کیا۔ بقیہ دو روز بھی مولوی اسمٰعیل ہی نے برائے نام صدارت کی۔ حضرت شیخ الحدیث قدس سرہٗ نے حفظ الایمان کی اس عبارت پر ایسی علمی گرفت کی کہ بہتیرا ہاتھ پاؤں مارنے کے باوجود مولوی منظور نعمانی اس گرفت سے باہر نہ نکل سکا۔ بالخصوص حضرت شیخ الحدیث نے دیو بندی اکابر کی جانب سے کی گئی تاویلات کے تضاد کو بیان کیا تو مناظرے کا رنگ ہی کچھ اور ہو گیا۔ چوتھے روز مناظرہ سے جان چھڑانے کے لئے دیو بندی مناظر نے بارگاہِ رسالت میں یہ گستاخی کی:

"میں بھی بھوکا مرتا ہوں اور میرے آقا محمد رسول اللہ بھی بھوکے مرا کرتے تھے۔ جو حشر میرا وہ حشر ان کا۔" (معاذ اللہ) (۷۴)

یہ الفاظ سن کر مجمع میں سخت ہیجان پیدا ہوا اور ہر طرف سے توبہ کا مطالبہ ہونے لگا۔ اس مطالبۂ توبہ میں اہلسنت کے علاوہ بعض دیو بندی بھی شامل تھے۔ مگر اس نے بار بار اصرار کے باوجود توبہ نہ کی۔

مجمع میں توبہ نہ کرنے سے اشتعال پیدا ہو گیا اور مولوی منظور اور اس کے ساتھی مناظرہ ختم ہونے سے ایک گھنٹہ قبل جوتیاں چھوڑ کر بھاگ نکلے۔ مناظرِ اہل سنت حضرت مولانا سردار احمد صاحب اور دیگر علمائے کرام اپنی جگہ تشریف فرما ہے۔ مجمع پکار پکار کر کہہ رہا تھا کہ دیو بندی جماعت کے دل میں حضور انور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی توہین کا جو جذبہ ہے جیسا کہ ان کی کتابوں سے ظاہر ہوتا تھا آج ان کی زبان پر آ گیا اور ہم نے کانوں سے سن لیا۔ اس کے بعد واعظ شیریں مقال جناب مولانا عبدالحفیظ صاحب نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فضائل میں ایک مختصر تقریر فرمائی اور ساڑھے گیارہ بجے جلسہ کو صلوٰۃ وسلام پر ختم کر دیا۔ اہل سنت کو بتوفیقہٖ تعالیٰ اس مناظرہ میں جو روشن فتح ہوئی۔ اس کی مثال مشکل سے ملے گی۔ (۷۵)

یاد رہے مناظرہ کے وقت حضرت شیخ الحدیث کو فارغ التحصیل ہوئے صرف ایک ہی سال گزرا تھا۔ سبحان اللہ

حضرت صدر الشریعہ کی جانب سے جلسۂ تہنیت:

بریلی میں اس فتح کی خوشی میں مبارکبادی کے متعدد اجلاس حضرت صدر الشریعہ مولانا امجد علی اعظمی مصنفِ بہارِ شریعت کی زیرِ صدارت منعقد ہوئے۔ اس نمایاں کامیابی کی جو خوشی حضرت ممدوح کو حاصل ہوئی۔ اس کا بیان ممکن نہیں اور خوشی کیوں نہ حاصل ہوتی کہ ان کے شاگرد مولانا سردار احمد صاحب نے وہابیہ کے مایۂ ناز مناظر کے حواس باختہ کر دیئے۔ بالخصوص ایک جلسۂ تہنیت حضرت صدر الشریعہ نے اپنی جانب سے دارالعلوم منظر اسلام میں منعقد کیا۔ حضرت ممدوح نے مناظرِ اہل سنت مولانا سردار احمد صاحب و مولانا حبیب الرحمٰن صاحب و مولانا اجمل شاہ صاحب کی

اپنے دستِ اقدس سے دستار بندی فرمائی اور پھولوں کے ہار پہنائے پھر مولانا عبدالمصطفیٰ صاحب بسمل اعظمی نے نظمِ تہنیت پڑھی اور دعا پر جلسہ کا اختتام ہوا۔(۷۶)

حضرت حجۃ الاسلام کی طرف سے مبارک باد:

حضرت حجۃ الاسلام مولانا شاہ مفتی محمد حامد رضا خاں صاحب سجادہ نشین آستانہ عالیہ رضویہ ان ایام میں ضلع بدایوں رونق افروز تھے۔مناظرہ میں اہلِ سنت کی فتح مبین کی خبر فرحت اثر سُن کر حضرت نے مناظرِ اہل سنت کو مندرجہ ذیل مکتوب مبارکبادی تحریر فرمایا جس میں لکھا:"فقیر اس فتح نمایاں کی مبارک باد دیتا ہے۔مولیٰ تعالیٰ ہمیشہ اعدائے دین پر آپ کو مظفر و منصور رکھے اور آپ کا بول بالا اہلِ باطل کا منہ کالا کرے۔بریلی میں اس فتحِ مبین کا سہرا آپ کے سر رہا۔" قاصد کی زبانی معلوم ہوا کہ حضرت ممدوح نے اس خوشخبری کو سُن کر فوراً فرمایا: قد ندّ منظور (۱۳۵۴ھ) یعنی تحقیق بھاگا منظور۔ جسے دُق دنّ منظور (۱۳۵۴ھ) یعنی منظور کا بھانڈا پھوٹ گیا۔بھی کہہ سکتے ہیں۔عدد نکالنے پر معلوم ہوا کہ یہی منظور کے بھاگنے کی تاریخ ہے۔(۷۷)

حضرت مفتیٔ اعظم کی جانب سے جلسۂ تہنیت:

اہلسنت کی فتح مبین کی خبر فرحت اثر سن کر جو مسرت حضرت مفتیٔ اعظم مولانا شاہ مصطفیٰ رضا خاں کو ہوئی وہ بیان سے باہر ہے۔حضرت ممدوح کی جانب سے جلسۂ تہنیت منعقد ہوا۔اور مولانا سردار احمد کو فتح کی دستارِ فضیلت پہنائی۔(۷۸) یہ دستارِ فضیلت یعنی ''تاج الفتح'' اب بھی حضرت محدثِ اعظم کے تبرکات میں موجود ہے۔

ملک بھر سے علمائے کرام نے مبارکباد کے پیغامات بھجوائے۔مولوی منظور سے کامیاب مناظرہ کے بعد حضرت مولانا سردار احمد کی کنیت "ابوالمنظور" تجویز ہوئی۔جو صاحبزادہ فضل رسول صاحب کی ولادت تک لکھی اور بولی جاتی رہی۔

اس مناظرہ نے ثابت کر دیا کہ آپ نائب اعلیٰ حضرت ہیں۔"نصرتِ خداداد یعنی مناظرۂ بریلی کی مفصل روئیداد" کے عنوان سے مناظرہ کی تمام کاروائی شائع ہو چکی ہے۔مطالعہ فرما کر حضرت شیخ الحدیث کی پاکیزہ سنجیدہ گفتگو، علمی قوت، حاضر جوابی، مضبوط حافظہ اور ذہانت کا نظارہ کریں۔

مناظرۂ آگرہ:

کچھ عرصہ کے بعد آگرہ میں مناظرہ کے لئے آپ تشریف لے گئے۔جہاں مولوی سلطان حسن نے مذہبی ماحول کو پراگندہ کر رکھا تھا۔حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ نے جلسۂ عام میں سلطان حسن کو مناظرہ کی دعوت دی اور اس پر سوالات کی بوچھاڑ کر دی۔جن کا جواب نہ دے کر وہ لاجواب ہو گیا۔آگرہ کے عوام کو جب مولوی سلطان حسن کے مخفی عزائم کا علم ہوا تو انہوں نے اسے آگرہ چھوڑنے پر مجبور کر دیا۔اور حضرت محدث اعظم پاکستان کے مشورہ سے جامع مسجد میں مولانا عبدالحفیظ حقانی کا تقرر کیا۔(۷۹)

مناظرۂ بمبئی:

انہی دنوں بمبئی میں دیوبندی مولوی مرتضٰی حسن دربھنگی نے اہلسنت کو مناظرہ کا چیلنج دے دیا۔ اہلِ بمبئی نے شیر بیشۂ اہلسنت مولانا حشمت علی کو دعوت دی۔ ان کے آتے ہی مولوی مرتضٰی حسن دربھنگی خاموش ہوگیا۔ دیوبندیوں نے اپنی خفت مٹانے کے لئے مولوی منظور سنبھلی کو بلالیا۔ جبکہ اہلِ بمبئی نے تار دے کر ابوالمنظور محدثِ پاکستان کو بلالیا۔ آپ کی آمد کی خبر سنتے ہی دوسرے روز خفیہ طور پر رات کی گاڑی سے مولوی منظور راہِ فرار اختیار کرگیا۔ بمبئی میں محدثِ پاکستان کی تقریریں ہوتی رہیں اور مشکوک و مشتبہ قلوب ایمانِ کامل کی تجلیوں سے پرنور اور راسخ الایمان ہوگئے۔ (۸۰)

مناظرۂ نانپارہ :

۲۹ ربیع الآخر ۱۳۵۶ھ/ ۹ جولائی ۱۹۳۷ء بروز جمعۃ المبارک ریاست نانپارہ بہرائچ شریف میں مولوی عبدالشکور کاکوروی اور دیگر دیوبندی علماء کو حضرت شیخ الحدیث اور حضرت مولانا حشمت علی لکھنوی نے فیصلہ کن مناظرہ کر کے شکستِ فاش دی اور بدمذہبیت کا صفایا فرمادیا۔

حضرت شیخ الحدیث نے بذریعہ مکتوب روئیدادِ مناظرہ سے اپنے استاذِ محترم سیدنا صدر الشریعہ کو مطلع کیا۔ حضرت صدر الشریعہ نے جواباً مبارکباد اور بے شمار دعائیں دیں۔ (۸۱)

مناظرۂ رامپور:

ریاست رامپور کی اکثر آبادی اہل سنت پر مشتمل تھی۔ چند مفسد عناصر نے اہل سنت کے پرامن مذہبی ماحول میں انتشار پیدا کرنے کے لئے اپنے باطل عقائد کی کھلم کھلا تبلیغ شروع کردی۔ علمائے حق اس صورت کو کیسے برداشت کر سکتے تھے لہٰذا تصفیۂ حق و باطل کے لئے مناظرہ طے پایا۔ جمادی الاخریٰ ۱۳۵۷ھ/ اگست ۱۹۳۸ء میں مناظرۂ منعقد ہوا۔ حضرت شیخ الحدیث کو صدرِ مناظرہ منتخب کیا گیا۔ مولائے کریم نے اہل سنت کو فتحِ عظیم عطا فرمائی۔ (۸۲)

مناظرۂ بھکھی:

شوال المکرم ۱۳۶۱ھ/ اگست ۱۹۴۲ء میں مدرسہ محمدیہ رضویہ بھکھی ضلع گجرات کے سالانہ اجلاس میں حضرت شیخ الحدیث تشریف لائے۔ مولوی سلطان محمود دیوبندی جو کہ دہلی کی جامع مسجد فتح پوری میں پڑھاتے تھے اور ان دنوں رمضان المبارک کی تعطیلات گزارنے اپنے گاؤں کٹھالہ ضلع گجرات آئے ہوئے تھے، بمعہ اپنے ساتھیوں کے حضرت شیخ الحدیث کے خطاب کے دوران آگئے۔ انہوں نے سٹیج پر ایک چٹ بھیجی جس پر لکھا تھا کہ میں مناظرہ کرنے آیا ہوں۔ جب یہ چٹ سٹیج پر موجود علمائے کرام نے پڑھی تو پریشان ہوگئے کہ یہ ہمارا جلسہ خراب کرے گا۔ ابھی یہ حضرات صلاح و مشورہ کر رہے تھے کہ حضرت شیخ الحدیث نے محسوس کرلیا کہ کوئی گڑبڑ ہے آپ نے پوچھا کیا بات ہے؟ جواباً علماء نے وہ

چٹ پیش کر دی۔

آپ نے دیکھتے ہی اعلان کر دیا کہ مولوی سلطان محمود کی طرف سے مناظرہ کا چیلنج آیا ہے، مجھے یہ چیلنج منظور ہے اور اب میں مناظرہ کئے بغیر نہیں جانے دوں گا۔ خطاب کے بعد شرائط طے کی گئیں، وقت، تاریخ اور جگہ کا تعین ہوا۔ مولوی سلطان محمود نے ایک شرط یہ بھی رکھی کہ مناظرہ پنجابی زبان میں ہوگا کیونکہ وہ جانتا تھا کہ حضرت صاحب کو عرصہ ہوا بریلی شریف میں پڑھاتے ہیں اور اردو بولتے ہیں، یہ پنجابی میں مناظرہ نہیں کر سکیں گے مگر حضرت صاحب نے یہ شرط بھی منظور فرمالی۔

مقررہ وقت پر جب مناظرہ شروع ہوا تو مولوی سلطان محمود نے بخاری شریف کی ایک حدیثِ پاک پڑھی۔ اس پر حضرت صاحب نے فرمایا کہ لاؤ حوالہ دکھاؤ۔ مولوی سلطان محمود نے بخاری شریف پکڑی اور ورق گردانی شروع کر دی مگر بسیار کوشش کے باوجود حدیث نہ دکھا سکا اور یہ عذر پیش کیا کہ میری بخاری فتح پوری دہلی میں رہ گئی ہے، اس پر حوالہ درج تھا مگر مجھے اب حدیث نہیں مل رہی۔ اس پر حضرت شیخ الحدیث نے خوب مذمت کی اور فرمایا اللہ تعالیٰ کے حبیب ﷺ کی شان میں نکتہ چینی کرنے اور شان گھٹانے کے لئے حدیثیں پڑھ کر غلط مطلب نکال کر دھوکہ دیتے ہو اور پھر حدیث دکھا بھی نہیں سکتے۔ لاؤ بخاری مجھے دو میں حدیث پاک نکال کر دکھاتا ہوں۔ آپ نے بخاری شریف لی اور وہی حدیث پاک جو مولوی صاحب نے بیان کی تھی نکالی اور بیان کی۔ سامعین حیران رہ گئے کہ حدیث پاک تو رسول اکرم ﷺ کی عظمت بیان کر رہی ہے اور یہ بے ادب لوگ اسے شان گھٹانے کے لئے استعمال کرتے ہیں۔ جب مولوی سلطان محمود نے دیکھا کہ اب میں لاجواب ہو گیا ہوں تو اس نے بجائے مناظرہ کرنے کے روئے سخن عوام کی طرف کر دیا اور بولا لوگو! غور کرو! کہ نمک ملتا ہے کھیوڑہ کی کان سے اور اگر کوئی مدینہ جا کر کہے کہ یا رسول اللہ! مجھے نمک دیجئے تو بھلا نبی نمک دے سکتے ہیں۔ گھاس ملتا ہے چراگاہ سے اور اگر کوئی روضۂ رسول پر جا کر کہے مجھے گھاس دے دو تو بھلا نبی گھاس دے سکتے ہیں۔ (العیاذ باللہ) آخر کار وہ مولوی صاحب لاچار ہو گئے تو اپنے ساتھیوں کے ہمراہ کمبل وغیرہ چھوڑ کے بھاگ گئے۔ وہ جب واپس جا رہے تھے تو راستہ میں سکھ ملے جو کہ مناظرہ سننے آئے ہوئے تھے ان سکھوں نے طعنہ دیا کہ مولوی صاحب جو نبی نمک نہ دے سکے، گھاس تک نہ دے سکے اس کا کلمہ پڑھنے سے کیا فائدہ۔ لہٰذا ہمارا مشورہ ہے کہ مولوی صاحب! نبی کا کلمہ چھوڑ کر ہمارے گورو کا کلمہ پڑھ لو۔ سکھوں کی اس بات کا دیوبندی مولویوں کے پاس کوئی جواب نہ تھا۔ (۸۳)

مناظرۂ احمد آباد:

ربیع الاوّل شریف ۱۳۶۲ھ میں احمد آباد گجرات کاٹھیاواڑ (انڈیا) میں مولوی سلطان حسن سنبھلی سے مناظرہ ہوا۔ موضوعِ مناظرہ علم غیب اور حفظ الایمان کی گستاخانہ عبارت تھی۔ مولوی سلطان حسن نے حفظ الایمان کی تاویل میں شرح

مواقف کی عبارت پیش کی۔ محدثِ اعظم پاکستان نے فرمایا: عبارت پڑھو۔ سلطان حسن نے کہا کہ کتاب موجود ہے آپ خود پڑھ لیں۔ محدثِ اعظم نے فرمایا تم اپنے دعویٰ پر دلیل پیش کررہے ہو، تم خود پڑھو۔ دراصل محدثِ اعظم پاکستان سمجھ گئے تھے کہ عبارت پڑھنے میں کچا ہے۔ مفتی شریف الحق امجدی کا بیان ہے کہ: سلطان حسن نے ایک خود ساختہ حدیث پڑھ کر بخاری شریف کا حوالہ دے دیا۔ اس کو کیا معلوم تھا کہ اس کے سامنے بخاری شریف کا حافظ ہے۔ حضرت محدثِ اعظم پاکستان نے فرمایا: ''بخاری شریف لاؤ اور یہ حدیث دکھاؤ۔'' نہ دکھا سکا۔ شرمناک ذلت آمیز شکستِ فاش سے دوچار ہوا۔ حضور محدثِ اعظم پاکستان نے مَنْ کَذب علی متعمدا فلیتبواء مقعده من النار ۔(۸۴) کی روشنی میں اس کے دجل وفریب کا پردہ چاک کیا، جھوٹ آشکارا ہو گیا اور دیو بندیت پورے شہر میں ملامت کا نشان اور گالی بن گئی۔(۸۵)

احمد آباد کے مذکورہ مناظرہ کے بعد حضرت شیخ الحدیث اور دیگر علمائے اہل سنت کی ایمان افروز تقاریر کا سلسلہ کئی روز تک جاری رہا۔ چونکہ بد مذہبیت کا زور تھا اس لئے شیخ الحدیث نے کئی روز تک وہاں قیام فرمایا تا کہ مخالفینِ اہلسنت کے عقائد کو واضح طور پر عوام کے سامنے بیان کر دیا جائے۔ دیو بندیوں نے اپنے شکست خوردہ مولوی سلطان حسن کو دوبارہ مناظرہ کے لئے بہ ہزار منت آمادہ کیا لیکن اب وہ پبلک جلسہ میں مناظرہ کے تیار نہ ہوا۔ چنانچہ اسی کی خواہش کے مطابق ۲۰ ربیع الاوّل ۱۳۶۲ھ/ ۲۷ مارچ ۱۹۴۳ء کو جناب حاجی احمد کے مکان پر تحریری مناظرہ ہونا طے پایا۔ حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ نے اس تحریری مناظرہ میں مولوی سلطان حسن کو اس طرح عاجز کر دیا کہ سوائے خاموشی کے اس کے پاس اور کوئی جواب نہ تھا۔ احمد آباد کے اس مناظرہ کے بعد اہل سنت کا سر فخر سے بلند ہو گیا اور وہاں کے بندگانِ خدا نے اظہارِ تہنیت کے لئے مختلف جلسے کئے۔(۸۶)

مناظرۂ سورت:

سورت میں مخالفینِ اہلسنت نے اس قدر شر وفساد پیدا کر رکھا تھا کہ کسی سنی عالم کی تقریر تو کجا شکل دیکھنا بھی گوارا نہ تھا بفضلہٖ تعالیٰ حضرت شیخ الحدیث کی تشریف آوری کی برکت سے یہاں سے بھی دیو بندیت کا زور ٹوٹ گیا۔ ہوا یوں کہ سورت کی مذکورہ صورتِ حال کے پیشِ نظر حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت شیخ الحدیث اور شیر بیشۂ اہلسنت مولانا حشمت علی خان صاحب کو سورت بھیجا۔ یہ حضرات سُورت کے بازار سے تانگہ پر سوار گزر رہے تھے کہ مخالفین نے پتھراؤ شروع کر دیا۔ حضرت محدثِ اعظم علیہ الرحمہ نے تانگہ رکوا کر وہیں سرِ بازار جلسہ شروع فرما دیا۔ دونوں بزرگوں کی ایمان افروز تقریریں ہوئیں اور کئی گھنٹے جلسہ جاری رہا۔ عوام وخواص پر گہرا اثر ہوا اور ان حضرات کے مدلل علمی تحقیقی بیانات کی دھوم مچ گئی۔(۸۷)

مناظرۂ میانی واُناؤ:

میانی ضلع سرگودھا میں آپ نے دیو بندیوں سے اختلافی مسائل پر کامیاب مناظرہ کیا۔ یونہی اُناؤ (بھارت)

میں مناظرہ کیا۔اس مناظرے میں آپ کے علاوہ مولانا حشمت علی اور مولانا حبیب الرحمٰن مدعو تھے۔ (۸۸)

مناظرہ دھاریوال:

تحریک خاکسار (بیلچہ پارٹی) اگرچہ ایک نیم فوجی وسیاسی تحریک تھی۔مگر یہ لوگ اپنے بانی علامہ مشرقی کے زیرِ اثر عقائدِ حقّہ سے بھی برگشتہ ہو گئے تھے۔دھاریوال ضلع گورداسپور میں خاکساریوں نے سیاست کے روپ میں اپنے عقائد کی تبلیغ شروع کر دی۔حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ خود وہاں پہنچے تاکہ خاکساریوں کے باطل نظریات سے وہاں کے سادہ لوح مسلمانوں کو آگاہ کریں۔خاکساریوں نے آپ کو مناظرہ کا چیلنج دے دیا۔آپ نے فوراً قبول کیا۔وہیں مناظرہ منعقد ہو گیا۔خاکساریوں کو شکست فاش ہوئی۔جب لوگوں پر ان کے عقائد واضح ہوئے تو وہ ان سے متنفر ہو گئے۔اس طرح خاکساریوں نے وہاں سے چلے جانے میں عافیت دیکھی۔ (۸۹)

مناظرے کا چیلنج:

خانیوال میں ایک مرتبہ دیوبندیوں نے اپنے ایک جلسہ میں یہ اعلان کر دیا کہ ''ان کے مولوی عبداللہ درخواستی کو لاکھوں حدیثیں یاد ہیں'' اور مبالغہ آرائی کرتے ہوئے یہاں تک کہہ دیا کہ ''دنیا میں ان سے زیادہ حدیثیں کسی کو یاد نہیں ہیں۔''

خانیوال کے احبابِ اہلسنت نے حضرت محدثِ اعظم پاکستان سے رجوع کیا۔حضرت نے جواباً جو ارشاد فرمایا وہ چیلنج مناظرہ کے طور پر بصورتِ اشتہار شائع بھی کیا گیا کہ: ''درخواستی صاحب! اتنی بڑی تعداد تو کجا آپ صرف پانچ حدیثیں صحیح سند کے ساتھ فقیر کے روبرو پڑھ کر سنا دیں تو ہم آپ کی حدیث دانی کے قائل ہو جائیں گے۔'' یہ چیلنج سن کر درخواستی صاحب گھبرا گئے اور صرف پانچ حدیثیں سنانے کی جرأت نہ کر سکے۔ (۹۰)

مولانا محمد حسن علی رضوی اس چیلنج کو درخواستی صاحب کے سامنے دہرانے کی روداد بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ''ایک مرتبہ تحصیل والی مسجد میلسی میں مخالفین کے ''حافظ الحدیث'' کی تقریر سے قبل ان کا اسٹیج سیکرٹری درخواستی صاحب کی حدیث دانی میں زمین وآسمان کے قلابے ملا رہا تھا اور لاکھوں حدیثوں کا حافظ قرار دے رہا تھا۔راقم الحروف نے بزعم خویش حافظ الحدیث کی موجودگی میں حضرت محدثِ اعظم پاکستان کا چیلنج پیش کیا۔اس پر درخواستی صاحب تو خاموش رہے البتہ ان کے سٹیج سیکرٹری نے خفت مٹانے کے لئے کہا: ''اگر حضرت درخواستی سے بڑھ کر اور کوئی محدث ہے تو ہم اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہیں''۔لیکن چیلنج کا جواب نہ تھا اور نہ کوئی دے سکا۔ (۹۱)

مرزائیوں سے مناظرے

حضرت شیخ الحدیث کے پیر ومرشد حضرت خواجہ شاہ سراج الحق چشتی علیہ الرحمہ نے مرزائیت کے رد میں تاریخی کردار ادا کیا انہی کی پیروی میں حضرت شیخ الحدیث نے بھی مرزائیت کا جو تعاقب کیا وہ تاریخ کا ایک اہم باب ہے۔ رد

مرزائیت میں آپ کی جدوجہد کی ایک کڑی وہ مناظرے ہیں جن کے ذریعے آپ نے قادیانیوں کا ناطقہ بند کر دیا۔ ذیل میں دو مناظروں کا مختصر تذکرہ درج ہے۔

مناظرۂ بدایوں:

ضلع بدایوں کے ایک قصبے جگت میں ایک شخص مرزائیت کی تعلیم پا کر آیا اور فتنۂ مرزائیت کی تبلیغ شروع کر دی۔ اس فتنے کی سرکوبی کے لئے ایک عظیم الشان جلسہ منعقد ہوا جس میں حضرت شیخ الحدیث تشریف لائے۔ آپ نے مرزائی سے گفتگو کی۔ مرزائی نے جس طرح ان کی عادت ہے کاپی سے دیکھ دیکھ کر سوالات پیش کرنے شروع کر دیئے حضرت شیخ الحدیث مولانا سردار احمد نے اسے نہایت ہی مسکت جواب دیئے۔ بالآخر اس نے یہ کہہ کر راہِ فرار اختیار کی کہ میری ایک اور نوٹ بک جس میں سوالات لکھے ہوئے ہیں، مل گئی تو آپ سے مزید گفتگو کروں گا۔ اس طرح اہل سنت و جماعت کے مناظر مولانا محمد سردار احمد صاحب کو فتحِ عظیم حاصل ہوئی۔ (۹۲)

مناظرۂ دیال گڑھ:

آپ کے آبائی گاؤں دیال گڑھ میں ایک مرزائی نے آپ کو مناظرہ کا پیغام بھیجا آپ نے قبول کر لیا اور کہلا بھیجا کہ اپنی مرضی کے مناظر مرزائیوں کو بلا لو۔ چنانچہ اس نے اپنے معتمد مرزائی مناظر اکٹھے کر لئے اور کہلا بھیجا کہ ہمارے مناظر آپ کی مسجد میں آ کر آپ سے مناظرہ کرنا چاہتے ہیں۔ آپ نے جواب دیا کہ مرزائی چونکہ دائرہ اسلام سے خارج ہیں اس لئے ہم انہیں اپنی مسجد میں داخل نہیں ہونے دیں گے۔ اس کے ساتھ ہی آپ نے مسجد سے قریب ایک کھلے میدان کو جائے مناظرہ قرار دیا اور مرزائیوں کو بلا بھیجا۔ مرزائی مناظر بڑے طمطراق سے آئے۔ کافی کتابیں اپنے ساتھ لائے تھے۔ حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ نے بطورِ حوالہ ایک کتاب پیش کی اور مرزائی مناظرین کو دعوت دی کہ کم از کم اس حوالہ کو صحیح پڑھ دو۔ چنانچہ ان میں کوئی بھی حوالہ کی عبارت کو نہ پڑھ سکا۔ اس طرح انہیں انتہائی ذلت و رسوائی اٹھانا پڑی۔ مجمع پر یہ واضح ہو گیا کہ مرزائی باطل پر ہیں اور حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ حق پر ہیں۔

شکست خوردہ مرزائی مناظر بھاگ گئے اور جا کر گاؤں کے باہر کماد کی فصل میں چھپ گئے۔ وہاں بیٹھ کر گفتگو کرنے لگے کہ مولوی محمد سردار احمد تو جادوگر معلوم ہوتا ہے۔ اس کا جادو ہم پر ایسا چلا کہ ہم قطعاً لاجواب ہو گئے۔ حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ کا ایک مرید وہاں بیٹھا ان کی یہ گفتگو سن رہا تھا۔ اس نے آ کر ان کے درمیان ہونے والی ساری گفتگو آپ کو سنائی۔ یہ مناظرہ غالباً ۱۳۶۴ھ/۱۹۴۵ء کو ہوا۔ (۹۳)

فتح خود جھومتی آتی تھی اس میدان کے اندر
جس میدان میں جلوہ کناں سردار احمد تھے

حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ نے اکثر و بیشتر اہل باطل سے بنفسِ نفیس مناظرہ کیا لیکن جب کبھی یہ محسوس

فرماتے کہ ان کے شاگرد بھی مناظرہ میں کامیاب ہو سکتے ہیں تو اپنے شاگرد کو بھیج دیتے۔ ایسی صورت میں مناظرہ کی تیاری اپنی نگرانی میں آپ خود کرواتے۔ کتبِ حوالہ اپنے کتب خانہ سے عطا فرماتے۔ ایک مرتبہ مولانا مفتی وقارالدین کو ضلع اعظم گڑھ میں کہیں مناظرہ پر جانا تھا۔ مناظرہ کی مکمل تیاری آپ نے خود کروائی۔ (۹۴)

یونہی مولانا عبدالرشید جھنگوی (جوان دنوں آپ کے پاس دورۂ حدیث میں زیرِ تعلیم تھے) کو بریلی کے ایک نواب کے پاس مناظرہ کے لئے بھیجا۔ یہ نواب اور اس کے زیرِ اثر ایک لڑکا قادیانی دجال کے دعویٰ مثیلِ عیسیٰ علیہ السلام کو مان چکے تھے۔ ان کا کہنا تھا کہ نزولِ عیسیٰ (علیہ السلام) کا عقیدہ اب کچھ چالیس برس سے سنیوں نے گھڑا ہے۔ اگر کوئی ہمیں ایسی کتاب دکھا دے جو آج سے چالیس برس پہلے کی لکھی ہو اور اس میں نزولِ عیسیٰ کا اثبات ہو تو ہم مان جائیں گے۔ جب یہ خبر حضرت شیخ الحدیث تک پہنچی تو آپ نے مولانا عبدالرشید جھنگوی کو امام ابوبکر احمد بیہقی کی کتاب الاسماء والصفات دے کر نواب اور اس لڑکے کے پاس روانہ فرمایا۔ مولانا محمد عبدالرشید جھنگوی نے بطرزِ مناظران سے گفتگو کی اور صدیوں پرانی کتاب جو حسنِ اتفاق سے نصف صدی پہلے کی مطبوعہ تھی، دکھا کر اپنا مؤقف بیان کیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ آپ کی یہ کوشش کامیاب ہوئی اور وہ لڑکا نزولِ عیسیٰ علیہ السلام کے عقیدہ کا قائل ہو گیا۔ (۹۵)

مناظرین کے لئے حضرت شیخ الحدیث کی ہدایات

حضرت شیخ الحدیث جب کسی کو مناظرہ کے لئے روانہ فرماتے تو مندرجہ ذیل ہدایات دیتے:

(۱) مناظرہ میں حوالہ کے لئے اصل کتاب حاصل کرو اور موقعہ پر اصل کتاب سے حوالہ پیش کرو۔

(۲) اصل کتاب سے حوالہ پڑھ کر حوالہ حاضرین کو دکھا لو۔ کتاب حوالہ مخالف مناظر کے ہاتھ میں ہرگز نہ دو کہ وہ متعلقہ ورق پھاڑ دیتے ہیں۔

(۳) مخالف مناظر سے شرائطِ مناظرہ یا دورانِ مناظرہ بات منوا کر لکھوا لو۔ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ وہی مناظر اپنی مانی ہوئی بات سے انکار کر دیتا ہے۔ اگر اس کی دستخط شدہ تحریر آپ کے پاس ہوگی تو اس کے لئے انکار کرنا مشکل ہو جائے گا۔

(۴) وقتِ مقررہ سے پہلے ہی مقامِ مناظرہ پر پہنچ جاؤ۔

(۵) مناظرہ میں اپنے ساتھ مضبوط اعصاب والا آدمی ہونا چاہیے۔ بعض اوقات معاملہ تنازع تک پہنچ جاتا ہے۔ اس وقت اکیلا آدمی زیادہ پریشان ہوتا ہے۔ مضبوط ساتھی کی موجودگی میں مخالف حملہ سے ڈرتا ہے اور امن بحال رہتا ہے۔

تلامذہ کو مناظرہ کے لئے بھیجنے سے پہلے حضرت شیخ الحدیث حوصلہ افزاء کلمات سے تعریف فرماتے۔ عموماً پیش آنے والے واقعات بھی بیان فرما دیتے۔ آپ کے بیان کے مطابق جب واقعات پیش آتے اور بالآخر فتح حاصل ہوتی تو تلامذہ کے حوصلے بلند ہو جاتے۔ یہ آپ کی کرامت تھی۔ (۹۶) آپ کی اس حسین اور بہترین تربیت کے نتیجے میں آپ

کے تلامذہ میں ایک سے ایک بڑھ کر مناظر پیدا ہوئے۔ان مناظرین میں حضرت مولانا علامہ عنایت اللہ رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا عبدالرشید جھنگوی سرفہرست ہیں۔

تحریری مناظرے:

تقریری مناظروں کے علاوہ حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ نے تحریری مناظرے بھی فرمائے۔آپ کے چند تحریری مناظروں کا تذکرہ مختصراً درج ذیل ہے۔

1۔ غیر مقلدین سے سوالات:

یہ غیر مقلدین کے مشہور مولوی ثناء اللہ امرتسری سے بیس تراویح کے موضوع پر بیس سوالات ہیں۔جن کے جوابات سے مولوی ثناء اللہ امرتسری تا زندگی عاجز رہے بلکہ آج تک غیر مقلدین جواب نہیں دے پائے۔یوں یہ سوالات لا جواب ہیں اور لا جواب ہی رہیں گے۔

یہ سوالات فتاویٰ محدث اعظم میں شائع ہو چکے ہیں۔(۹۷)

2۔ موت کا پیغام:

دیوبندی علماء سے تقریری مناظرہ کے بعد حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ نے مناسب سمجھا کہ توہینِ رسالت پر مشتمل دیوبندی اکابر کی عبارات پر انہیں دعوتِ غور وفکر دیں اور اس کے ساتھ ساتھ مختلف دیوبندی علماء کی جانب سے ان عبارات کی جو بیہودہ تاویلات کی گئی ہیں ان کی کمزوری عیاں کریں۔تقریری مناظرے میں اگر وہ سامنا کرنے کی ہمت نہیں رکھتے تو کم از کم تحریری طور پر وہ گھر بیٹھے مشورہ کر کے جواب دے سکیں اور اگر جوابات سے عاجز رہیں تو ان کفریہ کلمات سے توبہ اور لکھنے والے سے برأت کا اعلان کریں۔اس مقصد کے لئے آپ نے وکلائے مولوی اشرف علی تھانوی،مولوی حسین احمد مدنی صدر المدرسین دیوبند،مولوی مرتضیٰ حسن در بھنگی ناظم شعبہ تبلیغ دیوبند،مولوی عبدالشکور لکھنوی ایڈیٹر النجم اور خود مولوی اشرف علی تھانوی کو الگ الگ خطوط لکھے اور بذریعہ رجسٹری روانہ کئے مگر دیوبندی علماء آج تک ان خطوط کے جوابات سے عاجز ہیں۔(۹۸) یہ سوالات ''موت کا پیغام،دیوبندی مولویوں کے نام'' کے عنوان سے شائع ہو چکے ہیں۔

3۔ تحریری مناظرہ دیال گڑھ:

آپ کے آبائی گاؤں دیال گڑھ کے دیوبندی مولوی فرزند علی اور مولوی ابراہیم نے آپ سے تحریری مناظرہ کی نا کام کوشش کی اور اپنے اعتراضات لکھ کر آپ کو پیش کئے۔آپ نے ایسا مسکت جواب دیا کہ ان کے پاس سوائے خاموشی کے کوئی جواب نہ تھا۔بے شمار مطالبات کے باوجود وہ دیوبندی آپ کی تحریر کا جواب نہ دے سکے نہ تحریری نہ تقریری۔اس تحریری مناظرہ کے بعد آپ کے علاقہ میں دیوبندیت کو کافی ذلت اٹھانا پڑی۔

فصل چہارم

تعمیرِ مساجد و مدارس

مسجد پیغامِ اسلام کی اشاعت اور تبلیغِ دین کا ایک اہم ذریعہ ہے۔ اسی لئے مبلغینِ اسلام اور اولیائے کرام کا ہمیشہ سے یہ معمول رہا ہے کہ وہ اشاعتِ دین کے لئے جہاں تشریف لے جاتے ہیں وہاں مسجد ضرور تعمیر کرتے ہیں اور اسے تبلیغ واصلاح معاشرہ کا ایک مرکز بنا دیتے ہیں۔ حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ نے بھی فیصل آباد تشریف لا کر مساجد کی تعمیر کی جانب خصوصی توجہ فرمائی۔ آپ کی سرپرستی میں جو مساجد تعمیر ہوئیں ان کا مختصر تذکرہ درج ذیل ہے:

(۱) شاہی مسجد:

جب حضرت شیخ الحدیث کی فیصل آباد تشریف آوری ہوئی۔ ان دنوں شاہی مسجد گول باغ (موجودہ ارشد مارکیٹ) بغیر چھت کے صرف ایک چبوترے کی حالت میں تھی۔ دیواروں کے نشانات تو تھے لیکن ہنوز بالکل ابتدائی مراحل میں۔ حافظ محمد سردار کی استدعا پر آپ نے دورۂ حدیث میں زیرِ تعلیم اپنے شاگرد مولانا عبدالقادر کو مسجد کا امام مقرر کیا۔ چند دنوں بعد دورۂ حدیث کے اسباق بھی اسی مسجد کے چبوترے پر شروع کر دیئے۔ اور ذی قعدہ ۱۳۶۸ھ/ دسمبر ۱۹۴۹ء میں گول باغ میں جمعہ کا خطبہ دینا شروع کیا۔ (۱۰۰)

جمعہ باغ میں ادا ہوتا، نمازیں مسجد میں پڑھی جاتیں اور سائبان کے نیچے مسجد میں بیٹھ کر درسِ حدیث پڑھایا جاتا۔ آپ کی شخصیت اور زبان واخلاق میں کچھ ایسی کشش تھی کہ جو آتا یہیں کا ہو کر رہ جاتا۔ جو بات سنتا فریفتہ ہو جاتا۔ آہستہ آہستہ حلقۂ درس، نمازیوں کی تعداد اور جمعہ کی رونق میں مسلسل اضافہ ہوتا رہا۔ گویا گول باغ میں قدرتِ خداوندی نے علم وعرفان اور فیوض وبرکات کا ایک وسیع وعریض باغ لگا دیا۔ جس کی ایمان افروز، روح پرور ہوائیں اور خوشبوئیں مخلوقِ خدا کے دلوں کو کھینچنے لگیں مولانا سردار احمد کے توسط سے اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں صاحب بریلوی کا فیض جہان میں پھیلنے لگا اور اس شعر کا منظر آنکھوں کے سامنے گھومنے لگا:

احمد رضا کے فیض کے در ہیں کھلے ہوئے
سردار احمد اس کے ہیں ساقی بنے ہوئے (۱۰۱)

(۲) سنی رضوی جامع مسجد:

جب گول باغ شرقی (موجودہ ارشد مارکیٹ) مجمع کی وسعت کے سامنے اپنی تنگیٔ داماں کا اظہار کرنے لگا تو احبابِ اہل سنت نے سڑک کی دوسری جانب گول باغ غربی میں نمازِ جمعہ پڑھانے کی اجازت باقاعدہ طور پر میونسپل

کمیٹی سے حاصل کر لی۔ یہاں نمازیوں کی تعداد اتنی زیادہ ہوتی کہ ہر جمعہ کو ستر، اسی خیمے نصب کئے جاتے۔ چھ سات ماہ اس کھلے میدان میں صرف جمعہ ادا ہوتا رہا۔ رمضان المبارک ۱۳۶۹ھ/ جون ۱۹۵۰ء کی آمد پر آپ نے چاہا کہ اس جگہ باقاعدہ پنجگانہ نماز باجماعت ادا ہو۔ امامت کے لئے آپ کی نگاہِ انتخاب مولانا مفتی محمد امین پر پڑی۔ جو اسی سال دورۂ حدیث سے فارغ ہوئے تھے۔ اپنے انتخاب کی روئیداد بیان کرتے ہوئے مولانا مفتی محمد امین لکھتے ہیں: ''رمضان المبارک کی آمد آمد تھی آپ کا ارادہ تھا کہ یکم رمضان المبارک کو سنی رضوی جامع مسجد میں نمازِ پنجگانہ کا آغاز ہو، آپ نے فقیر کو بلا کر فرمایا'' یکم رمضان المبارک سے یہاں نماز پنجگانہ شروع ہوگی اور ہمارا شوق ہے کہ نماز آپ پڑھایا کریں''۔ بعد میں فقیر کو شوق ہوا کہ رمضان مبارک کی چھٹیاں گھر جا کر گزاروں اور چھٹی کے لئے درخواست پیش کی آپ نے سن کر فرمایا واپس کب آؤ گے؟ عرض کیا عید کے بعد تو فرمایا'' ہم یکم رمضان المبارک سے نمازِ پنجگانہ کا آغاز کر رہے ہیں، ہم امامت کے لئے کسی کو آگے کھڑا کریں گے اور ہمارا شوق ہے کہ امامت کے فرائض آپ انجام دیں لہٰذا عید کے بعد جب آپ واپس آئیں گے تو پہلے امام کو کیسے کہیں گے کہ تم پیچھے ہٹ جاؤ۔ اس کا حل بتاؤ۔'' اس پر فقیر نے عرض کی حضور میں نہیں جاتا۔ تو خوش ہو کر فرمایا "ان شاء اللہ چمکو گے۔" (۱۰۲)

مسجد کا سنگِ بنیاد:

عارضی طور پر شہتیروں اور بالوں کی بہت بڑی چھت ڈال کر مسجد بنائی گئی۔ کچھ عرصہ تک مسجد کا انتظام عارضی بنیادوں پر چلتا رہا۔ مگر حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ خانۂ خدا کو شایانِ شان طریقے سے تعمیر کرنے کا عزم کر چکے تھے۔ بالآخر وہ مبارک ساعت آ گئی جس میں پاکستان کی عظیم الشان، جامع مسجد کا سنگِ بنیاد رکھا گیا۔ ۱۲ ربیع الاوّل ۱۳۷۵ھ/ ۸ نومبر ۱۹۵۵ء کی مبارک شب علماء و مشائخ اور عوامِ اہلسنت کے عظیم اجتماع میں آپ نے اس عظیم مسجد کا سنگِ بنیاد اپنے دستِ مبارک سے رکھا۔ (۱۰۳)

چندہ کی اپیل نہیں کی:

حضرت شیخ الحدیث مسجد کی تعمیر کے لئے چندہ دینے کی اپیل نہیں کرتے تھے۔ البتہ کوئی صاحب آپ کی تقریر اور عربی خطبہ کے درمیانی وقفہ میں حاضرین کی توجہ تعمیر میں اعانت کی جانب دلاتے تھے اس میں بھی حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ کسی قسم کی مبالغہ آرائی کی اجازت نہ دیتے تھے چنانچہ ایک مرتبہ شوال المکرّم کے ابتدائی جمعہ میں ایک بزرگ (شاید صوفی اللہ رکھا تھے) نے چندہ کی اپیل کرتے ہوئے یہ کہہ دیا: ''لوگو! یہ خیال نہ کرو کہ رمضان شریف گزر گیا ہے، اس لئے اب عطیات بیکار ہیں، بلکہ اب بھی عطیات کا اتنا ہی ثواب ہوگا، جتنا رمضان شریف میں تھا۔'' حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ منبر پر تشریف فرما تھے آپ نے فوراً ٹوک دیا اور فرمایا: "رمضان شریف میں دیئے گئے عطیات کا ثواب یقیناً زیادہ تھا۔" (۱۰۴) آپ کے اسی معمول کا تذکرہ کرتے ہوئے شیخ القرآن علامہ عبدالغفور ہزاروی علیہ الرحمۃ فرماتے

ہیں: "ہم میں سے اکثر اپنے مدارس کے لئے چندہ مانگتے ہیں، مجھ جیسا بھی چندہ مانگنے پر مجبور ہے۔ مگر شیخ الحدیث گھر بیٹھے رہے۔ لوگ خود آ کر مسجد و مدرسہ کی امداد کرتے۔" (۱۰۵)

مشروط تعاون قبول نہ کیا:

جس نے مسجد کی امداد مشروط طور پر کرنے کی کوشش کی آپ نے اس کی امداد قبول نہ فرمائی۔ چنانچہ ایک مرتبہ حاجی سیٹھ عبدالمجید بچی دکان، فیصل آباد نے مسجد کا فرش لگوانے کی پیشکش کی اور ساتھ ہی عرض کیا کہ میرے نام کا پتھر مسجد میں لگوا دیا جائے، آپ نے ان کا مشروط تعاون قبول نہ کیا۔ (۱۰۶)

مخالفین کی جانب سے رکاوٹیں:

سنی رضوی جامع مسجد کی تعمیر میں جہاں مخلصینِ اہل سنت نے حصہ لیا وہاں مخالفینِ اہل سنت نے روڑے اٹکانے کی پوری کوشش کی مگر حضرت شیخ الحدیث کی عزیمت و استقامت کے سامنے تمام رکاوٹیں پرکاہ ثابت ہوئیں۔ ایک مرتبہ مخالفین نے اپنے ہم عقیدہ اے۔ ڈی۔ ایم حمید الدین کے کان بھرے جس سے وہ مسجد کی تعمیر کا ذاتی مخالف بن گیا۔ اس نے موقعہ پر آ کر مسجد کا صحن تنگ کرنے کے لئے صحن میں ڈرم نصب کروا دیئے اور کچھ دوکانداروں کو لا بٹھایا۔ حضرت شیخ الحدیث نے مسجد کے صحن کی حد بندی کے لئے باہر تین اطرف سے باب النور، باب الرضا اور بابِ عائشہ بنوا دیئے۔ اے، ڈی، ایم مذکور شدید نتائج کی دھمکیاں دیتے ہوئے یہ کہہ گیا کہ وہ سخت سزا کے لئے تیار رہیں۔ مگر راتوں رات ایسے عذاب میں مبتلا ہوا کہ اس کی داستانیں اب بھی زبانِ زدِ عام ہیں۔ (۱۰۷)

سنتِ نبوی کی پیروی:

تمام رکاوٹوں کے باوجود سنی رضوی جامع مسجد کا کام جاری رہا۔ آپ کے وصال تک تقریباً دو لاکھ روپیہ مسجد پر خرچ ہو چکا تھا۔ حسبِ عادت حساب آپ نے اپنے پاس نہ رکھا۔ آپ نے مسجد کی تعمیر کا کام سنتِ نبوی کے مطابق خود بھی کیا۔ ۱۹۵۸ء میں جب گیلری کا لینٹر ڈالا جانے لگا تو سب سے پہلے آپ نے اپنے دستِ مبارک سے بجری کی پہلی تغاری ڈالی۔ (۱۰۸)

مسجد کے ہال کی لمبائی 180 فٹ اور چوڑائی 52 فٹ ہے۔ ملحقہ برآمدے کی لمبائی 180 فٹ جبکہ چوڑائی 16 فٹ ہے۔ برآمدے سے ملحقہ ڈیوڑھی کی لمبائی 116 فٹ اور چوڑائی 5 فٹ ہے۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے حروف کی مناسبت سے ہال اور برآمدے کے دروازوں کی تعداد 19 ہے۔ دو فلک بوس میناروں کی لمبائی 211 فٹ ہے۔ یوں یہ مینار شاہی مسجد کے میناروں سے 31 فٹ اور مینارِ پاکستان سے 15 فٹ اونچے ہیں۔ حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ کے وصال تک دونوں منزلوں کا چھت مکمل ہو چکا تھا اور دونوں مینار بھی 45 فٹ تک بن چکے تھے۔ (۱۰۹)

حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ کے وصال کے بعد آپ کے فرزندِ اکبر حضرت صاحبزادہ قاضی محمد فضلِ رسول حیدر رضوی کی زیرِ نگرانی ہال اور برآمدہ میں چپس کا فرش بچھایا گیا۔ مسجد کے وسیع و عریض صحن کا فرش سنگِ مرمر کا لگایا گیا۔ مسجد کے تین عالی شان گنبد مکمل ہوئے اور ان پر سنگِ مرمر لگایا گیا۔ مسجد کی پیشانی پر خلفائے راشدین، عشرہ مبشرہ و دیگر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین، اہل بیتِ اطہار کی ممتاز شخصیات، ائمہ اربعہ اور سلاسلِ اربعہ کے مشائخ کے اسمائے گرامی کندہ کیے گئے۔ مسجد کی چار دیواری اور باب النور، باب شیخ الحدیث، باب غریب نواز، باب غوث الاعظم، باب عائشہ صدیقہ وغیرہ اور صدر دروازہ بابِ رضا تعمیر کیا گیا۔ یوں یہ عظیم الشان جامع مسجد پچاس برس میں پایۂ تکمیل کو پہنچی اور ۲۵ صفر المظفر ۱۴۲۴ھ کو عرسِ اعلیٰ حضرت کے موقعہ پر عظیم الشان جشنِ تاسیس و تکمیل منایا گیا۔

مسجد سے ملحق فلاحی ادارے:

خلقِ خدا کی خدمت اور ان کی حاجت روائی تا زندگی حضرت شیخ الحدیث کا وطیرہ رہی۔ اسی مشن کو آگے بڑھاتے ہوئے مسجد سے ملحق محدثِ اعظم فری ڈسپنسری اور کلینیکل لیبارٹری کا قیام عمل میں لایا گیا۔ زائرین کی رہائش کے لئے تین منزلہ عمارت تعمیر کی جا چکی ہے۔ (۱۱۰)

حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ کے انقلابی پروگرام کے لئے ایسی ہی عظیم الشان مسجد درکار تھی۔ یہ سنی رضوی جامع مسجد اپنے بلند میناروں کے ساتھ عظمتِ اہل سنت کا نشان، ایک مضبوط مرکز اور نا قابلِ تسخیر قلعہ ہے۔ وصال تک آپ نے اسی مسجد میں خطبہ دیا۔ جامعہ رضویہ کے سالانہ اجلاس، عرسِ امام اعظم، عرس اعلیٰ حضرت اور دیگر مذہبی تقاریب کا انعقاد یہیں ہوتا تھا اور بفضلہٖ تعالیٰ آج بھی بدستور یہ سلسلہ جاری و ساری ہے۔

دیگر مساجد:

شاہی مسجد اور سنی رضوی جامع مسجد فیصل آباد کے علاوہ آپ نے متعدد مساجد کی بنیاد رکھی اور دیگر مساجد کی تعمیر و ترقی میں حصہ لیا۔ جن کا سنگِ بنیاد آپ نے اپنے دستِ مبارک سے رکھا۔ ان میں سے بعض کے نام یہ ہیں:

(۱) جامع مسجد احمد آباد (انڈیا) (۲) جامع مسجد ابرار، راجہ چوک فیصل آباد
(۳) صابری جامع مسجد غلام محمد آباد (۴) جامع مسجد بغدادی گلبرگ اے فیصل آباد
(۵) جامع مسجد اللہ والی جڑانوالہ روڈ (۶) جامع مسجد مدنی سمن آباد فیصل آباد
(۷) جامع مسجد بغدادی جوالانگر (۸) جامع مسجد قادریہ پیپلز کالونی نمبر 1 فیصل آباد

ضلع کونسل فیصل آباد کی مسجد کی تعمیر نو کے وقت سنگِ بنیاد آپ نے رکھا۔ امام مسجد اپنی طرف سے مقرر کیا۔ سنگِ بنیاد کے کتبہ میں آپ کا نامِ نامی کندہ تھا جو مسجد میں نصب ہوا لیکن اب تعمیرِ جدید کے بہانے سنگِ بنیاد کو ہٹا دیا گیا ہے۔ (۱۱۱)

جہاں نماز پڑھی، وہاں مسجد بن گئی:

دورانِ سفر آپ کو اگر کہیں ایسی جگہ نماز پڑھنے کا اتفاق ہوا جہاں پہلے سے مسجد موجود نہ تھی تو آپ کی برکت سے نہ صرف وہ جگہ آباد ہو جاتی بلکہ وہاں شاندار مسجد بھی تعمیر ہو جاتی اسے آپ کی کرامت کہا جائے تو مبالغہ نہ ہوگا۔ چنانچہ ایک مرتبہ دورانِ سفر آپ نے اڈا امریدوالا ضلع فیصل آباد میں نمازِ عصر ادا فرمائی۔ قریبی نہر کے پانی سے وضو فرمایا۔ اس وقت نہ یہاں آبادی تھی اور نہ ہی یہاں کوئی مسجد تھی۔ خالی جگہ آپ نے نماز ادا کر لی۔ نماز کے بعد دعائیہ انداز میں فرمایا: ''کیا ہی اچھا ہو کہ یہاں سنیوں کا ایک مدرسہ اور ایک مسجد ہو تا کہ یہ جگہ آباد ہو جائے۔'' الحمد للہ تعالیٰ اب یہ جگہ آباد ہے اور یہاں اہل سنت کا ایک مدرسہ اور شاندار مسجد ہے۔ (۱۱۲)

خانیوال اسٹیشن پر مسجد:

یونہی آپ کے نماز پڑھنے کی برکت سے خانیوال اسٹیشن کے پلیٹ فارم پر مسجد بن گئی۔ اس کی تفصیل مولانا محمد حسن علی رضوی کے الفاظ میں ملاحظہ فرمائیے: ''حضرت محدثِ اعظم پاکستان جامعہ شرقیہ رضویہ کے افتتاحی اجلاس کے موقع پر مولانا محمد ابراہیم خوشتر کی دعوت پر ساہیوال رونق افروز ہوئے۔ مراجعت پر خانیوال کی طرف سے سفر ہوا۔ کسی پسنجر ٹرین کے ذریعے تین بجے رات خانیوال اسٹیشن پر تشریف فرما ہوئے۔ فقیر راقم الحروف اور مفتی اعجاز ولی الرضوی علیہ الرحمۃ ہمراہ تھے۔ شاہین ایکسپریس کے آنے میں دو تین گھنٹے باقی تھے۔ جس جگہ آپ نے آرام فرمایا اور نمازِ فجر ادا کی تھی اب وہاں پلیٹ فارم پر حسین و جمیل مسجد موجود ہے۔ (۱۱۳)

مولانا موصوف ہی کا بیان ہے: ''فقیر سگِ بارگاہِ رضوی کی دعوت پر آپ میلسی رونق افروز ہوئے۔ بعد نمازِ مغرب چوک مسجد بہادر خان محفلِ ذکر کا انعقاد ہوا۔ آج نہ صرف یہ جگہ ''چوک غوثیہ رضویہ'' کے نام سے موسوم ہے بلکہ وہ مبارک جگہ جہاں آپ تشریف فرما ہوئے تھے مسجد میں شامل ہو چکی ہے اور یہاں قرآن عظیم کی تعلیم ہوتی ہے۔ ایک معمر سیدزادی مخدومہ نے فقیر کو بتایا کہ مجھے میلسی کے اس چوک غوثیہ رضویہ میں سیدنا غوثِ اعظم سرکارِ بغداد رضی اللہ عنہ کی زیارت ہوئی۔ (۱۱۴)

تطہیرِ مساجد:

فیصل آباد میں حضرت شیخ الحدیث کی تشریف آوری سے قبل یہاں کی اکثر سنی مساجد میں دیوبندی عقیدہ کے امام مسلط تھے۔ آپ کی شبانہ روز مساعی سے یہ سنی مساجد، سنی ائمہ سے آباد ہو گئیں۔ آپ کے وصال تک جن مساجد کی تطہیر ہوئی ان کی تعداد اسی سے زائد ہے۔ ظاہر ہے مساجد کی تطہیر، تعمیر سے کسی طرح کم نہیں۔ (۱۱۵)

دینی مدارس کا قیام

تبلیغِ اسلام کے لئے مبلغینِ کی تربیت وتیاری بہت ضروری ہے۔ یہ اہم فریضہ دینی مدارس میں انجام پاتا ہے۔ منبر ومحراب کی آبادی بھی مدارس ہی کے دم قدم سے ہے۔ کفار ومنافقین کی اسلام کے خلاف پھیلائی گئی سازشوں کا توڑ بھی دینی مدارس کے فضلاء ہی کرتے ہیں۔ مدارسِ دینیہ کی اسی اہمیت کے پیشِ نظر حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ نے دینی مدارس کے قیام کو اپنی اوّلین ترجیح قرار دیا۔ آپ کی سرپرستی واہتمام سے جو مدارس قائم ہوئے۔ ان کا مختصر تذکرہ درج ذیل ہے۔

(۱) دارالعلوم مظہرِ اسلام، بریلی:

۱۳۵۶ھ/ ۱۹۳۷ء میں انتہائی بے سروسامانی کے عالم میں اللہ تعالیٰ پر توکل کرتے ہوئے آپ نے مسجد بی بی جی میں دارالعلوم مظہرِ اسلام بریلی قائم فرمایا۔ اس حال میں کہ نہ طلبہ کا کوئی کفیل تھا اور نہ مدرسین کی تنخواہ کا کوئی ذمہ دار لیکن آپ کے عزم وہمت اور تدریس کی خوبی کا نتیجہ یہ نکلا کہ یہ مدرسہ تھوڑی دیر میں ہی دنیائے سنیت کا سب سے بڑا دارالعلوم بن گیا۔ چہار جانب سے طلبہ جمع ہوگئے۔ یوپی کے علاوہ بہار، بنگال، پنجاب، سرحد، بمبئی حتیٰ کہ افغانستان کے طلبہ کا کثیر اجتماع تھا۔ ہر سال تیس سے لے کر چھتیس تک علماء فارغ التحصیل ہوتے۔ یہ دارالعلوم آج بھی علم وعرفان کے دریا مسلسل بہا رہا ہے اور حضرت شیخ الحدیث کے لئے صدقۂ جاریہ کے طور پر اخروی درجات میں بلندی کا سبب بنا ہوا ہے۔ (۱۱۶)

(۲) جامعہ رضویہ مظہرِ اسلام فیصل آباد:

قیامِ پاکستان کے بعد کچھ عرصہ بھکھی، ساروکی اور بریلی شریف میں تدریس فرمائی۔ جس کی تفصیل باب 2 میں بیان ہو چکی ہے۔ اس دوران پاکستان بھر سے علماء ومشائخ آپ کو اپنے ہاں ٹھہرانے اور تدریس فرمانے کے لئے آمادہ کرتے رہے لیکن آپ نے اپنے مستقل قیام، درس وتدریس اور تبلیغ دین کے لئے لائل پور (فیصل آباد) کو مرکز بنانے کا عزم فرمالیا۔ اس شہر کی بنیاد ۱۸۹۷ء میں رکھی گئی۔ پہلا ڈپٹی کمشنر سر جن لائل نامی ایک انگریز افسر تھا۔ اسی کے نام پر شہر کو لائل پور کہا جاتا تھا جو ۱۹۷۵ء میں بدل کر فیصل آباد رکھ دیا گیا۔

فیصل آباد کے انتخاب کی وجوہات:

ہر عام وخاص کے ذہن میں خود بخود یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ نے پاکستان کے بڑے بڑے شہر اور مدارس چھوڑ کر آخر فیصل آباد ہی کا کیوں انتخاب فرمایا؟ طوالت سے بچتے ہوئے اس انتخاب کی وجوہات مختصراً درج ذیل ہیں۔

(الف) فیصل آباد کے انتخاب کی سب سے بڑی وجہ جو بیان کی جاتی ہے وہ یہ ہے کہ حضرت شیخ الحدیث نے مفتیٔ اعظم ہند مولانا شاہ مصطفیٰ رضا خاں بریلوی علیہ الرحمۃ سے بذریعہ خط استدعا کی تھی کہ وہ ساروکی اور لائل پور (فیصل آباد) میں سے کسی ایک مناسب مقام کا تعین کریں۔ مفتیٔ اعظم ان دنوں مدینہ منورہ میں تھے۔ وہاں سے جواباً انہوں نے فیصل آباد کے انتخاب کا حکم دیا۔ یقیناً اس میں کوئی شک نہیں کہ حضرت شیخ الحدیث کو اپنے اساتذہ و مشائخ سے جو عقیدت تھے۔ اس کا تقاضا یہی تھا کہ آپ فیصل آباد قیام فرمائیں۔ لیکن ایک سوال پھر یہاں اٹھتا ہے کہ حضرت مفتیٔ اعظم سے مقام کے تعین کے لئے جو درخواست آپ نے کی تھی۔ اس میں ساروکی کے ساتھ لائل پور (فیصل آباد) ہی کیوں لکھا۔ پاکستان کا کوئی اور شہر کیوں نہ لکھا۔ اس کی وجوہات توجہ سے آئندہ سطور میں ملاحظہ فرمائیے:

(ب) فیصل آباد شہر کی آبادی کے لئے حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ کے پیر و مرشد حضرت شاہ سراج الحق چشتی کے والد ماجد حضرت خواجہ منیر الحق نقشبندی متعین ہوئے۔ اس زمانہ کے دستور کے مطابق ڈپٹی خواجہ محمد منیر الحق نے گھوڑی پر سوار ہو کر لائل پور کی حدود کی نشاندہی فرمائی۔ اس کام میں حضرت شاہ سراج الحق چشتی کے مرید منشی فتح دین آپ کے معاون تھے۔

(ج) فیصل آباد کے مسلمانوں کی مذہبی و دینی راہنمائی کے فرائض ابتداء ہی سے حضرت شاہ سراج الحق چشتی کے خلیفۂ مولانا نظام الدین انجام دیتے رہے۔ ان کی موجودگی میں ہر طرف صلوٰۃ وسلام، محافلِ عید میلاد النبی اور عرسِ بزرگانِ دین کی رونق قائم رہی۔ عقائد و معمولاتِ اہل سنت کا خوب چرچا رہا لیکن ۱۹۲۸ء میں ان کے وصال کے بعد دیوبندیوں اور غیر مقلدوں نے اہل سنت کے روپ میں اپنے آپ کو پیش کیا۔ انہوں نے عقائدِ اہل سنت کو عوام کے قلوب سے نکالنے کی پوری کوشش کی۔ رفتہ رفتہ نوبت یہاں تک پہنچ گئی کہ سوائے مسجد نور کے شہر کی تمام مساجد میں دیوبندی ائمہ مسلط ہو گئے۔ بزرگانِ دین کے آباد کردہ اس شہر کی یہ خطرناک صورت حال تقاضا کرتی تھی کہ حضرت شیخ الحدیث اس شہر میں قدم رنجہ فرمائیں۔

(د) فیصل آباد پاکستان کے تقریباً وسط میں واقع ہے۔ اسلام کے نام پر معرضِ وجود میں آنے والے ملک پاکستان کا یہ وسطی مقام اہل سنت کا مرکز بننے کا زیادہ حقدار تھا۔

(ہ) حضرت شیخ الحدیث کے فیصل آباد میں ورودِ مسعود سے قبل آپ کے پیرزادے صاحبزادہ محمد ظہور الحق سراجی فیصل آباد کے محلہ سنت پورہ میں مقیم ہو چکے تھے۔ ابتدائی طور پر آپ کا عارضی قیام ان کے ہاں ممکن ہوا۔

(و) اگرچہ ملک بھر کے علماء و مشائخ نے آپ کو اپنے ہاں تدریس فرمانے کی دعوت دی لیکن آپ کی مرکزی اور ہمہ گیر شخصیت کا تقاضہ تھا کہ آپ آزادانہ ماحول میں با اختیار درس و تدریس، تبلیغ و اشاعت اور دعوت و ارشاد کا کام جاری فرمائیں۔ اس لحاظ سے بھی فیصل آباد زیادہ موزوں تھا۔ (۱۱۷)

سنگِ بنیاد:

حضرت شیخ الحدیث قدس سرہٗ رمضان المبارک ۱۳۶۸ھ/ جولائی ۱۹۴۹ء میں فیصل آباد تشریف لے آئے۔ اور ۴ شوال المکرّم سے سنت پورہ میں درس حدیث کے اسباق شروع فرما دیئے۔ مولانا مفتی محمد امین، مولانا عطا محمد اجمیری مولانا عبدالقادر احمد آبادی، مولانا معین الدین شافعی اور دیگر طلبہ رفتہ رفتہ شریکِ درسِ حدیث ہوتے گئے۔ کچھ عرصہ بعد شاہی مسجد گول باغ میں منتقل ہو گئے۔ شاہی مسجد کا ان دنوں چھت نہیں تھا صرف ایک شامیانے کے نیچے بیٹھ کر آپ نے علم وعرفان کی دولت بانٹنا شروع کر دی۔ تھوڑے ہی عرصہ میں آپ کے خلوص وتقویٰ اور توکل علی اللہ کی یہ برکت ظاہر ہوئی کہ جامعہ رضویہ مظہر اسلام کی شاندار عمارت تعمیر کئے جانے کی تیاریاں شروع ہو گئیں۔ آخر وہ ساعت سعید آ گئی جب ۱۲ ربیع الاوّل ۱۳۶۹ھ/ ۲ جنوری ۱۹۵۰ء کو عید میلاد النبی ﷺ کے مبارک موقع پر آپ نے اس عمارت کا سنگِ بنیاد اپنے دستِ مبارک سے رکھا اور دعائے خیر فرمائی۔ (۱۱۸)

چندہ کی اپیل نہیں کی:

یہ امر خصوصیت سے قابلِ ذکر ہے کہ جیسے آپ نے شاہی مسجد، سنی رضوی جامع مسجد کے لئے چندہ کی اپیل نہیں کی ویسے ہی آپ نے جامعہ رضویہ مظہرِ اسلام کے لئے بھی کسی سے چندہ طلب نہیں کیا۔ بعض حضرات نے جب جمعہ اور سالانہ جلسہ کے اجتماع میں چندہ کی اپیل کے لئے اصرار کیا تو آپ نے فرمایا: ''میں چندہ کی اپیل نہیں کروں گا۔ مولیٰ کریم بزرگانِ دین کے صدقے سے خود اسباب مہیا فرما دے گا۔ لوگ عام طور پر کہتے ہیں کہ صرف چندہ کی خاطر علماء مدارس اور مساجد بنانا شروع کر دیتے ہیں۔ ان کی غرض وغایت چندہ سے ہوتی ہے۔'' (۱۱۹)

حکومت سے امداد نہیں لی:

آپ حکومت سے امداد لینے کے سخت مخالف تھے۔ ایک مرتبہ راولپنڈی میں ایک جلسہ کے دوران آپ کی موجودگی میں حکومت کی توجہ جامعہ رضویہ مظہرِ اسلام کی امداد کی جانب دلائی گئی۔ آپ نے سختی سے روک دیا اور فرمایا: ''ہمیں مخلصین عوام اہل سنت کا تعاون حاصل ہے۔ حکومت کی امداد قبول کرنا ہمارا طریقہ نہیں۔ اگر آج ہم نے حکومت کی امداد قبول کر لی تو کل حکومت کے ہر جائز ونا جائز اقدام کی حمایت کرنا ہو گی۔ ایسا ہم سے نہیں ہو سکتا۔'' (۱۲۰)

یہ حضرت شیخ الحدیث کی حمیتِ دینی، غیرتِ مذہبی، خودداری اور توکل علی اللہ ہی کی برکت ہے کہ چندہ کی اپیل نہ کرنے اور حکومت سے امداد نہ لینے کے باوجود قلیل مدت میں شاہی مسجد، سنی رضوی جامع مسجد اور جامعہ رضویہ مظہر اسلام کی شاندار عمارات تعمیر ہو گئیں۔

ماہانہ مشاہرہ قبول نہ کیا:

ایک موقعہ پر جامعہ رضویہ کے ابتدائی معاونین، وکلاء اور شہر کے دیگر جدید تعلیم یافتہ حضرات جمع ہوئے۔ انہوں نے ازخود احساس کیا کہ حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ کا باقاعدہ مشاہرہ مقرر کر دیا جائے۔ چونکہ مجلس میں آپ تشریف فرما تھے لہٰذا اراکین مجلس نے مشاہرہ سے متعلق گفتگو آپ سے پوشیدہ رکھنے کے لئے تمام گفتگو انگریزی زبان میں کی۔ جس میں آپ کے ماہوار مشاہرہ کی بات طے ہوگئی۔ گفتگو کے اختتام پر حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ نے ان حاضرین سے فرمایا: ''فقیر آپ کی طرف سے ماہوار مشاہرہ لے کر آپ کی ملازمت قبول نہیں کر سکتا۔ فقیر تو صرف اللہ و رسول کے احکام کے تحت کام کرے گا اور ان شاء اللہ بہت سے حضرات مجھ سے باعزت طور پر مشاہرہ پائیں گے۔ اس پر حاضرین کو معلوم ہوا کہ ہماری گفتگو کی تمام تفصیل آپ سمجھ رہے تھے۔ ان پر اس وقت واضح ہوا کہ علومِ دینیہ کا یہ ممتاز فرد علومِ جدیدہ سے بھی آراستہ ہے۔ (۱۲۱)

غور فرمایئے! جامعہ رضویہ کے یہ ابتدائی ایام تھے اور حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کو بھی فیصل آباد تشریف لائے ہوئے تھوڑا ہی عرصہ ہوا تھا۔ ہجرت اور نقل مکانی کی وجہ سے پیدا شدہ مسائل ہنوز موجود تھے۔ لیکن قربان جایئے! اس مرد خدا کے توکل پر کہ مشکلات کے باوجود مشاہرہ قبول کرنا گوارا نہ کیا۔

جامعہ کی رقم اپنے پاس نہ رکھی:

مدرسہ اور مسجد کی رقم آپ نے کبھی اپنے پاس نہیں رکھی۔ لوگ رقم دیتے تو فوراً فرماتے خزانچی کو دے دو بسا اوقات یوں بھی ہوا کہ لوگوں نے آپ کو نذرانے پیش کئے دستی یا منی آرڈر کی صورت میں، مگر یہ واضح نہ ہوا کہ خاص میرے لئے ہدیہ ہے، مدرسہ میں جمع کرا دیئے۔ (۱۲۲)

مخالفین کی جانب سے رکاوٹیں:

اہل سنت و جماعت کی ہمہ جہت ترقی، میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی محافل، درود و سلام کی صدائیں، نعت پاک کے زمزمے اور طلبہ کی چہل پہل مخالفین کو ایک آنکھ نہ بھاتی تھی۔ جامعہ رضویہ اور حضرت صاحب کو نقصان پہنچانے کے لئے وہ موقع کی تلاش میں رہتے۔ بارہا حضرت شیخ الحدیث کو نشانہ بنا کر قاتلانہ حملے کئے گئے۔ ایک مرتبہ ان مخالفین نے وفد بنا کر ضلعی انتظامیہ سے ملاقاتیں کیں اور ان کے کان بھرے کہ مولوی سردار احمد نے سرکاری زمین پر ناجائز قبضہ کر رکھا ہے۔ چنانچہ ۲۱ ربیع الاوّل ۱۳۷۲ھ/ ۲۹ نومبر ۱۹۵۲ء کو ڈی۔ سی، ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ اور دیگر حکام بظاہر گول باغ کے معائنہ کے لئے باغ پہنچے۔ مخالفین اہل سنت حکام کے ہمراہ تھے۔ کوئی ساڑھے بارہ بجے کا عمل تھا۔ (حکام جب جامعہ رضویہ میں داخل ہوئے تو) حضرت شیخ الحدیث درسِ حدیث میں ایسے محو تھے کہ آپ نے ان حکام کی جانب قطعاً توجہ نہ فرمائی۔ دیگر

اساتذہ بھی گول باغ کے خاکی فرش پر بیٹھے مصروفِ تدریس تھے۔ طلبائے جامعہ رضویہ اپنے اسباق کی تکرار میں منہمک تھے۔ جامعہ رضویہ کے کسی فرد نے یہ احساس تک نہ کیا کہ کون آیا اور کب آیا۔ حکامِ بالا کے ساتھ آنے والے مخالفین نے موقعہ پر مخالفت کا اظہار کیا لیکن حکام کو حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ کی پر خلوص درس و تدریس ایسی پسند آئی کہ انہوں نے جامعہ رضویہ مظہرِ اسلام اور سنی رضوی جامع مسجد کے لئے گول باغ کی زمین کی الاٹمنٹ کے احکام جاری کر دیئے اور یوں مخالفین کے منصوبے خاک میں مل گئے۔ (۱۲۳)

فیصل آباد میں انقلاب:

اللہ کے فضل و کرم، سرکارِ دو عالم ﷺ کی نظرِ رحمت، شہنشاہِ بغداد، حضرت داتا گنج بخش، اعلیٰ حضرت اور دیگر اولیائے کاملین رضوان اللہ علیہم اجمعین کی خصوصی برکت سے مخالفین کی مخالفتیں اور تمام سازشیں ناکام ہوئیں اور جامعہ رضویہ تھوڑے ہی عرصہ میں تعمیر ہو کر پورے ملک بلکہ ملک سے باہر بھی مشہور و معروف نشانِ سنیت بن گیا۔ پاکستان کے ہر حصے سے آئے ہوئے طلبہ کے علاوہ یوپی، بہار، بمبئی، غزنی، مشرقی پاکستان اور افریقہ سے آئے ہوئے اڑھائی سو کے قریب طلبہ آپ کے فیوض و برکات سے ہر سال فیض یاب ہو رہے تھے۔ جامعہ رضویہ کی یہ کامیابیاں حضرت شیخ الحدیث کی ایسی کرامت ہیں جسے ہر ذی شعور محسوس کر سکتا ہے۔ وہ فیصل آباد جہاں درود و سلام اور عظمتِ مصطفیٰ علیہ ﷺ کا بیان تو کجا ان آیاتِ مقدسہ کی تلاوت بھی ناقابل معافی جرم تھا جن میں اللہ تعالیٰ کے محبوب کی رفعت و عظمت بیان کی گئی ہے۔ وہاں اب حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ کی برکت سے ہر طرف یا رسول اللہ کے نعرے گونجنے لگے۔ عظمت و رفعتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایمان افروز ترانے گول باغ تو کیا سارے شہر بلکہ پورے ملک میں بہار کا سماں پیدا کر رہے تھے۔ اس خوشگوار انقلاب میں جامعہ رضویہ کا کردار کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں۔

دارالحدیث:

حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ سے حدیث پڑھنے کے لئے حاضر ہونے والے طلبہ کی بڑھتی ہوئی تعداد کا اندازہ اس بات سے لگایئے کہ ابتداء میں دارالعلوم کے صحن میں شاہی مسجد کے ساتھ والا کمرہ دارالحدیث بنا۔ کچھ دن موجودہ دفتر کو دارالحدیث بننے کا شرف ملا۔ ۱۹۵۱ء سے ۱۹۵۴ء تک دارالعلوم کے ساتویں نمبر والا کمرہ دارالحدیث رہا۔ ۱۹۵۴ء سے ۱۹۶۲ء تک دوسری منزل پر ایک وسیع کمرہ دارالحدیث بنا دیا گیا۔ طلبہ کی کثرت کے باعث یہ وسیع کمرے بطور دارالحدیث ناکافی ہوتے گئے۔ ۱۹۶۰ء میں سنی رضوی جامع مسجد کے تالاب پر دارالحدیث تعمیر ہوا جو وسیع ہونے کے علاوہ خوش منظر بھی ہے۔ ۱۹۶۱ء میں اس دارالحدیث کا افتتاح ہوا مگر علالت کے باعث اس دارالحدیث میں سبق نہ پڑھا سکے۔ (۱۲۴)

علماء وحفاظ کی منڈی:

رمضان المبارک کی آمد پر پاکستان کے مختلف علاقوں کے حفاظِ کرام جامعہ رضویہ میں آنے شروع ہو جاتے۔ ایک مرتبہ حفاظِ کرام کو دیکھ کر آپ بہت خوش ہوئے اور تحدیثِ نعمت کے طور پر فرمایا: ''لائل پور (فیصل آباد) میں بہت سی منڈیاں ہیں۔گھوڑوں کی منڈی، بھینسوں کی منڈی، غلّہ کی منڈی (دیگر چند قسم کی منڈیوں کا ذکر کر کے فرمایا) جامعہ رضویہ بھی طلباء، ائمہ، خطباء اور حفاظ کی منڈی ہے۔لوگ آتے ہیں اور اپنی اپنی ضروریات کے پیشِ نظر کوئی حافظ لے جاتا ہے۔کوئی حافظ عالم کا سوال کرتا ہے، کوئی حافظ واعظ مانگتا ہے کسی کو حافظ مناظر کی ضرورت ہوتی ہے۔ ہماری منڈی میں ہر قسم کا حافظ، عالم، امام اور خطیب دستیاب ہو سکتا ہے۔الحمد للہ رب العلمین۔'' (۱۲۵)

سالانہ جلسہ دستارِ فضیلت:

جامعہ رضویہ کا جلسہ دستارِ فضیلت ہر سال نہایت دھوم دھام سے منایا جاتا جس میں فارغ التحصیل طلبہ کی دستار بندی کی جاتی۔ یہ منظر نہایت شاندار اور روح پرور ہوتا جس کی شان و شوکت کا اظہار الفاظ میں ممکن نہیں۔ ملک کے گوشے گوشے سے جلیل القدر علماء و مشائخ اور ذوق و شوق رکھنے والے احباب شرکت فرماتے۔ یہاں یہ امر قابلِ ذکر ہے کہ اس شاندار دو روزہ جلسہ کی صدارت کے لئے آپ نے کبھی کسی دنیادار شخصیت یا وزیر مشیر کو نہیں بلایا۔علماء کے خطابات اور انہی کی صدارت ہوتی۔ ایک مرتبہ صدر پاکستان محمد ایوب خان نے سندھ کے ایک مدرسہ کے سالانہ جلسہ میں صدارتی خطبہ کے دوران ایک خطیر رقم مدرسہ کی امداد کے لئے دینے کا اعلان کیا۔اس واقعہ کے بعد احباب نے حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ سے عرض کیا کہ آپ مدرسہ کے جلسوں کی صدارت کے لئے علماء و مشائخ کو منتخب فرماتے ہیں: کیا ہی اچھا ہو کہ وزیر، مشیر یا کوئی بااثر آدمی ہمارے جلسہ کی صدارت کرے۔اس طرح ہمارے مدرسہ کو بھی اچھی خاصی امداد مل سکتی ہے۔ اس پر آپ نے ارشاد فرمایا: ''یہ درست ہے کہ وزیر وغیرہ کو اگر ہم اپنے جلسوں کی صدارت کے لئے دعوت دیں تو وہ بخوشی آئیں گے اور ممکن ہے کہ وہ ہماری امداد بھی کریں مگر ہم ایسا نہیں کر سکتے۔اس طرح کرنے سے پھر ایسا ہو گا کہ ہمیں حکومت کے ہر جائز و ناجائز اقدام کی حمایت کرنا پڑے گی جو ہم سے ممکن نہیں۔'' (۱۲۶)

جامعہ رضویہ کا سالانہ جلسہ دستارِ فضیلت جہاں فارغ التحصیل طلبہ کو باوقار طریقے سے رخصت کرنے کے لئے ایک خوبصورت الوداعی تقریب ثابت ہوتا وہیں یہ جلسہ حصولِ علم اور توقیر علماء کے لئے مہمیز کا کام دیتا۔حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ، تعلیم کے خواہشمند حضرات کو بالخصوص اس جلسہ میں شرکت کی دعوت دیتے۔ چنانچہ مولانا علی احمد سندیلوی کے والد جناب شرف دین صاحب کو آپ نے ایک مکتوب میں لکھا: ''۱۰ شعبان کو یہاں جلسہ ہے آپ اور آپ کے صاحبزادہ علی احمد سلمہ آئیں اور جلسہ دستارِ فضیلت دیکھ جائیں۔اس سے علمِ دین کا ذوق و شوق ترقی کرے گا۔'' (۱۲۷)

علاوہ ازیں ہر سال صفر میں سالانہ عرس امام احمد رضا منعقد ہوتا۔ ہر ماہ چاند کی گیارہویں تاریخ کو ختم غوثیہ ہوتا

اور لنگر تقسیم کیا جاتا۔ عمر کے آخری برس آپ نے عرسِ امامِ اعظم بھی جاری فرما دیا۔ عید میلاد النبی ﷺ کا جلسہ وجلوس، معراج النبی ﷺ، محافلِ محرم، شب برأت وشبِ قدر کی تقاریب کا نہایت اہتمام سے انعقاد ہوتا۔ یہ تمام تقاریب جامعہ رضویہ میں حضرت شیخ الحدیث کی زیرِ نگرانی منعقد ہوتیں۔ بحمدہٖ تعالیٰ آج بھی ان تقاریب کے انعقاد کا سلسلہ نہایت تزک واحتشام کے ساتھ جاری ہے۔ اور دعا ہے یہ سلسلہ تا قیامت جاری وساری رہے۔

اے خدا ایں جامعہ قائم بدار
فیض او جاری بود لیل و نہار

جامعہ رضویہ کی شاخیں:

حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ فارغ التحصیل علماء سے فرمایا کرتے تھے کہ: ''عہد کرو گھر جا کر دوکان نہیں کریں گے، ماسٹر نہیں بنیں گے، علم دین حاصل کیا ہے تو علمِ دین پھیلائیں، تدریس وتبلیغ کا شغل اختیار کریں۔'' اس نصیحت اور بار بار کی تلقین ہی کا یہ نتیجہ نکلا کہ آپ کے تلامذہ نے دینی مدارس کے قیام کو ہر کام پر ترجیح دی۔ آپ کی کوشش اور دعاؤں کے طفیل وصال شریف تک تقریباً ۸۰ مدارس قائم ہو چکے تھے۔ جب تلامذہ مدرسہ کا نام تجویز کرنے کی درخواست کرتے تو آپ ایسا نام رکھتے جس سے بزرگانِ دین، اکابرِ اہلسنت کی نسبت کا بیان ہوتا مثلاً مدرسہ غوثیہ رضویہ، مدرسہ قادریہ رضویہ، مدرسہ حنفیہ رضویہ، مدرسہ چشتیہ رضویہ، مدرسہ نوریہ رضویہ، مدرسہ سراجیہ رضویہ وغیرہ وغیرہ۔ (۱۲۸)

ان سب مدارس کا الحاق جامعہ رضویہ سے ہوتا۔ اور ان میں وہی نصاب پڑھایا جاتا جو جامعہ رضویہ میں مقرر تھا۔ اسے آپ کی کرامت کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا کہ بارہ سال کی قلیل مدت میں آپ نے جامعہ رضویہ جیسا مرکزی دار العلوم اور اتنی زیادہ شاخیں قائم فرما دیں۔

تنظیم المدارس کا قیام:

موجودہ دور میں جبکہ دینی مدارس کو مٹانے کی کوششیں ایک سوچی سمجھی اسکیم کے تحت جاری ہیں۔ دینی مدارس کی تنظیم اور انہیں ایک پلیٹ فارم پر یکجا کرنا ضروری ہی نہیں اشد ضروری تھا۔ اس ضرورت کا احساس کرتے ہوئے ذی الحجہ ۱۳۷۸ھ/ جون ۱۹۵۹ء میں علمائے اہل سنت کا ایک اجلاس دار العلوم حزب الاحناف میں منعقد ہوا۔ اس اجلاس میں مدارسِ اہل سنت کی تنظیم بنام " تنظیم المدارس اسلامیہ " کے قیام کا اعلان کیا گیا۔ اس تنظیم کے تحت نصاب کی ترتیب و تدوین کے لئے ایک کمیٹی قائم کی گئی جس میں حضرت شیخ الحدیث کا اسمِ گرامی بھی شامل تھا۔

حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ کے وصال فرمانے کے بعد یہ تنظیم جمود کا شکار ہوتی چلی گئی۔ ایک مدت بعد اس کے احیاء کے فرائض آپ کے تلمیذِ ارشد اور مریدِ خاص مولانا مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی نے انجام دیئے۔ ذی الحجہ ۱۳۹۳ھ/ ۹ جنوری ۱۹۷۴ء کو ایک ملک گیر کنونشن جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور کی نو تعمیر عمارت میں منعقد ہوا جس میں مفتی

اعظم پاکستان علامہ ابوالبرکات علیہ الرحمۃ کو صدر اور مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی علیہ الرحمۃ کو ناظمِ اعلیٰ مقرر کیا گیا۔ مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی علیہ الرحمۃ نے اپنی اعلیٰ تنظیمی صلاحیتوں کی بدولت اس تنظیم کی عروقِ مُردہ میں جان ڈال دی۔ تنظیم المدارس کی سند کو آپ نے ایم ،اے اسلامیات اور ایم ،اے عربی کے برابر منظور کروایا۔ آپ کا عظیم کارنامہ تنظیم کے شعبہ امتحانات کا قیام ہے جس کے تحت مطبوعہ امتحانی پرچے انتہائی راز داری سے امتحانی مراکز میں پہنچتے ہیں پھر جوابی کاپیاں بھی اسی راز داری کے ساتھ ممتحنین تک پہنچائی جاتی ہیں اور تقریباً دو ماہ کے اندر نتائج کا اعلان کر دیا جاتا ہے۔ (۱۲۹) حضرت مفتی صاحب تنظیم المدارس کے احیاء سے لے کر سالہا سال تک ناظمِ اعلیٰ اور پھر تا وصال صدر کے منصب پر فائز رہے۔ یوں آپ نے اپنی مسلسل جدوجہد سے اس تنظیم کو اپنے پاؤں پر کھڑا کر دیا۔

☆ جس قدر علم میں توجہ کرو گے اتنا ہی ترقی وعروج حاصل کرو گے۔

☆ علمِ دین کو ذریعۂ دنیا ہرگز نہ بنانا، اگر بنایا تو نقصان اٹھاؤ گے۔

☆ علمائے کرام کو خوش لباس ہونا چاہیے اور اس کے ساتھ ساتھ لباس کی شرعی حیثیت کا خیال بھی ضروری ہے۔

(ارشادِ محدثِ اعظم)

از جامعہ رضویہ مظہر اسلام　　　　۷۸۶/۹۲　　　　۹ رجب المرجب ۸۷ھ
جھنگ بازار لائلپور

عزیز محترم سلمہ۔　　دعوات صالحہ

سلام مسنون۔ خیر و عافیت۔ آپ کا لفافہ ملا مقصد دریافت ہوئے کاشف احوال ہوا۔
نماز پابندی سے ادا کیا کرو۔ شریعت مطہرہ کی پابندی لازمی ہے شرع مطہر میں ایک مشت
داڑھی رکھنا ضروری ہے۔ عجیب زمانہ ہے مسلمان نماز پڑھے تو بے دین لوگ اعتراض
کرتے ہیں کہ یہ نماز کیسے پڑھ رہا ہے مسلمان شریعت کے مطابق داڑھی رکھے تو دین سے
آزاد لوگ مذاق اڑاتے ہیں۔ آپ ان باتوں کی ہرگز پرواہ نہ کیا کرو۔

نماز پڑھنا مسلمان پر اہم ترین فرض ہے۔ رسول پاک علیہ الصلوۃ والسلام کی صورت پاک
و سیرت پاک کے مطابق اپنی صورت و سیرت کو بنانا عین سعادت ہے۔ پانچوں وقت
نماز میں نمازی اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہے اھدنا الصراط المستقیم اے اللہ مجھ کو
صراط مستقیم قائم و دائم رکھ۔ لہذا بندے کی استقامت اور شریعت کی پابندی
ایک عجیب نعمت و دولت ہے۔ دین سے آزاد لوگ اس کی حلاوت اور اس کے ذائقہ
سے بے بہرہ ہیں۔ آپ احکام شرعیہ پر چلیں اور لوگوں کے قیل و قال کی پرواہ نہ کیا کریں۔
دنیا چند روزہ ہے فانی ہے ایمان اور عمل صالح باقی دولت ہے۔

مکتوب ان امور کے بھیجو کے اصحاب۔ اہل سنت نے بہت کوشش کی کہ فقیر ان کے اجلاس میں حاضر ہو
مگر چند مجبوریوں کی وجہ سے وہاں حاضر نہ ہو سکا۔ قصبہ ہمیں آرا ضلع گوجرانوالہ سے
دعوت آئی تھی نہ جا سکا۔ کل عزیزم مولانا مولوی محمد صادق صاحب سلمہ کا خط دعوت کے سلسلہ
میں آیا۔ چونکہ یہاں بھی بعض خطوں کا خیال نہیں کیا گیا کام زیادہ ہے فرصت کم ملتی ہے۔
والسلام والدعا۔ ابوالفضل محمد سردار احمد غفرلہ

مکتوب محدثِ اعظم پاکستان بنام الحاج رشید احمد چغتائی قادری رضوی

باب ۴
تصنیفات

فصلِ اوّل

تصنیفات

حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ نے درس وتدریس، وعظ وتبلیغ اور ردّ ومناظرہ کی جاں گسل مصروفیات کے باوجود تصنیفات کا ایک ذخیرہ قوم کو عطا فرمایا۔ تصنیف وتالیف کا یہ سلسلہ آپ نے دورِ طالب علمی سے ہی شروع فرمادیا تھا۔ مراد آباد کے مشہور ماہنامے "السواد الاعظم" کے شمارہ شعبان المعظم ۱۳۴۵ھ/فروری ۱۹۲۷ء میں ''فقہی معمّے'' کے عنوان سے آپ کا ایک مضمون شامل اشاعت ہے۔ اس وقت دینی تعلیم کا آغاز کئے ہوئے صرف دو برس ہی گزرے تھے۔ آپ کی تصانیف کا موضوع تفسیر، شروحِ احادیث، فقہ، کلام، عقائد، فضائل اور ردِّ مذاہبِ باطلہ ہے۔ ان کتب میں سے کچھ مطبوعہ اور اکثر غیر مطبوعہ ہیں جو آپ کے ذاتی کتب خانہ میں محفوظ ہیں۔ یہاں ان مطبوعہ وغیر مطبوعہ تصانیف کا اجمالی تعارف پیشِ خدمت ہے۔

1۔ تبصرۂ مذہبی بر تذکرۂ مشرقی:

تحریکِ خاکسار کا بانی عنایت اللہ مشرقی بظاہر ایک سیاسی لیڈر تھا لیکن سیاست کے پردے میں اپنے مخصوص مذہبی عقائد پھیلا رہا تھا۔ اس نے اپنی کتاب ''تذکرہ'' میں ضروریاتِ دین، ارکانِ اسلام اور اصولِ دین کا صاف انکار کیا۔ تذکرہ کے ان مندرجات کے متعلق حضرت مولانا ضیاء الدین پیلی بھیتی اور منشی عبدالعزیز بریلوی نے اپنے ایک مشترکہ استفتاء کے ذریعے شرعی حکم دریافت کیا۔ حضرت شیخ الحدیث نے اس کا مفصّل جواب لکھا جس میں دلائل سے یہ ثابت کیا کہ مشرقی دجال وکذّاب ہے۔ یہ کتاب اگرچہ حضرت محدثِ اعظم کی پہلی تصنیف ہے لیکن قلم کی پختگی اور تحریر کی روانی دیکھ کر قاری انگشت بدنداں رہ جاتا ہے، یہ مہارت برسوں کی ریاضت سے پیدا ہوتی ہے۔ بطور نمونہ ایک اقتباس پیشِ خدمت ہے: ''تذکرہ دیباچہ صہ ۷۵ پر (مشرقی لکھتا) ہے ''اس اسلام کو محمد سے بحث نہ تھی۔ اس کو اس جسمِ اطہر سے غرض نہ تھی جو مٹی میں مل کر مٹی ہونے والا تھا''۔ دیکھو! گستاخ مشرقی شانِ رسالت میں کتنی بڑی توہین کرتا ہے۔ مشرقی نے یہ گستاخی وہابیوں سے سیکھی ہے بلکہ وہابیوں سے گستاخیوں میں مشرقی زیادہ شوخ ہے۔ خاکسارو! چھوڑو مشرقی بے ادب گستاخ کو اور سنو، ہمارے پیارے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نورِ خدا ہیں، حقیقۃً بالاجماع زندہ ہیں۔ قبرِ انور بلکہ فردوسِ اعلیٰ میں جلوہ گر ہیں۔ تختِ رسالت پر رونق افروز ہیں۔ تاجِ محبوبیت سرِ اقدس پر مزیّن ہے۔ ان کا جسم طاہر اطہر، اقدس مقدس، انور منور، اشرف مشرف، لطیف الطف، معزز اکرم، مکرم معظم ویسے ہی موجود ہے۔ بلکہ پہلے سے زیادہ نورانی، درخشانی، روحانی ہے۔ مٹی کو کیا مجال کہ ان کے جسم شریف کو کھا سکے۔ مٹی کھائے ان کے دشمنوں کو، مٹی کھائے مشرقی

گستاخ کو، مٹی کھائے وہابی کو، ان کے تو غلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور وہ تو امام الانبیاء سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ مشرقی جاہل کو یہ حدیث شریف بھی یاد نہیں۔ ''اللہ عزّ وجل نے زمین پر حرام فرما دیا ہے کہ انبیاء و مرسلین علیہم الصلوٰۃ والسلام کے اجسام طاہرہ کو کھائے۔'' زمین اللہ عزوجل کی فرمانبردار ہے گستاخ نہیں۔ مگر مشرقی محبوبِ خدا کی شان میں بڑا ہی گستاخ ہے۔ مسلمانو بچو! اس مشرقی مٹی میں مل کر مٹی ہونے والے سے،(۱) 63 صفحات پر مشتمل یہ کتاب پہلی مرتبہ بریلی سے شائع ہوئی۔ اب حال ہی میں مکتبہ قادریہ فیصل آباد نے شائع کی ہے۔ اس کتاب پر حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں اور مفتیٔ اعظم مولانا شاہ مصطفیٰ رضا خاں سمیت نو علماء کی تصدیق و تقریظ ہے۔ کتاب کے سنِ تصنیف کا تعین نہیں ہو سکا البتہ یہ ظاہر ہے کہ جب یہ کتاب لکھی گئی ان دنوں آپ دار العلوم مظہرِ اسلام بریلی کے شیخ الحدیث تھے۔

2۔ مودودی عقیدے:

مشرقی کی مانند مودودی بھی سیاست کے پردے میں مسلمہ مذہبی عقائد پر اپنی خودساختہ تحقیق کا نشتر چلا رہے تھے۔ مودودی صاحب نے اپنی کتابوں میں علماء متقدمین، تابعین یہاں تک کہ صحابۂ کرام علیہم الرضوان کو بھی نشانہ بنانے سے دریغ نہیں کیا۔ بے ادبی و گستاخی کا یہ سلسلہ یہاں تک بڑھا کہ اپنی تحریروں میں سرکارِ دو عالم ﷺ کا ذکر ایلچی، ان پڑھ بدوی، لیڈر، تماشائی، اوران پڑھ صحرانشین جیسے عامیانہ و گستاخانہ الفاظ کے ساتھ کیا۔ مودودی کے ان گمراہ کن عقائد اور اس کی تحریک کے بارے میں شرعی حکم جاننے کے لئے مولانا سید جلال الدین شاہ صاحب مہتمم دار العلوم محمدیہ نوریہ رضویہ بھکھی شریف اور مولانا محمد نواز مدرس دار العلوم مذکور نے بریلی میں حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ کی خدمت میں ایک استفتاء پیش کیا جس کا جواب آپ نے ۱۶ شعبان المعظم ۱۳۶۶ھ کو دیا۔ (۲)

اس فتویٰ میں آپ نے مودودی کی گستاخیاں کتابوں کے نام اور صفحہ نمبر کی قید کے ساتھ تحریر کر کے یہ ثابت کیا کہ مودودی گمراہ و بددین ہے اور اس کی تحریک جس کا نام اس نے "جماعتِ اسلامی" رکھا ہے۔ وہابی تحریک کا ہی تسلسل ہے۔ نیز اس نے وہابیوں کے امام اسماعیل دہلوی کا نام اپنی کتاب تجدید و احیائے دین میں مجددین کی فہرست میں لکھا ہے۔ (۳) حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ کا یہ باطل سوز فتویٰ ہفت روزہ محبوب حق لائلپور نے ۲۰ نومبر ۱۹۶۴ء کو شائع کیا۔

مودودی کے ردّ میں اس فتویٰ کے علاوہ جامعہ رضویہ مظہرِ اسلام فیصل آباد کی جانب سے ایک اشتہار بعنوان "مودودی کے عقیدوں کا جائزہ" شائع ہوا تھا۔ اس اشتہار میں مودودی عقائد کے ساتھ ساتھ اسلامی قانونِ وراثت سے مودودی کی نادانی اور اس پر حضرت شیخ الحدیث کی گرفت کا ذکر ہے۔ اس اشتہار کا مضمون حال ہی میں مکتبہ قادریہ فیصل آباد نے حضرت شیخ الحدیث کی کتاب ''مودودی عقیدے'' کے ساتھ ملا کر شائع کیا ہے۔

3۔ نصرتِ خداداد (۱۳۵۴ھ) معروف بہ مناظرۂ بریلی کی مفصل روئیداد (۱۹۲۵ء):

حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ اور دیوبندی مولوی منظور سنبھلی کے درمیان ۲۰۔۲۳ محرم ۱۳۵۴ھ / ۲۵-۲۸

اپریل ۱۹۳۵ء کو اکبری مسجد شہر کہنہ بریلی میں مناظرہ منعقد ہوا۔ اس مشہور و معروف مناظرے کا موضوع مولوی اشرف علی تھانوی کی کتاب حفظ الایمان کی درج ذیل عبارت تھی:

"آپ کی ذات مقدسہ پر علمِ غیب کا حکم کیا جانا اگر بقولِ زید صحیح ہو تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کُل غیب اگر بعض علومِ غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور کی کیا تخصیص ہے۔ ایسا علم غیب تو زید و عمرو بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لئے بھی حاصل ہے۔"(۴)

حضرت محدث اعظم نے مضبوط دلائل سے ثابت کیا کہ مولوی اشرف علی تھانوی کی یہ عبارت سرکارِ دو عالم ﷺ کی شان میں گستاخی اور کفر ہے۔ اور اس پر علمائے عرب و عجم کا فتویٔ کفر درست اور برحق ہے۔ دیوبندیوں کے مانے ہوئے مشہور پیشہ ور مناظر پر حضرت محدثِ اعظم کی علمی مہارت و جلالت کا ایسا اثر ہوا کہ مناظرہ کے چاروں دن حواس باختہ رہا اور اس سے کوئی جواب نہ بن پڑا۔ آخر چوتھے روز بارگاہِ رسالت میں گستاخی کی۔ مجمع اور خود اس کے ساتھیوں کی جانب سے توبہ کے مطالبہ کے باوجود بغیر توبہ کئے میدانِ مناظرہ سے بھاگ کھڑا ہوا اور ہمیشہ ہمیشہ کے لئے مناظرہ سے توبہ کر لی۔ (۵)

اس مناظرہ کی مکمل روداد مولانا محمد حامد فقیہ شافعی جو مناظرہ کے عینی شاہد تھے، نے تحریر فرمائی اور انہی دنوں بریلی سے شائع کی۔ یہ کتاب اگرچہ حضرتِ محدثِ اعظم کی اپنی تصنیف نہیں لیکن مناظرہ میں آپ کے بیان کردہ لاجواب دلائل پر مشتمل ہے۔ اس سے آپ کی مناظرانہ مہارت کے ساتھ ساتھ علمی جلالت بھی بخوبی واضح ہوتی ہے۔

پاکستان میں اوّل اوّل نوری کتب خانہ نے اس کتاب کو شائع کرنے کا شرف حاصل کیا۔ حال ہی میں مکتبہ سعیدیہ، فیصل آباد نے بانوے صفحات پر مشتمل مولانا محمد حسن علی رضوی کی تقدیم کے ساتھ "مناظرۂ بریلی" کو شائع کیا ہے۔ اس تقدیم میں دیوبندیوں کی جانب سے خفت مٹانے کے لئے مناظرہ کے ساٹھ پینسٹھ برس بعد شائع ہونے والی کتاب "فتح بریلی کا دلکش نظارہ" کا مولانا موصوف نے بہترین ردّ کیا ہے اور ان کے جھوٹ کا پول نہایت احسن انداز میں کھولا ہے۔

4۔ موت کا پیغام، دیوبندی مولویوں کے نام:

دیوبندیوں کے حکیم الامت مولوی اشرف علی تھانوی کی کتاب حفظ الایمان کی شانِ رسالت میں گستاخانہ عبارت آپ نے گذشتہ سطور میں ملاحظہ فرمائی ہے۔ اس عبارت کی خود تھانوی صاحب اور دیگر علمائے دیوبند نے مختلف تاویلات کی ہیں۔ حیرت کی بات یہ ہے کہ یہ تاویلات آپس میں اس قدر متصادم ہیں کہ ایک تاویل اگر مان لی جائے تو دوسری تاویل کا ماننے والا بارگاہِ رسالت میں گستاخی کا واضح طور پر مرتکب ٹھہرتا ہے۔ "موت کا پیغام، دیوبندی مولویوں کے نام" میں حضرت محدث اعظم نے ان ہی لایعنی تاویلات کو جمع کر کے ثابت کیا ہے کہ "حفظ الایمان" کی مذکورہ عبارت ہر طرح سے سرکارِ دو عالم ﷺ کی شانِ اقدس میں توہین پر مشتمل ہے۔ علمائے دیوبند کے لئے عافیت اسی

میں ہے کہ وہ اس گستاخی سے اعلانیہ توبہ کریں۔(۶)

5۔فتاویٰ محدثِ اعظم:

حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ ، بے مثل محدث،کہنہ مشق مدرس ،بہترین مصنف ، بافیض شیخِ طریقت اور سحر بیان خطیب ہونے کے ساتھ ساتھ بالغ نظر مفتی بھی تھے۔ایک ہی شخصیت کے اندر اتنے اوصاف وکمالات یکجا ہوجانا اللہ تعالیٰ کے خصوصی فضل وکرم کے بغیر ممکن نہیں۔

لیس علی اللہ بمستنکر ان یجمع العالم فی واحد

حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ نے ساری عمر محض دین کی خدمت اور ترویج واشاعت کی خاطر بغیر کسی معاوضہ کے فتاویٰ تحریر فرمائے۔اسی للّٰہیت کی برکت سے آپ کے فتاویٰ علماء وعوام میں مقبول تھے۔یہ تعین تو مشکل ہے کہ آپ نے پہلا فتویٰ کب جاری فرمایا لیکن یہ بہرحال طے ہے کہ منظرِ اسلام بریلی کی تدریس کے ابتدائی ایام میں آپ نے فتویٰ نویسی کا آغاز فرما دیا تھا۔فتویٰ نویسی کے ابتدائی ایام میں ہی جو فتاویٰ آپ نے جاری فرمائے۔انہیں دیکھ کر حیرت ہوتی ہے کہ اس چھوٹی سی عمر میں ایسی مہارت ،فقاہت ،ثقاہت سبحان اللہ۔ یہ نصیب اللہ اکبر لوٹنے کی جائے ہے۔مثلاً ۲۴ شوال المکرّم ۱۳۵۳ھ/ ۳۰ جنوری ۱۹۳۵ء کو راجکوٹ کاٹھیاواڑ (انڈیا) سے سید عبدالاوّل میاں قادری نے ایک استفتاء پیش کیا۔جس میں تراویح کے ایک مسئلہ کے بارے میں بہارِ شریعت (مؤلفہ،صدرالشریعہ مولانا محمد امجد علی اعظمی) اور امداد الفتاویٰ (مؤلفہ مولوی اشرف علی تھانوی) کے اختلاف کے بارے میں دریافت کیا گیا تھا۔استفتاء میں یہ بھی لکھا تھا کہ مولانا حشمت علی خاں جب اس علاقہ میں تبلیغ کے لئے تشریف لے گئے تو ان کے سامنے بھی یہ مسئلہ پیش کیا گیا تو آپ نے مسئلہ سے متعلقہ کتابیں پاس نہ ہونے کے باعث جواب دینے سے معذوری ظاہر فرمائی اور آپ کی طرف رجوع کرنے کو کہا حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ نے جو فتویٰ لکھا وہ دلائل قاہرہ سے مزیّن ہے۔جواب کے آخر میں آپ لکھتے ہیں:" پھر کسی مسئلہ کے جواب میں روایت نقل کرنا اور بات ہے اور صحیح ومفتیٰ بہ و مختار قول بتانا اور بات۔مولوی اشرف علی نے مسئلہ مذکورہ کے متعلق ایک روایت نقل کی ہے اور حضرت استادِ محترم صدر المدرسین ،مفید الطالبین مدظلہ العالی نے ''بہارِ شریعت'' میں مسئلہ کا جواب صحیح وصواب ومفتیٰ بہ و مختار قول تحریر فرمایا ہے وشتان ما بینھما فافھم واللہ تعالیٰ اعلم۔"

تیس سال سے کم عمر اور دو سال سے کم تجربہ تدریس کے باوجود حضرت شیخ الحدیث کے فتویٰ کے انداز ظاہر کرتے ہیں کہ آپ نہ صرف مفتی ہیں بلکہ دو مفتیوں کے درمیان اختلاف کی صورت میں ایک کے قول کو دلائل سے ترجیح دے سکتے ہیں۔اس مقام کی عظمت کا اندازہ صاحبانِ علم خوب کرسکتے ہیں۔(۷)

مدلّل فتاویٰ:

حضرت شیخ الحدیث فقاہت کے جس بلند مقام پر فائز تھے۔اس کے حوالے سے آپ کا اپنا قول بھی دلیل کی

حیثیت رکھتا ہے لیکن آپ نے ہمیشہ اپنے فتویٰ کی تائید میں دلائل پیش کئے۔اس کے برعکس آپ کے معاصر مفتیان دیوبند جوابِ فتویٰ میں صرف ایک حرف ہاں یا نہ، جائز یا ناجائز یا ایک ہی جملہ لکھنا کافی سمجھتے تھے۔فتاویٰ رشیدیہ، فتاویٰ امدادیہ اور فتاویٰ دیوبند وغیرہ اس ضمن میں دیکھے جاسکتے ہیں۔حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ فتویٰ کی تائید میں بعض اوقات احادیث پاک سے بھی فقہی جزئیات تحریر فرمادیا کرتے تھے مثلاً فیصل آباد کے قیام کے دوران آپ کے سامنے نکاح کے محرمات کے بارے میں ایک فتویٰ پیش ہوا۔مفتی جامعہ رضویہ نے بھی بڑی محنت سے اس کا جواب لکھا۔جب تصدیق کے لئے حضرت شیخ الحدیث کی خدمت میں پیش ہوا تو آپ نے جو لکھا اس کے آخری جملے یوں ہیں:

"بخاری شریف کتاب النکاح جلد دوم ص ۷۶۵ میں ہے۔و جمع عبداللہ بن جعفر بین ابنة علي (اي زينب بنت فاطمه) و امرأة علي (ای لیلیٰ بنت مسعود) لیجئے صورتِ سوال کا جزئیہ بخاری شریف سے مل گیا۔والحمد للہ واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم واحکم بالصواب:"(۸) جوابِ فتویٰ کا انداز بتاتا ہے کہ آپ کی نگاہ نہ صرف کتبِ فقہ پر حاوی ہے بلکہ احادیثِ مبارکہ میں موجود فقہی جزئیات بھی آپ کی نظر سے پوشیدہ نہیں۔

فتاویٰ کا ادبی پہلو:

حضرت شیخ الحدیث کے فتاویٰ کا ادبی پہلو بھی قابل قدر ہے۔آپ کی مادری زبان پنجابی تھی لیکن بریلی کی تعلیم پھر تدریس اور محبتِ شیخ کی بناء پر ہمیشہ اردو بولتے اور اردو لکھتے اور ایسا عمدہ لکھتے کہ اہل زبان بھی انگشت بدنداں رہ جاتے۔آپ کے فتاویٰ اردو ادب میں بہترین اضافہ ہیں۔ان فتاویٰ کے ادبی پہلوؤں کا اگر جائزہ لیا جائے تو کئی نئے گوشے سامنے آئیں گے۔

باعمل مفتی:

حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ کے فتاویٰ کی تاثیر اور مقبولیت کی بنیادی وجہ للّٰہیت اور خلوص کے ساتھ ساتھ آپ کے قول وفعل کی یکسانیت ہے۔آپ نے جو لکھا اس سے بڑھ کر عمل کا مظاہرہ فرمایا بلکہ یہ کہنا بجا ہوگا کہ آپ کا تقویٰ فتویٰ سے زیادہ تھا۔آپ کے قول وفعل کی یکسانیت کی چند مثالیں درج ذیل ہیں۔

(ا) اکابر علماء کے متفقہ فتویٰ کے مطابق آپ کا فتویٰ بھی تھا کہ تصویر بنانا، بنوانا (خواہ عکسی ہو یا دستی) ناجائز وحرام ہے۔۱۹۴۵ء میں آپ نے پہلا حج کیا تو پاسپورٹ کے لئے تصویر نہیں بنوائی۔یونہی ۱۹۵۶ء میں دوبارہ حج کی درخواست دیتے ہوئے آپ نے یہ وضاحت کردی کہ آپ تصویر نہیں بنوائیں گے۔چنانچہ خصوصی شناختی سرٹیفکیٹ کے ساتھ آپ کو حج پاسپورٹ جاری کیا گیا۔

(ب) قیامِ پاکستان کے بعد آپ دوبارہ ۱۹۴۸ء میں بریلی تشریف لے گئے۔اور تدریس شروع فرمادی لیکن جب پاسپورٹ وغیرہ کی پابندی لازمی ہوگئی تو آپ واپس پاکستان آگئے اور پھر باوجود خواہش کے دوبارہ بریلی شریف نہ گئے

کیونکہ اس کے لئے تصویر بنوانا پڑتی تھی۔

(ج) آپ نے ہمیشہ یہ فتویٰ دیا کہ گستاخانِ رسول، بے دینوں، بدمذہبوں اور اللہ و رسول کے دشمن فرقوں سے کسی قسم کا میل جول نہ رکھا جائے۔ عمر بھر آپ نے اس فتویٰ پر یوں عمل کیا کہ کسی بے دین، بدمذہب سے تعلقات، روابط، سلام و کلام تو کجا کبھی مصافحہ کرنا بھی گوارا نہ کیا۔ ۱۹۵۲ء کی تحریکِ ختمِ نبوت میں آپ نے اپنے پلیٹ فارم سے احتجاج کیا اور گرفتاریاں بھی پیش کیں لیکن مجلس عمل میں شرکت اس لئے نہ فرمائی کہ اس میں کئی بدمذہب اور گستاخ افراد بھی اپنے آپ کو مسلمان ثابت کرنے اور اپنے گمراہ کن عقائد و نظریات کو اسلام کے رنگ میں پیش کرنے کے لئے شامل ہو گئے تھے۔ آپ کی استقامت اور حق گوئی سے گھبرا کر مخالفین نے ظفر اللہ خان قادیانی سے ملاقات کا جھوٹا الزام آپ پر لگا دیا۔ جس کی آپ نے بھرپور تردید فرمائی، کچھ عرصہ گزرنے کے بعد جب مجلس عمل کے ارکان کے اندرونی راز منکشف ہوئے تو علماء و عوام پر یہ ظاہر ہو گیا کہ حضرت شیخ الحدیث کا مؤقف ہی حق و صواب پر مبنی تھا۔

(د) رؤیت ہلال کے سلسلے میں قرآن و حدیث اور اقوالِ فقہاء کی روشنی میں جو فتویٰ آپ نے دیا ہمیشہ اس پر عمل کیا۔ اور اس سلسلے میں کسی قسم کے حکومتی دباؤ سے خوفزدہ نہ ہوئے۔ ایک مرتبہ شیر محمد لالی جو فیصل آباد انتظامیہ کے اعلیٰ افسر تھے۔ انہوں نے آ کر حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ سے کہا کہ ڈی۔سی صاحب کا خیال ہے کہ کل عید کر لی جائے۔ اگر یہاں چاند نہ ہوا تو کوئی بات نہیں۔ آپ نے فرمایا: "اس ضمن میں معذرت چاہتا ہوں یہ خدا اور رسول کے احکام کا مسئلہ ہے۔ اس کے مقابل میں کسی اور حکم پر عمل کرنے کا قائل نہیں۔ کوئی واضح شہادت چاند کے طلوع پر نہیں گزری لہٰذا میرے متعلقین کل عید نہیں کریں گے۔ باقی رہا حکومت اور انتظامیہ کا معاملہ سو اس بارے میں میرا مؤقف یہ ہے کہ احکامِ الٰہیہ پر عمل کرنے کے لئے انسانی حکومت کی ہر ممکنہ سزا بھگتنے کے لئے تیار ہوں مگر خدا اور رسول کے حکم کے خلاف کرنا گوارا نہیں۔" آپ کا یہ واضح جواب سن کر وہ بہت متأثر ہوا۔ رفتہ رفتہ وہ خود اور اس کا سارا خاندان آپ سے بیعت ہو گیا۔ (۹)

مرجعِ علماء:

آپ کی ذات صحیح معنوں میں مرجع العلماء تھی جس سے عوام تو عوام بڑے بڑے علماء بھی اپنے مسائل میں رجوع کرتے تھے۔ آپ سے فتویٰ لینے والوں کی فہرست میں اکابر علماء کے نام نظر آتے ہیں۔ مثلاً اعلیٰ حضرت کے تلمیذ و خلیفہ ملک العلماء مولانا محمد ظفر الدین بہاری جن کی فقاہت و ثقاہت خود مسلمہ ہے، نے آپ سے فتویٰ طلب کیا کہ مقتدیوں کو اقامت کے کس مرحلہ میں کھڑا ہونا چاہیے۔ یہ فتویٰ انہوں نے حضرت شیخ الحدیث کے فیصل آباد قیام کے دوران ۱۳۷۱ھ/۱۹۵۲ء سے ۱۳۸۰ھ/۱۹۶۱ء کے درمیان کسی وقت طلب کیا۔ (۱۰)

حضرت حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا بریلوی ایک مرتبہ آپ کے پاس اپنے ایک فتویٰ کی تصدیق و تصویب کے لئے دارالعلوم مظہرِ اسلام بریلی تشریف لائے اور فرمایا: ''مولانا ! میں نے یہ فتویٰ لکھا ہے، کیسا ہے؟ کیا آپ اس کی

تصدیق کریں گے۔؟ ''(۱۱)

شیخ الاسلام خواجہ محمد قمر الدین سیالوی نے حرمتِ مصاہرت کے مسئلہ پر عربی زبان میں ایک فتویٰ لکھا اور تصدیق کے لئے جامعہ رضویہ کے دارالافتاء میں روانہ فرمایا۔ حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ کے حکم سے مفتیٔ دارالافتاء مولانا ابو سعید محمد امین نے عربی زبان میں اس کی تصدیق کی۔(۱۲)

یونہی مولانا ابوالمساکین ضیاء الدین پیلی بھیتی، مولانا سید محمد جلال الدین شاہ صاحب، مولانا محمد نواز صاحب، مولانا قاری محبوب رضا خاں صاحب نے مختلف مسائل میں آپ سے فتویٰ حاصل کیا۔ برصغیر میں جب کسی فقہی یا علمی مسئلہ کے بارے میں علماء کے درمیان اختلاف ہوتا تو اس بارے میں حتمی اور متفقہ رائے معلوم کرنے کے لئے آپ کی طرف رجوع لازمی خیال کیا جاتا۔ اور آپ کے بغیر کوئی رائے حتمی نہ سمجھی جاتی۔ بارہا اس کا مشاہدہ کیا گیا۔ اس سلسلہ میں صرف ایک مثال پیشِ خدمت ہے:

۱۳۷۵ھ/ ۱۹۵۵ء میں علمائے اہل سنت کے درمیان بعض مسائل پر خالص علمی و تحقیقی اختلاف واقع ہوا۔ مقتدر علمائے کرام نے کوشش کر کے لاہور میں خالص علمی مذاکرہ کا اہتمام فرمایا۔ اس اجتماع میں حضرات علمائے کرام کثیر تعداد میں شریک ہوئے۔ تاہم آپ کی شرکت کس قدر ضروری سمجھی گئی۔ اس کا اندازہ مولانا محمد عمر نعیمی کے مندرجہ ذیل مکتوب سے لگایئے:

'' واجب الاحترام حضرت صاحب الفضیلۃ الحاج مولانا سردار احمد صاحب !

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ، مزاج مبارک بخیر۔ یہ خالص سنیوں کا اجتماع کیا گیا ہے۔ اس میں آپ کی شرکت اہم ضروری ہے۔ اگر آپ کی عدم شرکت کی وجہ سے کوئی کوتاہی رہ گئی تو افسوس ہوگا۔ آپ تشریف لاکر اپنی رائے اور دینی و مذہبی ہدایات سے اہل سنت کی سربراہی کریں۔ انتظارِ شدید کے بعد مولوی حکیم محبوب رضا خاں صاحب اور مولوی اعجاز ولی خاں صاحب کو آپ کو لینے کے لئے بھیجا جا رہا ہے۔''

اس مکتوب کی تائید کرتے ہوئے مفتی اعظم پاکستان مولانا ابوالبرکات سید احمد قادری علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

"آپ کی تشریف آوری اس وقت ضروری ہے تمام خامیاں جو متصور (ہیں) دُور ہونے کی امید ہے۔ پھر ایسا زرّیں موقعہ نہ ملے گا۔ لہٰذا آج شام تک ضرور تشریف لے آئیں، شدید انتظار ہے۔"(۱۳)

"فتاویٰ محدث اعظم" کے عنوان سے ۲۰۰۱ء میں مکتبہ قادریہ فیصل آباد نے ایک کتاب شائع کی ہے۔ لیکن یہ کتاب حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ کے تمام فتاویٰ پر مشتمل نہیں ہے۔ کاش کوئی صاحب اس عظیم علمی خزانہ کی اشاعت کی جانب توجہ فرمائیں۔

6۔سیدنا امیر معاویہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

اس معرکۃ الآراء کتابچے کی تصنیف کا سبب یہ ہوا کہ ملتان شریف سے شائع ہونے والے ایک ماہنامے میں حضرت سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق چند نازیبا باتیں شائع ہوئیں۔یہ مضمون جب حضرت مولانا الحاج ابوداؤد محمد صادق صاحب مدظلہ امیر جماعت رضائے مصطفیٰ گوجرانوالہ نے پڑھا تو رسالہ لے کر حضرت محدثِ اعظم پاکستان کی خدمت میں حاضر ہوگئے۔حضور نے جب دیکھا تو کبیدۂ خاطر ہوئے۔اور مولانا مفتی محمد امین اور مولانا مفتی ابوداؤد محمد صادق مدظلہما کو حکم دیا کہ اس کے متعلق کچھ لکھیں۔نیز فرمایا کہ میرے کتب خانہ سے فلاں فلاں کتاب نکال کر تپائی پر رکھ جاؤ اور کافی ساری کتابوں کے نام لئے۔کتابیں پیش کردی گئیں صبح جب یہ دونوں حضرات حاضر ہوئے تو آپ نے فرمایا:" میری کتابوں پر نشان لگے ہوئے ہیں ان حوالہ جات کو اکٹھا کرو"۔مولانا مفتی محمد امین لکھتے ہیں کہ ہم نے جب کتابیں دیکھیں تو جگہ جگہ بے شمار نشان لگے ہوئے تھے۔ہم نے عرض کیا حضور! یہ کب نشان لگائے ہیں؟ فرمایا، یہ میں نے آج رات مطالعہ کرکے نشان لگائے ہیں۔یہ سن کر ہم حیرت میں کھو گئے کہ ایک رات میں اتنا مطالعہ اور پھر کتب حدیث کا مطالعہ بھی ساتھ کیا۔پھر آپ نے مضمون لکھوانا شروع کیا تو دس مقالے مرتب ہوئے۔ان میں سے پہلی قسط صاحب مضمون کو بھیجی کہ یا تو اس کا جواب دو یا پھر توبہ کرو وہ مضمون جب معترض نے پڑھا تو اگلے ہی شمارہ میں توبہ نامہ لکھ کر شائع کردیا۔(۱۴)

ان دس مقالوں کا مجموعہ "سیدنا امیر معاویہ "رضی اللہ عنہ کے عنوان سے مکتبہ قادریہ فیصل آباد نے حال ہی میں شائع کیا ہے۔ناشر یا کوئی اور فاضل عربی اور فارسی عبارات کا ترجمہ کرکے شائع کردیں تو عوام الناس بھی اس اہم کتاب سے فیض یاب ہوسکیں گے۔

7۔اسلامی قانونِ وراثت:

اسلامی قانونِ وراثت میں بیٹے کی موجودگی میں پوتا، پوتی ترکہ سے محروم ہیں مگر چوہدری محمد اقبال چیمہ ایم ایل اے سیالکوٹ نے وراثت کا ایک ترمیمی بل پیش کیا جس کا مسودہ یہ تھا:

"۲ الف:اگر کسی بیٹے یا بیٹی، بھائی یا بہن کی موت ایسے وقت واقع ہوجائے جبکہ وہ شخص زندہ ہو جس کا ترکہ اسے ملنا ہے تو ان کے ورثاء کو ترکہ ایسے ہی ملے گا، گویا کہ بوقت کھلنے ترکہ وہ ابھی زندہ تھے۔یعنی یہ تصور کیا جائے گا کہ جس کا ترکہ تقسیم ہونا ہے، اس کے بعد فوت ہوئے ہیں۔

اس ترمیم کی وجہ یہ بیان کی ہے:"یہ عام خیال کہ اصولِ نمائندگی وراثتِ شرعی کے لئے ایک اجنبی اصول ہے، اس وقت پہلے فوت شدہ لڑکے یا لڑکی، بھائی یا بہن کی اولاد متوفی کا ترکہ نہیں پاتی، قانونِ شریعت میں ایسی کوئی صریح بندش نہیں جو کہ ایسی اولاد کو ترکہ پانے سے روکے۔اس قانون کا موجودہ تخیل پہلے فوت ہونے والے لڑکا لڑکی، بھائی بہن کے بچوں کی زندگی کو تباہ حال بنادیتا ہے۔قانون کو اسلامی روح کے مطابق بنانے کے لئے متذکرہ بالا ترمیم تجویز کی گئی ہے۔"(۱۵)

چونکہ یہ ترمیمی بل وراثت کے مسلمہ شرعی اصول کے خلاف تھا اس لئے مولانا محمد حسن (بہاولپور) اور مولانا قاری محبوب رضا خاں نے اس ترمیم کے بارے میں شرعی حکم معلوم کرنے کے لئے حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ کی خدمت میں استفتاء پیش کیا۔ جواباً آپ نے دلائل سے ثابت کیا کہ چیمہ صاحب کا یہ ترمیمی بل قرآن وحدیث، صحابہ وتابعین کے معمول اور اقوال فقہاء کے سراسر منافی اور متصادم ہے۔ چونسٹھ صفحات پر مشتمل یہ کتاب زیرِ بحث مسئلہ کے علاوہ وراثت کے دیگر متعدد مسائل کی بھی وضاحت کرتی ہے۔ حضرت محدثِ اعظم کا اندازِ تحقیق معلوم کرنے کے لئے اس کتابچہ کا مطالعہ ضروری ہے۔ دورانِ بحث ایک حدیث شریف کا بتیس کتب سے حوالہ دیا ہے۔ نیز آخر میں وراثت کے اس مسئلہ میں مودودی صاحب کی اغلاط پر علمی گرفت فرمائی ہے۔

13-8 حواشی وافاداتِ صحاحِ ستّہ:

صحاحِ ستہ یعنی بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، ابوداؤد حدیث کی متداول اور مشہور کتب ہیں۔ ہر دور کے علماء نے ان کی شرحیں لکھ کر تدریس کو آسان بنایا۔ ان متعدد شروح اور حواشی کے باوجود حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ نے صحاحِ ستہ پر بہت مفید اور مفصل حواشی لکھے ہیں۔ عربی زبان میں لکھے گئے یہ حواشی آپ کی ذاتی کتابوں پر ہیں۔ جو آپ کے زیرِ مطالعہ رہیں۔ حواشی کو دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ واقعی محدثِ اعظم ہیں۔ اگر کوئی صاحبِ علم ان کو ترتیب دے تو علماء وطلباء کے لئے یکساں مفید ہوگا۔

یونہی حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ اپنی زیرِ مطالعہ کتب کی ابتداء میں زائد اوراق لگا کر فوائدِ حدیث تحریر فرماتے۔ ان فوائد میں تشریحی انداز نہیں ہے بلکہ بعض اوقات حدیث میں سے صرف وہی جملہ درج فرمایا ہے جس سے مسئلہ اخذ کرنا مقصود ہے۔ حضرت شیخ الحدیث کی وسعتِ علمی اور حدیث پر گہری نظر کا اندازہ اس بات سے لگایئے کہ صرف بخاری شریف جلد اوّل پر آپ نے سرکارِ دوعالم ﷺ کے علمِ غیب کے اثبات کے لئے دوسو بیس احادیث، اختیار اور فضائل کے لئے ایک سو پچاس احادیث، معجزات وکرامات کے لئے پچاس، فضائلِ صحابہ کے لئے چالیس، اصولِ حدیث، اسماء الرجال اور تقلید شخصی کے وجوب کے لئے ڈیڑھ سو احادیث اور حاضر وناظر کے اثبات کے لئے بارہ اقوال ائمہ جمع فرمائے ہیں۔ علاوہ ازیں دیگر عنوانات سمیت سات سو سے زائد دلائل اور احادیث کا مجموعہ اور بخاری شریف جلد ثانی کے چھ سو سے زائد فوائدِ حدیثیہ امت کے لئے گلدستۂ محبت اور ارمغان حدیث ہے۔ صحاحِ ستہ کی دیگر کتب کے فوائد اگرچہ اس کثرت سے نہیں تاہم وہ بھی اپنی جگہ اہم ہیں۔ (۱۷) تقریباً ۲۲۵ صفحات پر مشتمل یہ فوائد نوادراتِ محدث اعظم پاکستان جلد اوّل میں شائع ہوگئے ہیں۔

14۔ فوائد دورۂ حدیث شریف:

گذشتہ سطور میں جن فوائدِ حدیث کا ذکر ہے وہ خود حضرت محدثِ اعظم کے تحریر کردہ ہیں اور اب جن فوائدِ

حدیث کا ذکر کیا جارہا ہے یہ آپ کے تلامذہ نے دورانِ درسِ حدیث آپ سے سن کر لکھے اور ترتیب دے کر شائع کئے۔ فوائدِ دورۂ حدیث شریف کا 176 صفحات پر مشتمل پہلا مجموعہ مولانا ابوالحسن محمد علی نے ترتیب دیا جسے نوری کتب خانہ لاہور نے ۱۹۶۴ء میں شائع کرنے کا شرف حاصل کیا۔ فوائد دورۂ حدیث شریف کا دوسرا مجموعہ مولانا ابوالانوار محمد اقبال رضوی نے ترتیب دے کر شائع کیا۔ اگر چہ یہ کتب بظاہر حضرت محدث اعظم پاکستان کی نہیں لیکن آپ کے فیوضاتِ علمی اور تحقیقاتِ دینی کا نچوڑ ہونے کی حیثیت سے آپ ہی کی تالیفات ہیں۔ آپ کے دیگر تلامذہ بھی ہمت کر کے فوائد دورۂ حدیث شریف ترتیب دے دیں تو بہت بڑا علمی خزانہ محفوظ ہوسکتا ہے۔

15۔ مودودی کا شفاعت سے انکار:

مودودی صاحب نے اپنی کتاب تفہیمات کے ص ۲۲۳ پر شفاعت کے مسلمہ عقیدہ سے انکار کردیا تھا۔ حضرت شیخ الحدیث نے اپنی اس تحریر میں مودودی کے اس باطل عقیدہ کا انکشاف کر کے ردّ کیا ہے۔

16۔ دیوبندیوں کے علم وعرفان کی کہانی:

جیسا کہ نام ہی سے ظاہر ہے۔ اس تحریر میں دیوبندی مولویوں کے نام نہاد علم وعرفان کا پول کھولا گیا ہے۔

17۔ مولوی ثناء اللہ امرتسری سے بیس سوالات:

غیر مقلدین کے معروف ومشہور مولوی ثناء اللہ امرتسری چونکہ آٹھ تراویح کے قائل تھے۔ اس لئے ان سے آٹھ تراویح کو ثابت کرنے کے لئے بیس سوالات حضرت شیخ الحدیث نے قائم کئے۔ جن کے جوابات دینے سے وہ معذور رہے اور تا حال کوئی غیر مقلد ان سوالات کا جواب نہیں دے سکا۔ بلکہ یہ کہنے میں کوئی مبالغہ نہیں کہ دیانتداری سے ان سوالات کا پڑھنے والا آٹھ تراویح کا قائل نہیں رہ سکتا۔ پہلے پہل یہ سوالات، ہفت روزہ الفقیہ امرتسر میں شائع ہوئے اور اب فتاویٰ محدث اعظم پاکستان میں شائع ہو چکے ہیں۔

غیر مطبوعہ کتب

اب حضرت محدث اعظم کی ان تصنیفات وتالیفات کا ذکر کیا جارہا ہے جو غیر مطبوعہ ہیں۔ ان میں سے کچھ اردو اور اکثر عربی زبان میں ہیں۔ ان کے مسودات حضرت مصنف کے ذاتی کتب خانہ میں محفوظ وموجود ہیں۔ کاش کوئی صاحب یہ علمی خزانہ شائع کر کے اہل علم کی آنکھوں کی ٹھنڈک کا سامان کریں۔

18۔ مرزا قادیانی عورت یا مرد:

مرزا قادیانی نے ادعائے نبوت کے علاوہ بعض خودساختہ الہامات بھی پیش کیے جن میں کہیں خود کو مسیح موعود تو کسی جگہ خود کو حضرت مریم ظاہر کیا ہے۔ (معاذ اللہ) یہ عجیب وغریب دعاوی خود اس کے دعویٰ نبوت کی تردید کرتے ہیں۔ ان متضاد بیانات کی روشنی میں آپ نے مرزا قادیانی کا ردّ بلیغ فرمایا ہے۔ (۱۶)

19۔ آیت محمد رسول اللہ الخ پر تقریر

20۔ آیت یایھا النبی حسبک اللہ ومن اتبعک من المؤمنین کی تفسیر اور ابن تیمیہ ومودودی کی تردید۔

21۔ آیت کل قدعلم صلاتہ و تسبیحہ کی تفسیر

22۔ علوم خمسہ کا بیان اور ثبوت۔ (عربی)

23۔ علم مصطفیٰ ﷺ، احادیث سے (عربی)

24۔ تحقیق علم مصطفیٰ ﷺ (عربی)

25۔ آنے والے فتنوں کی پیشگوئی، حضور ﷺ کی زبانی (عربی)

26۔ حقیقت محمدیہ کی تحقیق۔ (عربی)

27۔ بے مثلیت مصطفیٰ ﷺ (عربی)

28۔ اطلاق لفظ بشر

29۔ عصمت انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام

30۔ تفسیر کلمہ طیبہ

31۔ استعانت بہ رسول اللہ ﷺ (اردو)

32۔ استعانت اور غوث کے معنوں کی تحقیق (عربی)

33۔ حجیت حدیث

34۔ فوائد خصائص کبریٰ (جلد اوّل) ۵۸ صفحات پر مشتمل دو کالموں میں لکھے گئے ان فوائد کا مطالعہ خصائص کبریٰ (مصنفہ علامہ سیوطی) پڑھنے والوں کے لئے بہت ضروری ہے۔

35۔ حدیث لولاک لماخلقت الافلاک کی تحقیق (عربی، اردو)

36۔ رسول پاک اپنے اہل بیت کی رضا چاہتے تھے۔

37۔ فضائل سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا (عربی)

38۔ فضائل صحابہ کرام علیہم الرضوان (عربی)

39۔فضائل کعبہ مکرمہ (عربی)

40۔فضائل مدینہ منورہ (عربی)

41۔فضائل حج (عربی)

42۔حج کی دعاؤں اور ارکان کا بیان

43۔لیلۃ القدر کے فضائل (عربی)

44۔عقیدۂ اہل سنت در بارہ افضلیتِ جبریل وصدیق (اردو)

45۔رُسل بشر رسل ملائکہ سے اور رسل ملائکہ عامہ بشر سے افضل ہیں۔(اردو)

46۔حیاتِ مسیح علیہ السلام (عربی) آیات واحادیث کی روشنی میں مرزائیوں کا ردّ بلیغ ہے۔

47۔امام مہدی کی آمد کی بشارت،احادیث سے (عربی) ردّ مرزائیت پر بہترین رسالہ ہے۔

48۔لفظ "وفات" کی تحقیق مرزائیوں کے اعتراضات کا مدلل جواب ہے۔

49۔رَدّ قادیانی

50۔ترکۂ مصطفیٰ ﷺ (عربی) ردّ شیعہ پر بہترین تحریر ہے۔

51۔تحقیق نکاح سیدہ باغیر سید

52۔محرم ومیلاد میں سبیل لگانے کا حکم

53۔رسالہ در تحقیق فاتحہ مروجہ (مصدقہ مفتیٔ اعظم مولانا مصطفیٰ رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ)

54۔فاتحہ وایصالِ ثواب

55۔ایصالِ ثواب (عربی)

56۔مزارات پر حاضری کا ثبوت اور اس کے آداب

57۔علمِ حیوانات کی تحقیق (عربی)

58۔علمِ حیوانات کی تحقیق (اردو)

59۔فتویٰ علمِ حیوانات (مصدقہ مفتیٔ اعظم مولانا محمد مصطفیٰ رضا بریلوی ودیگر علمائے ہند)

60۔عقیدۂ اہلسنت در بارۂ علمِ حیوانات (اردو)

61۔رسالہ در تحقیق تقلید

62۔امکان کذبِ باری سے متعلق تحقیق اور علمائے دیوبند سے سوالات

63۔خط بنام عبدالشکور ایڈیٹر النجم لکھنؤ (سیف یمانی اور دیگر عبارات سے متعلق استفسار،لاجواب تحریر)

64۔سوالات مناظرۂ احمد آباد (اس مناظرہ کی تفصیلات گذشتہ باب میں آپ مطالعہ فرما چکے ہیں۔یہ مذکورہ مناظرہ کی

قلمی روئیداداور مولوی سلطان حسن سے کیے گئے سوالات پر مبنی تحریر ہے جو آپ نے اپنے میزبان حاجی احمد صاحب کے مکان پر لکھی تھی۔)

65۔مودودی صاحب کا تعارف

66۔مودودی تحریک ایک نئی تحریک ہے۔

67۔شفاعت اور ردِ مودودیت 68۔مودودی کی تحریک کا مآخذ ومنشاء

69۔رسالہ در تحقیق لفظ "اِنْ "(اس امر کی تحقیق کہ یہ صرف شک کے لئے نہیں آتا)

70۔رؤیت ھلال کے احکام (اردو)

اگر چہ ان مسودات میں ضخیم کتابیں کم ہیں۔تاہم ہر موضوع پر دلائل اور اندازِ تحریر بڑی بڑی کتب سے بے نیاز کر دیتے ہیں۔غیر مطبوعہ کتب میں سے اکثر کے نام سوانح نگاروں نے رکھے ہیں۔تصنیف وتالیف کے لئے جس پر سکون ماحول کی ضرورت ہوتی ہے وہ آپ کو بہت کم ملا اس کے باوجود آپ کی تصنیفات وتالیفات کی کثرت،آپ کی کرامت پر دلالت کرتی ہے۔(۱۸)

تصنیف وتالیف کے لئے تلامذہ کی تربیت:

حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ تلامذہ کو بھی تصنیف وتالیف کی ترغیب دیتے تھے۔یہاں تک کہ مفید حوالہ جات بھی نوٹ کروادیتے تھے۔چنانچہ علالت کے دوران جب ہری پور ہزارہ تشریف لے گئے تو اپنے تلمیذ رشید مولانا محمد ریاض الدین کو نہایت اہم حوالہ جات نوٹ کروائے۔مولانا موصوف بیان کرتے ہیں:"افاقہ ہوا تو فرمایا کہ میں اس ارادے سے چند کتابیں ساتھ لایا ہوں کہ آپ کو چند حوالہ جات نوٹ کرواجاؤں۔اس طرح سرکارِ دوعالم ﷺ کے اوصافِ مبارکہ کی ایک گونہ تبلیغ ہوجائے گی تو سفر رائیگاں نہیں جائے گا۔میں نے قبلۂ عالم حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کے حکم سے آپ کا سامنے رکھا ہوا صندوق کھولا تو آپ نے فرمایا اس میں سے تفسیر نسفی اور مدارج النبوت دیکھ کر نکال لاؤ میں نے منقولہ کتابیں لاکر دیں تو آپ نے عبارت نقل کرنے کا حکم فرمایا۔یہ حوالہ جات دس صفحات پر مشتمل ہیں۔ -اسے آپ کی کرامت سمجھئے کہ فقیر کو سورۂ نور کی تفسیر لکھتے ہوئے ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی شان اور پاکیزگی کے بیان میں وہی حوالہ جات بخوبی کام آئے۔جواب ان شاءاللہ تفسیر ریاض القرآن کی تیسری جلد میں عنقریب منظرِ عام پر آرہے ہیں۔"(۱۹)

ایک دوسطریں ہی لکھ لیا کریں:

حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ نے اپنے تلمیذ ارشد مولانا اللہ بخش علیہ الرحمۃ کو تصنیف وتالیف کے لئے پرزور انداز میں تاکید کرتے ہوئے فرمایا:"مولانا ! درسی کتب پر شروح وحواشی لکھنے کی طرف ضرور توجہ دیجئے۔کچھ نہیں تو ہر روز

ایک، دوسطریں ہی لکھ لیا کریں۔ان شاءاللہ العزیز ایک وقت آئے گا کہ مکمل کتاب بن جائے گی۔(۲۰)

تلامذہ کی کثیر تصانیف کا راز:

حضرت شیخ الحدیث کے تلامذہ نے آپ کی تلقین وترغیب کے مطابق تصنیف وتالیف کا کام بڑی محنت سے کیا اور متعدد کتابیں لکھ کر شائع کیں۔کتب کی اس عظیم تعداد کا راز کیا ہے؟ آپ کے تلمیذ ارشد، ہزاروں کتب کے مصنف مولانا ابوالصالح فیض احمد اویسی اس راز سے پردہ اٹھاتے ہوئے فرماتے ہیں:

اثنائے عبارت (صحاح ستہ کی قرأت) میں حضرت صاحب علیہ الرحمۃ بعض احادیث پر بہترین تقریر اور ترجمہ فرماتے۔جنہیں فقیر نے بھی نوٹ کیا۔جس سے ایک مجموعہ تیار ہوا۔(ان شاءاللہ کبھی منظرِ عام پر آئے گا) کبھی یوں ہوتا کہ بعد نماز عشاء ہم چند فقیروں کو خصوصی مجلس میں بلوا کر حوالہ جات کے لئے کتابیں اپنے کتب خانہ سے اٹھوا کر نشان لگواتے اور پھر کبھی یوں بھی ہوتا کہ اسی وقت چند حوالہ جات کا پیوں پر لکھوا دیتے۔اسی مردِ خدا کی برکت ہے جو آج فقیر ہزاروں صفحات پر کر جاتا ہے، جن کے لئے جدید محنت نہیں کرنا پڑتی۔"

گویا ہزاروں صفحات پر مشتمل تصانیف حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کا حاصل مطالعہ ہے جسے آپ نے نہایت فراخ دلی سے اپنے تلامذہ تک پہنچا دیا ہے۔یا یوں کہہ لیجئے کہ آپ کے تلامذہ کی کثیر تصانیف آپ کے تقریری فوائد ہیں۔

(۲۱) طوالت کے خوف سے، یہاں آپ کے تلامذہ کی تصانیف کا ذکر نہیں کیا جا رہا۔بطور مثال مولانا علامہ غلام رسول رضوی کی تفہیم البخاری اور مفتی محمد شریف الحق امجدی کی نزہۃ القاری شرح بخاری ملاحظہ فرمائیں۔

صبح کا وقت باتوں میں ہرگز ضائع نہ کریں۔نماز کے بعد تلاوت، بعدۂ اپنے اسباق میں مشغولیت، ان شاءاللہ العزیز سارا دن اچھا گزرے گا۔

(ارشادِ محدثِ اعظم)

فصلِ دوم

اشاعتِ کتب

تحریر وتصنیف کی اہمیت سے کوئی بھی عقلمند انکار نہیں کرسکتا۔ آج وہی قومیں زندہ ہیں جن کا لٹریچر عام ہے۔ جس قوم نے تصنیف وتالیف سے غفلت برتی وہ طاقِ نسیاں کی نذر ہوگئی۔ حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ لٹریچر کی اس اہمیت سے بخوبی آگاہ تھے اسی لئے آپ نے خود باوجود مصروفیات کے تصنیفات کا ایک دفتر قوم کو عطا فرمایا۔ جن کا مفصل تذکرہ گذشتہ سطور میں آپ پڑھ چکے ہیں۔ تلامذہ کو تصنیف وتالیف کی ترغیب دی۔ اس کے علاوہ آپ نے مسلکِ اہل سنت کی ترویج وتبلیغ کو تیز تر کرنے کے لئے کتب کی اشاعت کا وسیع پیمانے پر اہتمام فرمایا۔ آپ کی اشاعتی جدوجہد کا مختصر تذکرہ درج ذیل ہے۔

سنی رضوی کتب خانہ:

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی اور دیگر علمائے اہل سنت کی کتب کی نشر واشات کے لئے یہ کتب خانہ قائم فرمایا۔ اس کتب خانہ سے کتابوں پر منافع نہیں لیا جاتا تھا بلکہ اصل قیمت پر فروخت کردیا جاتا تھا۔ بعض دفعہ حساب کرنے پر معلوم ہوا کہ کتب خانہ خسارے میں جارہا ہے۔ لیکن آپ نے نقصان قبول کرلیا، کتب خانہ بند کرنا گوارا نہ کیا۔ فیصل آباد قیام کے ابتدائی دور کی مشکلات گذشتہ ابواب میں بالتفصیل آپ پڑھ چکے ہیں۔ لیکن حیرت ہوتی ہے کہ اتنی مشکلات کے باوجود آپ نے اشاعت کتب کے کام کو اتنا اہم اور ضروری سمجھا کہ شاہی مسجد کے قیام کے صرف ڈیڑھ سال بعد اعلیٰ حضرت کا رسالہ مبارکہ "نفی الفئی" شائع فرمایا۔ شریعت مطہرہ میں شدید ضرورت کے تحت قرض لینے کی اجازت دی گئی ہے۔ اس کے علاوہ قرض لینے کی حوصلہ شکنی کی گئی ہے لیکن اس کے باوجود حضرت شیخ الحدیث فرمایا کرتے تھے۔ اشاعتی کام کے لئے اگر قرض لینے کی بھی ضرورت پڑے تو بھی لے کر تبلیغی واشاعتی کام کرو۔ (۲۲)

نوری کتب خانہ لاہور سے تعاون:

قیامِ پاکستان کے وقت ملک بھر میں دینی کتب کی اشاعت کا کوئی مکتبہ نہ تھا۔ آپ نے سید محمد معصوم شاہ نوری کو حضرت داتا گنج بخش ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کے زیر سایہ ایک مکتبہ قائم کرنے پر آمادہ کیا۔ چنانچہ شاہ صاحب نے نوری کتب خانہ کا اجراء فرمایا جس کے ذریعے سے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمۃ اور دیگر علمائے اہل سنت کی کتابیں شائع ہوتی رہیں۔ حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ اکثر نایاب کتب شائع کرنے کے لئے مہیا فرماتے پھر شائع ہونے پر متعدد کتب اپنے مکتبہ کے لئے خرید لیتے اور بوریاں بھر کر فیصل آباد لاتے۔ علماء، طلبہ اور عوام کو کتب خریدنے کی ترغیب دیتے۔ آپ نوری کتب خانہ سے نہ صرف کتابیں خرید کر تعاون فرماتے بلکہ مالی تعاون کی صورت میں بھی امداد فرماتے۔

چنانچہ سید حسن شاہ گیلانی فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ ہمارے مکانات کی تعمیر جاری تھی۔ حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ لاہور تشریف لائے تو ہمارے غریب خانہ پر بھی رونق افروز ہوئے۔ مجھے الگ لے جا کر فرمایا "چونکہ آپ کے مکانات کی تعمیر جاری ہے، آپ کو رقم کی ضرورت ہوگی۔ یہ پانچ صد روپے رکھ لیجئے۔" میں نے کہا "حضرت آپ دعا فرمائیں، اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا بہت کچھ موجود ہے۔" حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ نے فرمایا "یہ رقم رکھ لیجئے، چونکہ آپ تعمیر میں مصروف ہیں اور ادھر خرچ بہت اٹھ رہا ہے، ایسا نہ ہو کہ اشاعت کا کام متأثر ہو جائے۔ (۲۳)

اللہ اللہ۔ اشاعتی اداروں کی حوصلہ افزائی کرنے والے ایسے بزرگ آج کہاں ملیں گے؟ اب تو حال یہ ہے کہ بجائے حوصلہ افزائی کے اکثر حضرات نے حوصلہ شکنی پر کمر باندھ رکھی ہے۔

رسائل وجرائد کی حوصلہ افزائی:

اہل سنت کی مذہبی وتبلیغی سرگرمیوں سے آگاہی، پیش آمدہ مسائل کا حل اور مخالفین اہل سنت کی جانب سے اٹھنے والے نئے نئے اعتراضات کے جواب کے لئے رسائل وجرائد کا اجراء بہت ضروری ہے۔ اس لئے آپ نے متعدد رسائل کی سرپرستی فرمائی۔ ان سے مالی تعاون فرمایا اور حوصلہ افزائی کے لئے باقاعدہ خریدار بنے۔

ماہِ طیبہ کے نام پیغام:

۱۳۷۰ھ/۱۹۵۱ء میں جب مولانا ابوالنور محمد بشیر نے کوٹلی لوہاراں ضلع سیالکوٹ سے ماہنامہ ماہِ طیبہ کا اجراء فرمایا تو آپ نے سرپرستی اور تعاون فرمایا۔ نیز اس کو بہتر سے بہتر بنانے کے لئے مفید تجاویز دیں۔ اس سلسلہ میں مولانا ابوالنور محمد بشیر کے نام آپ کا ایک مکتوب ملاحظہ فرمائیں:

"ماہِ طیبہ کی اشاعت کی مسرت میں احباب سے کہا، بعض احباب نے اپنے نام "ماہِ طیبہ" جاری کرانا چاہا ہے۔ لہٰذا ان کے نام پرچے جاری کر دیئے جائیں اور یہ سلسلہ یہاں سے آہستہ آہستہ جاری رہے گا، رسالہ ماہِ طیبہ کے عنوان پر یہ مصرعہ خوب ہے۔

ماہِ طیبہ کی طلعت پہ لاکھوں سلام

جب فقیر نے رسالہ ماہِ طیبہ دیکھا تو اعلیٰ حضرت، عظیم البرکت قدس سرہ العزیز کا یہ شعر شریف یاد آیا۔

طیبہ کے ماہِ تمام ، جملہ رُسل کے امام
نوشۂ ملک خدا ، تم پہ کروڑوں درود

اگر دل چاہے تو اس شعر شریف کو بطور تبرک تحریر فرمائیں اور رسالہ کے آخر پر اگر مناسب ہو تو یہ شعر تحریر فرمائیں۔

ماہِ طیبہ پہ تاباں درخشاں درود
ان کی نورانی طلعت پہ لاکھوں سلام

دل چاہتا ہے کہ رسالہ کے اوّل وآخر ماہِ طیبہ دیکھیں اور ہر طرف ماہِ طیبہ دکھائی دے۔" (۲۴) حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ کا یوں تو یہ سارا مکتوب ہی دلنشیں ہے لیکن آخری جملہ تو بار بار پڑھنے کے لائق ہے۔ بار بار پڑھئے اور نئے معنی کا لطف لیجئے۔

ماہنامہ رضائے مصطفیٰ، گوجرانوالہ:

حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ کے تلمیذ وخلیفہ مولانا علامہ الحاج ابو داؤد محمد صادق صاحب نے ۱۳۷۶ھ/ ۱۹۵۷ء میں ہفت روزہ (اب) ماہنامہ رضائے مصطفیٰ علیہ السلام جاری کیا۔ اس رسالے نے مختصر عرصہ میں نمایاں کامیابی حاصل کی۔ حضرت شیخ الحدیث اہل سنت کے اس بے باک ترجمان کو پھولتا پھلتا اور مزید ترقی کرتا ہوا دیکھنا چاہتے تھے۔ اس لئے آپ نے اپنے تلامذہ اور مریدین کو اس جریدہ سے بھرپور تعاون کی تلقین کرتے ہوئے فرمایا:

جریدۂ حمیدہ ہفت روزہ رضائے مصطفیٰ گوجرانوالہ نے ماشاءاللہ تین سال کے مختصر عرصہ میں دینِ متین و مذہب مہذب اہل سنت کی جو عظیم مخلصانہ ومجاہدانہ نمایاں خدمات سرانجام دی ہیں وہ واضح وظاہر ہیں۔ ضرورت ہے کہ دین کے خادم ومخلص مبلغ کی تبلیغ وخدمت کا دائرہ وسیع کیا جائے تاکہ حق کی آواز زیادہ سے زیادہ پھیل سکے اور اہل سنت و جماعت کا اس سے بھی بڑھ کر چرچا ہو۔

چونکہ عالم اسباب میں یہ کام اہل سنت و جماعت کے تعاون کے بغیر نہیں ہوسکتا۔ اس لئے تمام اہل سنت احباب کو عموماً اور فقیر کے عزیزان طریقت وجامعہ رضویہ مظہر اسلام کے فارغ التحصیل علماء کو خصوصاً چاہیے کہ وہ "رضائے مصطفیٰ" کی اشاعت میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیں اور خدمتِ دین کے سلسلہ میں اس کا ہاتھ بٹائیں۔ اس کی آسان صورت یہ ہے کہ جن عزیزان واحباب کے نام "رضائے مصطفیٰ" جاری نہیں وہ سالانہ چندہ بھیج کر خریدارانِ "رضائے مصطفیٰ" میں شامل ہو جائیں۔ جو پہلے سے خریدار ہیں وہ کوشش کر کے نئے خریدار بنائیں اور جو علماء مساجد کے خطیب ہیں وہ اپنے حلقۂ اثر میں رضائے مصطفیٰ کی وسعتِ اشاعت کے لئے کوشش کریں اور ہفتہ وار کم از کم پانچ پرچے منگوا کر ادارہ رضائے مصطفیٰ کے ساتھ تعاون کریں۔ تاکہ اس کی اشاعت کے راستہ میں خطرات ومشکلات حائل نہ ہوسکیں اور یہ اطمینان کے ساتھ احسن طریقہ سے اپنی دینی خدمات جاری رکھ سکے اور مزید وسیع ہو سکے۔ "رضائے مصطفیٰ" کے علاوہ دین کی خدمات سرانجام دینے والے دیگر سنی جرائد ورسائل کے ساتھ بھی رابطہ قائم رکھیں اور ان کے ساتھ بھی خوب تعاون کریں تاکہ وہ بھی دینی خدمات میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیں جو حضرات اس کارِ خیر میں حصہ لیں اور جو حصہ لے رہے ہیں دعا ہے کہ مولیٰ تعالیٰ عزوجل ان کو زیارتِ حرمین طیبین سے مشرف فرمائے۔ آمین" (۲۵)

یہ حضرت محدث اعظم کی دعاؤں کی ہی برکت ہے کہ ماہنامہ رضائے مصطفیٰ آج بھی احقاقِ حق اور ابطال باطل کے فرائض انجام دے رہا ہے۔ دعا ہے کہ مولائے کریم اس جریدۂ حمیدہ کے دریائے فیض کو صبحِ قیامت تک جاری رکھے۔

سوادِ اعظم، لاہور کے نام پیغام:

ہفت روزہ سوادِ اعظم، لاہور جاری ہوا تو آپ نے اس کے مدیر مولانا غلام معین الدین نعیمی کے نام اسی نوعیت کا ایک مکتوب لکھا جس میں فرمایا:

"متعدد روز ہوئے محبت نامہ ملا، کاشفِ احوال ہوا۔ آپ کا ارادہ مبارک ہے، "سوادِ اعظم" جاری کریں اور مذہب مہذب اہل سنت و جماعت کی تبلیغ و اشاعت اس میں کریں۔ حضور صدر الافاضل قدس سرہ نے بھی "سوادِ اعظم" جاری فرمایا تھا جس سے بہت فائدہ و افادہ ہوا۔ مولیٰ عزوجل آپ کے اس نیک ارادہ میں کامیابی عطا فرمائے اور سوادِ اعظم کی اشاعت سے مزید ترقی ہو۔ فقیر اس کی خدمت کے لئے حاضر ہے۔"(٢٦)

کتابوں کا تحفہ:

حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ کا معمول تھا کہ دورۂ حدیث کے طلبہ کو مختلف کتابیں عنایت فرماتے تھے۔ مثلاً حدائق بخشش، الدولۃ المکیہ، فتاویٰ رضویہ، الامن والعلیٰ، ترجمہ قرآن کنز الایمان، کتبِ احادیث وغیرہ۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ یہ معمول بڑھتا چلا گیا۔ یہاں تک کہ آخری سالوں میں آپ نے اس مقصد کے لئے فنڈ قائم کر دیا تھا۔ اور طلباء و علماء کو ڈھیروں کے حساب سے کتابیں عنایت فرمائیں۔(٢٧)

مولائے کریم اپنے حبیب پاک ﷺ کے طفیل ہمیں بھی حضرت شیخ الحدیث کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے دینی کتابیں تحریر کرنے، شائع کرنے، خریدنے اور تقسیم کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

☆.....☆.....☆.....☆.....☆......

حضور نبی کریم ﷺ کا ذکر اتنا کریں کہ لوگ آپ کو دیوانہ تصور کریں

(ارشاد محدثِ اعظم)

باب ۵

اخلاق وعادات

باب ۵

اخلاق و عادات

عالم اگر اپنے حاصل کردہ علم پر عامل نہ ہو تو علم بجائے نعمت کے زحمت بنتا چلا جاتا ہے۔ حضرت محدثِ اعظم ایک باعمل عالم تھے۔ آپ کے اخلاق و عادات قرآن و حدیث کی تعلیمات کے عین مطابق تھے۔ بلکہ یہ کہنے میں کوئی مبالغہ نہیں کہ آپ کی حیاتِ طیبہ کے تمام اوقات ذکرِ الٰہی سے مزیّن اور جملہ افعال سنتِ نبوی کے آئینہ دار تھے۔ آپ کے مقدس معمولات و عادات کی چند جھلکیاں ملاحظہ فرمائیں۔

ذوقِ عبادت:

عبادت کا ایسا ذوق و شوق تھا کہ بچپن میں ہی چلتے پھرتے ذکر کرتے اور نعت پڑھتے رہتے۔ والد ماجد کی انگلی پکڑ کر مسجد میں جاتے اور باجماعت نماز ادا کرتے۔ آپ کی نماز روایتی نماز نہ ہوتی بلکہ بارگاہِ خداوندی میں حاضری کا تصور ذہن پر غالب رہتا۔ اجمیر شریف کے زمانۂ طالب علمی میں آپ کی نمازوں کی کیفیت بیان کرتے ہوئے حافظِ ملّت مولانا عبدالعزیز مبارکپوری علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں: ''سلسلہ کے وظائف اور نماز باجماعت کے پابند تھے۔ خشیتِ ربّانی کا یہ عالم تھا کہ نماز میں جب امام سے آیتِ ترہیب سنتے تو آپ پر لرزہ طاری ہو جاتا حتیٰ کہ پاس والے نمازی کو محسوس ہوتا تھا۔ یہ طالب علمانہ مقدس زندگی کی کیفیات ہیں۔ اس سے آپ کی روحانیت کا اندازہ ہو سکتا ہے اور آپ کے مقامِ رفیع کا پتہ چل سکتا ہے۔(۱)

آپ کے ذوقِ عبادت کو بیان کرتے ہوئے حکیم محمد موسیٰ امرتسری کہتے ہیں: "تقسیم برصغیر سے پہلے ایک مرتبہ میں امرتسر سے دیال گڑھ حاضر ہوا۔ یہ زمانہ رمضان المبارک کا تھا۔ چونکہ سال کا باقی عرصہ آپ بریلی تدریس فرماتے اور رمضان المبارک میں آپ کا قیام دیال گڑھ ہوتا۔ میں نے مشاہدہ کیا کہ ضروری امور کی ادائیگی کے علاوہ آپ کے اوقات کا اکثر حصہ مسجد میں ذکر و اذکار میں گزرتا۔ ملاقاتیوں سے گفتگو فرماتے مگر نہایت مختصر۔ مدرسین، واعظین علماء میں آپ جیسا ذوقِ عبادت نظر نہ آیا۔(۲)

عبادات میں ایسا انہماک کم دیکھنے میں آیا:

قیامِ پاکستان کے بعد دورانِ قیام ساروکی آپ نے نمازِ تراویح میں ختمِ قرآن مجید کے لئے مولانا حافظ عبدالرشید جھنگوی کو بلا لیا اور ان سے دو مرتبہ تراویح میں قرآن حکیم سنا۔ اس کی روئیداد مولانا موصوف کے الفاظ میں ملاحظہ فرمایئے: "استاذِ محترم حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ ۸ رمضان المبارک ۱۳۶۷ھ کو بریلی سے واپس ساروکی

تشریف لائے۔اس وقت تک میں نمازِ تراویح میں سورۃ الانفال سے پہلے کی منزل پڑھ چکا تھا۔۹ رمضان المبارک کی شب کو میں نے سورۃ الانفال شروع کی۔منزل ہوتی رہی۔کچھ دنوں بعد مجھے فرمایا:

"مولانا! رمضان المبارک کی تراویح میں ختمِ قرآن مجید میں سورۃ الانفال سے پہلی منزل، میری باقی رہ گئی ہے۔اگر یہ بھی مکمل ہو جائے تو خوب ہوگا۔"

مولانا موصوف بیان کرتے ہیں کہ "روز کی معمول کی منزل کے علاوہ میں نے ابتداء سے روزانہ تھوڑی سی منزل اور پڑھنا شروع کردی۔تا آنکہ آپ کی باقی ماندہ منزل بھی تراویح میں مکمل ہوگئی۔۲۷ رمضان المبارک لیلۃ القدر کو فرمایا کہ "کیا ہی اچھا ہو کہ کچھ منزل اور ہو جائے۔ایک رکعت میں نصف پارہ یا تین چوتھائی پڑھا جائے۔بہر حال ایک رکعت میں ایک پارہ سے زیادہ نہ ہو کہ لوگ تھکن محسوس کریں گے۔اس طرح لطف نہیں رہتا۔"

چنانچہ نوافل میں میں نے سوا سولہ پارے پڑھے۔آپ بہت خوش ہوئے۔دوسرے روز ۲۸ رمضان المبارک کو پانچ پارے اور پڑھے۔۲۹ رمضان المبارک کو آپ نے فرمایا:"اگر میرا دوسرا ختمِ قرآن مجید بھی مکمل ہو جائے تو کیا ہی اچھا ہو۔"چنانچہ میں نے باقی پارے ۲۹ رمضان المبارک کو پڑھے۔مہاجرت کے اس دور میں جبکہ بے شمار مشکلات کا سامنا تھا۔عبادات میں ایسا انہماک کم دیکھنے میں آیا۔(۳)

جائے نماز آنسوؤں سے بھیگ جاتا:

رمضان المبارک ۱۳۶۷ھ عشرۂ اخیرہ میں آپ نے سنتِ اعتکاف ادا فرمائی۔اس دوران آپ رات بھر جاگ کر عبادت میں مشغول رہتے اور صبح کو جب دیکھا جاتا تو آپ کے آنسوؤں سے جائے نماز بھیگا ہوتا تھا۔(۴)

توکل علی اللہ:

آپ کی حیاتِ طیبہ کا طائرانہ جائزہ لیا جائے تو معلوم ہوگا کہ زندگی کے ہر موڑ پر اللہ تعالیٰ پر توکل اور کامل بھروسہ جلوہ آراء نظر آتا ہے۔چشمِ تصور سے ذرا دیکھئے کہ فیصل آباد کا اجنبی اور مخالفانہ ماحول اور بریلی کے نامور شیخ الحدیث کا ایک چبوترے پر بیٹھ کر درسِ حدیث شروع کر دینا، مخالفوں کی ریشہ دوانیوں کے باوجود مدرسہ اور پاکستان کی عظیم الشان مسجد کی بنیاد رکھ دینا۔اپنوں، بیگانوں کی جانب سے سازشوں حتیٰ کہ قاتلانہ حملوں کے باوجود پائے ثبات میں لغزش نہ آنا بغیر خدا پر توکل اور بھروسے کے کیا ممکن نظر آتا ہے؟ ایک مرتبہ تو مخالفین حضرت محدثِ اعظم پر حملہ کرنے کے لئے جلوس لے کر آرہے تھے۔آپ کی خدمت میں تھوڑی دیر کے لئے کہیں اور تشریف لے جانے کے لئے عرض کیا گیا تو آپ نے انکار کرتے ہوئے فرمایا۔"جو میرے مولیٰ کو منظور ہوا وہی ہوگا"اس واقعہ کی تفصیل بیان کرتے مولانا مفتی ابو سعید محمد امین رقم طراز ہیں:"جب ۱۹۵۱ء میں مرزائیوں کے خلاف تحریک چلی تو مختلف عقائد والے علماء اکٹھے ہوگئے تھے لیکن میرے آقائے نعمت، سیدی محدثِ اعظم پاکستان حضرت مولانا سردار احمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اے سنیو! تم علیحدہ

اپنی طرف سے تحریک چلاؤ کیونکہ جو پارٹیاں بے ادب ہیں وہ اپنا مفاد دیکھ کر تم سے علیحدہ ہو جائیں گی۔"اسی دوران ایک وقت ایسا آیا کہ فیصل آباد میں بہت بڑا جلوس نکلا یہ فقیر ابو سعید غفرلہ اور میرے بڑے بھائی مولانا الحاج الحافظ محمد حنیف جامعہ رضویہ میں موجود تھے۔ باقی طلبہ و مدرسین اس ہنگامی حالت کے پیش نظر جامعہ میں موجود نہیں تھے۔خبر آئی کہ جلوس جامعہ رضویہ کی طرف آ رہا ہے۔اور حضرت محدث اعظم پاکستان رحمۃ اللہ علیہ پر حملہ آور ہو گا حتیٰ کہ ایسی خبریں تیزی سے آنا شروع ہو گئیں۔ہم دونوں ڈر گئے اور حضور محدثِ اعظم پاکستان رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں گھبرائے ہوئے حاضر ہو گئے اور عرض کیا حضور آپ تھوڑی دیر کے لئے کہیں دوسری جگہ تشریف لے جائیں کیونکہ خطرہ بہت زیادہ بڑھ گیا ہے۔سن کر فرمایا :"بندۂ خدا! میں کہاں جاؤں گا، اللہ تعالیٰ پر توکل کرتا ہوں اور یہیں رہوں گا جو میرے مولیٰ کریم کو منظور ہوا وہی ہو گا۔" ہم دونوں سہم کر اپنے کمرہ میں بیٹھ گئے مگر اللہ تعالیٰ کی بے نیازی کہ وہ جلوس جامعہ رضویہ تک پہنچ ہی نہ سکا۔ یہ ہے صحیح توکل

(۵)

عشقِ مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء :

اس عقیدے پر پوری اُمت کا قطعی، یقینی اجماع ہے کہ ایمان کی جان عشقِ مصطفیٰ ﷺ ہے۔تمام رشتوں، ناتوں، دوستیوں اور تعلقات سے بڑھ کر اگر سرکارِ دوعالم ﷺ سے محبت نہیں تو ایمان نامکمل ہے۔اقبال نے کیا خوب کہا ہے:

مغزِ قرآں ، روحِ ایماں ، جانِ دیں
ہست حُبّ رحمۃ للعلمین

حضرت محدث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے اخلاق و عادات کی سب سے نمایاں بات سرکار دوعالم ﷺ سے والہانہ محبت ہے۔ان کے اس وصفِ خاص کا اظہار صرف ان کی زبان سے ہی نہیں ہوتا تھا بلکہ یہ ان کے دل میں رچا ہوا اور رگ وریشہ میں سمایا ہوا تھا۔

کثرتِ ذکرِ مصطفیٰ ﷺ :

حدیث شریف میں آیا ہے کہ:"من احب شیئا اکثر ذکرہ" یعنی جو کسی سے محبت کرتا ہے، اس کا ذکر کثرت سے کرتا ہے۔حضرت محدثِ اعظم قدس سرہ سچے عاشقِ مصطفیٰ تھے لہٰذا آپ کا مرغوب و محبوب وظیفہ سرکارِ مدینہ ﷺ کا ذکرِ پاک تھا۔اسی لئے دورۂ حدیث شریف آپ کی روحانی غذا تھا۔لیکن یہ ذکرِ پاک صرف دارالحدیث، منبر ومحراب اور جلسہ وجلوس تک محدود نہ تھا۔ بلکہ سفر و حضر میں سب جگہ اس کا مظاہرہ ہوتا تھا۔ بسا اوقات آپ ریلوے اسٹیشن یا بس کے اڈہ پر پہنچتے اور گاڑی و بس میں کچھ تاخیر ہوتی تو آپ قصیدہ بردہ شریف، نعت خوانی و ذکر پاک کا سلسلہ شروع کرا دیتے۔اسی طرح گاڑی میں بھی نعت شریف و ذکر پاک، وعظ وتقریر، مسئلہ مسائل، اور مناظرہ کا سلسلہ جاری رہتا۔گاڑی میں سوار تمام افراد آپ کے چہرہ کے انوار و ذکرِ پاک سے مستفیض ہوتے رہتے۔آپ عارف جامی کے

درج ذیل شعر کا پورا پورا نمونہ تھے:

جامی ثنائے یار کند انشراحِ صدر

ہر دم وظیفہ گفتن نامِ محمد است (ﷺ) (۶)

درسِ حدیث شریف:

درسِ حدیث شریف کی تو غرض وغایت اور موضوع ہی ذکرِ مصطفیٰ ﷺ ہے۔اس لئے آپ کو اس سے بہت لگاؤ بلکہ عشق تھا۔آپ جس طرح احادیث کی تشریح کرتے ،سرورِ دو عالم ﷺ کا ذکرِ پاک وشیون وصفات بیان فرماتے اور درسِ حدیث کے اوّل وآخر درمیان میں قصیدہ بردہ شریف وعربی واردو کا نعتیہ کلام جس طرح پڑھتے ،سنتے اور جھومتے تھے اور عشقِ مصطفیٰ ﷺ میں جس طرح ان کی آنکھوں سے داڑھی مبارک پر آنسو بہتے تھے اور حاضرین پر جو کیفیت طاری ہوتی تھی وہ ان کے دیکھنے والوں کو بخوبی یاد ہے اور وہی اس کیفیت کو جانتے ہیں۔دارالحدیث کے باہر عارفِ جامی علیہ الرحمۃ کے اس شعر کی کتابت بھی ان کے عشق ومحبت کی مظہر ہے:

خوشا مسجد و مدرسہ و خانقاہے

کہ دروے بود قیل و قالِ محمد ﷺ (۷)

قصیدہ بُردہ کی تدریس:

قصیدہ بردہ چونکہ نبی کریم ﷺ کا پسندیدہ قصیدہ ہے۔اور محبوب کو جس چیز سے پیار ہو سچے عاشق کو بھی قدرتی طور پر اس سے پیار ہو جاتا ہے۔اسی لئے آپ کو یہ قصیدہ بہت پسند تھا۔سطور بالا میں آپ نے پڑھا کہ درسِ حدیث کے اوّل وآخر آپ قصیدہ بردہ شریف پڑھتے تھے۔لیکن مولانا سید حسین الدین شاہ صاحب کی بیان کردہ ایک روایت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ پڑھنے کے ساتھ ساتھ آپ قصیدہ بردہ شریف پڑھاتے بھی تھے۔مولانا موصوف بیان کرتے ہیں:

"قصیدہ بردہ شریف کی تدریس کے دوران جب میلادِ مصطفیٰ ﷺ کا تذکرہ آیا اور قصیدہ کا یہ شعر پڑھا جارہا تھا:

ابان مولدہ عن طیب عنصرہ

یا طیب مبتدء منہ و مختتم (۸)

ولادت باسعادت کے وقت کے آثار بیان فرمارہے تھے۔قصیدہ بردہ کی شرح خرپوتی کے حوالے سے بیان جاری تھا۔حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تشریف آوری کی برکات ،انوار اور آثار کے بیان میں آپ پر رقت طاری ہوگئی۔کچھ دیر بیان جاری رہا۔بالآخر ہچکی بندھ گئی ،اسی رقت کے عالم میں آپ نے کتاب بند فرمادی اور حلقۂ درس سے اٹھ کر اندر تشریف لے گئے۔"(۹)

ہر مرض کی دوا، ذکرِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم:

عشقِ کامل اور سچی محبت کا تقاضا یہ ہے کہ عاشق ہر حال میں شرابِ محبت میں مخمور رہے اور یہی محبت اس کے ہر درد اور دکھ کا علاج بن جائے۔ حضرت محدث اعظم کے لئے ذکرِ سرکارِ دو عالم ﷺ غذا اور دوا کی حیثیت رکھتا تھا۔ ایک مرتبہ آپ بیمار ہوئے۔ چند طلبہ عیادت کے لئے حاضر تھے اور مولانا محمد حسین سکھروی اپنے مخصوص انداز میں قصیدہ بردہ شریف پڑھ رہے تھے۔ بعد میں آپ فرمانے لگے:

"طبیب کے علاج سے اتنا فائدہ معلوم نہیں ہوتا، جتنا ذکرِ حبیب سے "(۱۰)

ایک مرتبہ آپ تقریر کے لئے نارووال ضلع سیالکوٹ تشریف لے گئے۔ دورانِ سفر بس میں ایک صاحب جو خود کو مودودی کا متبع بتاتے تھے، سے مسائل دینیہ پر تبادلہ خیال ہوا۔ اس آدمی نے حضور سرورِ کائنات ﷺ کی ذاتِ بابرکات کے بارے میں انہی خیالات کا اظہار کیا جو علمائے دیوبند اپنی مجالس میں بیان کرتے رہتے ہیں۔ اس قسم کے عامیانہ اور شانِ رسالت سے فروتر کلمات سن کر آپ نے فضائل محبوب کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کا بیان شروع کر دیا۔ اور ساتھ ساتھ ہی اس کے اعتراضات کے جوابات دیئے۔ سفر کے دوران زیادہ دیر گفتگو کرنے اور ہوا کی وجہ سے گلا بیٹھ گیا۔ نارووال میں جب آپ نے تقریر کا آغاز خطبہ مسنونہ سے کیا۔ تو گلا کی تکلیف کی وجہ سے یوں معلوم ہوتا تھا کہ آج بیان مشکل ہوگا۔ مگر عربی خطبہ کے بعد آپ نے فرمایا: "ہمارے پاس ایک نسخہ ہے جو ہر مرض کا علاج اور باذنہٖ تعالیٰ شفا ہے۔" یہ کہہ کر آپ نے بآوازِ بلند درود شریف پڑھنا شروع فرما دیا۔ درود شریف کا پڑھنا تھا کہ آپ کی آواز صاف ہوگئی۔ گلے کی تکلیف جاتی رہی۔ اس کے بعد آپ نے ساڑھے تین گھنٹے وجد آفریں بیان اور ناقابلِ فراموش خطاب فرمایا۔ آپ اس قدر جوش سے تقریر فرما رہے تھے کہ ایسا جوش کم دیکھنے میں آیا۔ یہ درود شریف کی برکت تھی۔ ذکرِ مصطفیٰ ﷺ آپ کے نزدیک ہر مشکل کا حل اور ہر دکھ کی دوا تھا۔(۱۱)

مجھے حدیث پڑھانے سے آرام ملتا ہے:

یونہی ایک موقعہ پر آپ نے ارشاد فرمایا: "جب لوگ بیمار ہوتے ہیں، بخار ہوتا ہے یا سر درد ہوتا ہے تو دوائی کھاتے ہیں۔ لیکن مجھے تکلیف ہوتی ہے، میں حدیثِ مصطفیٰ پڑھاتا ہوں تو مجھے آرام ہو جاتا ہے"۔(۱۲) مولانا ابو سعید مفتی محمد امین بیان کرتے ہیں کہ "علالت کے دوران، ڈاکٹروں کے منع کرنے کے باوجود آپ حدیث پڑھاتے تھے، جب تک قال قال رسول اللہ ﷺ کے نغمے ذہن و قلب میں سرایت نہ کرتے، آپ کو چین نہ آتا تھا۔ علالت کے باوجود جب پڑھانا شروع کرتے تو پورے جامعہ میں آپ کی آواز سنائی دیتی تھی۔ یہ ساری بہاریں سچے عشق کی تھیں۔"(۱۳) نیز حدیث پاک کا ایک ایک لفظ نہایت عاجزی و انکساری سے جھوم جھوم کر پڑھتے تھے اور آپ کا وجود اتنی مستی کے عالم میں ہوتا تھا کہ وجد کی کیفیت ہوا کرتی تھی۔(۱۴)

ذکرِ رسول ﷺ کی برکات:

کثرت سے ذکرِ رسول ﷺ کرنے کی وجہ سے آپ پر فیوض و برکات کی بارش رہتی تھی۔ جن کا احاطہ شمار سے باہر ہے۔ البتہ ایک برکت بطور تبرک حضرت شیخ الحدیث کے اپنے الفاظ میں ملاحظہ فرمایئے جو آپ کی ذاتی بیاض سے نقل کی گئی ہے: "نمازِ عشاء کے بعد بڑے کمرے کی چھت پر آرام کیا، نیند آئی، خواب میں کیا دیکھتا ہوں کہ مدینہ طیبہ روضۂ مقدسہ پر حاضر ہوں۔ چند بزرگانِ دین بھی حاضر ہیں۔ اور بعض عزیز و احباب بھی ساتھ ہیں۔ جن کے نام یاد نہیں رہے۔ حاضری کی کیفیت یہ ہے کہ سنہری جالیوں کے باہر نہیں بلکہ حجرۂ مقدسہ میں جس جگہ روضۂ مقدسہ ہے، اس میں حاضر ہوں اور خواب میں یہی کہتا ہوں، یہ تو سرکارِ دو عالم ﷺ کا روضۂ مقدسہ ہے اور یہ دو نورانی قبریں کس کی ہیں۔ چند بار یہ کہا اور پھر خود ہی جواب دیتا ہوں کہ ایک قبر شریف حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ہے اور دوسری قبر حضرت عمر فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ہے۔ خواب کے درمیان آنکھ کھلی، بیدار ہوا، خواب روح پرور تھا، ایمان افروز تھا، پھر آنکھ لگ گئی اور دل میں ایک تمنا تھی کہ پھر یہی لطف حاصل ہو۔ چنانچہ رات کو دو تین مرتبہ ایسا ہی ہوا پھر خواب اور بیداری میں متحیر رہا کہ روضۂ پاک کے اندر کیسے حاضر ہوا۔ پھر دل میں آیا کہ خواب میں حاضری ہے اور یہ مستبعد نہیں ہے۔ سرکارِ دو عالم، نورِ مجسم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ذکر وقتِ درس و تدریس ہوتا ہے۔ ان کا فیض ہے کہ اپنے گداؤں کو کرم سے نوازتے ہیں۔ مولیٰ عزوجل اپنے حبیب پاک، صاحبِ لولاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وسیلے سے استقامت عطا فرمائے اور دین و ایمان پر خاتمہ فرمائے۔ (۱۵)

فنافی الرسول:

آپ کے معاصر علمائے کرام مثلاً حضرت خواجہ قمر الدین سیالوی، حضرت علامہ احمد سعید کاظمی، حضرت مولانا ابو البرکات سید احمد قادری کا متفقہ بیان ہے کہ "آپ فنافی الرسول کے مقام پر فائز تھے" حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات پر اپنی ذات فدا کرنے کے مقدس جذبات ذرا ملاحظہ فرمایئے: "ایک دفعہ کسی عقیدت مند نے عرض کیا کہ حضور چند لوگ آپ کو گالیاں دیا کرتے ہیں، آپ کی شان میں گستاخیاں کرتے ہیں، جواباً مسکرا کر فرمانے لگے: "مجھے خوشی ہے کہ وہ جتنا عرصہ سردار احمد کو گالیاں دینے میں صرف کرتے ہیں اتنی دیر میرے محبوب آقائے مدنی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان میں تو گستاخی نہیں کرتے۔" خدا گواہ ہے ایسا پیکرِ عشق و مستی ڈھونڈنے سے بھی نہ ملے گا۔ (۱۶) اس تناظر میں سچ فرمایا استاذ العلماء علامہ عطا محمد بندیالوی نے کہ "ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ان کے اجزائے بدنی کی ترکیب ہی عشقِ رسول سے کی گئی ہو۔ رسول اللہ ﷺ سے ان کا یہ عشق و جنون ہی تھا جس نے ان کے تمام مقاصد کو ان کے پاؤں پہ لا کے رکھ دیا تھا۔" (۱۷)

حبِّ مدینہ:

محبوب کے شہر سے محبت سچے عاشق کی علامت ہے۔ لہٰذا عظیم عاشق رسول حضرت محدثِ اعظم علیہ الرحمۃ مدینہ منورہ سے بہت محبت کرتے تھے۔ آپ کی محفل میں اکثر دیارِ محبوب کا تذکرہ ہوتا رہتا تھا۔ اگر کوئی زائرِ مدینہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا تو اس سے مدینہ منورہ کے حالات پوچھتے، مدینہ پاک کے رہائشی اہل سنت و جماعت کی خیریت دریافت فرماتے اور اگر وہ کوئی تبرک پیش کرتا تو بڑی خوشی سے قبول فرماتے۔ ایک مرتبہ ایک حاجی صاحب نے مدینہ طیبہ کی کھجوریں پیش کیں۔ اس وقت دورۂ حدیث جاری تھا۔ خرمائے مدینہ حاضرین طلباء میں تقسیم فرمائیں اور ایک کھجور اپنی داڑھوں میں دبا کر فرمانے لگے: "خرمائے مدینہ کو اپنے منہ میں قابو کر لیا ہے۔ جب تک گھل کر اندر جاتی رہے گی، ایمان تازہ ہوتا رہے گا۔" (۱۸)

حضرت محدث اعظم پاکستان دوسری مرتبہ حج بیت اللہ وزیارت مدینہ منورہ سے واپس تشریف لائے تو ایک دن فرمایا: "مدینہ پاک میں مرنا شہادت کی موت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اپنی ساری زندگی میں صرف ایک دفعہ فرض حج کے لئے مکہ شریف حاضر ہوئے۔ اس کے بعد تادمِ آخریں مدینہ شریف میں ہی قیام پذیر رہے۔ اور فرماتے کہ حجِ فرض ادا کر لیا ہے۔ اب مدینہ چھوڑ کر حج کرنے جاؤں تو ہوسکتا ہے کہ میری موت وہیں ہو جائے اور خاکِ مدینہ میں مدفون ہونے سے محروم ہو جاؤں۔"

حضرت محدثِ اعظم نے مزید فرمایا: "فقیر نے مدینۃ الرسول علیٰ صاحبھا الصلوٰۃ والسلام سے واپسی کے وقت کچھ بال اور کچھ ناخن مدینہ شریف میں دفن کردیئے اور رسولِ پاک کی جناب میں عرض کیا کہ "یارسول اللہ! مدینہ پاک میں مرنا تو میرے اختیار میں نہیں۔ البتہ اپنے جسم کے چند اجزاء دفن کر کے جارہا ہوں کہ ہم غریبوں کے لئے بھی غنیمت ہو۔" (۱۹)

اب کچھ بھی نہیں ہم کو مدینے کے سوا یاد:

ایک مرتبہ مولانا مظہر الحق جہلمی براستہ کوئٹہ زاہدان، بغداد شریف، مدینہ منورہ اور دوسرے مقاماتِ مقدسہ کی زیارت سے مشرف ہو کر حضرت محدث اعظم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ جب آپ سے قاضی صاحب کا تعارف کرایا گیا تو آپ نے قاضی صاحب کا ہاتھ تھام لیا۔ آپ کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ اگرچہ طبیعت بہت کمزور تھی۔ بیماری میں اضافہ ہو چکا تھا، لیکن اس کے باوجود آپ اٹھ کر بیٹھ گئے۔ اور قاضی صاحب سے مدینہ پاک کی باتیں دریافت فرمانے لگے۔ مدینہ پاک میں رہنے والے احبابِ اہل سنت و جماعت کی خیریت دریافت فرمائی۔ مدینہ پاک کی گلیوں کی یاد آئی۔ گنبدِ خضریٰ کا نورانی منظر نگاہوں میں پھرنے لگا۔ مقدس جالیوں کے جلوے دل میں اترنے لگے۔ روضۂ اقدس کا وقار دلوں پر چھانے لگا۔ تصوراتِ دیارِ حبیبِ خدا کی پُر نور ضیاؤں میں گم ہونے لگے۔ اور تمام محفل کی کیفیت یہ ہو گئی کہ

غیروں کی جفا یاد نہ اپنوں کی وفا یاد
اب کچھ بھی نہیں ہم کو مدینے کے سوا یاد (۲۰)

عمامۂ مدینہ:

ایک مرتبہ آپ مدینہ منورہ کا عمامہ شریف باندھ رہے تھے جو اچھی طرح نہیں بندھتا تھا۔ فرمایا: ''یہ مدینہ منورہ کا عمامہ شریف ہے۔ ہمارے قابو میں کیسے آسکتا ہے۔'' (۲۱)

اتباعِ سنت

ان المحب لمن یحب یطیع. یعنی محبّ اپنے محبوب کی اطاعت کرتا ہے۔ اسکے حکم کی تعمیل کرتا ہے۔
حضرت محدثِ اعظم علیہ الرحمۃ سچے عاشقِ رسول تھے۔ تو یہ کیسے ممکن تھا کہ آپ کا کوئی فعل خلافِ سنت ہو۔ آپ اٹھنے، بیٹھنے، چلنے، پھرنے، کھانے پینے غرض روزمرہ کے تمام امور میں سنتِ مصطفیٰ ﷺ پر عمل کرتے۔ آپ کی پابندئ سنت کی چند مثالیں پیشِ خدمت ہیں:

دائیں ہاتھ سے کھانے پینے کی سنت پر مداومت:

مولانا محمد ابراہیم خوشتر صدیقی لکھتے ہیں: "یہ مشاہدہ تو برسوں کا ہے کہ کھانے پینے، لینے دینے میں سنت کے مطابقہ ہمیشہ "الایمن" پیشِ نظر ہوتا۔ چائے پینے میں یہ اہتمام ہوتا کہ داہنے ہاتھ سے فرش پر رکھی ہوئی پرچ میں گرم گرم چائے ڈالی جاتی اور داہنے ہی ہاتھ سے پرچ اٹھا کر چائے نوش فرماتے۔ اسی طرح مسجد کی حاضری میں جوتے سے بایاں پاؤں پہلے اور دایاں پاؤں بعد میں نکالتے اور مسجد میں دایاں پاؤں پہلے اور بایاں بعد میں داخل فرماتے۔ اسی طرح مسجد سے نکلتے ہوئے بایاں پاؤں پہلے اور دایاں بعد میں نکالتے اس طرح کہ بایاں پاؤں جوتے پر رکھتے اور دایاں پہلے جوتے میں داخل فرماتے پھر بایاں۔ محدثِ اعظم پاکستان کے شب و روز کی یہ ادائیں تھیں جن میں سنت اور سنت پر عمل کی کرامت کا صدور ہر وقت نظر آتا۔" (۲۲)

نبی پاک کی ہر ایک سنت جن کی عادت تھی
وہ میر قافلۂ عاشقاں سردار احمد تھے

بائیں ہاتھ سے لینا دینا خلافِ سنت ہے:

ایک مرتبہ نماز عصر کے بعد حضرت محدثِ اعظم مسجد سے باہر تشریف لائے۔ جن لوگوں کو مسجد کے اندر آپ سے مصافحہ کا موقع نہ مل سکا تھا وہ مصافحہ کے لئے جوق در جوق آگے بڑھے۔ ایک شخص جس کو حضرت شیخ الحدیث کا دایاں

ہاتھ خالی نہ مل سکا۔اس نے ایک روپیہ بطور نذر آپ کے بائیں ہاتھ میں دینے کی کوشش کی۔جس وقت آپ نے محسوس کیا کہ کسی نے میرے بائیں ہاتھ میں دینے کی کوشش کی ہے۔فوراً آپ نے بایاں ہاتھ کھول دیا،نذر کا وہ روپیہ نیچے گر گیا۔آپ نے فرمایا:"الٹے ہاتھ میں لینا اور الٹے ہاتھ میں دینا خلافِ سنت ہے۔"(۲۳)

ارشادِ عالی پر ذرا توجہ فرمائیے کہ الٹے ہاتھ میں لینے کے ساتھ ساتھ الٹے ہاتھ میں دینے کی ممانعت بھی فرمائی جا رہی ہے۔یعنی کوئی شخص الٹے ہاتھ سے پکڑنے لگے تو اسے بائیں ہاتھ میں نہ دیا جائے بلکہ دائیں ہاتھ سے لینے کی تاکید کی جائے۔

مولانا نذیر احمد قادری بیان کرتے ہیں:"۱۳۷۳ھ کا واقعہ ہے کہ ایک دن درسِ حدیث کے دوران جبکہ مسلم شریف کا درس شروع تھا۔ایک صاحب دارالحدیث میں طلبہ کے لئے چائے لے آئے۔درس ختم ہونے پر حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ کے اشارہ پر چائے تقسیم ہونے لگی۔جب اس ناچیز کی باری آئی تو بندہ نے دائیں ہاتھ میں کپ پکڑا،پلیٹ میں چائے ڈالی،بائیں ہاتھ سے پلیٹ منہ کے قریب لے گیا۔حضرت محدثِ اعظم علیہ الرحمۃ کی آواز دارالحدیث میں گونجی،مولانا!آپ بائیں ہاتھ سے پی رہے ہیں،بندہ نے کپ نیچے رکھ کر دائیں ہاتھ سے پلیٹ پکڑی اور پینے لگا۔جب دوبارہ کپ سے پرچ میں چائے ڈالنے لگا تو پھر آواز آئی"مولانا!آپ بائیں ہاتھ سے ڈال رہے ہیں،تو بندہ نے پلیٹ رکھ دی،دائیں ہاتھ میں کپ لے کر پینے لگا تو حضرت محدث اعظم علیہ الرحمۃ نے تبسم فرمایا اور زبانِ مبارک سے یہ الفاظ فرمائے:"طیب،طیب،اب ٹھیک ہے"اب بھی تنہائی میں بیٹھے ہوئے جب یہ واقعہ یاد آتا ہے اور"طیب طیب"کے الفاظ کی گونج کانوں میں آتی ہے تو آنکھوں میں آنسو آجاتے ہیں اور بے ساختہ زبان سے نکلتا ہے:

جس کی ہر ہر ادا سنتِ مصطفیٰ
ایسے پیرِ طریقت پہ لاکھوں سلام (۲۴)

کھانے میں سنت کا لحاظ:

مولانا ابوسعید مفتی محمد امین"ایک مرتبہ لاہور سے لائل پور(فیصل آباد)جانے کے لئے ریل گاڑی پر حضرت محدثِ اعظم کے ہمراہ تھے۔جب کھانے کا وقت ہوا تو حضرت محدثِ اعظم پاکستان رحمۃ اللہ علیہ نے بینچ پر بیٹھنے کے لئے فرمایا اور کھانا شروع کرنے سے پہلے فرمایا کہ یہاں نیچے بیٹھنے کی جگہ نہیں ہے لہٰذا ہم اس بینچ کو فرش تصور کر لیتے ہیں اور ساتھ ہی فرمایا کہ میں نے یہ وضاحت اس لئے کر دی ہے کہ مبادا تم کسی وقت کہو کہ سردار احمد نے کرسی پر بیٹھ کر کھایا تھا۔میں کرسی پر بیٹھ کر کھانا پسند نہیں کرتا۔(۲۵)مولانا صاحبزادہ قاضی محمد فضل رسول حیدر رضوی فرماتے ہیں کہ اگر کہیں مجبوراً کرسی پر بیٹھ کر کھانا پڑتا تو کرسی پر فرش کی طرح بیٹھ کر تناول فرماتے۔

علالت کے دوران تبدیلی آب وہوا کے لئے آپ ہری پور ہزارہ میں مقیم تھے۔آپ کے تلمیذِ ارشد مولانا محمد

ریاض الدین خدمت میں مستعد تھے۔ آپ کی ایک ادا بیان کرتے ہوئے مولانا موصوف لکھتے ہیں:"آپ کو کھانا پیش کرنے کی سعادت مجھے ملتی۔ ایک روز کھانا تناول کرتے ہوئے طبیعت پر بوجھ محسوس فرمایا۔ میں نے خیال کیا کہ بیٹھ کر کھانے کی وجہ سے گرانی محسوس ہو رہی ہے۔ تکیہ اٹھا کر پیچھے رکھنا چاہا تو نفی میں سر مبارک ہلا کر فرمایا:"نحن لانا کل متکئا" ہم تکیہ لگا کر نہیں کھاتے۔ یہ شریعت میں منع ہے۔ چنانچہ آپ نے بغیر سہارے بیٹھ کر تناول فرمایا:(۲۹)

کھانے میں عیب نہ نکالتے:

حضرت محدث اعظم دورانِ قیامِ بریلی مسجد بی بی جی سے ملحق ایک حجرے میں رہتے تھے۔ آپ کا کھانا مسجد کے قریب رہنے والے مولانا حمید الرحمٰن کے گھر سے آتا تھا۔ مولانا بیان کرتے ہیں کہ "حضرت صاحب کا کھانا ہمارے گھر سے پک کر آتا تھا۔ بعض دفعہ نمک بہت زیادہ ہو گیا۔ بعض دفعہ مرچیں زیادہ ہو گئیں۔ کئی مرتبہ سالن خراب ہو گیا جو خود ہم گھر والوں کو پسند نہ آیا مگر حضرت صاحب نے کبھی کوئی شکایت نہ فرمائی۔ جیسا کھانا جاتا صبر و شکر سے وہی تناول فرمالیتے۔(۲۷)

خوب کھاؤ، خوب پڑھو:

حضرت محدث اعظم پاکستان کھانے کی نسبت کھلانے سے زیادہ خوش ہوتے تھے، مہمانوں کو کھانا خود کھلاتے تھے۔ طلبہ کو کھانے کے معاملے میں کسی قسم کی جھجک کا شکار نہ ہونے دیتے تھے۔ اگر طالبعلم کو کھانا کھانے میں شرماتا دیکھتے تو نہایت خوبصورت انداز میں اسے بلا جھجک کھانے کا حکم دیتے۔ چنانچہ مولانا مفتی محمد امین حضرت محدثِ اعظم کی خدمت میں اپنے پہلے دن کی روداد بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:"شام کا وقت ہوا تو سیدی محدثِ اعظم پاکستان رحمۃ اللہ علیہ نے فقیر سے پوچھا:"صوفی صاحب کتنی روٹی کھاؤ گے؟ دفعۃً فقیر کی زبان سے نکلا کہ ایک روٹی کھاؤں گا" یہ سن کر سیدی محدثِ اعظم پاکستان رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا بندۂ خدا ایک روٹی کھاؤ گے تو پڑھو گے کیا؟ اور بائیں ہاتھ کی انگلیوں پر دائیں ہاتھ کی انگلیاں مار کر فرمایا" بندۂ خدا! خوب کھاؤ اور خوب پڑھو۔"(۲۸)

آج میں نے سنت ادا کی ہے:

ایک مرتبہ ایک نیاز مند حاضر خدمت ہوا اور عرض کی حضور! میں آپ کو اپنے ہاں کھانے کی دعوت دینا چاہتا ہوں۔ فرمانے لگے "ارے بندۂ خدا ! یہ طلباء بے چارے کہاں کہاں سے پڑھنے کے لئے آتے ہیں۔ ان کو چھوڑ کر میں دعوتیں کھاتا پھروں۔ یہ مناسب نہیں۔ میں تو ان کا خادم ہوں۔ ان کی اجازت کے بغیر کہیں نہیں آ جا سکتا۔" نیاز مند نے عرض کی "سرکار اجازت فرمائیں تو در دولت پر ہی کھانا پکوا لیتا ہوں" فرمایا "وہ آپ کی مرضی اگر ایسا کر لیں تو ٹھیک ہے۔" دعوت تیار ہو گئی کچھ احباب باہر سے ملاقات کے لئے آئے ہوئے تھے۔ آپ نے حجرہ میں ایک بہترین دستر خوان بچھایا

اور فرمایا یہ دستر خوان مدینہ پاک سے لایا ہوں"۔ احباب کے ساتھ مل کر خود کھانا تناول فرمایا۔ پھر خدام حاضرین سے کھانا کھانے کے متعلق ارشاد فرمایا اور ویسے ہی پھر دستر خوان کی تعریف فرمائی۔ خدام کھانا کھا چکے، فرمایا "مولانا خوب کھائیں، خوب کھائیں" خدام نے آپ کے ارشاد پر دوبارہ کھانا کھایا۔ پھر فرمایا:

"آج میں نے نبی پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سرکار حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ والی سنت ادا کی ہے۔ جس کے متعلق سرکارِ اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا ہے۔

کیوں جناب بوہریرہ کیسا تھا وہ جامِ شیر
جس سے ستر صاحبوں کا دودھ سے منہ پھر گیا (۲۹)

احترامِ سادات

ساداتِ کرام کو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے خصوصی نسبت و تعلق کا اعزاز حاصل ہے۔ اسی نسبت کے حوالے سے حضرت محدثِ اعظم علیہ الرحمۃ سادات کا بہت احترام کرتے تھے۔ سادات طلبہ اگر آپ کی خدمت کرنا چاہتے تو انہیں منع فرما دیتے تھے۔ احترامِ سادات کی چند مثالیں سطورِ ذیل میں ملاحظہ فرمائیں:

خدا کے لئے مجھے معاف کر دو:

مولانا مفتی محمد امین بیان کرتے ہیں: ایک مرتبہ سیدی محدث اعظم پاکستان رحمۃ اللہ علیہ نماز پڑھ کر مسجد سے نکلنے لگے تو مولانا سید عنایت اللہ شاہ صاحب جو کہ اس وقت طالبعلم تھے انہوں نے اپنے ہاتھ سے آپ کا جوتا سیدھا کر دیا۔ یہ دیکھ کر آپ بے قرار ہو گئے اور بار بار فرماتے رہے۔ "شاہ صاحب ! آپ نے یہ کیا کر دیا، خدارا مجھے معاف کر دیں۔" شاہ صاحب اس بات پر مصر تھے کہ حضور ہم آپ کے خادم ہیں لہٰذا کیا ہوا لیکن آپ وہیں کھڑے فرما رہے تھے۔ "شاہ صاحب ! خدا کے لئے مجھے معاف کر دو" اور جب تک شاہ صاحب نے یہ نہیں کہا کہ میں نے خدا کے لئے معاف کر دیا آپ کو چین نہیں آیا۔ اور معافی کے بعد فرمایا: "اگر قیامت کے دن مجھ سے آقائے دو جہاں ﷺ نے پوچھ لیا کہ سردار احمد کیا تم میری آل سے جوتے سیدھے کروانے گئے تھے تو میرے پاس اس کا کیا جواب ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ شاہ صاحب نے معاف کر دیا ہے۔" (۳۰)

سادات سے خدمت نہ لیتے:

مفتی صاحب ہی بیان کرتے ہیں: "فقیر نے اپنی لائل پور (فیصل آباد) کی پوری زندگی میں سیدی محدث اعظم پاکستان رحمۃ اللہ علیہ کو کبھی بھی نہیں دیکھا کہ آپ نے کسی سید طالب علم سے فرمایا ہو کہ مجھے بازار سے فلاں چیز لا دو۔ یا

مجھے فلاں چیز پکڑا دو اور جب بھی جلسہ یا عرس مبارک آتا تو سب طلبہ کی ڈیوٹیاں لگانے کے لئے ایک میٹنگ ہوتی جس میں خود سیدی محدثِ اعظم پاکستان رحمۃ اللہ علیہ شرکت فرماتے اور مختلف شعبوں میں ڈیوٹیاں لگا دی جاتیں اور اگر کسی نے کہہ دیا کہ حضور یہ شاہ صاحب ہیں۔ ان کے ذمہ کیا ڈیوٹی ہے۔ تو فرماتے کہ ان کی ڈیوٹی یہ ہے کہ یہ لنگر کھائیں اور ان کے ذمہ کوئی کام نہیں لگایا جاسکتا کیونکہ یہ سیّد ہیں۔ (۳۱)

البتہ مولانا سید زبیر شاہ صاحب فرماتے ہیں: عام طور پر سادات خاندان کے طلباء کرام سے خدمت نہ لیتے لیکن سالانہ جلسہ کے موقع پر لنگر کی تقسیم کے وقت حاضرین کو پانی پلانے کی ذمہ داری حضرات ساداتِ کرام کے سپرد کر دی جاتی۔ کسی نے اس کی وجہ دریافت کی تو ارشاد فرمایا: "ہم نے پانی ساداتِ کرام کے قبضہ میں دے دیا ہے۔ اس سے یزید کی روح کو تکلیف ہوگی۔" (۳۲)

ساداتِ کرام کا دوہرا حصہ:

حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ ساداتِ کرام کو تقاریب میں عزت کی جگہ پر بٹھاتے، ان کے سامنے فرطِ تواضع وانکساری سے بچھ بچھ جاتے۔ ہر تقریب میں ساداتِ کرام کو تبرک میں سے دوہرا حصہ دیتے۔ ایک سال سید معصوم شاہ نوری عرسِ قادری رضوی کے موقع پر خلافِ معمول تشریف نہ لائے۔ تقریب کے بعد آپ نے اپنے خلفِ اکبر حضرت صاحبزادہ قاضی محمد فضلِ رسول حیدر رضوی کو عرس کا تبرک دے کر ان کی خدمت میں لاہور روانہ کیا۔ (۳۳) انہی شاہ صاحب کے فرزند مولانا سید حسن شاہ گیلانی فرماتے ہیں: "تین چار ماہ تک میں آپ کے درس حدیث میں شرکت کرتا رہا۔ اس دوران میرا کھانا آپ کے گھر سے آتا تھا۔ جبکہ دیگر طلباء جامعہ رضویہ کے لنگر سے کھانا حاصل کرتے۔ (۳۴)

سادات کے وسیلے سے دعا:

ایک مرتبہ فیصل آباد میں بارش نہ ہوئی۔ جس کی وجہ سے لوگ پریشان تھے اور اپنے طور پر دعائیں مانگ رہے تھے۔ نماز استسقاء بھی پڑھی جارہی تھی۔ مگر ہنوز بارش کے آثار نظر نہ آتے تھے۔ لوگ آپ کی خدمت میں دُعا کے لئے حاضر ہوئے۔ آپ نے فرمایا "نمازِ استسقاء کی چند شرائط ہیں جن کا بیان کتب حدیث اور فقہ میں موجود ہے۔ ان میں سے چند ایک یہ ہیں:

(۱) شہر سے باہر کھلے میدان میں، دھوپ میں ادا کی جائے۔

(۲) بچے اور بوڑھے بھی دعائیں مانگیں اور گرمی کی شدت برداشت کریں۔

(۳) اگر ممکن ہو تو جانوروں کو بھی میدان میں کھڑا کیا جائے۔

(۴) نمازِ استسقاء سے پہلے تین دن روزہ رکھا جائے اور خیرات کی جائے۔

چنانچہ نماز جمعہ کے بعد آپ نے فرمایا کہ حاضرین میں سے جو ساداتِ کرام ہیں وہ آگے تشریف لے آئیں۔ چند

حضرات آگے آ گئے ۔آپ نے ان میں سے ہر ایک کا دامن تھام کر بارگاہِ الٰہی میں دُعا مانگی کہ اے اللہ! اپنے حبیبِ پاک ﷺ کی اولادِ پاک کے صدقے بارانِ رحمت نازل فرما۔دعا کے بعد لوگ ابھی اپنے گھروں کو پہنچنے بھی نہ پائے تھے کہ موسلادھار بارش شروع ہوگئی۔پورا شہر جل تھل ہوگیا۔حالانکہ دعا کے وقت آسمان پر بادل کا کوئی ٹکڑا بھی موجود نہ تھا۔(۳۵)

ہم نے تو نسبت کا احترام کرنا ہے:

آج کل بعض لوگ معاشرے میں اپنا مقام بنانے اور لوگوں سے عزت و احترام کروانے کے لئے رسول اللہ ﷺ سے خونی رشتہ نہ ہونے یعنی معروف معنوں میں سید نہ ہونے کے باوجود اپنے آپ کو سید کہتے اور کہلاتے ہیں ۔ایسوں کے بارے میں حدیث شریف میں سخت وعید آئی ہے ،سرکارِ دوعالم ﷺ کا فرمانِ عالی شان ہے:"جس نے جان بوجھ کر اپنے باپ کے علاوہ کسی اور کو باپ بنالیا۔(یعنی دوسرے خاندان سے جاملا)اس پر جنت حرام ہے۔" (متفق علیہ)اپنے آپ کو جھوٹ موٹ سیّد کہلانے والے،مندرجہ بالا حدیث پاک سے عبرت حاصل کریں اور اپنی غلطی پر رب تعالیٰ سے معافی مانگ کر توبہ کریں۔ایک دفعہ حضرت محدثِ اعظم پاکستان کی خدمت میں ایک شخص نے سوال کیا کہ بہت سے لوگ بناوٹی سید بن جاتے ہیں۔آپ نے فرمایا:''ہم نے تو نسبت کا احترام کرنا ہے۔اگر کوئی غلط طور پر اپنے آپ کو سید بنائے گا اس کا وہ ذمہ دار ہے۔''(۳۶)

احترامِ صحابہ کرام علیہم الرضوان

جس مسلمان نے ایمان کی حالت میں سرکارِ دوعالم ﷺ کی زیارت کا شرف پایا اور ایمان پر ہی اس کا انتقال ہوا ۔وہ صحابی کہلاتا ہے۔کوئی غوث،قطب،ابدال،چاہے جتنی بھی عبادت وریاضت کرلے صحابی کے رتبے کو نہیں پاسکتا اس سے صحابی کی فضیلت کے ساتھ ساتھ سرکارِ دوعالم ﷺ کی زیارت کی عظمت بھی ظاہر ہوتی ہے۔وہ نظر کتنی خوش نصیب ہے جس نے یہ سعادت پالی۔اسی جانب اشارہ کرتے ہوئے امام احمد رضا فاضل بریلوی اپنے شہرۂ آفاق سلام میں فرماتے ہیں:

جس مسلمان نے دیکھا انہیں اک نظر
اس نظر کی بصارت پہ لاکھوں سلام

حضرت محدثِ اعظم علیہ الرحمۃ نہ صرف صحابہ کرام علیہم الرضوان کا ادب واحترام کرتے تھے بلکہ اپنے تلامذہ، معتقدین اور مریدین کو بھی ادب واحترام کی تلقین کرتے تھے۔آپ کے ادب واحترام کی چند مثالیں درج ذیل ہیں:

صحابہ کرام کے اسمائے مبارکہ کا ادب:

مولانا مفتی محمد امین لکھتے ہیں: درس حدیث کے دوران ایک طالب علم عبارت پڑھتا ہے۔جبکہ بقیہ طلبہ سنتے ہیں۔بسااوقات ایسا ہوتا کہ پڑھنے والا سندِ حدیث پڑھتے ہوئے جب کسی صحابی رضی اللہ عنہ کا نام آتا تو وہ تیزی میں بغیر رضی اللہ

عنہ کہے گزر جاتا۔ مگر سیدی محدثِ اعظم پاکستان رحمۃ اللہ علیہ کا ادب دیکھیں کہ آپ اس طالب علم کو آگے نہ جانے دیتے بلکہ فرماتے آپ نے صحابی کا نام پڑھا ہے، لہٰذا رضی اللہ عنہ کہو اور جب تک وہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نہ کہتا، آگے نہ جانے دیتے۔ (۳۷)

تحفظ مقامِ سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ:

مفتی صاحب ہی بیان کرتے ہیں کہ ملتان شریف سے ایک ماہنامہ نکلتا تھا، اس میں ایک مضمون میں سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازیبا باتیں تھیں ۔ یہ مضمون جب حضرت مولانا ابو داؤد محمد صادق صاحب مدظلہ امیر جماعت رضائے مصطفیٰ ﷺ نے پڑھا تو یہ رسالہ لے کر محدث اعظم پاکستان رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوگئے۔ حضور نے جب دیکھا تو کبیدہ خاطر ہوئے اور پھر مجھ فقیر کو بلایا اور ہم دونوں کو حکم دیا کہ اس کے متعلق کچھ لکھو۔ تصنیفات کے باب میں تفصیلی واقعہ آپ ملاحظہ فرما چکے ہیں۔ الغرض یہ مضمون آپ نے املاء کروایا۔ جو دس مقالوں پر محیط ہے۔ اس کی پہلی قسط صاحبِ مضمون کو بھیجی گئی کہ یا تو اس کا جواب دو یا پھر توبہ کرو۔ وہ مضمون جب معترض نے پڑھا تو اگلے ہی شمارہ میں توبہ نامہ لکھ کر شائع کر دیا۔ (۳۸)

دینی کتب کا احترام

حضرت محدثِ اعظم علیہ الرحمۃ تمام دینی کتب کا بالعموم اور قرآن حکیم و کتبِ حدیث کا بالخصوص بہت ادب واحترام فرماتے تھے۔ مختلف علوم کی کتابوں کو اکٹھا رکھنے میں آپ کا دستور یہ تھا کہ سب سے اوپر قرآن مجید پھر نیچے کتب تفسیر، پھر کتبِ احادیث، پھر کتبِ اصول، پھر کتبِ ادب، پھر کتبِ منطق و فلسفہ سب سے نیچے۔ کسی کتاب پر کوئی اور شے مثلاً قلم، دوات وغیرہ رکھنے سے منع فرماتے۔

قرآن مجید کا ادب:

حضرت شیخ الحدیث قرآن مجید کا کس قدر ادب واحترام فرماتے تھے۔ اس کا اندازہ درج ذیل واقعہ سے ہوگا جسے مولانا فیض احمد (فتح پور) نے بیان کیا ہے۔ لکھتے ہیں: "جامعہ رضویہ فیصل آباد میں قائم سنی رضوی کتب خانہ کا اہتمام جن دنوں میرے اور مولوی غلام رسول عرف سائیں تبرک کے سپرد تھا۔ ایک روز عصر کے وقت حضرت شیخ الحدیث اپنی معمول کی نشست پر جلوہ فرما تھے۔ کافی لوگ موجود تھے۔ ایک آدمی نے ترجمۂ قرآن کنز الایمان طلب کیا۔ یہ ترجمہ نوری کتب خانہ لاہور سے تازہ چھپ کر آیا تھا۔ لوگ اسے تیزی سے حاصل کر رہے تھے۔ حضرت شیخ الحدیث نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا: "مولانا قرآن پاک کا کوئی نسخہ ہے؟" بندے نے عرض کیا "میرے پاس ایک نسخہ پڑا ہے۔" ارشاد فرمایا: توبہ کرو لفظ "پڑا" قرآن مجید کے متعلق نہ کہنا چاہیے بلکہ یوں کہو کہ رکھا ہوا ہے۔ اس کے معنی ہوں گے باادب رکھا ہوا ہے

۔اس ارشاد سے میری اور حاضرین کی اصلاح ہوگئی۔(۳۹)

بخاری شریف کا احترام:

مولانا محمد ریاض الدین بیان کرتے ہیں کہ:"ہری پور قیام کے دوران جب بھی ذرا افاقہ ہوتا تو آپ کا دریائے علم وعرفان رواں ہو جاتا۔ ارشاد فرماتے :"مولانا! فلاں کتاب نکالو، اس کی فلاں صفحہ کی عبارت نوٹ کرلو، آپ کی تدریس، تقریر، تبلیغ اور تصنیف میں بہت مفید ثابت ہوگی۔" مولانا موصوف فرماتے ہیں کہ آپ کی بتائی ہوئی عبارات آج تک ہماری راہنمائی کر رہی ہیں۔ ایک روز مجھے مخاطب ہوکر فرمایا:"مولانا! بخاری شریف لاؤ" تعمیل ارشاد کی تو فرمایا فلاں صفحہ نکالو" میں نے آپ کے قریب پڑی ہوئی چارپائی پر بیٹھ کر بجائے ہاتھوں پر بخاری شریف اٹھانے کے اسے کھول کر عام لوگوں کی طرح رانوں کے سہارے پر رکھ لیا۔ آپ نے فوراً ارشاد فرمایا:"ایسا نہیں، حدیث پاک کا بہت زیادہ احترام کرنا چاہیے۔ کتاب کو ہاتھوں پر اٹھا لو۔ جب کوئی صفحہ نکالنا ہو تو سینے سے لگا کر ایک ہاتھ سے کتاب تھام لو اور دوسرے ہاتھ سے صفحہ نکال لیا کرو۔"(۴۰)

بخاری شریف کو ادب سے اٹھاؤ:

حضرت محدثِ اعظم پاکستان علیہ الرحمۃ نے ایک مرتبہ ایک طالب علم ملاحظہ فرمایا جو بخاری شریف ہاتھ سے پکڑے، لٹکائے جا رہا تھا۔ دیکھتے ہی آواز دی "مولوی صاحب بات سنو" وہ حاضر ہوئے تو آپ نے پوچھا، "آپ یہ کیا اٹھائے جا رہے ہیں؟ اس نے عرض کیا: حضور کتاب ہے۔ فرمایا! یہ کون سی کتاب ہے؟" عرض کیا بخاری شریف ہے۔ فرمایا:"آپ تو یوں اٹھائے لئے جا رہے ہیں جیسے گھڑی اٹھاتے ہیں۔ بندۂ خدا! ادب کرو، یہ حدیث پاک کی کتاب ہے ۔اسے ادب سے اٹھا کر، سینہ کے ساتھ لگا کر چلو۔" یہ تھی وہ تربیت جس سے ادب کا سلیقہ آتا ہے۔(۴۱)

ایک مرتبہ مولانا انوار الاسلام نے بخاری شریف پر گلاب کا پھول رکھ دیا۔ آپ نے تنبیہ کی اور فرمایا:" پھول اگرچہ بڑی لطیف شے ہے بہرحال بخاری شریف سے افضل نہیں۔"(۴۲)

مسجد کا احترام

مسجد کے ادب و احترام اور اسے پاک وصاف رکھنے کی قرآن وحدیث میں جابجا تاکید کی گئی ہے۔ حضرت محدث اعظم نہ صرف خود مسجد کا احترام کرتے تھے بلکہ اپنے تلامذہ ومریدین کو بھی مسجد کے احترام کی تلقین کرتے تھے۔ ایک مرتبہ حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ غالباً ۱۹۵۲ء میں بغرضِ تبلیغ خانیوال تشریف لے گئے۔ وہاں مسجد میں تشریف فرما تھے کہ اچانک آپ کی نظر شیروانی پر لگے ہوئے خشک مٹی کے نشان پر پڑی جو نہ معلوم کب پڑ گیا تھا۔ اس مٹی کے نشان کو

صاف کرنے کے لئے آپ مسجد سے باہر تشریف لائے اور وہاں کھڑے ہو کر مٹی کو جھاڑا۔ اس وقت مسجد میں دیگر حضرات بھی موجود تھے۔ لوگ آپ کی اس احتیاط اور تقویٰ سے بے حد متأثر ہوئے۔ متعدد حضرات نے آپ سے اسی وقت بیعت کر لی جن میں صوفی عبد الحق اور دیگر علماء شامل ہیں۔ (۴۳)

مسجد کی بے حرمتی سے منع کیا:

ایک مرتبہ شاہی مسجد فیصل آباد میں ایک شخص آیا۔ اس نے اپنی چادر اتار کر مسجد کے صحن میں پھینک دی اور وضو کرنے کے لئے چلا گیا۔ وضو سے فارغ ہو کر وہ شخص دوبارہ مسجد کے صحن میں آیا اور اس نے اپنی چادر اٹھائی۔ اور عام عادت کے مطابق اپنی چادر کو مسجد میں جھاڑا۔ یہ سارا منظر حضرت شیخ الحدیث دیکھ رہے تھے۔ آپ نے اس آدمی کو قریب بلایا اور فرمایا کہ "اس طرح مسجد میں کپڑا جھاڑنے سے مسجد کی بے حرمتی ہوتی ہے دیگر یہ کہ اس سے مرضِ نسیان پیدا ہوتا ہے" آپ کے اس اندازِ اصلاح سے وہ اجنبی بہت متأثر ہوا۔ (۴۴)

مسجد کو بدبو سے بچانا:

آپ مسجد کو ہر بدبودار چیز سے محفوظ رکھتے۔ ایک مرتبہ مسجد بی جی، بریلی میں رات کو بجلی چلی گئی۔ مولانا محمد عبد الرشید جھنگوی، جوان دنوں بریلی میں آپ سے دورۂ حدیث شریف پڑھ رہے تھے۔ مٹی کے تیل کا لیمپ لے کر مسجد کے صحن سے گزرنے لگے، آپ نے انہیں دیکھ کر فوراً فرمایا: "ارے بندۂ خدا! مسجد کے صحن سے مٹی کے تیل کا لیمپ لے کر گزر رہے ہو، یہ منع ہے۔" (۴۵)

پابندیٔ شریعت

حضرت محدثِ اعظم علیہ الرحمۃ شریعت وسنت کے اس قدر پابند تھے کہ فرائض وواجبات تو کجا مستحبات تک کو یوں ادا فرماتے تھے کہ گویا ضروری ہیں۔ (۴۶) شریعت کے خلاف کام کرنے کی کوئی ایک مثال بھی پوری حیاتِ طیبہ میں نظر نہیں آتی بلکہ آپ تو ایسے امور سے بھی پرہیز فرماتے تھے جن سے شریعت کی خلاف ورزی کا ادنیٰ سا شبہ بھی گزرتا ہو۔ اسی لئے آپ کے اس بے نظیر علم وعمل کے بارے میں یہ جملہ زبان زد خاص وعام ہے کہ "علم پر جن کا پورا عمل ہے وہ مولانا سردار احمد ہیں" (۴۷) سطور ذیل میں شریعتِ مطہرہ کی پابندی کے چند حسین واقعات سپردِ قلم کئے جا رہے ہیں:

تصویر سے گریز:

تصویر عکسی ہو یا قلمی، آپ دونوں کو ناجائز وحرام سمجھتے تھے۔ اسی لئے عمر بھر تصویر نہیں بنوائی۔ حج وزیارت کے موقعہ پر جبکہ پاسپورٹ پر فوٹو لگوانا ضروری ہوتا ہے۔ آپ نے تصویر نہیں بنوائی۔ قیامِ پاکستان کے بعد جب دونوں ملکوں

میں ویزہ اور پاسپورٹ کی پابندی لاگو ہوگئی تو باوجود خواہش کے آپ بریلی شریف حاضری کے لئے تشریف نہ لے جاسکے اور نہ ہی شہزادۂ اعلیٰ حضرت مولانا مصطفیٰ رضا خاں سے ملاقات کی باوجودیکہ ایک عرصہ ملاقات کو گزر چکا تھا۔ اپنے استاذ بھائیوں میں حافظ ملت مولانا عبدالعزیز محدث مبارکپوری سے آپ کو بہت محبت تھی اور حافظِ ملت بھی، آپ کے عاشقِ صادق تھے۔ اتنی محبت و الفت کے باوجود پاکستان تشریف لانے کے بعد صرف فوٹو کی پابندی کی وجہ سے ملاقات نہ ہو سکی۔ تصویر کی وجہ سے ہی بغداد شریف، بظاہر حاضری نہ دے سکے۔ ایک مرتبہ حضرت سید معصوم شاہ گیلانی نے آپ سے دریافت کیا کہ "آپ کو حضور غوثِ اعظم سے اتنی محبت ہے لہٰذا آپ بغداد شریف حاضر ہو کر ان کے روضۂ انور کی زیارت فرمائیں۔ حضرت محدثِ اعظم پاکستان نے فرمایا: "دل تو بہت چاہتا ہے مگر نافرمانی بہت بری بات ہے۔ فقیر غوثِ اعظم کی سرکار میں ان کی اور ان کے جدِّ کریم حضور نبی اکرم رسول محترم ﷺ کی نافرمانی کر کے کس منہ سے حاضر ہو۔ تصویر کی حُرمت پر سیدنا اعلیٰ حضرت عظیم البرکت کے دو رسالے ہیں۔" (۴۸)

مسئلہ رؤیت ھلال:

دینی تصریحات اور اکابر علماء کے متفقہ فیصلہ کے مطابق آپ کے نزدیک ہلالِ عید و رمضان کے سلسلے میں محض ریڈیو کی خبر پر اعتبار و اعتماد شرعاً جائز نہیں۔ چنانچہ بارہا ایسا ہوا کہ ادھر مقامی طور پر نہ رمضان و عید سعید کا چاند نظر آیا اور نہ شرعی شہادت حاصل ہوئی اور ادھر ریڈیو سے ہلالِ عید و رمضان کی خبر نشر ہوگئی۔ لیکن حکام کے رویہ و عوام کے رجحان اور مخالفین کے پراپیگنڈہ و دباؤ کے باوجود آپ مسئلہ حق پر قائم رہے۔ اور یہی اعلان فرماتے رہے کہ "بسلسلۂ ھلال ریڈیو کی خبر شرعی معیار پر پوری نہیں اترتی۔ ثبوتِ ہلال کے لئے روایت وشہادت درکار ہے۔ اگر کسی نے چاند دیکھا ہے یا کہیں سے شہادت موصول ہوئی ہے تو بے شک روزہ رکھو ورنہ ثبوتِ شرعی کے بغیر دینی معاملہ میں مداخلت وسینہ زوری سے باز رہو۔ اس سلسلے میں آپ نے کبھی کسی مصلحت ورعایت کا مظاہرہ نہیں کیا۔ اگر رؤیت ہوئی یا شہادت مل گئی تو فبھا ورنہ بلا خوف لومۃ لائم ریڈیو کی خبر کے برعکس ہمیشہ آپ نے شرعی مسئلہ پر عمل کیا۔ اس سلسلہ میں اگرچہ آپ کو امراء کی ناراضگی، مخالفین کی شرانگیزی، مقدمہ بازی وشدید پروپیگنڈا سے دوچار ہونا پڑا لیکن ہمیشہ حق کی فتح اور آپ کی کامیابی ہوتی رہی اور عوام کا جم غفیر آپ کے دامن سے وابستہ رہا اور لوگ آپ کی استقامت پر قربان ہوتے رہے۔ (۴۹)

دریاؤں کے دل جس سے دہل جائیں وہ طوفان:

ایک دفعہ حکومت نے چاند کا اعلان کر دیا۔ جبکہ حضرت کا مؤقف یہ تھا کہ چونکہ شرعی گواہی موجود نہیں اس لئے چاند نہیں ہوا۔ رات کے وقت ضلعی حکام گفت و شنید کے لئے آپ کے پاس آئے تو آپ نے فرمایا: "کیا حکومت یہ سمجھتی ہے کہ سردار احمد موم کی ناک ہے، جسے جدھر چاہا موڑ لیا۔ یہ کہہ کر اپنا فیصلہ واپس لینے سے انکار کر دیا۔ آپ اقبال کے اس شعر کا صحیح مصداق تھے:

جس سے جگرِ لالہ میں ٹھنڈک ہو وہ شبنم
دریاؤں کے دل جس سے دہل جائیں وہ طوفان (۵۰)

مخالفین کی ریشہ دوانیاں:

رویت ھلال کے مسئلے پر حضرت محدثِ اعظم علیہ الرحمۃ کے خالص شرعی موقف کا مخالفین کوئی مدلل علمی جواب تو نہ دے سکے البتہ آپ کے خلاف مقدمات دائر کر کے دل کی بھڑاس نکالنے کی کوشش کی ایسے ہی ایک مقدمے کی روداد بیان کرتے ہوئے چوہدری مختار احمد انور ایڈووکیٹ لکھتے ہیں: "رویت ھلال کے سلسلے میں حضرت صاحب شریعت کے مطابق عمل کرنے کے لئے بہت اہتمام فرماتے تھے۔ کسی افسر یا احباب کی خواہش کو وقعت نہ دیتے تھے۔ ان ایام میں لائل پور (فیصل آباد) کے ڈی۔ سی دیوبندی یا اہل حدیث عقیدہ کے تھے۔ وہ چاہتے تھے کہ سرکاری اعلان کے مطابق عید ہو۔ ان کے ایماء پر مخالفین نے اے ڈی ایم لائکپور کی عدالت میں حضرت صاحب کے خلاف فوجداری مقدمہ دائر کر دیا۔ کہ حضرت صاحب نے غلط طور پر دوسری عید کروائی ہے۔ ڈی۔ سی نے اے۔ ڈی۔ ایم کو کہہ دیا کہ حضرت صاحب کو عدالت میں ضرور طلب کیا جائے۔ میں اور خان محمد عمر خان مرحوم حضرت صاحب کی طرف سے وکیل تھے۔ اے ڈی ایم بہت اچھا آدمی تھا۔ دوسرے روز اس مقدمہ کی تاریخ پر لائل پور شہر اور دیہات سے بے اندازہ لوگ احاطۂ کچہری میں جمع ہوئے۔ اے۔ ڈی۔ ایم نے دعویٰ خارج کر دیا۔ اور حضرت صاحب کو عدالت میں طلب تک نہ کیا۔ پھر مخالفین نے اسی بناء پر عدالت دیوانی میں مقدمہ دائر کر دیا۔ ہم نے بھی ایک فتویٰ لے کر چار مخالف لیڈر مولویوں پر دعویٰ دائر کر دیا تو وہ مولوی ہمارے پاس آئے کہ آپ اپنا دعویٰ چھوڑیں ہم بھی مقدمہ واپس لیتے ہیں۔ (۵۱)

چودھری مختار احمد انور ایڈووکیٹ جنہیں مسلک اہل سنت کی خدمات کے صلے میں حضرت محدثِ اعظم، وکیلِ اہلسنت کے معزز لقب سے یاد فرماتے تھے، مزید لکھتے ہیں:

"چونکہ ڈی۔ سی صاحب کا یہ داؤ بھی ناکام ہو گیا تھا۔ وہ چاہتے تھے کہ حضرت صاحب ان کی عدالت میں آئیں۔ مگر حضرت صاحب فرماتے تھے کہ وہ فقیر آدمی ہیں وہ کیوں افسروں کے پاس جائیں۔ چنانچہ ڈی۔ سی وغیرہ نے مشورہ کر کے یہ پلان بنایا کہ شہر میں حضرت صاحب کی وجہ سے فرقہ بندی بڑھ گئی ہے اور فسادات کا فوری خطرہ ہے۔ اس لئے دونوں گروہوں کے چند اشخاص کے ناموں پر مشتمل کیس بنا دیا کہ ان کی ضمانتیں لی جائیں تاکہ فساد کی روک تھام ہو سکے۔ اس میں حضرت صاحب کے ساتھ میرا، خان محمد عمر خان، شیخ بشیر احمد، غازی محمد حسین اور مولانا عبدالقادر کے نام تھے اور دوسری طرف مولوی محمد یونس اور ان کے ہمراہیوں کے نام تھے۔ ایک شام ایس پی کی طرف سے حکم نامہ حضرت صاحب کے نام پہنچا کہ اگلے روز نو بجے صبح ایس پی کے دفتر میں حاضر ہوں۔ حضرت صاحب نے مجھے بلوایا میں ذرا پریشان ہوا۔ کیونکہ ہم نہیں چاہتے تھے کہ حضرت صاحب کسی افسر کے سامنے پیش ہوں۔ مگر حضرت صاحب نے میری

پریشانی معلوم کر کے فرمایا: کوئی بات نہیں، ہم چلیں گے، کیونکہ کسی افسر کے بلانے پر یا عدالت میں جانا شرعاً منع نہیں۔ اگلی صبح جب میں اپنی کار لے کر حضرت صاحب کو لینے گیا تو معلوم ہوا کہ حضرت صاحب علی الصبح ہی داتا صاحب (لاہور) تشریف لے گئے ہیں۔ بہر حال ہم لوگ میٹنگ کے لئے ایس۔ پی کے دفتر پہنچ گئے۔ دوسری طرف سے مولوی محمد یونس اور ان کے ہمراہی تھے۔ ان لوگوں نے ایس۔ پی کو بھڑکانے کی خاطر کہا کہ دیکھا: سردار احمد نہیں آیا، وہ کسی کی پروانہیں کرتا۔ ایس۔ پی بھی غصہ میں نظر آتا تھا۔ میٹنگ شروع ہونیوالی تھی کہ تین اصحاب ایس۔ پی کے کمرہ میں داخل ہوئے اور ایس۔ پی کو کہنے لگے کہ ہمارے ساتھ چلو۔ ایس۔ پی نے کہا کہ بہت اہم میٹنگ بلائی گئی ہے۔ معاملہ سنگین ہے اور شہر میں فساد کا خطرہ ہے۔ اس پر آنیوالوں میں سے ایک خلیفہ شجاع الدین جو کہ صدر اسمبلی تھے، نے گرجدار آواز میں کہا کہ کیا بات ہے؟ تو ایس پی نے کہا کہ مسجد میں میلاد کی محفل کے انعقاد پر جھگڑا ہے تو خلیفہ صاحب نے کہا کہ مسجد میں محفل میلاد ہونی چاہیے۔ اس پر مولوی محمد یونس نے ایک قرآنی آیت پڑھ دی۔ اس کو یہ معلوم نہ تھا کہ خلیفہ صاحب بلند پایہ وکیل، صدر اسمبلی اور دینی علوم کے ماہر ہیں۔ کیونکہ اس وقت انہوں نے انگریزی لباس پہنا ہوا تھا۔ داڑھی مونچھ ندارد، خلیفہ صاحب مولوی محمد یونس پر برس پڑے اور کہنے لگے کہ "تمہیں مولوی کس نے بنایا ہے۔ تم تو جاہل ہو، جو آیت تم نے پڑھی ہے وہ مشرکین کے متعلق ہے۔ غرض یہ کہ مولوی محمد یونس کی بے حد بے عزتی ہوئی اور میٹنگ برخاست ہوئی اور وہ ایس۔ پی کو ساتھ لے کر چلے گئے۔

اس واقعہ کا پسِ منظر یہ ہے کہ حضرت صاحب نے داتا صاحب پہنچ کر معاملہ ان کے حضور پیش کر دیا۔ اور یہ تین اصحاب لاہور سے چل کر عین بروقت ایس۔ پی کے کمرہ میں پہنچے اور مخالف گروہ کے سرغنہ کی مرمت کر دی۔ (۵۲)

افواہوں کی بھرمار:

مقدمہ بازی میں ناکامی کے بعد مخالفین نے گوئبلز کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے نت نئی افواہیں اڑانا شروع کر دیں۔ ان افواہوں میں سے ایک افواہ یہ بھی تھی کہ "مولانا سردار احمد نے قادیانی وزیرِ خارجہ ظفر اللہ خان سے ملاقات کی ہے۔" اس من گھڑت جھوٹی خبر کی مخالفین نے زور وشور سے تشہیر کی۔ اس شدید ترین مکدر فضا میں آپ نے بانگِ دہل یہ اعلان کیا کہ " کسی منکرِ اسلام بدعقیدہ و بد مذہب سے میل ملاپ میرے طریقہ کے خلاف ہے۔ یہ انہی لوگوں کا شیوہ ہے جو مجھ پر یہ بہتان باندھ رہے ہیں۔ اور انہی کے اکابر مولوی حسین احمد مدنی و ابوالکلام آزاد وغیرہما گاندھی و نہرو جیسے کافروں کے حلقۂ ارادت میں شامل تھے۔ جو شخص یہ کہتا ہے کہ میں نے ظفر اللہ سے ملاقات کی وہ افتراء کرتا ہے اور سراسر جھوٹ بولتا ہے۔ جن لوگوں نے اپنے جلسہ وغیرہ میں اس جھوٹ کی اشاعت کی ہے یاد رکھیں کہ دروغ کو فروغ نہیں ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں سچائی کی توفیق عطا فرمائے اور جھوٹوں کے شر اور فتنہ سے محفوظ رکھے۔" بالآخر اس ہنگامہ میں ڈپٹی کمشنر لائلپور نے ۲۸ مئی ۱۹۵۲ء کو معززینِ شہر و اکابرینِ لیگ کے ایک اجتماع میں یہ اعلان کیا کہ "جہاں تک میری

سرکاری وغیر سرکاری اطلاعات کا تعلق ہے۔ میں واشگاف الفاظ میں بتانا چاہتا ہوں کہ مولانا سردار احمد نے وزیر خارجہ ظفر اللہ خاں کے قیام لائل پور کے دوران ان سے ملاقات نہیں کی۔" (۵۳)

غور فرمائیے ! مقدمے بازی، افواہوں، قاتلانہ حملوں کے باوجود اپنے موقف پر ڈٹے رہنا اور اصولوں سے ذرّہ برابر انحراف نہ کرنا یہ صرف حضرت محدثِ اعظم ہی کا حصہ ہے۔

ہوا تھی گو تند و تیز لیکن چراغ اپنا جلا رہا ہے
وہ مردِ درویش جس کو حق نے دیئے ہیں اندازِ خسروانہ

نماز میں احتیاط:

علالت کے دوران بغرض تبدیلی آب وہوا آپ نے کچھ عرصہ مولانا سید زبیر شاہ صاحب کے ہاں ہری پور ہزارہ میں قیام فرمایا۔ مولانا ریاض الدین نماز کی ادائیگی میں آپ کی احتیاط بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"ایک دن نماز جمعہ حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ نے مولانا سید محمد زبیر شاہ صاحب کی اقتداء میں ادا فرمائی۔ میں آپ کے ساتھ ہی ایک صف میں کھڑا تھا۔ دعائے مسنونہ کے بعد فوراً آپ نے عربی زبان میں مجھے مخاطب ہو کر فرمایا: "اُعِیدُ الصلوة" "میں نماز لوٹاتا ہوں"

حقیر نے عرض کیا "لِمَ یا سیدی" "حضور کیوں؟"

فرمایا: انه یقصر اللحیة" کیونکہ وہ (شاہ صاحب) داڑھی کتاتے ہیں۔"

حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کو یہ شبہ اس وجہ سے ہوا کہ قبلہ شاہ صاحب کی داڑھی ٹھوڑی کے نیچے پوشیدہ ہونے کی وجہ سے پوری دکھائی نہیں دیتی تھی حالانکہ اصل میں وہ سنت کے مطابق پوری تھی۔

حقیر نے عرض کیا: لا یقصر بل انها مستورة۔

"شاہ صاحب داڑھی کتاتے نہیں بلکہ ان کی داڑھی پوشیدہ ہے، نظر کم آتی ہے۔" تب آپ نے اعادۂ نماز کا ارادہ ترک فرمایا۔ (۵۴)

یونہی لاؤڈ سپیکر پر نماز کو شدید ممنوع قرار دیتے تھے۔ اور ساری عمر سنت مکبرین پر عمل کرتے ہوئے بغیر لاؤڈ سپیکر نماز پڑھاتے رہے۔ حالانکہ جمعہ کے موقع پر آپ کی اقتداء میں نماز ادا کرنے والوں کی تعداد ہزاروں میں ہوتی تھی اور عیدین کے موقعہ پر لاکھوں مسلمان آپ کی اقتداء میں نماز ادا کرتے۔ ایک مرتبہ جمعہ کو لاؤڈ سپیکر بند کرنے والے کی غفلت سے نماز میں سپیکر کھلا رہ گیا اور نماز کے اختتام پر اس بات کا اظہار ہوا تو آپ نے دوبارہ نماز پڑھائی۔ (۵۵)

خاتون وزیر تعلیم سے ملاقات نہ کی:

عورت کو پردہ کرنے اور پردہ میں رکھنے کی قرآن وحدیث میں جابجا تاکید کی گئی ہے۔ لیکن مغربی تہذیب سے

متأثر ہو کر آج کئی مسلمان خواتین ولڑکیاں آراستہ وپیراستہ ہو کر بے پردہ بازاروں میں گھومتی ہیں۔ مردوں کے شانہ بشانہ چلنے کی مدعی ہیں۔ حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ نہ صرف ایسی تہذیب کے سخت مخالف تھے بلکہ اپنے خطابات میں خواتین اوران کے سرپرستوں کو بے پردگی سے بچنے بچانے کی تلقین کرتے تھے۔ اور خود حضرت شیخ الحدیث نہ تو غیر محرم عورت سے ملاقات کرتے تھے اور نہ ہی ان سے ہم کلام ہوتے تھے۔ ایک مرتبہ صوبائی وزیر تعلیم بیگم محمودہ سلیم آپ سے ملاقات کی خاطر جمعہ کے روز آئی۔ چونکہ وہ بے حجابانہ نکلتی تھی لہٰذا جب اس کی درخواست آپ کی خدمت میں پہنچی کہ وہ آپ سے ملاقات کرنا چاہتی ہے تو آپ نے سختی سے منع فرمادیا اور کہلا بھیجا کہ فقیر غیر محرم عورتوں سے ملاقات نہیں کرتا۔ (۵۶)

عمر بھر قوالی نہ سنی:

آپ نے عمر بھر مروجہ قوالی نہیں سنی۔ البتہ تمام آداب کے ساتھ نعت شریف ضرور سنتے اور جھومتے تھے۔ ایک مرتبہ آپ سے قوالی نہ سننے کی وجہ پوچھی گئی تو جواباً آپ نے فرمایا: "یہ فقیر قادری، چشتی، نقشبندی اور سہروردی تمام سلاسل طریقت میں مجاز اور ماذون ہے۔ مگر طبیعت پر عشق مصطفیٰ ﷺ کا غلبہ ہے۔ اس لئے فقیر سنتِ مصطفیٰ پر عمل پیرا ہے اور بالالتزام قوالی نہیں سنتا۔" (۵۷)

اَلْحُبُّ لِلّٰہِ وَالْبُغْضُ لِلّٰہِ:

اللہ کی رضا کی خاطر دوستی اور اسی کی خاطر دشمنی تکمیل ایمان کے لئے ضروری ہے۔ سرکارِ دوعالم ﷺ کا ارشاد ہے:

مَنْ اَحَبَّ لِلّٰہِ وَ اَبْغَضَ لِلّٰہِ وَ اَعْطٰی لِلّٰہِ وَ مَنَعَ لِلّٰہِ فَقَدِ اسْتَکْمَلَ الْاِیْمَانَ ۔

جس نے اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر کسی سے محبت کی، اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر کسی سے عداوت کی، اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر کسی کو کچھ دیا اور اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر کسی کو کچھ نہ دیا اس نے ایمان کو مکمل کرلیا۔ (۵۸)

حضرت محدثِ اعظم پاکستان علیہ الرحمۃ نے اس حدیث پاک پر یہاں تک عمل کیا کہ اللہ اور اس کے پیارے حبیب ﷺ کے دشمنوں سے تعلقات تو کجا عمر بھر مصافحہ تک نہ کیا۔ عمر کے آخری ایام میں حضرت سید معصوم شاہ نوری سے فرمایا: "شاہ صاحب! میری دو باتوں کا گواہ رہنا۔ ایک تو یہ کہ یہ فقیر حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ کا مرید اور غلام ہے۔ دوسرے یہ کہ اس فقیر نے عمر بھی کسی بے دین سے مصافحہ نہیں کیا۔" (۵۹)

غور فرمائیں! یہ بات کہنی تو آسان ہے لیکن اس پر عمل کر کے دکھانا حضرت محدثِ اعظم کا ہی کام ہے۔

مرزائی سے مصافحہ نہ کیا:

ایک مرتبہ سالار والا ضلع فیصل آباد کے قریب ایک گاؤں میں آپ ایک غریب آدمی کی دعوت پر تقریر کے لئے تشریف لے گئے۔ گاؤں میں پہنچے، تو دیہاتی ماحول کے مطابق لوگوں نے آپ کا پرجوش استقبال کیا۔ ملنے والوں میں

وہاں کا نمبردار بھی شامل ہوا۔ اس نے مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھایا تو آپ نے ہاتھ کھینچ لیا اور اس سے پوچھا کہ تیرا عقیدہ کیا ہے؟ اس نے برملا کہا کہ وہ مرزائی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ "میں کسی مرزائی یا بدمذہب، بے دین سے مصافحہ نہیں کر سکتا۔ سب سے پہلے اپنی بدعقیدگی سے توبہ کرو۔ تو پھر آپ سے مصافحہ ہوگا" اس بااثر نمبردار نے اسے اپنی ہتک سمجھا اور وہ آپ کے مخالف ہو گیا۔ اور اس غریب آدمی سے اس نے کہہ دیا کہ گاؤں کی اس مسجد میں تم جلسہ نہیں کروا سکتے اور حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کے متعلق کہنے لگا کہ اگر اس مولوی صاحب نے گاؤں کی اس مسجد میں تقریر کی تو میں مزاحمت کروں گا اور فساد کی ذمہ داری ان پر ہوگی۔ وہ غریب آدمی سہم گیا۔ اور حیران تھا کہ کیا کرے۔ آپ نے اپنے میزبان غریب آدمی سے فرمایا گھبراؤ نہیں، ان شاء اللہ آج میں تقریر کروں گا اور حالات بھی پُرامن رہیں گے۔ چنانچہ آپ نے گاؤں کی ایک غیر آباد مسجد میں تقریر کا اعلان فرما دیا۔ بحمدہٖ تعالیٰ آپ کا وہ بیان تین گھنٹے جاری رہا۔ آپ نے اپنی تقریر میں دیگر مسائل کے علاوہ مرزائیت کا بھی بھرپور رد فرمایا۔ حاضرین کی تعداد کئی ہزار تھی۔ سب لوگ حیران اور خوش تھے کہ اتنے سامعین کس طرح جمع ہو گئے۔ (۶۰)

مخالفت کی پرواہ نہ کی:

یونہی فیصل آباد کا ایک سیاسی لیڈر راجہ نادر خان الیکشن کے موقع پر آپ کی حمایت حاصل کرنے کے لئے خدمتِ اقدس میں آیا اور مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہنے لگا کہ وہ اس علاقہ میں شیعوں کا صدر ہے اس پر حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ نے اپنا ہاتھ مبارک کھینچ کر فرمایا:۔

"آپ سے ہاتھ ملا کر میں خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم اجمعین کو کیا منہ دکھاؤں گا۔"

یہ واقعہ بھری محفل میں ہوا۔ وہ شخص اس کو اپنی توہین خیال کر کے غصہ کی حالت میں خائب و خاسر چلا گیا اور ہمیشہ آپ کی مخالفت کرتا رہا۔ مگر آپ نے اس کی پرواہ نہ کی۔ (۶۱)

آپ سے مصافحہ نہیں کروں گا:

دوسری مرتبہ حرمین طیبین کی حاضری کے لئے روانہ ہوئے تو راستہ میں ہر جگہ آپ کا استقبال ہوا۔ جہاں گاڑی رکتی عقیدت مند زیارت کے لئے پروانوں کی طرح ٹوٹ پڑتے۔ ملتان اسٹیشن پر گاڑی رکی تو وہاں بھی یہی کیفیت تھی۔ بے شمار احبابِ اہل سنت استقبال اور زیارت کے لئے اسٹیشن پر موجود تھے۔ ہر کوئی مصافحہ اور دست بوسی کر رہا تھا۔ بعض خوش نصیب تو قدم بوسی کی سعادت سے بہرہ ور ہو رہے تھے۔ آپ کی کیفیت یہ تھی کہ نگاہیں جھکائے ہر ایک سے ملاقات فرما رہے تھے اور دعاؤں کے تحفے عطا فرما رہے تھے۔ مشہور دیوبندی خطیب اور احراری رہنما قاضی احسان احمد شجاع آبادی بھی کسی کام کی غرض سے اسٹیشن پر موجود تھا۔ آپ کا نورانی چہرہ اور حاضرین کی وارفتگی دیکھ کر لوگوں سے پوچھا کہ یہ کون بزرگ ہیں، بتایا گیا کہ مولانا محمد سردار احمد صاحب ہیں۔ بس پھر کیا تھا فوراً مصافحہ کرنے کے لئے اہل سنت کے مجمع

میں شامل ہو گیا۔ جب حضرت شیخ الحدیث کے سامنے آ کر مصافحہ کے لئے اس نے ہاتھ بڑھائے تو اچانک آپ نے ہاتھ روک لیا اور پوچھا کہ آپ کون ہیں؟ اس نے کہا مجھے احسان احمد شجاع آبادی کہتے ہیں۔ آپ نے دوسرا سوال کیا کہ علمائے دیوبند نے جو کفریہ عبارات لکھی ہیں۔ اس بارے میں آپ کا کیا عقیدہ ہے؟ قاضی صاحب اس سوال سے جھنجھلا کر کہنے لگا کہ میں یہاں مناظرہ کرنے نہیں آیا صرف آپ سے مصافحہ کرنا چاہتا ہوں۔ اس پر آپ نے فرمایا:

"اس فقیر نے کبھی کسی بے دین اور بدمذہب سے مصافحہ نہیں کیا، آپ سے مصافحہ نہیں کروں گا۔" (۶۲)

اس پر وہ شرمندہ ہو کر واپس چلا گیا۔ آپ نے اس بات کی پرواہ نہ کی کہ قاضی احسان احمد دیوبندی فرقہ کا مقتدر عالم ہے بلکہ آپ کا ہاتھ روک لینا صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر تھا سچ تو یہ ہے کہ انہی مردانِ خدا کے بارے میں یہ کہا گیا ہے کہ:

توحید تو یہ ہے کہ خدا حشر میں کہہ دے
یہ بندہ دو عالم سے خفا میرے لئے ہے

صدارت نہیں سدا ردّ:

جیسے آپ بدمذہبوں اور بے دینوں سے مصافحہ نہیں کرتے تھے ویسے ہی آپ ان کے جلسوں اور جلوسوں میں بھی شرکت سے گریز فرماتے تھے۔ ایک مرتبہ دیوبندیوں، وہابیوں کا ایک وفد حضرت محدث اعظم علیہ الرحمۃ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور اپنے پروگرام کے مطابق ایک مخلوط مشترکہ جلسہ کی صدارت کے لئے آپ کو عرض کیا تو حضرت صاحب نے فوراً جواب دیا: "فقیر ایسے جلسوں کی صدارت نہیں کرتا بلکہ ان کا سدا ردّ کرتا ہے۔ اس پر وفد کے ارکان لاجواب ہو کر چل دیئے۔ (۶۳)

یونہی ایک مرتبہ مودودی صاحب فیصل آباد ایک جلسہ عام میں آ رہے تھے۔ ان کی جماعت کے افراد چند سنی وکلاء کو ہمراہ لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا حضرت آپ اس جلسہ میں ضرور تشریف لائیں۔ آپ نے فرمایا: میں اس جلسہ میں آؤں گا تو مودودی صاحب سے ان مسائل پر گفتگو کروں گا جو ان کی کتابوں میں غلط لکھے ہیں اور جن عقائدِ باطلہ کی میں اپنے جلسوں میں تردید کیا کرتا ہوں ان مسائل پر ضرور بات کروں گا۔" وہ لوگ کہنے لگے اچھا حضرت پھر آپ نہ تشریف لائیں اور اپنا دعوت نامہ واپس لے گئے۔ (۶۴)

چوہدری مختار احمد انور ایڈووکیٹ بیان کرتے ہیں:

"ایک روز کانگریسی دیوبندی مولوی تاج محمود اور اہل حدیث کا سیکرٹری میرے اور خان محمد عمر خان ایڈووکیٹ کے بار روم میں آئے اور کہا کہ حضرت صاحب سے تحریک کے سلسلہ میں ملاقات کرنا چاہتے ہیں۔ آپ دونوں ہمارے ساتھ چلیں۔ چنانچہ بعد دوپہر حسب پروگرام ہم ان کے ساتھ حضرت صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ان لوگوں نے

حضرت صاحب سے تحریک میں شامل ہونے کے لئے کہا اور کہا کہ آپ صدر ہوں اور وہ لوگ ان کے سپاہی۔ میں اور خان صاحب سوچ رہے تھے کہ ان لوگوں نے چالاکی سے کام لیا ہے۔ دیکھیں حضرت صاحب کیا کرتے ہیں۔ ان دونوں نے اپنا تعارف یوں کرایا کہ ایک دیوبندی ہیں اور دوسرے اہلحدیث۔ حضرت صاحب نے فوراً ارشاد فرمایا کہ "آپ حضرات اپنے غلط عقائد سے توبہ کرلیں تو آپ تحریک کے صدر اور میں آپ کا سپاہی بننے کو تیار ہوں۔" دونوں ششدر رہ گئے اور اٹھ کر چلے گئے۔(۶۵)

حضرت محدثِ اعظم علیہ الرحمۃ اگر صُلحِ کلیت کا رویہ اختیار کرتے تو ہر فرقہ اور ہر طبقہ ان کو سر آنکھوں پر بٹھاتا لیکن انہوں نے عزیمت کا راستہ اختیار کیا اور دعائے قنوت کے ان کلمات طیبات پر عمل کر کے دکھایا: و نخلع و نترک من یفجرک. بارالٰہا جو تیرا نہیں وہ ہمارا نہیں۔

صلح کلی علماء سے بھی نہ ملتے:

جیسے آپ بدمذہبوں اور بے دینوں سے مصافحہ و معانقہ نہیں کرتے تھے۔ ویسے ہی ان سے ملنے جلنے، ان کے جلسوں میں آنے جانے والے سنی علماء سے بھی بغرضِ اصلاح و تنبیہ ملاقات نہ کرتے۔ حضرت صاحبزادہ فیض الحسن جو ابتداء میں مجلسِ احرار میں رہے تھے اور مخالفینِ اہل سنت سے میل ملاپ رکھتے تھے۔ انہی دنوں ایک مرتبہ حضرت شیخ الحدیث سے ملاقات کے لئے تشریف لائے لیکن آپ نے ملاقات سے انکار کر دیا۔ بعد میں صاحبزادہ صاحب نے جب رفتہ رفتہ مخالفینِ اہل سنت سے علیحدگی اختیار کر لی اور حضرت شیخ الحدیث کو یقین ہو گیا کہ صاحبزادہ صاحب کا اب ان لوگوں سے تعلق نہیں رہا تو اس کے بعد آپ صاحبزادہ صاحب سے نہایت محبت و شفقت سے پیش آئے۔ اہل سنت کی تبلیغ و خدمت کے سلسلہ میں آپ کی مساعی پر خوشنودی کا اظہار کیا۔ حضرت شیخ الحدیث سے ملاقات کی روداد بیان کرتے ہوئے خود صاحبزادہ صاحب فرماتے ہیں: "ایک دفعہ ڈھاباں سنگھ میں کسی نے میری دعوت کی۔ وہاں حضرت شیخ الحدیث بھی موجود تھے۔ میں خوش تھا کہ ملاقات ہو گی۔ مگر جب میں وہاں گیا تو حضرت شیخ الحدیث نے دروازہ نہ کھولا اور ملاقات نہ کی۔ میرے دل میں رنجش پیدا ہوئی کہ حضرت نے یہ مناسب نہیں کیا۔ میں نے بھی عہد کر لیا کہ آئندہ نہیں ملوں گا۔ تین سال کے بعد میں آلومہار شریف میں سو رہا تھا کہ مجھے میرے جدّ امجد کی زیارت ہوئی۔ انہوں نے ایک دعوت میں بلایا اور فرمایا کہ: "آؤ ایک عظیم شخصیت سے تعارف کراتا ہوں"۔ پھر میرے جدِّ امجد نے ایک بزرگ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ "یہ بزرگ مولانا محمد سردار احمد صاحب ہیں۔ ان سے ملو اور ان کی خدمت میں جایا کرو۔" میں اس خواب سے اتنا متأثر ہوا کہ میری کیفیت ہی بدل گئی۔ اس خواب کی تعبیر یوں ہوئی کہ حضرت مولانا ابوداؤد محمد صادق صاحب نے ایک خاص دعوت میں ہم دونوں کو بلایا۔ حضرت شیخ الحدیث نے مجھے سینے سے لگایا، میری دنیا ہی بدل گئی۔(۶۶)

ایک عجیب اتفاق:

حضرت مولانا ابوداؤد محمد صادق بیان کرتے ہیں: یہاں پر یہ امر قابلِ ذکر ہے کہ ظاہری ملاقات سے پہلے جس طرح صاحبزادہ صاحب کو خواب میں حضرت شیخ الحدیث سے متعارف کرایا گیا۔اسی طرح خواب میں صاحبزادہ صاحب سے حضرت شیخ الحدیث کی ملاقات کا بھی اتفاق ہو گیا۔

چنانچہ ملاقات سے کچھ روز قبل جب فقیر نے حضرت شیخ الحدیث سے اس سلسلہ میں عرض کیا تو آپ نے فرمایا کہ "صاحبزادہ صاحب سے ہم پہلے بھی ملاقات کر چکے ہیں۔"میں نے متعجب ہو کر عرض کیا کہ حضور وہ کہاں؟ تو آپ نے فرمایا کہ "خواب میں "اس کے بعد آپ نے بیان کیا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک مجلس قائم ہے جس میں میں بھی حاضر ہوں اور صاحبزادہ صاحب بھی موجود ہیں۔اور وہاں پر صاحبزادہ صاحب سے خوب اچھی طرح ملاقات ہوئی ہے۔"(۶۷)

خواب کی تعبیر:

مولانا موصوف مزید لکھتے ہیں: عالم خواب میں ملاقاتوں کے بعد مدرسہ حنفیہ رضویہ سراج العلوم گوجرانوالہ کے سالانہ اجلاس کے موقع پر فقیر راقم الحروف کے ہاں ان دونوں حضرات کی محبت آمیز ملاقات و پرخلوص گفتگو ہوئی اور دونوں حضرات کے خوابوں کی عملی تعبیر سامنے آئی۔اس ملاپ و ملاقات کا منظر ہی عجیب پر کیف اور رقت آمیز تھا۔ایک طرف سے صاحبزادہ صاحب بے تابانہ انداز میں آگے بڑھے دوسری طرف سے حضرت شیخ الحدیث جذبۂ سنیت سے سرشار اٹھے۔سلام مسنون و مرحبا اور مصافحہ و معانقہ ہوا۔صاحبزادہ صاحب نے کہا کہ افسوس ہم اتنی دیر آپ کے فیوض و برکات سے محروم رہے۔حضرت شیخ الحدیث نے فرمایا کہ ہر کام کا ایک وقت ہوتا ہے۔''اس واقعہ سے تمام اہل سنت میں مسرت کی لہر دوڑ گئی اور دونوں حضرات کے درمیان آخر تک نہایت پر خلوص تعلق و رابطہ قائم رہا۔ (۶۸)

ناراضی و دوستی کا معیار:

ناراضی و دوستی کے لئے اپنا معیار بیان کرتے ہوئے ایک مرتبہ ابوالکلام صاحبزادہ فیض الحسن صاحب سے حضرت شیخ الحدیث نے فرمایا:" کسی کے ساتھ میری محبت و عداوت محض حق اور رسولِ پاک ﷺ کے تعلق کی بناء پر ہے۔اس وقت میرا آپ سے ملاقات نہ کرنا بھی اسی جذبہ کے تحت تھا کہ آپ کا تعلق و ہمنشینی ان لوگوں کے ساتھ تھی جن کا عقیدہ عظمت و شان رسالت کے خلاف ہے۔اور مجھے آپ کو اس بات کا احساس دلانا مقصود تھا کہ یہ دین آپ حضرات (ساداتِ کرام) ہی کے گھر سے نکلا ہے۔میں تو ساداتِ کرام اور دینِ پاک کا ایک خادم ہوں۔(۶۹) حضرت شیخ الحدیث کے اس نہایت درجہ درست اور مبنی برحق مؤقف کو خراجِ تحسین پیش کرتے ہوئے ابوالکلام صاحبزادہ فیض الحسن فرماتے ہیں:"جب عمومی اخلاق کے ظہور کا وقت ہوتا تو وہ برگِ گل سے بھی نرم تر تھے۔لیکن جب عقائد حقہ کے تحفظ کا معاملہ آتا تو وہ کوہِ وقار تھے"۔ (۷۰)

علمائے اہل سنت سے محبت

بد مذہبوں اور بے دینوں کے حق میں جتنے آپ سخت تھے۔اتنا ہی علمائے اہل سنت کے لئے شفیق اور رحم دل تھے۔ان کی ذراسی بے ادبی کو بھی سخت ناپسند کرتے۔علمائے کرام جب آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے تو اتنا خوشی کا اظہار فرماتے اور ایسے انداز میں ان کی آؤ بھگت کرتے کہ دیکھنے والے حیران رہ جاتے۔آپ کی یہ عادتِ مبارکہ اقبال کے اس شعر کی آئینہ دار تھی:

ہو حلقۂ یاراں تو بریشم کی طرح نرم
رزم حق وباطل ہو تو فولاد ہے مومن

علماء کا ذکر، نہایت محبت سے:

دورانِ تدریس اگر کسی سنی عالم کا ذکر آتا تو بڑی محبت سے ان کے اوصاف بیان فرماتے: مثلاً فلاں مولانا صاحب بہت اچھے مدرس ہے۔فلاں مولانا اچھے مناظر ہیں۔فلاں مولانا اچھے مقرر ہیں۔دووانِ بیان آپ کا لہجہ انتہائی محبت آمیز ہوتا اور طلبہ وحاضرین کے دل میں احترام ووقارِ علماء قائم ہوجاتا۔(۷۱)

عربی کا ایک محاورہ ہے کہ "المعاصرة سبب المنافرة" کہ ایک ہی زمانے میں موجود ہونا لڑائی جھگڑے کا بنیادی سبب ہے۔حالات وواقعات پر نظر کرتے ہوئے یہ محاورہ غلط نہیں کہا جاسکتا۔لیکن کم از کم حضرت محدث اعظم کے حق میں یہ محاورہ درست نہیں۔آپ اپنے معاصر علماء سے بہت محبت فرماتے تھے۔اور انکے اوصاف ومحاسن کے بیان میں بخل سے کام نہیں لیتے تھے۔چنانچہ مولانا محمد عبدالحکیم شرف قادری بیان کرتے ہیں: راقم الحروف غالباً ۱۹۶۰ء میں حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد سردار احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں فیصل آباد حاضر ہوا تو فرمانے لگے کہاں پڑھتے ہو؟ عرض کیا: بندیال، فرمایا: کیا پڑھتے ہو؟ عرض کیا: شرح جامی، مختصر المعانی اور تکملہ عبدالغفور، مسکراتے ہوئے فرمانے لگے:

"بندۂ خدا ! منطق ومعقول کے گھر میں رہ کر منطق کا کوئی سبق شروع نہیں کیا"(۷۲)

یعنی آپ نے مولانا شرف قادری صاحب کے استاذِ محترم علامہ عطا محمد بندیالوی کی درسگاہ کو منطق ومعقول کا گھر ارشاد فرمایا۔اور یوں معقولات میں ان کی مہارت کا اعتراف کرنے میں ذرّہ برابر بھی تردّد نہیں کیا۔

یونہی ایک مرتبہ جامع مسجد نزد گھنٹہ گھر کے ہمسائیگان نے جلسہ کا پروگرام بنایا۔مقرر کے انتخاب کے لئے ایک میٹنگ جامعہ رضویہ میں بلائی گئی۔بہت سے علمائے کرام کا نام سامنے آیا لیکن حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ نے اس علمی

محاذ پر تقریر کرنے کے لئے غزالی دوراں حضرت علامہ سید احمد سعید کاظمی علیہ الرحمۃ کا نام تجویز کیا۔ آپ نے علامہ کاظمی صاحب کا تعارف ایسے پیارے انداز میں کرایا جسے سن کر نہ صرف حاضرین آپ کی تقریر سننے کے شائق ہوئے بلکہ زیارت کے مشتاق نظر آنے لگے۔(۷۳)

معاصر علماء کی عزت افزائی:

وقتِ مقررہ پر علامہ کاظمی صاحب فیصل آباد تشریف لائے۔ حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ انہیں اپنے کمرے میں خاص اپنی نشست گاہ تک لے گئے۔ دونوں حضرات کی اس وقت ایک دوسرے سے محبت اور نیاز مندی قابلِ دید تھی۔ حاضرین نے مشاہدہ کیا کہ نشست گاہ کا درمیانی حصہ دونوں حضرات کی نشست کے لئے ترس گیا۔ اس کے دونوں کناروں پر دونوں نورانی وجود تشریف فرماتھے۔ جیسے بڑی شخصیات ایک دوسرے کے اعزاز میں عموماً کرتی ہیں حضرت علامہ احمد سعید کاظمی، ترکی ٹوپی استعمال کرتے تھے۔ اس موقعہ پر آپ نے انہیں دستار پیش کی تاکہ اسے باندھ کر تقریر فرمائیں۔ ازاں بعد حضرت علامہ کاظمی نے دستار کو اپنے لباس میں شامل کرلیا۔(۷۴)

ایک مرتبہ کوئٹہ سے حضور سیدنا غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد سے حضرت پیر سید طاہر علاؤالدین گیلانی، فیصل آباد تشریف لائے تو آپ نے ان کے استقبال کے لئے شاندار پروگرام ترتیب دیا۔ شہر بھر میں حضرت پیر صاحب کی آمد کا اعلان کرایا۔ جس کا اثر یہ ہوا کہ لوگ کثیر تعداد میں اسٹیشن پر جمع ہو گئے۔ حضرت پیر صاحب کو ایک بڑے جلوس کی شکل میں جامعہ رضویہ لایا گیا۔ ریل گاڑی سے موٹر کار تک اور جھنگ بازار سے جامعہ رضویہ تک حضرت پیر صاحب کی گزرگاہ پر کپڑا بچھایا گیا۔

اسی طرح نبیرۂ اعلیٰ حضرت مولانا محمد ابراہیم رضا خاں سجادہ نشیں بریلی شریف جب فیصل آباد تشریف لائے تو ان کے استقبال کے لئے بھی خوب انتظام کیا۔ لاہور سے مفتیٔ پاکستان حضرت مولانا ابوالبرکات سید احمد، کراچی سے جگر گوشۂ صدر الشریعہ مولانا علامہ عبدالمصطفیٰ الازہری یا کسی اور عالم یا شیخ طریقت کی فیصل آباد آمد ہوتی تو ان کے استقبال کے لئے شاندار اہتمام فرماتے۔ اپنے استادزادہ علامہ عبدالمصطفیٰ الازہری صاحب کو دیگر تحائف کے ساتھ شیروانی اور اعلیٰ قیمتی لباس پیش کرتے۔ (۷۵)

احترامِ علماء:

میاں غلام رسول مرحوم درگاہی تحصیل کھاریاں ضلع گجرات ہر سال بڑے تزک واحتشام سے میلاد النبی ﷺ کا دوروزہ اجلاس کرواتے۔ جس میں برصغیر کے ممتاز علماء کو مدعو کرتے حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ نے بھی بریلی سے ان جلسوں میں شرکت فرمائی۔ آپ کی تشریف آوری کی روداد بیان کرتے ہوئے میاں غلام رسول بیان کرتے ہیں: "۱۹۴۸ء/ ۱۳۶۷ھ میں آپ ہمارے جلسہ میں تشریف لائے۔ ہمارا گاؤں (بیگہ مہروج پور) پختہ سڑک سے قریباً دو میل دور واقع

ہے۔سڑک سے ہی کسی سواری کا انتظام ممکن ہوتا ہے۔جلسہ سے فراغت کے بعد جب آپ واپس ہونے لگے تو آپ کے ہمراہ مولانا قاری احمد حسین فیروز پوری (گجرات) اور مولانا غلام قادر اشرفی (لالہ موسیٰ) بھی تھے۔اس وقت گاؤں سے صرف دو گھوڑیاں مہیا ہو سکیں تا کہ علماء حضرات کو پختہ سڑک تک پہنچائیں۔مولانا قاری احمد حسین اور مولانا غلام قادر اشرفی نے عرض کیا کہ ایک گھوڑی پر آپ سوار ہو جائیں دوسری پر ہم میں سے ایک سوار ہو جائے گا۔مگر آپ کا اصرار تھا کہ آپ دونوں سوار ہوں، میں پیدل چلتا ہوں۔یہ دونوں بھی اس پر راضی نہ ہوئے۔اس طرح تینوں حضرات پیدل ہی سڑک تک پہنچے۔وقار واحترامِ علماء کی خاطر آپ نے گوارا نہ فرمایا کہ میں سوار ہو جاؤں اور علماء پیدل چل رہے ہوں۔(۷۶)

احترامِ علماء کی تلقین:

آپ اپنے وابستگان کو بھی احترام علماء ملحوظ خاطر رکھنے کی تلقین فرماتے رہتے تھے۔چنانچہ آپ کے تلمیذ و مرید حضرت مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی بیان کرتے ہیں کہ:" کرشن نگر کی جامع مسجد میں جہاں میں خطیب تھا، وعظ کے لئے حضرت صاحب کی خدمت میں درخواست پیش کی۔جسے آپ نے قبول فرمالیا۔ساتھ ہی میں نے عرض کی کہ جلسہ کی صدارت کے لئے مسجد کمیٹی کے صدر یا کسی اور صاحبِ حیثیت کو کہہ دیا جائے اس پر آپ نے فرمایا:

"وعظ کی مجلس میں صدارت کی کیا ضرورت ہے؟ نیز علمائے کرام کی موجودگی میں کسی غیر عالم کی صدارت موزوں نہیں ہوتی۔کیونکہ عالم دین ہی مجلس میں صاحبِ حیثیت اور صدر ہوتا ہے۔"(۷۷)

عالم دین کا تقرر آبائی علاقہ میں نہ کرتے:

آپ کی عادتِ کریمہ یہ تھی کہ حتی الامکان کسی عالم کو اس کے آبائی گاؤں، شہر یا برادری میں مقرر نہیں کرتے تھے۔بلکہ فرماتے تھے کہ "اس طرح لوگ سابقہ حیثیت کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے برتاؤ کرتے ہیں اور عالم کی موجودہ حیثیت نظر انداز کر دیتے ہیں۔جس سے اس عالم کی کماحقہ عزت نہیں ہوتی۔"اس حوالے سے آپ کا مؤقف بیان کرتے ہوئے مفتی صاحب ہی رقم طراز ہیں:"میری موجودگی میں مولانا محمد حسین صاحب سکھروی کی برادری کے لوگ سکھر سے آئے اور انہوں نے مطالبہ کیا کہ مولانا محمد حسین صاحب کو سکھر میں ہی مقرر کیا جائے کیونکہ ہمیں ان کی ضرورت ہے۔مگر آپ نے بڑی سختی سے ان کے مطالبہ کو بار بار رد فرمایا۔مگر جب انہوں نے بار بار مراجعت کی تو آپ نے ان کے اصرار پر ان کا مطالبہ تسلیم کرتے ہوئے فرمایا:" کسی عالم کا اپنے شہر یا برادری میں رہنا مناسب نہیں ہوتا۔"اس طرح تبلیغ دین میں رکاوٹ پیدا ہوتی ہے۔لوگ عالم کی عالمانہ حیثیت نظر انداز کر دیتے ہیں اور انہیں بھی برادری اور شہریت کے مسائل میں الجھا دیتے ہیں۔مگر آپ لوگوں کے بار بار اصرار پر مولانا محمد حسین کو آپ کے ہاں بھیجتا ہوں۔"(۷۸)

اسی طرح جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور کے مدرس مولانا ابوالفتح محمد اللہ بخش مرحوم کے متعلق جب ان کے علاقہ والے بھچراں کے ملک مظفر صاحب کے لڑکے جو کہ ڈی۔سی بھی تھے۔ان کو واں بھچراں لے جانے کے لئے اصرار کر رہے تھے

۔آپ نے متعدد باران کے مطالبہ کو اسی مصلحت کے تحت مسترد کر دیا۔اور یہی فرمایا کہ " کسی عالم کا آبائی وطن یا برادری میں رہنا مناسب خیال نہیں کرتا۔اس سے عالم کی علمی حیثیت مجروح ہونے کا امکان ہوتا ہے۔" مگر ملک مظفر صاحب کے لڑکے کے بار بار اصرار و مراجعت اور مولانا کے منصب کے بارے میں تحفظات پیش کرنے پر جب آپ نے اطمینان حاصل کر لیا تو آپ نے مولانا محمد اللہ بخش کی وہاں تقرری منظور فرمائی۔"(۷۹)

اپنوں سے الجھ کر وقت ضائع نہیں کرنا چاہتا:

حضرت محدثِ اعظم علیہ الرحمۃ کی عادتِ مبارکہ یہ تھی کہ اپنی ذات سے متعلق کسی الزام کا جواب خود نہ دیتے اور معاصرین علمائے اہل سنت سے کبھی کسی علمی مسئلہ پر اختلاف رائے ہو جاتا تو عوام میں اس کا تذکرہ نہ کرتے۔ایک مرتبہ کسی نے عرض کیا کہ فلاں صاحب نے آپ سے اختلاف کرتے ہوئے کئی مضامین لکھے ہیں۔آپ بھی ان کا جواب دیں۔فرمایا:"مولانا! میں اپنوں سے الجھ کر اپنا وقت ضائع نہیں کرنا چاہتا۔جتنا وقت اپنوں کی تردید میں لگے گا وہ وقت مخالفینِ اہل سنت کی تردید میں کیوں نہ صرف کروں۔"(۸۰)

ایک مرتبہ مناظرِ اہل سنت مولانا محمد عمر اچھروی علیہ الرحمۃ کے متعلق اخبارات میں شائع ہوا کہ آپ نے سنی اور شیعہ اختلاف کے متعلق کہا ہے کہ ان میں صرف "س" اور "ش" کا فرق ہے۔اخبارات میں شائع شدہ یہ بیان عوام وخواص میں زیرِ بحث آ گیا۔حضرت مناظرِ اسلام سے منسوب یہ بیان فتنہ کا باعث بن سکتا تھا۔ایک طالبعلم نے حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ سے اس بیان پر تبصرہ کرنے اور اس کے قائل سے متعلق شرعی حکم بیان کرنے کے لئے عرض کیا آپ نے فرمایا:"مولانا محمد عمر صاحب سے پوچھے بغیر ان سے منسوب اس بے بنیاد بیان پر فقیر کچھ نہیں کہنا چاہتا۔"(۸۱)

وقارِ علماء کی بلندی ہمیشہ پیشِ نظر:

وقارِ علماء کی بلندی اور سرفرازی ہمیشہ آپ کے پیشِ نظر رہتی۔اس لئے عوام کی طرف سے اگر کوئی ایسی حرکت یا گفتگو سنتے جس سے وقارِ علماء میں کمی کا شائبہ ہوتا تو فوراً اس کی اصلاح فرما دیتے۔چنانچہ مولانا حافظ محمد احسان الحق بیان کرتے ہیں،مسیتیاں نزد ٹوبہ کے مقام پر میں اور مولانا عنایت اللہ خطیب سانگلہ ہل آپ کے ہمراہ تھے،میزبان نے دودھ سے ہماری تواضع کی۔مولانا عنایت اللہ نے سیر ہو کر دودھ پیا۔حاضرین میں سے ایک کسان نے دبی زبان میں اپنے ساتھی سے کہا کہ مولوی صاحب نے بہت دودھ پیا ہے۔آپ نے سن لیا اور کسان سے مخاطب ہو کر،مولانا عنایت اللہ کی طرف اشارہ کر کے کہا:

> "یہ ہمارے مولانا امام المناظرین ہیں،دین کے شیر ہیں،مجاہدِ ملت ہیں،دین کی تبلیغ میں مشکلات کی پرواہ نہیں کرتے۔انہیں جہاں بھی اور جس حال میں تبلیغ کے لئے دعوت ملتی ہے۔وہیں تشریف لے جاتے ہیں اور خوب تبلیغ فرماتے ہیں۔انہیں حق پہنچتا ہے کہ خوب سیر ہو کر کھائیں اور خوب تبلیغ کریں۔

ہاں اگر کوئی آدمی صرف سیر ہو کر کھاتا ہے اور دین کا کام اسی جذبہ سے نہیں کرتا تو اس کا سیر ہو کر کھانا قابلِ اعتراض ہے۔"

آپ کے اس ناصحانہ ارشاد سے اس کسان اور حاضرین پر یہ حقیقت واضح ہو گئی کہ علماء کا وقار اور عزت بہرحال مقدم ہے۔ اور مولانا عنایت اللہ علیہ الرحمۃ پر اس کسان کا اعتراض بے جا ہے۔ (۸۲)

امتِ مصطفیٰ سے محبت

سرکارِ دو عالم ﷺ کو اپنی امت سے بہت محبت تھی۔ ایک سچے عاشقِ رسول ﷺ ہونے کی حیثیت سے حضرت محدثِ اعظم کو بھی سرورِ دو عالم ﷺ کی پیاری امت سے محبت تھی۔ آپ امتِ مصطفیٰ ﷺ کی فلاح و بہبود کے لئے ہمہ دم مستعد اور مضطرب رہتے۔ آپ کی دُعا میں عموماً یہ جملے ضرور ہوتے۔

اَللّٰھُمَّ ارْحَمْ اُمَّۃَ مُحَمَّدٍ. صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ اُمَّۃَ مُحَمَّدٍ. صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ (۸۳)

سنی بمنزلہ چراغ:

آپ ہر سنی بھائی کے ہمدرد اور خیر خواہ تھے اور اہل سنت کے لئے آپ کے دل میں بڑا پیار تھا۔ ایک دفعہ جامعہ رضویہ کے سالانہ اجلاس کے موقعہ پر احبابِ اہل سنت جوق در جوق حاضر ہو رہے تھے اور آپ ان سے مل کر بڑی خوشی کا اظہار فرما رہے تھے اور ارشاد فرماتے تھے: "سنی بمنزلہ ایک چراغ کے ہے، جتنے سنیوں کا اجتماع ہو گا، اتنے ہی چراغ زیادہ ہوں گے اور خیر و برکت عام ہو گی۔" (۸۴)

ایسا خلق میں نے کہیں نہیں دیکھا:

حضرت محدثِ اعظم پاکستان کے اخلاقِ حسنہ سے متأثر ہو کر کئی لوگ آپ کے گرویدہ ہو گئے۔ اکثر افراد صرف آپ کے اچھے اخلاق کی وجہ سے بدمذہبوں اور بے دینوں کو چھوڑ کر آپ کے دامن سے وابستہ ہو گئے۔

حضرت شیخ الحدیث کے اخلاقِ حسنہ سے متأثر ہو کر آپ کے حلقۂ ارادت میں داخل ہونے والوں میں سے ایک نمبردار صاحب کے تأثرات بیان کرتے ہوئے مولانا مفتی محمد امین لکھتے ہیں: "نمبردار صاحب نے واقعہ سنایا کہ پہلے ہم مسلکِ دیوبند کے مولوی یونس صاحب کو ہی سب کچھ سمجھتے تھے لیکن جب سنا کہ لائل پور (فیصل آباد) میں ایک اور عالم دین تشریف لائے ہیں تو یہ سن کر میں نے دل میں ٹھانی کہ دونوں کا موازنہ کیا جائے۔ دونوں علماء میں سے جس کا خلق اچھا ہو اسی کے ساتھ روابط رکھے جائیں یہ سوچ کر میں گھر سے نکلا۔ مولوی یونس کے ہاں تو پہلے سے ہی آنا جانا تھا مگر اخلاق کا موازنہ کرنے کے لئے میں عبداللہ پور جہاں مولوی صاحب کا مدرسہ اور قیام تھا۔ پہنچا، سلام کیا اور بیٹھ گیا

۔تھوڑی دیر بیٹھ کر اٹھا اور جامعہ رضویہ پہنچا اور یہ میری حاضری پہلی بار تھی، نہ میں نے حضرت مولانا سردار احمد صاحب کو کبھی دیکھا تھا اور نہ انہوں نے کبھی مجھے دیکھا تھا۔ نہ کبھی ملاقات ہوئی تھی۔ میں حاضر ہوا تو آپ نے دیکھتے ہی فرمایا: آیئے چوہدری صاحب آیئے، آپ کہاں سے تشریف لائے ہیں، بیٹھیں اور ساتھ ہی قاری غلام نبی کو فرمایا جاؤ چوہدری صاحب کے لئے چائے لاؤ۔ مجھے چائے پلائی گئی اور دو منٹ میں مجھے ایسا گرویدہ کیا کہ میں تازندگی انہیں کا ہو کر رہ گیا اور ایسا خلق میں نے کہیں نہیں دیکھا۔(۸۵)

فتویٰ بھی لکھ دیں اور چائے بھی پلائیں:

"آپ کی خدمت میں جو احباب حاضر ہوتے آپ ان کی خیریت ایسے میٹھے انداز میں پوچھتے کہ آنے والے حیران رہ جاتے اور ان آنے والوں میں سے بعض عرض کرتے کہ ہم نے فتویٰ لکھوانا ہے تو آپ یوں نہ فرماتے کہ جاؤ نیچے دارالافتاء میں جاکر لکھوالو بلکہ کسی طالب علم سے فرماتے "مولانا دیکھو یہ صاحب گاؤں سے آئے ہیں، انہیں دارالافتاء معلوم نہیں لہٰذا ان کو دارالافتاء میں لے جاؤ اور مفتی صاحب کو کہو کہ ان کو فتویٰ بھی لکھ دیں اور چائے بھی پلائیں۔ "سبحان اللہ، اللہ رب العالمین نے کتنے بلند اخلاق عطا کئے ہوئے تھے۔"(۸۶)

مہمان نوازی:

مہمان نوازی کے حوالے سے گذشتہ سطور میں چند واقعات آپ ملاحظہ فرما چکے ہیں۔ یہاں یہ عرض کرنا مقصود ہے کہ آپ خود تو مہمان نواز تھے ہی اپنے تلامذہ و مریدین کو بھی مہمان نوازی کی بہت تلقین فرماتے تھے۔ چنانچہ مولانا حافظ اسد احمد بیان کرتے ہیں: "مولانا حافظ سیف الدین صاحب ضلع سرگودھا والے جامعہ رضویہ میں استاد تھے۔ وہ یہاں سے جانے کے کچھ عرصہ بعد دوبارہ ملنے کے لئے تشریف لائے۔ میں استاذ مولانا سیف الدین صاحب کے پاس بیٹھا تھا، مولانا محمد ابراہیم خوشتر آئے تو انہوں نے آ کر مولانا سیف الدین صاحب سے پوچھا مولانا! آپ چائے پئیں گے؟ تو انہوں نے کہا نہیں، پھر خوشتر صاحب نے پوچھا کھانا کھائیں گے؟ انہوں نے فرمایا نہیں۔ پھر پوچھا پانی پئیں گے انھوں نے کہا نہیں۔ جب مولانا سیف الدین صاحب جانے لگے تو میں انہیں بس تک چھوڑنے کے لئے ساتھ گیا۔ وہاں انہوں نے خود بھی کھانا کھایا اور مجھے بھی کھلایا۔ میں واپس جامعہ رضویہ پہنچا تو حضرت صاحب قبلہ نے مجھے طلب کر کے دریافت فرمایا، "مولانا سیف الدین صاحب نے کھانا کہاں سے کھایا؟ میں نے عرض کی ہوٹل سے، آپ نے مولانا خوشتر صاحب کو بلایا جب وہ حاضر ہوئے تو آپ نے فرمایا کہ "مولانا! یہ کون سا طریقہ ہے کہ مہمان آئے اور آپ اس سے پوچھیں کہ کھانا کھائیں گے؟ یا چائے پئیں گے؟ کھانے کا وقت ہو تو کھانا کھلائیں، پانی کا وقت ہو تو پانی پلائیں، چائے کا وقت ہو تو چائے پلائیں۔(۸۷)

سخاوت

حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ طلبہ، فقراء، مساکین، بیواؤں، یتیموں کی دل کھول کر مدد فرماتے تھے۔ بالخصوص طلبہ سے مالی تعاون بہت کرتے تھے۔ آپ کے تلمیذِ ارشد حضرت مولانا پیر محمد فاضل ڈھانگری شریف آپ کی سخاوت و دریا دلی کی کیفیت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "۱۳۵۸ھ/ ۱۹۳۹ء کی بات ہے، حزب الاحناف لاہور کا سالانہ جلسہ جامع مسجد وزیر خان میں منعقد ہوا۔ اس جلسہ میں مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی، مولانا حشمت علی لکھنوی اور دیگر اعاظم فضلاء کے علاوہ حضرت مولانا محمد سردار احمد شیخ الحدیث، بریلی شریف سے جلوہ فرما ہوئے۔ میں ان دنوں دار العلوم حزب الاحناف لاہور میں درسِ حدیث میں شامل تھا۔ حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کے زہد و تقویٰ اور علم و فضل سے بہت متأثر ہوا۔ حاضرِ خدمت ہو کر میں نے عرض کیا کہ بریلی شریف میں دورۂ حدیث میں داخلہ کے کوائف کیا ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ "اگر کوئی طالب علم دیگر علوم و فنون سے فراغت حاصل کر لے تو اسے دورۂ حدیث میں داخلہ مل جاتا ہے۔" میں نے عرض کی کہ میں دورۂ حدیث کے لئے بریلی شریف حاضر ہو جاؤں گا۔ اس وقت میرے پاس بریلی شریف پہنچنے کے لئے زادِ راہ نہ تھا۔ آپ نے اسے بھانپ لیا اور فرمایا آپ صبح سامان لے کر آ جائیں، زادِ راہ ہم پیش کر دیں گے۔ رات کو آپ کا بیان ہوا، موضوع تھا "نورانیتِ مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام" حسبِ پروگرام میں صبح حاضر ہوا۔ آپ نے مجھے ساتھ لیا اور لاہور سے براستہ امرتسر بریلی پہنچ گئے۔ چند دنوں کے بعد میں نے خط لکھ کر گھر سے پیسے منگوا لئے اور سفر خرچ کے جتنے پیسے بنتے تھے وہ حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کی خدمت میں پیش کئے۔ آپ نے فرمایا: "ارے بندۂ خدا! ہم نے تو یہ کام اللہ کیا تھا، یہ قرض نہیں، اللہ و رسول کی رضا کے لئے آپ سے تعاون کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ اسے قبول فرمائے۔" (۸۸)

پیر صاحب موصوف ہی بیان کرتے ہیں: "میرے دل میں چاہت رہتی تھی کہ آپ کی خدمت میں کچھ تحفہ پیش کروں، مگر مجھے موقع میسر نہ آتا تھا، ایک دن صبح سویرے باہر تشریف لائے، میں سامنے کھڑا تھا، مجھے فرمایا کہ بازار سے فلاں فلاں چیز لے آؤ۔ میں نے موقعہ کو غنیمت جانا، بڑی مسرت سے مطلوبہ اشیاء خرید کر حاضر کیں، آپ اندر تشریف لے گئے اور مجھے فرمایا کہ تم یہاں ٹھہرو، جتنے پیسے سودے کے بنتے تھے، وہ لا کر دیئے۔ مگر میں نے لینے سے معذرت کر دی، آپ نے فرمایا "مولانا جو چیز میں بازار سے لانے کے لئے کہتا ہوں اس کے پیسے میں نے بہر حال دینے ہوتے ہیں۔ میں نے بڑی حکمت اور لجاجت سے کام لیتے ہوئے عرض کی: حضرت آپ کی کرم نوازی اور شفقت ہوگی۔ آپ دوبارہ اندر تشریف لے گئے، جب واپس تشریف لائے تو آپ کے دستِ اقدس میں تفسیر عزیزی کا انتیسواں پارہ تھا۔ مجھے عطا کرتے ہوئے فرمایا کہ "میری طرف سے یہ بطور تبرک ہے۔ اس کا مطالعہ کیا کرو"۔ میں نے لینے سے انکار کیا اور سوچا کہ آپ نے جو سودا منگوایا ہے اس کا بدلہ ادا کرنا چاہتے ہیں۔ بہر حال آپ کے اصرار پر میں خاموش ہو گیا اور وہ

کتاب لے لی۔(۸۹)

طلبہ کے لئے کتابوں کا تحفہ:

حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ طلبہ کو مختلف کتب مثلاً کنز الایمان، حدائق بخشش، الدولۃ المکیہ، الامن والعلیٰ اور فتاویٰ رضویہ وغیرہ عطا فرماتے تھے۔ درجۂ حدیث کے اکثر طلباء کو کتبِ صحاح بھی خرید کر عطا فرماتے اور ساتھ ہی یہ ترغیب دیتے کہ کتابیں پڑھو، تحقیق کے بغیر کوئی بات نہ کرو۔ موقعہ ملے تو کتابیں مزید خریدو اور ان سے ضرور استفادہ کرو۔"(۹۰)

دیگر تحائف:

مولانا محمد حسن علی رضوی لکھتے ہیں: "غریب طلباء کی عزت افزائی کے ساتھ خفیہ مالی امداد بھی فرمایا کرتے تھے۔ راقم الحروف جب ۵۸ء میں جامعہ رضویہ داخل ہوا تو مشاہدہ کیا کہ آپ طلباء کو اپنے دولت کدہ سے کھانا لا کر بھی عطا فرماتے، دعوت میں طلباء کو ساتھ لے کر جاتے، احباب، مریدین جو پھل، مٹھائی وغیرہ ہدیہ لاتے تو اکثر طلبہ میں تقسیم فرما دیتے۔ بعض جگہ حضرت صاحب کے عقیدت مند کپڑوں کے جوڑے پیش کرتے۔ حضرت ممدوح طلباء میں تقسیم فرما دیتے۔ دو تین بار خود فقیر کو کپڑا عطا فرمایا۔ بعض طلباء بسا اوقات بیمار ہو جاتے اور گھر جانے کی اجازت طلب کرتے تو خود مناسب دوا کا انتظام کراتے اور تعویذ بھی عطا فرماتے۔(۹۱)

عازمِ مدینہ کے لئے گراں قدر تحفہ:

مولانا ابوالنور محمد بشیر صاحب لکھتے ہیں: "۱۹۶۰ء میں جب میں حج کے لئے گیا تو کراچی تک شاہین ایکسپریس پر گیا تھا۔ ٹرین جب فیصل آباد پہنچی تو پلیٹ فارم پر شیخ الحدیث حضرت مولانا سردار احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مدرسہ کے اساتذہ و طلبہ کرام اس عازمِ مدینہ کے استقبال کے چشم براہ تھے۔ سب سے پہلے مولانا محمد سلیم صاحب خطیب جھال مجھ سے ملے اور پھر یہ سارے حضرات میری طرف لپکے اور مجھے پھولوں کے ہاروں سے بھر دیا۔

حضرت مولانا زاہد حسین صاحب نے مجھے ایک لفافہ دیا اور کہا یہ حضرت شیخ الحدیث نے آپ کے لئے دیا ہے۔ حضرت خود تو اپنی ناسازیٔ طبع کے باعث تشریف نہیں لا سکے اور یہ مکتوب آپ کو بھیجا ہے۔ میں نے لفافہ کھولا تو اس میں حضرت شیخ الحدیث کا ایک مکتوب گرامی ملا اور ساتھ اس کے ایک دس روپے کا نوٹ بھی جبکہ اس زمانہ کا دس کا نوٹ آج کل کے سو کے نوٹ کے برابر تھا۔ یہ دس کا نوٹ حضرت شیخ الحدیث کا ایک عازم مدینہ کیلئے انعام تھا۔ جسے میں نے ایک گراں قدر عطیہ سمجھ کر رکھ لیا۔ پھر حضرت کا مکتوبِ گرامی پڑھا تو لطف ہی آ گیا۔ سبحان اللہ! ان علمائے اہل سنت کے ارشادات بھی کیا ہی ہدایت مآب ہیں۔ حضرت شیخ الحدیث نے اپنے مکتوبِ گرامی میں مجھے اس سفر پاک کی مبارکباد لکھی اور لکھا کہ:

"آپ کو حاضریٔ روضۂ انور اور مدینہ منورہ اور حاضریٔ کعبہ شریف اور مکہ مکرمہ مبارک ہو۔"

ذرا اس ایمان افروز کو ترتیب دیکھئے۔ سب سے پہلے حاضریٔ روضہ انور پھر مدینہ منورہ کا ذکر اور اس کے بعد حاضریٔ کعبہ شریف اور پھر مکہ مکرمہ کا ذکر۔ بے شک ایک سچا مسلمان اسی ترتیب کے پیشِ نظر یہ سفر اختیار کرتا ہے۔ (۹۲)

یہ حقیر نذرانہ ہے۔ قبول فرمائیں:

"مولانا حافظ محمد فضل احمد بیان کرتے ہیں: "متواتر چھ سال تک میں نے سنی رضوی جامع مسجد میں تراویح میں قرآن سنایا۔ پہلے سال ختم قرآن مجید کے موقع پر آپ نے نمازیوں کی توجہ اس طرف دلائی کہ یہ ہمارے حافظ صاحب ہیں۔ انہوں نے ہمیں قرآن مجید سنایا ہے۔ ہمیں بھی ان کی خدمت کرنی چاہیے۔ نمازیوں نے کچھ رقم اکٹھی کی، آپ نے اپنی طرف سے مزید رقم شامل کر کے مجھے عطا کرتے ہوئے فرمایا: "مولانا ! یہ حقیر نذرانہ ہے، آپ اسے قبول فرمائیں۔" (۹۳)

صوفی محمد عمر دراز بیان کرتے ہیں: "میں نے آپ کی مجلس میں ابتداء جب نعت شریف پڑھی تو آپ نے بڑی مسرّت کا اظہار فرمایا، دیر تک میری حوصلہ افزائی فرمائی اور فرمایا: "اعلیٰ حضرت قدس سرہ کا کلام پڑھا کرو، آپ مشہور نعت خوان بنیں گے۔" نعت کے بعد صوفی عبدالخالق، خانیوال کے ہاتھوں میرے لئے ایک روپیہ دے کر کہلا بھیجا: "یہ نذرانہ ہے اسے قبول فرمائیں۔" (۹۴)

یہ قرض نہیں:

آپ کی سخاوت و دریا دلی بیان کرتے ہوئے مولوی نذیر احمد سراجی رقم طراز ہیں: "ایک مرتبہ میں اپنے لڑکے کو ملنے لائل پور (فیصل آباد) گیا۔ میرا لڑکا اس وقت لائل پور کالج میں زیر تعلیم تھا۔ میرے پاس اس وقت ساٹھ روپے تھے۔ میرے لڑکے نے بتایا کہ اگر اسے ساٹھ روپے مل جائیں تو اس کا ایک ماہ کا خرچ آسانی سے پورا ہو سکتا ہے۔ میں نے وہ رقم جو میرے پاس تھی، اسے دے دی اور پروگرام کے مطابق خانیوال ملازمت کی تلاش کے لئے اسٹیشن کی طرف روانہ ہوا۔ میرے معمول میں یہ بات شامل تھی کہ جب بھی لائل پور آتا تو حضرت محدثِ اعظم علیہ الرحمۃ سے ضرور ملاقات کرتا۔ حسبِ معمول ملاقات کے بعد میں اسٹیشن کی طرف روانہ ہوا۔ اس وقت چونکہ میرے پاس زادِ راہ نہیں تھا۔ اس لئے دل میں پریشانی تھی، اس عالم میں، میں نے مرشدِ برحق سے استعانت کی اور "یا شیخ سراج الحق" کا وظیفہ شروع کر دیا۔ جامعہ رضویہ سے ابھی تھوڑی دور ہی گیا تھا کہ کسی نے میرے کندھے پر ہاتھ رکھ دیا اور کہا کہ آپ کو محدثِ اعظم بلا رہے ہیں۔ میں واپس حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ کے پاس حاضر ہوا۔ آپ نے مجھ سے پختہ وعدہ لیا کہ "جو میں کہوں اسے آپ تسلیم کریں۔" پھر آپ نے مجھے ساٹھ روپے عطا فرمائے اور فرمایا "یہ قرض نہیں"۔ (۹۵)

امراء وغرباء سے سلوک

آپ غایت احتیاط وتقویٰ، اپنی خودداری اور اعزازِ علم کی بناء پر دنیادار امراء وافسران کے دروازوں پر گھومنا اوران کے آستانوں کا چکر لگانا ناپسند فرماتے تھے۔بعض اعلیٰ افسران آپ کو بلانا چاہتے لیکن آپ اجتناب فرماتے۔مکہ مکرمہ میں آپ کی علمی جلالت وبزرگی سے مطلع ہوکر بعض اعلیٰ افسران نے آپ کی دعوت کرنا چاہی لیکن آپ نے اعراض فرمایا۔(۹۶)

عمر بھر کچہری میں نہ گئے:

آپ ساری عمر کبھی انگریزی کچہری میں نہیں گئے۔مخالفین نے بارہا جھوٹے مقدمات بنوائے اور آپ کو کچہری بلانے کے لئے پورازور لگایا۔مگر بفضلہٖ تعالیٰ آپ کو کبھی کچہری جانا نہیں پڑا۔بعض اوقات مخالفین آپ کو کچہری بلوانے کی تگ ودو میں مصروف ہوتے اور آپ دربارِ داتا رحمۃ اللہ علیہ حاضر ہو جاتے اور معاملہ رفع دفع ہو جاتا۔ایک مرتبہ ایک فتویٰ کے سلسلہ میں ٹوبہ ٹیک سنگھ میں آپ کی طلبی ہوئی تو بعض احباب کے عرض کرنے پر بادلِ نخواستہ کار پر تشریف لے جارہے تھے۔اور دفعِ بلا کے لئے قصیدہ بردہ شریف کا یہ شعر وردِ زبان تھا۔

هُوَ الْحَبِيْبُ الَّذِىْ تُرْجٰى شَفَاعَتُهٗ

لِكُلِّ هَوْلٍ مِّنَ الْاَهْوَالِ مُقْتَحِمِ

یعنی

وہ حبیبِ کبریا جس کی شفاعت کی امید

ہے یقینی وقت کرب وسختی و ہولِ اعم

جب آپ ٹوبہ ٹیک سنگھ پہنچے تو وکیل نے کہا "عدالت نے کہہ دیا ہے کہ مولانا کا یہاں آنا ضروری نہیں ہے۔ "چنانچہ آپ حمدِ الٰہی بجالائے اور شاداں وفرحاں واپس تشریف لائے۔"(۹۷)

نواب آف بہاولپور کی دعوت:

قیامِ بریلی کے دوران نواب آف بہاولپور نے آپ کو اپنے ہاں قیام کی دعوت دی اور ساتھ ہی دس مربعہ زمین کی پیشکش کی۔آپ نے نواب کی دعوت قبول نہ کی۔بھائیوں کو جب معلوم ہوا کہ نواب علاوہ دیگر مراعات کے دس مربعہ زمین بھی دے رہا ہے تو انہوں نے آپ سے کہا کہ اس کی پیشکش قبول کر لینی چاہیے۔دس مربعہ زمین کے حصول سے ہماری معاشی حالت کافی بہتر ہوسکتی ہے۔آپ نے بھائیوں سے کہا کہ:"روزی رب تعالیٰ کے پاس ہے۔"(۹۸)

یونہی خواجہ ناظم الدین نے اپنے دورِ اقتدار میں کراچی سیکرٹریٹ کی جامع مسجد میں مستقل طور پر خطابت کے لئے تشریف لانے کی دعوت دی لیکن آپ نے انکار کردیا۔(۹۹)

غریبوں پر خصوصی شفقت:

آپ امراء کی دعوت قبول نہ کرتے تھے لیکن اس کے برعکس اگر کوئی صحیح العقیدہ غریب سنی دعوت کی پیشکش کرتا تو جہاں تک ممکن ہوتا آپ قبول فرما لیتے ۔ اور اس کے معمولی وسادہ کھانے پر بھی اس کی تعریف فرماتے تا کہ اس کے دل میں کوئی ملال نہ آئے ۔ ایک مرتبہ ایک غریب آدمی کی دعوت پر آپ اس کے گھر تشریف لے گئے ۔ معلوم ہوا کہ اس کا مکان چھپر نما اور بدبودار علاقہ میں واقع ہے ۔ آپ نے اس کی دلجوئی کے لئے اس کے ہاں کھانا تناول فرمایا ۔ اپنے کسی عمل سے اس غریب کو محسوس نہ ہونے دیا کہ آپ بدبو محسوس کر رہے ہیں ۔ حالانکہ عام حالات میں معمولی سی بدبو بھی آپ کے لئے ناگوار ہوتی ۔ (۱۰۰)

کیسا بہترین کھانا پکا ہے:

غرباء آپ کی دعوت اس لئے کرتے تھے کہ آپ کی تشریف آوری اور دعا کی برکت سے وہ خوش حال ہو جائیں ۔ ایسے ہی کئی غریب مسلمان خوشحال ہو گئے ۔ حضرت شیخ الحدیث بھی غریبوں پر شفقت فرماتے ہوئے ان کے گھروں میں تشریف لے جاتے ۔ ان کا پکایا ہوا سادہ کھانا کھاتے اور دلجوئی کے لئے خوب تعریف فرماتے ۔ ایسی ہی ایک دعوت کی روداد بیان کرتے ہوئے صوفی اللہ رکھا صاحب کہتے ہیں: "ایک دن آپ کے کسی عقیدت مند نے آپ کی دعوت کی ۔ جب آپ اس کے گھر پہنچے تو معلوم ہوا کہ غربت نے یہاں ڈیرے ڈال رکھے ہیں ۔ صاحب خانہ نے ایک چارپائی پر ترپال بچھا کر اس پر بٹھا دیا اور کھیر پیش کی جو کہ پانی میں پکی ہوئی تھی ۔ سیدی محدثِ اعظم پاکستان رحمۃ اللہ علیہ انگلی سے اس کھیر کو چکھتے جاتے اور ساتھ ہی فرماتے جاتے ۔ "ماشاء اللہ کیسا بہترین کھانا پکایا ہے اور کتنی محبت سے پکایا ہے ۔" صوفی صاحب موصوف بیان کرتے ہیں جب میں نے یہ کلمات سنے تو میری ہنسی نکل گئی ۔ آپ نے سرزنش فرماتے ہوئے فرمایا: "صوفی صاحب! آپ کو کیا معلوم اس بیچارے نے یہ کس محبت سے پکایا ہے" (۱۰۱)

سبحان اللہ! جس مردِ خدا نے نوابوں، وزیروں اور افسروں کی دعوت قبول کرنا گوارا نہ کیا وہ ایک غریب کے گھر میں چٹائی پر بیٹھا دودھ کی بجائے پانی میں پکی ہوئی کھیر کی تحسین وتعریف فرما رہا ہے ۔ اللہ اللہ تواضع اسی کا نام ہے اور انکساری اسے ہی کہتے ہیں ۔

ہمارے لئے چنے کی دال اور سوکھی روٹی پکانا:

معروف نعت گو شاعر اور حضرت محدث اعظم علیہ الرحمۃ کے مرید الحاج محمد حسین حافظ بیان کرتے ہیں: "ایک دفعہ ایک آدمی نے حضرت محدثِ اعظم کی خدمت میں عرض کیا" سرکار میں نے گھر میں محفلِ پاک کروانی ہے اور آدمی بھی بہت غریب ہوں ۔ آپ ذرہ نوازی فرمائیں ۔ اور میرے گھر تشریف لے چلیں ۔ حضرت محدثِ اعظم نے فرمایا" اچھا

بھئی چلے چلیں گے۔آپ گھر میں جائیں اور محفلِ پاک کا انتظام کریں۔" حضرت صاحب نے پھر فرمایا ایک بات میری اور سن لیں کہ " کھانا ہم گھر سے کھا کر آئیں گے " وہ پھر عرض کرنے لگا سرکار اگر آپ کھانا میرے گھر میں کھائیں گے تو مجھے بھی کچھ برکتیں حاصل ہو جائیں گی۔ حضرت صاحب نے پھر فرمایا "اچھا بھئی جیسے تمہاری مرضی۔لیکن ہمارے لئے چنے کی دال اور سوکھی روٹی پکانا، یہی خوش ہو کے ہم کھاتے ہیں۔" حضرت محدثِ اعظم یہ چاہتے تھے کہ اس غریب کا کچھ خرچ بھی نہ ہو اور اس کی خوشی پوری ہو جائے۔ مختصر یہ کہ آپ وہاں تشریف لے گئے، وعظ فرمایا اور آتے وقت اسے دس روپے کا نوٹ عطا فرمانے لگے یہ دیکھ کر وہ آدمی عرض کرنے لگا "سرکار! آپ مجھے شرمندہ تو نہ کریں"۔ جواباً حضرت محدثِ اعظم نے فرمایا: "اے بندۂ خدا! میں یہ نوٹ تمہیں شکریہ کے طور پر دے رہا ہوں کیونکہ تم نے مجھے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا ذکرِ پاک کرنے کا موقع دیا ہے۔(۱۰۲)

صلہ رحمی

قرآن وحدیث میں جا بجا صلہ رحمی کا حکم دیا گیا ہے۔اسی لئے حضرت محدثِ اعظم، عزیزوں، رشتہ داروں سے صلہ رحمی کا خوب اہتمام فرماتے۔ بھائیوں سے محبت کا اندازہ اس بات سے لگایئے کہ آپ نے اپنی زمین کی پیداوار سے کبھی حصہ نہ لیا۔آپ کے بھائی ہی آپ کا حصہ لیتے۔آبائی گاؤں میں بھائیوں نے اس خواہش کا اظہار کیا کہ ہماری زمین میں ایک باغ ہونا چاہیے۔آپ نے متحدہ ہندوستان کے مختلف شہروں سے عمدہ قسم کے آم اور کیلے کے پودے منگوائے۔الہ آباد (انڈیا) سے امرودوں کے پودے منگوائے اور دیال گڑھ میں باغ لگوایا۔ یہ تمام مصارف آپ نے خود برداشت کئے اگرچہ اس باغ میں بھائیوں کا حصہ برابر تھا۔حضرت شیخ الحدیث کے چھوٹے بھائی چوہدری محمد اسماعیل بیان کرتے ہیں "آپ نے باغ کیا لگوایا، خیر و برکت کی بنیاد رکھی گئی۔"(۱۰۳)

صدقات وخیرات اور حج بدل:

آپ اپنے خاندان کی معاشی بہتری کے ساتھ ساتھ اخروی بہتری کا بھی اہتمام فرماتے تھے۔اس کے لئے آپ نے نصف شعبان ۱۳۵۹ھ/ستمبر ۱۹۴۰ء اور رمضان المبارک ۱۳۵۹ھ/ اکتوبر ۱۹۴۰ء کو اپنے والد مرحوم کی طرف سے تین بار چھ، چھ سو روپے، والدہ مرحومہ کی طرف سے تین مرتبہ چھ، چھ سو روپے اور ہر دو ہمشیرگان مرحومتان کی جانب سے تین مرتبہ دو، دو سو روپے صدقہ وکفارہ از نماز و روزہ ادا کئے۔

آپ کا خاندان علاقہ بھر میں نیکی اور پرہیز گاری کے حوالے سے مشہور تھا اور آپ کے والدین آپ کے بچپن میں ہی وصال فرما چکے تھے۔آپ نے ان کی طرف سے صدقہ وکفارہ ادا کر کے اظہارِ امتنان کیا۔نیز ہر دو مرحوم ہمشیرگان کی طرف سے خطیر رقم صدقہ کر کے صلہ رحمی کا حق ادا کر دیا۔۱۳۶۴ھ/ ۱۹۴۵ء میں آپ نے پہلا حج کیا۔اسی سال آپ

نے اپنے بھائی علی محمد، اپنی بہنوں کی طرف سے حج بدل اپنے اخراجات پر کروائے۔غور فرمایئے! ۱۹۴۵ء میں جنگِ عظیم دوم کے باعث اہل ہند کی معاشی حالت بہت خراب تھی لیکن اس کے باوجود اپنے بھائی بہنوں کی طرف سے حج بدل کرانا کمال صلہ رحمی کی دلیل ہے۔ (۱۰۴)

مشکلات میں امداد:

مشکلات کے وقت ہمدردی اور صلہ رحمی کا امتحان ہوتا ہے۔بفضلہٖ تعالیٰ حضرت شیخ الحدیث اس امتحان میں بھی سرخرو ہوئے۔قیامِ پاکستان کے بعد ہجرت کے ایام کتنے کٹھن تھے یہ وہی جانتا ہے جو اس امتحان سے گزرا ہے۔کوئی کسی کا پرسان حال نہیں تھا لیکن اس مشکل وقت میں بھی حضرت شیخ الحدیث نے رشتہ داروں کی دستگیری فرمائی۔ہجرت کے سفر میں قدم قدم پر رہنمائی فرمائی۔پاکستان تشریف لا کر رہائش کا انتظام کیا۔ساروکی پھر فیصل آباد میں ساتھ رکھا۔
خاندان میں جب بھی شادی یا غمی کا موقع آتا۔آپ رشتہ داروں کی مالی امداد فرماتے۔یاد رہے یہ رقوم بطور امداد ہوتیں،قرض نہ ہوتا۔عزیزوں میں سے اگر کوئی آپ کے ہاں آتا تو ان کی خوب خاطر مدارت فرماتے۔ان کی مہمان نوازی کا اہتمام خود کرتے اور انہیں تاکید فرماتے کہ وہ جامعہ رضویہ کے لنگر سے کھانا نہ کھائیں۔(۱۰۵)

تقویٰ وپرہیز گاری

حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ علم وعمل کا حسین امتزاج ہونے کے ساتھ ساتھ تقویٰ وپرہیز گاری میں بھی اپنی مثال آپ تھے۔آپ کے کمالِ تقویٰ کا اندازہ اس واقعہ سے لگایئے کہ جامعہ رضویہ کا طالبعلم حافظ محمد شریف جو ابھی بلوغت کی عمر کو نہیں پہنچا تھا۔ایک مرتبہ آپ کے کمرہ میں داخل ہوا کہ آپ سے تعویذ حاصل کرے۔مگر آپ نے فوراً اسے باہر بھیج دیا اس لئے کہ نابالغ لڑکا اکیلے کمرہ میں کسی کے پاس نہیں ہونا چاہیے۔(۱۰۶)
آپ کی عادتِ مبارکہ یہ تھی کہ جب بھی دربار داتا گنج بخش قدس سرہ حاضر ہوتے تو راستہ میں آپ جامعہ نظامیہ رضویہ اندرون لوہاری دروازہ یا بازار داتا صاحب کی چھوٹی مسجد میں وضو فرمالیتے اور اکثر اوقات غسل بھی فرمالیتے۔ایک مرتبہ حسب معمول غسل کے لئے آپ بازار داتا صاحب کی چھوٹی مسجد کے غسل خانہ میں تشریف لے گئے۔اتفاق سے غسل خانہ میں لوٹا نہیں تھا۔آپ نے مجاور داتا گنج بخش میاں لال بادشاہ جو وہاں مسجد میں موجود تھے،لوٹا طلب کیا۔غسل کے بعد آپ نے میاں لال بادشاہ کو بتایا کہ جس وقت میں نے غسل خانہ میں سے لوٹا طلب کیا تھا،اس وقت میں نے تہ بند باندھ رکھا تھا۔آپ یا کوئی اور غسل خانہ میں سے لوٹا طلب کرنے سے یہ نہ سمجھ لے کہ ننگے بدن کسی سے کلام کرنا یا کچھ طلب کرنا جائز ہے۔تقویٰ وپرہیز گاری کا یہ نقطۂ عروج ہے۔(۱۰۷)

مسجد کا رنگ گھر لگانے کی ممانعت:

آپ ہر سال عرس امام احمد رضا دھوم دھام سے منایا کرتے تھے۔ایک سال عرس مبارک کی تیاریاں جاری تھیں اور شاہی مسجد میں رنگ وروغن ہورہا تھا۔رنگ ساز نے مسجد سے بچا ہوا رنگ آپ کے مکان کے دروازے پر لگادیا۔حضرت صاحب جب نماز کے بعد گھر تشریف لے جارہے تھے تو آپ نے مکان کے دروازے کا رنگ دیکھ کر اندازہ لگایا کہ یہ مسجد کا بچا ہوا رنگ استعمال ہوا ہے۔آپ نے رنگ ساز کو بلا کر استفسار کیا تو اس نے مسجد سے بچا ہوا روغن استعمال کرنے کا اقرار کیا۔آپ نے اظہارِ ناراضگی فرماتے ہوئے اس کو مسئلہ سمجھایا اور رنگ کی قیمت مسجد میں ادا فرمادی۔(۱۰۸)

جامعہ کے روپے پیسے میں احتیاط:

جامعہ رضویہ کے عطیات کے بارے میں آپ کی عادت اور اتقاء کا عالم یہ تھا کہ ایک مرتبہ دفتر جامعہ میں روپے پیسے کی گنتی ہورہی تھی۔اسی اثناء میں چھوٹے صاحبزادہ صاحب جو ابھی بچے تھے، آ گئے اور کھیلنے لگے۔آپ نے کارکنوں کو تاکیداً سمجھادیا کہ بچے کو ان پیسوں میں سے کچھ نہ لینے دیا جائے اگر وہ نادانی کی بناء پر کوئی روپیہ پیسہ اٹھالے تو اس کا ذمہ دار کون ہوگا۔(۱۰۹)

سرکاری افسر کی برائے معائنہ آمد:

صدر ایوب خان کے مارشل لاء کے دوران ایک فوجی افسر جامعہ رضویہ کے حسابات کی پڑتال کے لئے آیا۔ مارشل لاء کی دہشت اور فوجی افسر کا متکبرانہ لہجہ خدام جامعہ رضویہ کے لئے ایک نیا تجربہ تھا۔حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ کو جب فوجی افسر کی آمد اور آمد کا مدعا معلوم ہوا تو آپ نے خدام جامعہ رضویہ سے فرمایا کہ تمام حسابات بلاخوف اس افسر کے سامنے پیش کردو۔فوجی افسر دو روز تک حسابات کی پڑتال کرتا رہا۔مگر اسے ایک پیسہ کی بھی کمی بیشی نظر نہ آئی۔تمام حسابات قواعد کی رو سے مکمل اور درست تھے۔ جب وہ پڑتال کا کام مکمل کرچکا تو حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ کے حضور حاضر ہوا۔اور اپنی رائے پیش کی۔آپ نے اس فوجی افسر سے فرمایا کہ "ہماری عادت یہ ہے کہ مہمان کی حسبِ موقع گرم یا سرد مشروب سے تواضع کرتے ہیں۔مگر ان دو دنوں میں ہم نے آپ کو کچھ بھی کھانے پینے کو نہ دیا تاکہ یہ رشوت نہ سمجھ لی جائے۔"فوجی افسر آپ کی علمی وجاہت اور دیانت سے انتہائی متأثر ہوا۔اصرار کرنے لگا کہ آپ کے ہاں سے خالی ہاتھ نہ جاؤں گا۔کچھ نہ کچھ تبرک چاہتا ہوں۔آپ نے اسے قریب پڑے ہوئے دو لڈو دیئے۔(۱۱۰)

طلبہ کا حق نہیں کھاتا:

مولانا ابوالبدر محمد شمس الزمان علیہ الرحمۃ آپ کے تقویٰ وپرہیزگاری کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:"ایک مرتبہ حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ کی تقریر کا پروگرام کمالیہ، ضلع فیصل آباد میں تھا۔آپ نے مجھے فرمایا"مولانا آپ میرے

ساتھ چلیں گے، کیونکہ یہ آپ کا علاقہ ہے۔" بندہ تیار ہو گیا۔ مقررہ تاریخ پر جب چلنے کا وقت ہوا تو طلبہ کے لنگر کا کھانا تیار ہو چکا تھا، مگر آپ کے گھر میں کھانا تیار ہونے میں دیر تھی، حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ نے مجھے فرمایا: "مولانا! آپ کھانا کھالیں، بندہ کی روٹی ابھی گھر میں تیار نہیں ہوئی۔ چلو آگے دیکھا جائے گا"۔ مولانا شمس الزماں جو ان دنوں جامعہ رضویہ میں زیر تعلیم تھے، نے غلطی سے عرض کیا: "حضور میں لنگر سے کھانا لے آؤں" فرمایا: "ارے بندۂ خدا! یہ کھانا طلباء کے لئے ہے، فقیر طلبہ کا حق کبھی نہیں کھاتا۔" (۱۱۱)

اپنے گھر سے طلبہ کو کھلاتے:

ایک مرتبہ کسی گاؤں سے ایک بزرگ نے دیسی گھی کا ایک ڈبہ جس میں تقریباً چار سیر گھی ہوگا۔ آپ کی خدمت میں پیش کیا اور دریافت کرنے پر تین مرتبہ عرض کیا کہ "یہ گھی میں صرف آپ کے لئے اور آپ کے اہل وعیال کے لئے لایا ہوں میرا ہدیہ قبول فرمالیں۔ میں یہ طلبہ کے لئے نہیں لایا۔" لیکن اس کے باوجود آپ نے مولانا محمد اقبال سے فرمایا "یہ گھی باورچی کے پاس لے جاؤ، جہاں طلباء کے لئے کھانا پکتا ہے اور اسے کہو کہ آدھا گھی اس سے طلبہ کے لئے نکال لے اور آدھا ہمارے گھر بھیج دے۔" (۱۱۲) سبحان اللہ! حضرت محدث اعظم طلبہ کا حق نہیں کھاتے تھے بلکہ طلبہ کو اپنے گھر سے کھلاتے تھے۔

امانت و دیانت

قیامِ پاکستان کے بعد ہجرت فرما کر آپ نے بھکھی شریف میں عارضی قیام فرمایا۔ ان ایام میں بے شمار مشکلات کے باوجود آپ کو امانت کا کس قدر خیال تھا؟ اس کا اندازہ ذیل کے واقعہ سے لگایئے:

"ہجرت کے چند دنوں بعد آپ نے صوفی اللہ رکھا دیال گڑھی کو بلا بھیجا، جو اس وقت سوہدرہ ضلع گوجرانوالہ میں مقیم ہو گئے تھے۔ انہیں ایک قرآن مجید مترجم (کنز الایمان) دے کر فرمایا کہ "ہجرت سے قبل مجھے قصبہ یوسف والا کے برکت علی نے اس کا ہدیہ دیا تھا کہ میرے لئے خرید لینا، چنانچہ میں نے اس کے لئے قرآن مجید اس وقت خرید لیا تھا۔ اب اس کی امانت اس کے حوالے کر کے سبکدوش ہونا چاہتا ہوں۔ آپ اس قرآن مجید کو جناب برکت علی تک پہنچا دیں"۔ صوفی اللہ رکھا نے یہ امانت برکت علی تک پہنچائی۔ (۱۱۳)

غور فرمایئے! ہجرت کے مصائب و مشکلات سے معمور سفر میں آپ نے یہ قرآن حکیم سنبھالے رکھا اور پھر بحفاظت پہنچانے کا اہتمام کیا۔ سبحان اللہ، امانت و دیانت ہو تو ایسی، یونہی آپ نے جامعہ رضویہ اور مدرسہ کی رقم کبھی اپنے پاس نہیں رکھی۔ (۱۱۴)

شجاعت و بہادری

اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ کو علم وعمل کے خزانوں کے ساتھ ساتھ شجاعت و بہادری سے بھی وافر حصہ عطا فرمایا تھا۔حضرت محدث اعظم کی حیاتِ مبارکہ آیہ کریمہ **لاخوف علیھم ولا ھم یحزنون** کی مظہر تھی۔آپ کی شجاعت و بہادری کی چند مثالیں درج ذیل ہیں۔

بلاخوف وخطر تبلیغ:

تبلیغی خدمات کے باب میں تفصیل سے ایسے واقعات بیان کئے گئے ہیں جن سے یہ واضح ہوتا ہے کہ آپ نے مخالفت کی آندھیوں،دھمکیوں،جھوٹے مقدموں اور قاتلانہ حملوں کے باوجود مسلک حق اہل سنت و جماعت کی تبلیغ واشاعت کا سلسلہ بلاخوف وخطر جاری رکھا۔موضوع کی مناسبت سے یہاں قیامِ بریلی کے زمانے کا صرف ایک واقعہ پیش خدمت ہے:"بریلی شریف سے جب بھی اپنے گاؤں آتے تو گردونواح کے دیہاتوں میں آپ بغرض وعظ وتبلیغ تشریف لے جاتے۔راستہ میں سکھوں کی آبادیاں بھی آتیں۔وہ مزاحم ہونے کی کوشش کرتے،مگر آپ کی شجاعت و ہیبت ان پر غالب آجاتی۔اور وہ اپنے ناپاک عزائم میں کامیاب نہ ہوسکتے۔(۱۱۵)

طالبعلم کو ہندوؤں سے چھڑالیا:

۱۳۶۵ھ/۱۹۴۶ء کے ہندو مسلم فسادات سے دیگر مسلمانانِ بریلی کے ساتھ ساتھ دارالعلوم مظہر اسلام بریلی کے طلباء بھی متأثر ہوئے۔ایک موقعہ ایسا بھی آیا کہ مظہر اسلام کا ایک طالبعلم ہندوؤں کے نرغہ میں پھنس گیا،بہت سے ہندو اس طالبعلم پر حملہ آور ہورہے تھے۔حضرت محدثِ اعظم نے خطرات سے بے نیاز ہوکر اکیلے ہندو حملہ آوروں کو للکارا اور طالبعلم کو شرپسندوں کے نرغے سے نکال لائے۔ان ہوشربا فسادات کے دوران بھی آپ نے بریلی کو نہ چھوڑا اور مسلمانوں کی حفاظت کے لئے بنفس نفیس پہرہ دیتے رہے۔(۱۱۶)

آبائی گاؤں کا پہرہ:

۱۳۶۶ھ/۱۹۴۷ء میں قیامِ پاکستان سے قبل ہی سکھوں کی طرف سے قتل وغارت کے واقعات اتنے بڑھ چکے تھے کہ پورا متحدہ پنجاب ان کی لپیٹ میں تھا۔حضرت شیخ الحدیث رمضان المبارک کی تعطیلات کی وجہ سے دیال گڑھ میں تھے۔آپ نے اپنے آبائی گاؤں کی حفاظت کے لئے اذانیں دلوائیں۔خود گھوڑی پر سوار ہوکر قصبہ کے گرد گشت فرماتے اور قصبہ کو کلامِ الٰہی سے حصار کردیا۔جس کے نتیجے میں آپ کا قصبہ ہر قسم کے فسادات اور حملوں سے محفوظ رہا۔سکھ اگر حملہ آور ہوتے تو ہنسنی والی نہر کے پار آتے ہی اندھے ہوجاتے،پل پار نہ کرسکتے۔ان سکھوں نے دیال گڑھ پیغام بھیجا کہ

حضرت پیر صاحب (شیخ الحدیث) نے قصبہ کو دم کر رکھا ہے، اس لئے ہمارے حملے ناکام ہو جاتے ہیں۔(۱۱۷)

تھانیدار کو جرأت مندانہ جواب:

جامع مسجد زینت المساجد گوجرانوالہ میں پہلی مرتبہ ایک جلسہ میں خطاب کرنے کے لئے حضرت محدث اعظم تشریف لائے جبکہ وہابی، دیوبندی قطعاً یہ نہیں چاہتے تھے کہ حضرت صاحب گوجرانوالہ کی سرزمین پر خطاب فرمائیں۔ کیونکہ اس دور میں وہ گوجرانوالہ کو اپنا مرکز سمجھتے تھے۔ چنانچہ شہر کے سرکردہ افراد کو ساتھ لے کر وفد کی صورت میں وہ تھانے دارے ملے اور مطالبہ کیا کہ اوّل تو یہ جلسہ نہ ہو اور اگر ہو تو مولانا سردار احمد کی تقریر نہ ہو ورنہ شہر میں سخت فساد ہو جائے گا۔ تھانیدار صاحب نے دو سپاہیوں کو کہلا بھیجا کہ مولوی سردار احمد کو بلا لاؤ۔ زینت المساجد میں جب حضرت محدث اعظم کو یہ پیغام دیا گیا تو جواباً آپ نے فرمایا "میں نے کوئی جرم نہیں کیا کہ تھانے جاؤں البتہ تھانیدار صاحب کو مجھ سے کوئی کام ہے تو وہ خود فقیر کے پاس آجائیں۔ فقیر سرکارِ دوعالم ﷺ کا خادم ہے اسے کیا ضرورت ہے کہ دنیاوی حکام کے پاس جائے۔"

دونوں سپاہی واپس چلے گئے اور مخالفین کی موجودگی میں حضرت صاحب کا جواب سنایا۔ پھر کیا تھا وہابیوں، دیوبندیوں نے خوب شور مچایا، تھانیدار کو بھڑکایا اور کہا کہ: "دیکھا اس نے تو آپ کی توہین کر دی ہے۔" لیکن تھانیدار کچھ سوچنے کے بعد بولا "آپ لوگ جائیں، میں خود تمام تھانوں کی پولیس ساتھ لے کر موقعہ پر پہنچ جاؤں گا اور دیکھوں گا کہ کون فساد کرتا ہے؟ اگر آپ کو ان سے اختلاف ہے تو جلسہ سننے نہ جائیں لیکن جلسہ بند نہیں ہوگا"۔ چنانچہ رات کو حضرت محدث اعظم جلسہ گاہ میں تشریف لائے اور خلافِ معمول کھڑے ہو کر تقریر فرمائی جو مسلسل چار گھنٹے جاری رہی۔ آپ نے حسب معمول وہابیوں، دیوبندیوں اور مودودیوں کا زبردست ردّ فرمایا۔ آپ کی تقریر کا بنیادی نکتہ یہ تھا کہ "بدعقیدہ کسے کہتے ہیں؟" دورانِ تقریر فضا تکبیر ورسالت کے نعروں سے گونجتی رہی۔ خود بدمذہب کافی تعداد میں جلسہ گاہ میں موجود تھے مگر آپ کے بیان کی ہیبت ایسی تھی کہ سب ساکت وصامت رہے اور شرارت کا کسی کو ہوش نہ رہا۔ خود تھانیدار پولیس کی بڑی نفری کے ساتھ تقریر سننے میں محو رہا۔ جلسہ بخیر وخوبی اختتام کو پہنچا۔ جلسہ کے بعد تھانیدار نے اپنے تأثرات کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ: "تھانے میں سپاہیوں کے ذریعے میں نے جب آپ کا جرأتمندانہ جواب سنا تو متأثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔ آج میں نے رسول اللہ ﷺ کا صحیح خادم دیکھا ہے۔ جسے حکامِ وقت سے کوئی سروکار نہیں، خدا کا شکر ہے کہ میں نے کوئی غلط فیصلہ نہیں سنایا اور حضرت صاحب کی تقریر سے بہت متأثر ہوا۔"

تقریر کے زبردست اثرات کا اندازہ اس بات سے لگایئے کہ جلسہ کے دوسرے روز ہی شہر واکنافِ شہر سے لوگ نائب محدث اعظم پاکستان حضرت علامہ مفتی ابوداؤد محمد صادق صاحب دامت برکاتہم العالیہ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگے کہ ہماری مسجد کا امام بدعقیدہ ہے اسے بدل دیں۔ ہماری مسجد کا امام بدعقیدہ تھا ہم نے اسے ہٹا دیا ہے۔ نیا امام دیں۔ چند دنوں بعد ہی شہر ومضافات کی بیشتر مسجدوں میں صحیح العقیدہ امام نماز پڑھا رہے تھے۔(۱۱۸)

رعب و دبدبہ

حضرت محدث اعظم کے چہرۂ انور پر نگاہ پڑتے ہی فطری طور پر جہاں محبت والفت کے جذبات بیدار ہوتے تھے وہیں دل پر آپ کا رعب ودبدبہ بھی حاوی ہو جاتا تھا۔ یہ کہنے میں کوئی مبالغہ نہیں کہ آپ جلال و جمال کا نہایت حسین امتزاج تھے۔ آپ کے انہی اوصاف کی پروفیسر ڈاکٹر محمد اسحاق قریشی نے بڑے خوب صورت الفاظ میں وضاحت کی ہے۔ لکھتے ہیں: "مولانا مرحوم کو اللہ تعالیٰ نے جہاں علم وفضل کی بے پایاں دولت سے نوازا تھا، وہاں ذاتی رعب داب اور شکوہ ودبدبہ بھی عطا فرمایا تھا۔ انہیں دیکھتے ہی خوف ورجا کے ملے جلے جذبات ابھرتے تھے۔ ان کی محفل پاک میں بڑے بڑے فضلاء کو دوزانو دیکھا جاسکتا تھا۔ ان کے حضور زبان کھولتے ہوئے خوف محسوس ہوا کرتا تھا کہ نہ جانے کون سی بات سوءِ ادب میں داخل ہو جائے، لیکن اس کے ساتھ ساتھ ان کے خیالات سے مستفیض ہونے اور مجلسی نشست کو طول دینے کو جی چاہتا تھا۔ فرزدق کا یہ شعر ان کے بارے میں کتنا حقیقت پسندانہ معلوم ہوتا ہے۔

یغض حیاء و یغض من مهابته   فلا یکلم الا حین یتبسم

آپ تو شرم وحیا سے آنکھیں نیچی رکھتے ہیں اور دوسرے لوگ ان کے ہیبت وجلال کی وجہ سے مجبور ہیں کہ آنکھیں جھکالیں۔ ان کے حضور گفتگو نہیں کی جاسکتی مگر صرف اس وقت کہ آپ مسکرا رہے ہوں۔ (۱۱۹)

سب دم بخود ہو گئے:

مولانا محمد عبدالحکیم شرف قادری، حضرت شیخ الحدیث کے رعب ودبدبہ کی کیفیت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ: "جامعہ رضویہ فیصل آباد کے طلباء کی جماعت خدامِ رضا کے ایک پٹھان طالبعلم ایک جمعرات کو حسبِ معمول تقریر کے لئے کھڑے ہوئے۔ دورانِ تقریر ناظم جماعت خدام رضا نے کسی بات پر ٹوکا تو وہ برہم ہو گئے۔ معاملہ زبانی تو تکار سے ہاتھا پائی تک پہنچ گیا۔ ناظمِ جماعت وہاں سے اٹھ آئے اور مولانا سید منصور حسین مدرس جامعہ رضویہ کے کمرے میں چلے گئے۔ لیکن وہ صاحب غیظ وغضب سے مغلوب ہو کر وہاں بھی پہنچ گئے اور ناظم جماعت کو مارنے پر تل آئے۔ طلباء میں خوف وہراس پھیل گیا۔ ہر ایک اپنی جگہ پریشان تھا کہ اتنے میں حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ وہاں تشریف لے آئے۔ سب دم بخود ہو گئے آپ نے اس مشتعل طالب علم کو گریبان سے پکڑ کر فرمایا:

"ارے بندۂ خدا ! تم مدرسہ کی روٹیاں اس لئے کھاتے ہو کہ طالبعلموں سے زور آزمائی کرو۔"

اتنا فرمانا تھا کہ ان صاحب کی سٹی گم ہو گئی۔ اور چند لمحے قبل جو شخص کسی کے قابو میں نہیں آتا تھا۔ اب اس کی یہ حالت کہ کاٹو تو لہو نہیں۔ زبان اظہارِ مدّعا سے عاجز۔ اس کے بعد وہ صاحب جب تک مدرسہ میں رہے، کبھی دوسرے طلبہ سے نہ الجھے۔ (۱۲۰)

جنّات پر رعب:

حضرت محدث اعظم کا رعب و دبدبہ جنات پر بھی قائم تھا۔ شریر جنات آپ تو کجا آپ سے نسبت رکھنے والی چیز یعنی چھڑی تک سے بھی گھبراتے تھے۔ چنانچہ مولانا ابوسعید مفتی محمد امین بیان کرتے ہیں: "لائل پور گیان ملز کے غیر آباد ہو جانے کی صورت میں کچھ مہاجر حضرات اس میں آباد ہو گئے۔ وہاں کے ایک باسی جو کہ سیدی محدث اعظم کے مریدوں میں سے تھے حاضر ہو کر عرض گزار ہوئے کہ حضور ہمارے گھر کے صحن میں پتھر اور اینٹیں برستی ہیں، ہم بڑے خوفزدہ ہیں ہمارا کچھ کیجئے۔ سیدی محدثِ اعظم پاکستان رحمۃ اللہ علیہ نے فقیر ابوسعید غفرلہ کو اور مولانا سید زاہد علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو بلایا اور فرمایا: "تم دونوں ان کے گھر جاؤ اور میری یہ چھڑی لے جاؤ۔ جا کر ان کے صحن میں یہ چھڑی زمین پر مار کر کہو کہ ہمیں سردار احمد نے بھیجا ہے اور یہ ان کی چھڑی ہے۔ خبردار آئندہ ایسی حرکت ہرگز نہ کی جائے"۔ ہم دونوں ان کے گھر گئے اور چھڑی زمین پر مار کر جنوں کو مندرجہ بالا پیغام دے کر آ گئے۔ وہ صاحبِ خانہ بعد میں حاضر ہو کر عرض گزار ہوئے کہ اللہ تعالیٰ نے فضل کر دیا ہے۔ اب کوئی خوف و ہراس نہیں رہا۔ نہ اب پتھر برستے ہیں۔ (۱۲۱)

یونہی ایک مرتبہ ایک بڑھیا حاضر ہوئی اور عرض کیا کہ میری لڑکی کو جن کا سایہ ہے۔ آپ اس کے لئے تعویذ عنایت فرمائیں۔ آپ نے بڑھیا کو نقش عطا فرما کر ہدایت کی کہ اسے چمڑے میں محفوظ کر کے لڑکی کے گلے میں باندھ دے۔ دوسرے دن وہ بڑھیا حاضر ہو کر کہنے لگی کہ "ابھی میں نے وہ نقش لڑکی کے گلے میں نہیں باندھا مگر جن نے بآوازِ بلند کہا ہے کہ تم نے حضرت شیخ الحدیث سے نقش کیوں لیا ہے۔ اگر تم صرف ان کا نام لے لیتی تو ہم اسے چھوڑ دیتے۔ (۱۲۲)

عاجزی وانکساری

عاجزی وانکساری کا عالم یہ تھا کہ اتنے جلیل القدر عالم و عامل دین ہونے کے باوجود جب بھی نام لکھتے تو یوں لکھتے "فقیر محمد سردار احمد غفرلہ خادم اہل سنت" آپ کی مہر بھی اسی طرح کی بنی ہوئی تھی۔ آج کل کے استاذ اور پیر اپنے تلامذہ اور مریدین کو میرا شاگرد اور میرا مرید کہتے نہیں تھکتے بلکہ بعض تو اپنا غلام کہنے سے بھی نہیں چوکتے لیکن قربان جایئے۔ حضرت محدثِ اعظم کی عاجزی وفروتنی کے، جن کی غلامی کو بڑے بڑے فضلاء اور علماء بجا طور پر اپنے لئے باعثِ فخر سمجھتے تھے مگر انہوں نے کبھی میرا شاگرد یا میرا مرید نہیں کہا بلکہ ہمیشہ شاگردوں کو فاضل جامعہ رضویہ اور مریدین کو احبابِ طریقت کے پیارے پیارے القاب سے یاد فرمایا۔ (۱۲۳)

"میرے لئے تکلف کی ضرورت نہیں":

میاں غلام رسول (کھاریاں) بیان کرتے ہیں کہ حضرت صاحب جب پہلی دفعہ ہمارے ہاں تشریف لائے تو

میں نے عرض کیا حضور! آپ کے کھانے کا انتظام کیسا کیا جائے؟ اور آپ کون سی اشیاء کھانے میں پسند فرمائیں گے؟ آپ نے فرمایا: مولانا! خشک روٹی، پسی مرچیں اور نلکے کا سادہ پانی میرے لئے کافی ہے، کسی تکلف کی ضرورت نہیں"۔(۱۲۴)

دیہاتیوں کو نیچے نہ بیٹھنے دیا:

میاں صاحب موصوف ہی بیان کرتے ہیں کہ جلسہ کے بعد دو دیہاتی ایک مسئلہ پوچھنے کے لئے حاضر ہوئے۔ آپ اس وقت چارپائی پر جلوہ گر تھے۔ دیہاتیوں نے آپ کے علمی مقام کا پاس کرتے ہوئے زمین پر بیٹھنا چاہا مگر آپ نے ان دیہاتیوں کو اصرار کر کے نہ صرف چارپائی پر بٹھایا بلکہ اپنی چارپائی کے سرہانے کی طرف بٹھایا۔ حکم کی تعمیل کے لئے انہیں آپ کے برابر بیٹھنا پڑا اور آپ نے ان کے مسئلہ کا جواب مرحمت فرمایا۔(۱۲۵)

نام ونمود سے نفرت:

آپ نام ونمود اور شہرت کو پسند نہ کرتے تھے، اور نہ ہی یہ پسند کرتے تھے کہ آپ کا استقبال کیا جائے۔ ایک دفعہ سراج العلوم گوجرانوالہ میں حضور کی تشریف آوری ہوئی۔ تشریف آوری سے قبل حضرت مولانا ابوداؤد محمد صادق صاحب دامت برکاتہم العالیہ نے شہر میں حضور کی آمد کا اعلان فرمایا کہ بذریعہ ریل تین بجے گوجرانوالہ اسٹیشن پر حضرت محدث اعظم مدظلہ العالی تشریف لا رہے ہیں۔ عقیدت مند پروانہ وار اسٹیشن پر ریل آنے سے کافی وقت پہلے آنا شروع ہو گئے۔ ہزاروں کی تعداد میں احبابِ اہلسنت، حضور محدثِ اعظم کی ایک جھلک دیکھنے کے لئے بے قرار تھے۔ کسی کے ہاتھ میں سبز پرچم تھا کسی کے ہاتھ میں بینر تھا، جس پر لکھا تھا: "اے آمدنت باعث آبادیٔ ما" کسی کی جھولی میں پھولوں کی پتیاں تھیں، کسی کے ہاتھ میں گلاب کے پھولوں کا ہار تھا۔ الغرض جس طرف نگاہ جاتی تھی انسانوں کا ٹھاٹیں مارتا ہوا سمندر نظر آتا تھا۔

گاڑی اپنے وقت پر گوجرانوالہ پہنچ گئی۔ عقیدت مندوں نے گاڑی کے تمام ڈبوں کو دیکھا مگر حضرت تشریف نہ لائے۔ گاڑی اسٹیشن پر رکی اور چلی گئی۔ اتنے میں جامعہ سراج العلوم کے کچھ طالبعلم بھاگتے ہوئے اسٹیشن پر پہنچ گئے انہوں نے آ کر بتایا کہ حضرت جامع مسجد میں پہنچ چکے ہیں۔ تمام لوگ ایک دوسرے سے پہلے دست بوسی کی غرض سے مسجد کی طرف بھاگے۔ حضرت کی زیارت ہوئی۔ لوگوں نے پروانہ وار آپ کے مبارک ہاتھوں کو چومنا شروع کیا۔ جب تمام لوگ زیارت سے مشرف ہو چکے تو غالباً حضرت علامہ ابوداؤد محمد صادق صاحب نے حضرت سے عرض کی کہ "حضرت ہم لوگ آپ کا اسٹیشن پر انتظار کر رہے تھے۔ تمام لوگ آپ کے استقبال کے لئے بے چین اور بے قرار تھے، آپ کس چیز پر تشریف لائے ہیں۔ یہ سن کر حضرت کے چہرے پر رقت کے آثار نمایاں ہو گئے اور فرمایا:

"مولانا میں نہیں چاہتا کہ لوگ خوامخواہ مجھے نعروں کی گونج میں زندہ باد، زندہ باد کرتے ایک جلوس کی شکل میں لاتے۔ اس لئے میں لاہور سے بجائے ریل کے موٹر پر سوار ہو کر گوجرانوالہ اڈہ پر اتر کر تانگہ میں

سوار ہو کر مسجد میں پہنچ گیا ہوں"۔

پھر حضرت نے اپنے دونوں ہاتھ اٹھا کر اللہ رب العزت کے حضور دعا فرمائی: "اے الہ العالمین! یہ تیرے محبوب ﷺ کی محبت لئے ہوئے اور مجھے تیرے محبوب ﷺ کا غلام سمجھتے ہوئے آئے ہیں۔ یا اللہ ان کو اپنا بندہ اور اپنے پیارے محبوب ﷺ کا سچا خادم بنا دے۔" (۱۲۶)

یونہی ایک مرتبہ آپ فیصل آباد سے میلسی جانے کے لئے سمہ سٹہ پسنجر گاڑی سے صبح چار بجے جہانیاں تشریف لائے، کیونکہ یہاں سے آگے بس کا سفر تھا۔ سب احباب استقبال کے لئے اسٹیشن پر جمع ہو گئے۔ جب حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ گاڑی سے اترے تو استقبال کرنے والوں نے آپ کی آمد پر استقبالیہ نعرے لگانا شروع کر دیئے۔ بڑا عجیب سماں تھا۔ جس وقت حضرت غلہ منڈی میں داخل ہوئے تو آپ نے نعرہ لگانے والوں کو منع فرمادیا کہ اب نعرے نہ لگائے جائیں اس لئے کہ لوگ اس وقت گھروں میں سوئے ہوئے ہیں۔ ان کے آرام میں خلل نہ آئے۔ ہجوم چپ ہو گیا۔ آپ آہستہ آہستہ چلتے ہوئے مسجد میں آ گئے۔ (۱۲۷)

ایذاء رسانی سے گریز:

خدام بالعموم اپنے اکابر کے راستہ کو کشادہ کرنے کے لئے "ہٹو بچو" کے کلمات سے کام لیتے ہیں۔ جس سے اکثر اوقات راہ گیر پریشان ہو جاتے ہیں۔ مگر حضرت شیخ الحدیث اس طریقے کو ناپسند فرماتے تھے۔ آپ کی اس عادتِ مبارکہ کو بیان کرتے ہوئے مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: حضرت کی لاہور تشریف آوری کی اطلاع پاکر پروگرام کے مطابق میں اسٹیشن پر استقبال کے لئے پہنچا تو آپ نے فرمایا کہ پہلے لوہاری میں جامعہ نظامیہ رضویہ جائیں گے۔

حسبِ ارشاد لوہاری دروازہ کے لئے تانگہ لیا گیا۔ لوہاری بازار میں بھیڑ کی وجہ سے آپ دروازہ پر ہی تانگہ سے اتر گئے اور پیدل ہی بازار میں چلنے لگے۔ میں نے آپ کے آگے سے لوگوں کو ہٹانا چاہا تاکہ آپ حسبِ عادت اپنی رفتار کو جاری رکھ سکیں۔ (سنت کے مطابق آپ اپنی رفتار کو چلنے میں ذرا تیز رکھتے) اس پر آپ نے مجھے فرمایا: مولانا! مسئلہ بھول گئے؟ بازار مشترکہ راستہ ہے۔ اس میں سب کا حق برابر ہے۔ آپ کسی کو بازار میں کسی بھی حصہ میں چلنے سے منع نہیں کر سکتے۔ ہم راستہ کے پابند ہیں، راستہ ہمارا پابند نہیں کہ ہم لوگوں کو ہٹائیں۔" (۱۲۸)

مقبولیت

گذشتہ سطور میں آپ ملاحظہ فرما چکے ہیں کہ حضرت محدث اعظم استقبالی جلوسوں، "ہٹو بچو" کی صداؤں اور زندہ باد کے نعروں کو پسند نہیں فرماتے تھے۔ نام ونمود، شہرت اور جاہ ومنصب سے بھی آپ بے نیاز تھے۔ تصویر آپ

بنواتے ہی نہیں تھے اور اخبارات میں اپنے بیانات شائع کرانے میں بھی آپ کو کوئی دلچسپی نہ تھی۔ الغرض مقبولیت وشہرت کے جتنے ذرائع ہو سکتے تھے ان سب سے آپ گریزاں تھے۔ لیکن اس کے باوجود مقبولیت کا عالم یہ تھا کہ جب کمرہ سے باہر تشریف لاتے، عقیدت مندوں کا ہجوم ہو جاتا۔ خصوصاً جمعہ کے روز سنی رضوی جامع مسجد سے گھر تک جو چند فرلانگ کے فاصلے پر تھا، جانے میں تقریباً ایک گھنٹہ صرف ہو جاتا بلکہ بعض اوقات عصر کا وقت ہو جاتا۔ ناواقف حضرات بھی آپ کا مقدس چہرہ دیکھ کر کھنچے چلے آتے۔ احباب اور مخلصین کی دعوت پر جب کراچی/ حیدر آباد کا سفر اختیار کرتے تو فیصل آباد سے کراچی اسٹیشن تک ہزاروں کی تعداد میں لوگ آپ کے منتظر ہوتے۔ خصوصاً خانیوال اور ملتان کے علاقوں میں گاڑی اکثر لیٹ ہو جایا کرتی تھی۔ کیونکہ یہاں آپ کے عقیدت مند زیارت کے لئے زبردستی گاڑی رکوا لیتے تھے۔ پانچوں وقت نمازی آپ کی زیارت سے مشرف ہوتے لیکن ان کی سیری نہ ہوتی۔ جب آپ وظائف سے فارغ ہوتے تو پروانوں کا ارد گرد جمگھٹا لگ جاتا۔ دورۂ حدیث کے طلبہ جو دن اور رات کا اکثر حصہ آپ کی خدمت میں حاضر رہتے وہ بھی پنج گانہ نماز کے بعد یوں ملتے گویا پہلی مرتبہ ملاقات کر رہے ہوں۔ بارہا ایسا ہوا کہ آپ جمعہ کے لئے مسجد میں تشریف لا رہے ہوتے اور عقیدت مند اپنی چادریں، رومال اور دستاریں حصولِ برکت کے لئے آپ کے راستے میں بچھا دیتے۔ اس عظیم مقبولیت ومحبوبیت کی وجہ اس کے سوا اور کیا ہوسکتی ہے کہ "یوضع له القبول فی الارض" کے مصداق اللہ تعالیٰ نے آپ کی شہرت ومقبولیت زمین میں عام کر دی اور لوگوں کے دلوں میں آپ کی محبت ڈال دی۔

حضرت شیخ الحدیث کے مکتوب کا ادب:

کراچی کے میمن حضرات آپ کے بہت عقیدت مند تھے۔ ان کی عقیدت ومحبت کی کیفیت بیان کرتے ہوئے حضرت مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں: "ایک مرتبہ مجھے جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور کی امداد کے لئے کراچی جانا پڑا۔ میں نے اپنے پروگرام کی اطلاع حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کو دی۔ آپ نے مجھے جناب حاجی عبدالشکور میمن کے نام ایک چٹھی دی۔ جب میں نے وہ چٹھی کراچی میں حاجی صاحب کو دی تو انہوں نے اس چٹھی کو نہایت عقیدت و احترام سے بوسہ دیا۔ آنکھوں سے لگایا اور پھر اپنے سر پر رکھا۔ اس وقت ان کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔ حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کے پیغام کا یہ ادب واحترام دیکھ کر میں بہت متأثر ہوا۔ (۱۲۹)

حضرت مولانا ابراہیم رضا خاں علیہ الرحمۃ کے تأثرات:

۱۳۷۹ھ / ۱۹۶۰ء میں سجادہ نشین آستانہ عالیہ قادریہ رضویہ ومہتمم دار العلوم منظر اسلام بریلی شریف حضرت مولانا ابراہیم رضا خاں، جامعہ رضویہ کے سالانہ جلسہ دستار فضیلت میں تشریف لائے۔ انہوں نے حضرت شیخ الحدیث کی بے مثال مقبولیت ومحبوبیت کو ملاحظہ فرمایا اور ان الفاظ میں اپنے تأثرات کا اظہار کیا:

" فقیر بے بضاعت نے اس سال ۱۳۷۹ھ میں جامعہ رضویہ لائل پور (فیصل آباد) کے جلسہ دستار

فضیلت میں شرکت کی۔ سبحان اللہ، ماشاء اللہ، ولاحول ولاقوۃ الا باللہ۔ بریلی کے ایک لعل بے بہا کو لائل پور میں درخشاں دیکھا۔ جس کی آب و تاب سے پنجاب کو چمکتا ہوا اور جس شمع ہدایت کے گرد ہزاروں پروانوں کو تصدق ہوتے ہوئے دیکھا۔ وہ عظیم الشان مجمع اہلِ حق کا، اہل سنت کا دیکھا جس کی مثال اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کے عرس شریف میں دیکھتا ہوں اور حضرت حجۃ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ کے عرس مبارک میں نظر آتی ہے۔ ویسا ہی یا اس سے بدر جہا زائد۔

علماء و فضلاء، مشائخ، عوام و خواص، محبان رسول اللہ ﷺ اور فدایان حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہ اس نائبِ اعلیٰ حضرت، خلیفہ حضرت حجۃ الاسلام، شمع ہدایت، فخر اہل بریلی، محدثِ بے مثال، فقیہ باکمال کے گردا گرد مجتمع ہیں۔

یہ ثمرہ اخلاص کا ہے۔ یہ ثمرہ محبت اعلیٰ حضرت کا ہے۔ یہ نتیجہ ان انتھک دینی خدمات کا ہے کہ شیخ الحدیث حضرت مولانا سردار احمد صاحب اطال اللہ عمرہ و عافاہ اللہ من جمیع المحن کو دنیائے رضویت و سنیت میں وہ مقام حاصل ہو گیا جس میں کوئی ان کا ہمسر و مقابل نہیں۔'' (۱۴۰)

عفو و درگزر

آپ کی بے مثال محبوبیت و مقبولیت اور تبلیغ و اشاعتِ مسلکِ اہل سنت سے گھبرا کر مخالفین نے آپ کو بہت تکالیف پہنچائیں۔ افواہیں اڑائیں، جھوٹے مقدمات بنوائے، یہاں تک کہ قاتلانہ حملے بھی کروائے لیکن حضرت شیخ الحدیث نے ہمیشہ عفو و درگزر سے کام لیا۔ ایک دفعہ موسمِ سرما میں رات کے گیارہ بجے ایک شخص جامعہ رضویہ میں آیا اور کہنے لگا کہ حضرت صاحب سے ملاقات کرنی ہے۔ اس وقت حضرت شیخ الحدیث جامعہ کی بالائی منزل پر ایک کمرہ میں اکیلے محو مطالعہ تھے۔ طلباء نے کوئی احتیاط نہ کی اور اس شخص کو حضرت صاحب کے کمرہ میں بھیج دیا۔ شخص مذکور نے چادر اوڑھی ہوئی تھی اور ایک کلہاڑی اس میں چھپائی ہوئی تھی۔ وہ حضرت صاحب پر قاتلانہ حملہ کی نیت سے آیا تھا۔ جب وہ کمرہ میں داخل ہوا تو آپ کی ہیبت سے تھر تھر کانپنے لگا۔ اور اس کی چھپائی ہوئی کلہاڑی زمین پر گر پڑی۔ حضرت صاحب نے خدام جامعہ کو حکم دیا کہ وہ اس شخص کو نہ پکڑیں اور جانے دیں۔ (۱۴۱)

اللہ تعالیٰ کو یہی منظور تھا:

حضرت شیخ الحدیث کے بے مثال عفو و درگزر کو بیان کرتے ہوئے آپ کے تلمیذ رشید مولانا محمد عبدالرشید رضوی علیہ الرحمۃ (سمندری) بیان کرتے ہیں: "حضرت شیخ الحدیث طلبہ کے ساتھ ایک شفیق باپ کی طرح سلوک فرماتے۔ ایک مرتبہ ان کی دوا کا وقت ہوا۔ فقیر سے دوا ضائع ہو گئی۔ فقیر بہت گھبرایا مگر آپ نے مسکرا کر فرمایا: " کوئی بات نہیں

،اللہ تعالیٰ کو یہی منظور تھا"۔ یہی وہ عفوو درگزر تھا جس نے ہزاروں دلوں پر راج کیا ہے۔ جو آتا تھا بس انہی کا ہو کر رہ جاتا تھا۔(۱۳۲)

وقت کی قدر

وقت کی آپ بہت قدر فرماتے تھے اور ایک لحہ بھی ضائع کرنا گوارانہیں کرتے تھے۔ آپ کے ہم جماعت ساتھی مجاہد ملت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب لکھتے ہیں: "چند لمحات کے لئے بھی اپنا وقت بیکار نہیں جانے دیتے تھے۔ چند منٹ اگر کوئی کسی اور بات میں مشغول کر لیتا تو پریشان ہو جاتے، فرماتے "بھئی بہت وقت ضائع ہو گیا!" ایک دفعہ ایسے موقع پر کسی نے کہا تھا کہ آپ کے یہاں تھوڑی دیر جو بہت وقت قرار پاتا ہے تو گھنٹہ کتنی دیر کا ہوتا ہے؟ تو آپ نے مسکرا کر فرمایا: "۱۵ منٹ کا گھنٹہ سمجھ لیجئے، یہ بہت ہے۔" پنجگانہ نماز کے لئے مسجد جا کر کبھی جماعت میں تاخیر پاتے تو وظیفہ پڑھتے رہتے یا کتاب کے مضامین پر غور کرتے رہتے۔ کتاب دیکھنے کے لئے بے چینی ہوتی تو ٹہلنے لگتے۔ اس قدر کتب بینی کرتے تھے اور اتنی عبارتیں یاد تھیں کہ ہم لوگوں نے ان کا نام کتب خانہ رکھ دیا تھا۔"(۱۴۳)

شب وروز کے معمولات:

طلوع صبح سے پہلے بیدار ہوتے، ضروریاتِ سے فارغ ہو کر ذکر و مناجات کرتے، شاہی مسجد میں نمازِ پنجگانہ کی جماعت میں تکبیرِ اولیٰ سے پہلے حاضر ہوتے، درس و تدریس کی مسلسل مصروفیات کے باوجود اشاعتِ مسلکِ اہل سنت کے لئے جلسوں میں شرکت بھی فرماتے۔ خدام و مریدین کی درخواست ردّ نہیں فرماتے، سب کی سنتے اور سب کو سناتے، مگر اپنے معمولات میں فرق نہ آنے دیتے۔ جو کام جس وقت اور جس مقام کے لئے متعین ہوتا اسی وقت اور اسی مقام میں اسے ادا فرماتے۔ نمازِ جمعہ کے لئے اگرچہ کراچی جا کر عرسِ قادری رضوی میں شرکت کرتے ہی کیوں نہ واپس آنا پڑے۔ فیصل آباد واپس آتے، ان شب وروز کی مصروفیات کے باوجود تدریس کے اوقات میں بروقت تشریف فرما ہوتے۔ حدیث پڑھاتے ہوئے کوئی صاحب کیوں نہ آجائیں، توجہ نہ فرماتے، ان اوقات میں دست بوسی اور گفتگو سخت ناپسند فرماتے۔ جہاں بھی وقت میسر آتا قصیدہ بردہ اور امام اہل سنت، اعلیٰ حضرت، مجدد دین وملت، مولانا شاہ احمد رضا خاں فاضل بریلوی کے اشعار اپنے تلامذہ اور نعت خواں سے سنتے اور شاد شاد ہوتے۔ بایں ہمہ عصر و مغرب کے درمیان استفتاء اور خطوط کے جوابات عطا فرماتے، مہمانوں سے ملاقات، آنے والوں کی پذیرائی، بعد عشاء اہم معاملات پر غور، خدامِ دین، خدامِ رضا کو دینی مشورے، مسجد و مدرسہ کے تعمیری منصوبے، یہاں تک کہ چادرِ شب ہر کس و ناکس پر تن جاتی، طلبہ دن کے تھکے ہارے مطالعہ کرتے کرتے سو جاتے، مگر جامعہ رضویہ مظہر اسلام کی چار دیواری میں دین کا درد پہلو میں اور ملت اسلامیہ اہل سنت و جماعت کا غم دماغ میں لئے ایک شیخ الحدیث کی ذات ہوتی جو بیدار نظر آتی۔

مختصر یہ کہ آپ کے لیل ونہار خدمتِ دین اور خدمتِ خلق سے ہمیشہ روشن رہتے اور آپ کی خلوت وجلوت سنتِ رسول ﷺ کا آئینہ نظر آتی۔(۱۳۴)

اورادواشغال:

درسِ قرآن، تدریسِ حدیث وفقہ، تبلیغ واشاعتِ دین اور دعوتِ وارشاد حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کا سب سے بڑا وظیفہ تھا۔ علماء ومدرسین کے لئے آپ اسی عمل کو بہترین وظیفہ قرار دیتے۔ تاہم آپ مذکورہ معمولات کیساتھ ساتھ سلسلہ عالیہ قادریہ اور سلسلہ عالیہ چشتیہ کے اورادواشغال بالخصوص بڑی پابندی سے ادافرماتے۔ تلاوتِ قرآن مجید، دلائل الخیرات، حزب البحر، قصیدۂ غوثیہ، پنج گنج قادریہ اور ادعیہ ماثورہ کی پابندی روزانہ کا معمول تھا۔ علاوہ ازیں درود شریف کثرت سے پڑھتے تھے۔(۱۳۵)

لذّتِ کلام

حضرت محدث اعظم کے کلامِ مبارک میں ایسی لذت ہوتی کہ سامعین تازندگی اس کی شیرینی اور مٹھاس یاد کر کے مزے لیتے رہتے۔ آپ کی دلنشیں باتوں کو دہراتے ہوئے مولانا مفتی محمد امین لکھتے ہیں:"ایک مرتبہ نمازِ عشاء کے بعد جامعہ رضویہ کے دفتر کے سامنے صحن میں طلبہ بیٹھے تھے اور لکڑی کے تخت پر سیدی محدثِ اعظم پاکستان رحمۃ اللہ علیہ جلوہ افروز تھے۔ آپ نے فقیر سے ایک مسئلہ دریافت فرمایا غالباً وہ سنی رضوی جامع مسجد سے متعلق تھا۔ فقیر نے اپنی سمجھ کے مطابق عرض کیا تو سن کر فقیر کے متعلق فرمایا:"اہل الجنۃ سیدھے سادھے، اہل الجنۃ سیدھے سادھے" فقیر کے لئے یہ جملہ سرخ اونٹوں کے حصول سے بھی بہت بہتر اور باعث صد افتخار ہے۔ کیونکہ آپ کی زبانِ مبارک سے فقیر کے لئے جنتی ہونے کا دوبار صدور ہوا۔(۱۳۶)

جنت میں بھی نہروں پر ہوں گے:

راقم السطور کے والد محترم الحاج رشید احمد چغتائی قادری رضوی مرحوم ومغفور جب پہلی مرتبہ آپ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے تو حضرت مولانا ابوداؤد محمد صادق صاحب نے ان الفاظ میں حضرت شیخ الحدیث سے آپ کا تعارف کرایا: "یہ رشید احمد صاحب ہیں جو محکمہ انہار (واپڈا) میں کام کرتے ہیں"۔ آپ نے ارشاد فرمایا:"دنیا میں بھی یہ نہروں پر ہوتے ہیں ان شاءاللہ جنت میں بھی نہروں پر ہوں گے"۔ والد محترم تازندگی یہ جملہ یاد کرتے اور لطف لیتے رہے۔

لطیف مزاح:

کبھی کبھی ہلکا سا مزاح بھی فرمالیا کرتے تھے جو آپ کے وقار میں مزید اضافے کا باعث ہوتا تھا۔ ایک مرتبہ

کسی نے آپ سے سوال کر دیا کہ کیا عیسائیوں کے گرجا میں جانے میں کوئی قباحت ہے؟ جواباً زیرِ لب تبسم کے ساتھ آپ فرمانے لگے کہ "جو گرجا ہے اس میں گرنے کے لئے کیوں جاتے ہو، میں تو دعا کرتا ہوں کہ تم سنیوں کے مجمع میں گھر جاؤ تاکہ گرنے سے بچ سکو۔"(۱۴۷)

حاضر جوابی:

حضرت شیخ الحدیث کو اللہ تعالیٰ نے علم وسیع اور ذہنِ رسا کے ساتھ ساتھ حاضر جوابی کی نعمت سے بھی سرفراز فرما رکھا تھا۔ آپ سائل کے مدعا کو سمجھ کر فوراً ایسا جواب عطا فرماتے کہ نہ صرف سائل مطمئن ہو جاتا بلکہ آپ کے علمی مقام اور حاضر جوابی کا معترف ہو جاتا۔ چنانچہ مفتی غلام سرور قادری بیان کرتے ہیں کہ:"حضرت محدثِ اعظم میں حاضر جوابی کا ملکہ از حد تھا۔ ایک روز ایک حدیث پر بحث فرماتے ہوئے فرمایا: خدا تعالیٰ کی اعلیٰ نعمت علم ہے اور یہ نعمت حضور سرورِ عالم ﷺ کے واسطہ و وسیلہ کے بغیر نہیں ملتی تو دوسری نعمتیں کیسے مل سکتی ہیں"

میں نے از راہِ استفسار عرض کی کہ حضرت خضر علیہ السلام کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

وَ عَلَّمْنَاهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْماً.

ترجمہ: ہم نے خضر (علیہ السلام) کو اپنی طرف سے علم دیا۔

یہاں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی ذکر نہیں۔ آپ نے بڑے جامع لفظوں میں فوراً جواب عنایت فرمایا کہ: "عدم ذکر، عدم وجود کو مستلزم نہیں"۔ پھر وجد کرتے اور جھومتے ہوئے امام شرف الدین بوصیری رحمۃ اللہ علیہ کا یہ شعر پڑھنا شروع کیا:

وَ كُلُّهُمْ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ مُلْتَمِسٌ غَرْفًا مِّنَ الْبَحْرِ اَوْ رَشْفًا مِنَ الدِّيَمِ

یعنی تمام انبیاء و رسل علیہم الصلوٰۃ والسلام، حضور اکرم ﷺ کی بارگاہ سے اسی طرح فیض پاتے ہیں جیسے پیاسا دریا سے پانی کا چلو لے کر یا بارانِ رحمت سے چھینٹے پا کر پیاس بجھاتا ہے۔

تمام حاضر طلباء نے بھی وجد کرتے ہوئے آپ کے ہمراہ یہ شعر پڑھا۔(۱۴۸)

حلیہ مبارکہ

چراغ جلنے لگے زیست کے اندھیروں میں یہ کس کے روئے درخشاں کا ذکر آیا ہے

حضرت محدثِ اعظم کو اللہ تعالیٰ نے حسن و جمال اور وجاہت و نورانیت کی دولت سے نوازا تھا۔ چہرۂ مبارک کی جاذبیت اور کشش کا عالم یہ تھا کہ دیکھنے والا دیکھتا ہی رہ جاتا۔ یہ بے مثال حسن و جمال سرکارِ دوعالم ﷺ کی اس دعا کی برکت سے تھا جو آپ ﷺ نے محدثین کے حق میں فرمائی ہے۔ ترمذی اور ابن ماجہ میں موجود اس یادگارِ دعا کے مبارک

الفاظ مندرجہ ذیل ہیں:

نَضَّرَا اللّٰهُ اِمْرَأً سَمِعَ مِنَّا شَيْئًا فَبَلَّغَهُ كَمَا سَمِعَهُ.

"اللہ تعالیٰ اس آدمی کے چہرے کو رونق بخشے، جس نے ہم سے کچھ سنا تو اسے اسی طرح پہنچا دیا جیسا اس نے سنا"

حضرت شیخ الحدیث فطری طور پر ہی حسین و جمیل تھے، مزید برآں احادیثِ مصطفیٰ ﷺ کی خدمت کے صلہ میں اللہ تعالیٰ نے جو وجاہت و نورانیت، رونق و زینت، آپ کو عطا فرمائی تھی، الفاظ میں اس کا بیان ممکن نہیں، چونکہ حلیہ کا بیان بھی سوانح کا حصہ ہے لہٰذا ٹوٹے پھوٹے الفاظ میں آپ کا بے نظیر حسن و جمال بیان کرنے کی کوشش کی جارہی ہے۔

قد مبارک بلندی مائل تھا، مگر حدِّ اعتدال سے متجاوز نہ تھا۔ لمبائی اور موٹائی میں خاص موزونیت تھی۔ چہرہ گول، منور اور نور برساتا ہوا اور غلبہ روحانیت کی بناء پر بھاری اور پر رونق تھا۔ رنگ سرخی مائل سفید تھا۔ سر بڑا اور گول اس پر عمامہ کی بہار، سر کے بال گھنگریالے اور پتلے، گردن فراز، تیرہ بختی کو روشن بختی میں بدل دینے والی بڑی بڑی لمبی سیاہی مائل اور چمکدار آنکھیں، آنکھوں میں سرخ ڈورے بھنویں گنجان، پلکیں گھنی، ناک متوسط، اور کچھ اٹھی ہوئی، رخسار بھرے ہوئے گداز، سینہ کشادہ، پتلے پتلے سرخ ہونٹ، پیشانی بلند اور کشادہ، لمبی لمبی انگلیوں والے خوب صورت ہاتھ، جود و سخا اور دستگیری پر دلالت کرتے ہوئے، خط قدرتی، ریشِ مبارک گھنی اور چمکدار، عمر کے آخری دو سالوں میں علالت کی وجہ سے صحت اگرچہ کمزور ہوگئی تھی تاہم چہرے کی رونق، وجاہت اور جاذبیت بدستور باقی رہی۔ چہرے کا جلال دیکھ کر کوئی بھی آپ کو بیمار تصور نہیں کرسکتا تھا۔

پر جمال اور پر جلال چہرے کو دیکھ کر یہ اندازہ لگانا مشکل تھا کہ جمال زیادہ ہے یا جلال۔ چاند کی سی تابانی، وجاہت و نورانیت کا غلبہ، اور متبسم چہرے کی شگفتگی کے اجتماع نے کچھ ایسی صورت پیدا کر رکھی تھی کہ جسے دیکھتے ہی زبان پر بے ساختہ سبحان اللہ، سبحان اللہ جاری ہوتا اور خدا یاد آجاتا۔ (۱۳۹)

آپ کی آواز صاف، رعب دار ہونے کے ساتھ ساتھ شیریں اس قدر تھی کہ کانوں میں رس گھولتی ہوئی محسوس ہوتی تھی، ۱۳۷۵ھ/۱۹۵۶ء کے حج کے موقع پر حلق کروایا تھا۔ سر کے بال ہمیشہ کانوں کی لو تک رکھتے تھے۔

جمعہ کے روز حجامت بنواتے، عموماً لبوں کے بال کٹواتے، اور ناخن ترشواتے، خوشبو صرف جمعہ اور عیدین کے موقعہ پر استعمال فرماتے لیکن اس کے باوجود ہمیشہ آپ کے پسینہ اور کپڑوں سے خوشبو آتی۔ کمرے میں عموماً دری بچھی ہوتی، جس پر مصلّی ہوتا، گاؤ تکیہ سے ٹیک لگا کر نہ بیٹھتے۔ (۱۴۰)

لباس:

حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ خوب صورت اور وجیہ ہونے کے ساتھ ساتھ لباس بھی بہت دلکش زیب تن فرماتے تھے۔ کرتا ہمیشہ کھلا اور متوسط پہنتے، جو کبھی کبھی رنگ دار اور عموماً سفید ہوتا، جبکہ شلوار ہمیشہ سفید ہوتی، دورانِ

علالت پاجامہ بھی استعمال فرمایا۔صدری اور اچکن زیب تن فرماتے۔ جمعہ وعیدین میں جبہ بھی پہنتے،تدریسِ حدیث، اوقاتِ نماز میں بالعموم اور جمعہ کے دن بالخصوص عمامہ باندھتے جو بعض اوقات سفید،کبھی زرد اور اکثر صابری رنگ (ملاگری) کا ہوتا۔عمامہ کی لمبائی بالعموم سات گز ہوتی۔ دیگر اوقات میں ٹوپی بھی پہن لیتے۔ عام طور پر یوپی کی کشیدہ کاری والی ٹوپی ہوتی خاص تقاریب،خطبہ جمعہ اور عیدین کے موقع پر عمامہ کے اوپر ململ کا باریک کپڑا ہوتا۔سفر میں چھڑی ہاتھ میں ہوتی،گھڑی پاس نہ رکھتے نہ کلائی والی نہ جیبی،اکثر اعلیٰ قسم کا مراد آبادی جوتا پہنتے،اور تلامذہ کو بھی اعلیٰ جوتا پہننے کی تاکید فرماتے۔(۱۴۱)

دیگر کوائف

حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ کھانا سادہ اور قلیل مقدار میں کھاتے،عموماً سالن کیساتھ ایک چپاتی ایک وقت کی غذا ہوتی،کھانا خوب چبا چبا کر کھاتے،اور فرماتے کہ کھانا خوب چبا کر کھاؤ۔دانتوں کا کام معدہ سے نہ لو۔گرمیوں میں ٹھنڈا پانی استعمال فرماتے،سردیوں میں بھی پانی کی صراحی رات کو باہر صحن میں رکھوا دیتے۔اور اسی ٹھنڈے پانی کو پیتے، حتیٰ کہ ایک مرتبہ دانتوں میں تکلیف ہوگئی تو پائپ سے ٹھنڈا پانی پی لیتے،برتن نہایت صاف استعمال فرماتے،کھانے پینے کے لئے مٹی کے برتن پسند فرماتے۔گھر میں جو کھانا پک جاتا وہی کھا لیتے،کسی خاص کھانے کی فرمائش کبھی نہ کی۔ویسے سردیوں میں شلجم،ساگ اور گرمیوں میں کدو رغبت سے تناول فرماتے۔پانی کھانے کے درمیان پیتے،اگر کھانے کے بعد پیاس محسوس ہوتی تو پانی پینے کے بعد سادہ لقمہ کھا لیتے،چائے نوش فرماتے،گنے کا رس بھی مرغوب تھا۔

آپ کی نشست دوزانو یا مربع ہوتی۔گرمیوں میں بغیر بچھونے کی چارپائی پر لیٹتے،یہ چارپائی عموماً مونج کی ہوتی تھی۔سردیوں میں کمرے کی کھڑکیاں کھول کر رات کو سوتے،سوتے ہوئے لحاف سینے تک رکھتے،چند لمحات سے زیادہ نہ سوتے،گھڑی پاس نہ رکھتے لیکن اس کے باوجود ہر کام مقررہ وقت پر ادا فرماتے۔نیز فرمایا کرتے تھے کہ "زندگی کے امور کے لئے اوقات متعین کرلو اور پھر ان پر عمل کرو۔"

اخبار بینی نہ کرتے،اگر کوئی خاص خبر دیکھنا ہوتی تو پڑھنے سے پہلے اس میں موجود جانداروں کی تصاویر پر سیاہی پھیر دیتے،لکھنے میں بالعموم سیاہ روشنی استعمال کرتے،کسی کتاب پر کاغذ رکھ کر نہ لکھتے،کارڈ وغیرہ تو عموماً ہاتھ پر رکھ کر لکھ لیتے۔

خود بھی دائیں ہاتھ سے دیتے اور لیتے اور متعلقین کو بھی اسی پر عمل کی تاکید کرتے۔ایک موقعہ پر فرمایا:"لینے اور دینے میں دائیں ہاتھ کو استعمال کرو،یہ عادت ایسی پختہ ہو جائے کہ کل قیامت کو جب نامۂ اعمال پیش ہو تو اسی عادت کے موافق دایاں ہاتھ آگے بڑھ جائے تو کام بن جائے گا۔"

خرید و فروخت کے لئے بازار نہ جاتے،جب سواری پر سوار ہوتے تو ادعیہ ماثورہ کے علاوہ اللہ اکبر کہتے،اور

جب اترتے تو سبحان اللہ ، اگر کسی عقیدت مند کے گھر جاتے تو جانے سے پہلے غور سے دیکھ لیتے کہ کہیں جاندار کی تصویر تو نہیں۔ اگر جاندار کی تصویر دیکھ لیتے تو اندر داخل نہ ہوتے بلکہ فرماتے کہ اس تصویر کو ہٹاؤ۔ اس کو کمرہ سے نکال دو یا الٹ دو۔ زاں بعد آپ کمرہ میں داخل ہوتے۔ مزارات پر حاضری کے لئے سفر میں ہدیہ قبول نہ کرتے بلکہ اپنی جیب سے خرچ کرتے، مزارات پر حاضر ہو کر ایصالِ ثواب کھڑے ہو کر کرتے، تبلیغی اجلاس میں شامل ہوتے وقت اکثر اپنی جیب سے کرایہ خرچ کرتے۔ جو طالب علم آپ کے ساتھ ہوتا، اس کا کرایہ بھی آپ ادا کرتے، دیگر مدارسِ اہل سنت کو اپنی طرف سے عطیہ دیتے۔

گفتگو میں اکثر نعم اور طیب کے الفاظ استعمال کرتے جس سے کلام کا لطف دوبالا ہو جاتا۔ مسائل وفتاوئی اور تعویذ وغیرہ پر نذرانہ قبول نہ کرتے۔ (۱۴۲)

☆......☆......☆......☆......☆

یہ جہاں سونے کے لئے نہیں بلکہ جاگنے اور جگانے کے لئے ہے۔ مرنے کے بعد قبر میں سونے کا بہت موقعہ ملے گا، وہاں کوئی نہیں جگائے گا۔

(ارشادِ محدثِ اعظم)

باب ۶

حج وزیارت

باب ٦

حج وزیارت

جان ودل ہوش و خرد سب تو مدینے پہنچے
تم نہیں چلتے رضا سارا تو سامان گیا

حج بیت اللہ اور حاضری مدینہ طیبہ ہر مسلمان کی دلی تمناؤں میں سے اولیں تمنا ہے۔ حضرت محدث اعظم پاکستان مولانا سردار احمد صاحب عرصۂ دراز سے حاضری کے لئے بے قرار تھے۔ ۱۹۳۵ء میں جب مناظرۂ بریلی میں آپ فتح یاب ہوئے تو خوش ہو کر آپ کے شیخ طریقت حضرت حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں نے یہ دعا فرمائی:

"سردار احمد سُرَّ بدار احمد"

یعنی مولانا سردار احمد اپنے آقا و مولیٰ، سرکارِ مدینہ ﷺ کے گھر (مدینہ منورہ) کی زیارت سے مشرف ہوں۔

اس دعا سے حضرت شیخ الحدیث بہت خوش ہوئے اور فرمایا: "استاذِ محترم نے دعا دی ہے۔ اب ان شاء اللہ دربارِ رسالت کی حاضری ضرور نصیب ہوگی"۔

دعا کی قبولیت:

آخر وہ مبارک ساعت آ گئی جس میں آپ کی روحانی تمنا بر آئی اور دعا کی قبولیت کا ظہور ہوا۔ ۲۷ شوال المکرم ۱۳۶۴ھ/ ۱۵ اکتوبر ۱۹۴۵ء کے بعد کراچی سے مغل لائن کمپنی کے رضوانی نامی بحری جہاز کے ذریعے حضرت مفتی اعظم ہند مولانا شاہ مصطفیٰ رضا خاں بریلوی کی ہمراہی میں عازمِ حرمین طیبین ہوئے۔ بحری سفر کے دس بارہ دنوں میں جہاز پر اور اس کے بعد حرمین شریفین میں امامت کے فرائض کبھی آپ کے استاذِ محترم حضرت مفتی اعظم بریلوی انجام دیتے اور کبھی آپ کو حکم ہوتا کہ آپ امامت کرائیں۔ چنانچہ آپ امامت کراتے۔ (۱)

حضورِ کعبہ حاضر ہیں حرم کی خاک سر پر ہے:

حرمین طیبین میں آپ کے دن رات عبادات اور طاعات میں گزرتے، تقریباً ہر وقت حرم میں حاضر رہتے اور جگہ جگہ لوگوں کو مسائل سمجھاتے۔ شب میں آپ کے پاس حرم شریف کے مدارسِ دینیہ کے طلباء جمع ہو جاتے۔ اور درسیات سے متعلق آپ کے فیوضِ علمی سے استفادہ کرتے رہتے۔ حج ادا کرنے کے بعد آپ نے چند روز مکہ معظّمہ میں قیام فرمایا۔ اس عرصہ میں آپ نے یہاں پر موجود عالم اسلام کے علمائے اعلام سے ملاقاتیں کیں۔ ان میں سے بعض سے

آپ نے استفادہ بھی کیا۔ اور اکثر نے آپ سے اکتسابِ فیض بھی کیا۔ طوالت کے خوف سے ان تمام کے اسمائے گرامی یہاں پر تحریر نہیں کئے جا رہے۔ بعض علمائے اعلام آپ کی قیام گاہ پر تشریف لائے۔ حضرت استاذ العلماء رئیس المحدثین شیخ عمر حمدان محرسی مدنی قدس سرہ العزیز بھی آپ کی قیام گاہ پر جلوہ افروز ہوئے۔ علمی و روحانی مذاکرہ رہا۔ حضرت شیخ الحدیث نے اپنی بیاض میں اس ملاقات کی کیفیت اپنے قلم سے یوں لکھی:

"۱۷ ذی قعدہ ۶۴ھ، جمعرات، آج حضرت ممدوح قبلہ اس رباط میں خود تشریف لائے اور مجلس میں برکت و کیف و ذوق حاصل ہوا، سامعین و حاضرین محظوظ ہوئے۔ (۲)

اسی حج کے مبارک موقع پر شیخ المحدثین محمد الحافظ تیجانی اور رئیس المحدثین عمر حمدان محرسی نے آپ کو ۱۹ محرم الحرام ۱۳۶۵ھ/ ۲۳ دسمبر ۱۹۴۵ء اور ۳ صفر المظفر ۱۳۶۵ھ/ ۶ جنوری ۱۹۴۶ء کو جمیع مرویات کی اجازت تامہ عامہ مطلقہ کی اسناد عطا فرمائیں۔ (۳)

سفرِ طائف:

اگرچہ طائف کا سفر نہ حج کے مناسک میں داخل ہے اور نہ ہی ضروری ہے لیکن حضرت شیخ الحدیث نے صرف اس لئے طائف کا سفر کیا تھا کہ حضور ﷺ کے سفرِ طائف کی سنت ادا ہو جائے۔ اور ان گلی کوچوں کی زیارت بھی ہو جائے۔ جہاں سرکارِ دو عالم ﷺ نے تبلیغِ حق کی خاطر اذیتیں برداشت کی تھیں۔ ۲۹ محرم الحرام ۱۳۶۵ھ کو حضرت شیخ الحدیث طائف پہنچے اور حضرت المحترم سید ابراہیم کوشک سے ملاقات کی پھر انہی کے توسط سے حضرت سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما و حضرت سیدنا عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ کے مزارات پر حاضر ہوئے۔ ۳۰ محرم کو مکہ معظمہ واپسی ہوئی۔

اسی سال آپ نے اپنی والدہ محترمہ، اپنے بھائی علی محمد اور دو بہنوں کی طرف سے حج بدل کروایا۔ (۴)

چلو دیکھیں وہ بستی جس کا رستہ دل کے اندر ہے:

مناسکِ حج سے فراغت کے بعد اب آپ نے مرکزِ عشق و محبت مدینہ منورہ حاضر ہونا تھا۔ اگرچہ یہ زمانہ نہایت گرانی کا تھا اور جنگِ عظیم ابھی ابھی ختم ہوئی تھی تاہم آپ نے مکہ معظمہ سے مدینہ منورہ کا سفر لاری میں کیا۔ لاری کا کرایہ ان دنوں ایک ہزار روپے کے لگ بھگ تھا۔ مدینہ منورہ پہنچ کر آپ نے مفتی اعظم مولانا مصطفیٰ رضا خاں بریلوی کے ہمراہ محمد علی شوکت علی لکھنؤ والوں کے مکان اصطفیٰ منزل میں قیام فرمایا۔

مدینہ منورہ میں آپ کے اوقات ایک عاشقِ صادق کی طرح گنبدِ خضریٰ کی زیارت، مواجہہ شریف میں صلوٰۃ وسلام، ریاض الجنۃ میں وقوف و قیام، جنت البقیع، مسجد قباء اور دیگر متبرک مقامات و مشاہدات کی زیارت میں بسر ہوتے۔ زیادہ وقت آپ مسجدِ نبوی میں گزارتے، ہر نماز کے بعد حاضری اور صلوٰۃ وسلام پیش فرماتے۔ مدینہ منورہ میں آپ کا قیام پچیس روز رہا۔ (۵)

پچیس روز رہا۔(۵)

اب تو غنی کے در پر بستر جما دیئے ہیں:

مدینہ طیبہ کی اس اولین حاضری کے موقع پر مقصودِ کائنات ﷺ کو سامنے پا کر آپ نے امام اہل سنت قدس سرہ کا یہ شعر پڑھنا شروع کر دیا۔

ہم سے فقیر بھی اب پھیری کو اٹھتے ہوں گے
اب تو غنی کے در پر بستر جما دیئے ہیں

حضرت مفتی اعظم مولانا مصطفیٰ رضا بریلوی یہ سن کر فرمانے لگے:

"غنی سامنے ہیں، وہ جود وسخا کا بے کنار سمندر ہیں، بے شک درِ اقدس پر بستر جما دیں، اور گدائے بے نوا بن کر بیٹھ جائیں وہ محروم نہیں لوٹائیں گے"۔

جب تک حاضری نصیب رہی، آپ پر یہی عالم طاری رہا۔ اس دوران وہ سب کچھ پالیا، جس کی حسرت اور تمنا تھی۔ حجابات دور ہو گئے، انوار قلب ونگاہ میں سمٹ آئے اور ایمان نے وہ مقام حاصل کر لیا جسے عین الیقین کہتے ہیں"۔(۶)

محافلِ مدینہ منورہ:

حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ نے مدینہ منورہ کی پندرہ پاکیزہ محافل میں شرکت فرمائی۔ ان میں سے اوّلین محفل قطب مدینہ حضرت مولانا ضیاء الدین مدنی کے آستانہ عالیہ پر اور آخری محفل عمارت رباط بہاولپور میں ہوئی۔ اس آخری محفل کی صدارت بھی حضرت موصوف علیہ الرحمہ نے فرمائی۔ حاضرین جو زیادہ تر پنجابی، بنگالی، ہندوستانی، مصری اور شامی تھے۔ ان کی تعداد کم وبیش دو اڑھائی ہزار تھی۔ تلاوتِ کلامِ پاک کے بعد مدینہ منورہ کے نعت خواں مولانا محمد ابراہیم سمّان نے عربی میں نعت شریف پڑھی۔ پھر ایک مصری نعت خواں نے عربی نعت پڑھی۔ حاجی اللہ دتہ فیصل آبادی نے اعلیٰ حضرت کا نعتیہ کلام پیش کیا۔ پھر اس محفل میں موجود اٹھارہ علمائے کرام کے متفقہ فیصلہ واپیل پر حضرت شیخ الحدیث نے تین گھنٹے مسلسل تقریر فرمائی۔ آپ کی تقریر کا موضوع تھا: "وما ارسلنک الا رحمۃ للعالمین" دورانِ تقریر یوں لگتا تھا جیسے در و دیوار پر وجد طاری ہو۔ حاضرین بے خود تھے۔ ہر شخص حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عشق ومحبت میں آنسو بہا رہا تھا۔ یوں معلوم ہوتا تھا کہ اس محفل میں سرکارِ دو عالم ﷺ خود جلوہ گر ہیں۔ تقریر دلپذیر کے اختتام پر پُرسوز آواز میں جناب بدیع احمد اسد بریلوی نے مشہور زمانہ سلام:

مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام
شمع بزم ہدایت پہ لاکھوں سلام

پڑھا اور مدینہ منورہ کی کھجوروں اور کھجور کے حلوے کے تبرک پر اس محفل پاک کا اختتام ہوا۔ اور دعائے خیر کی گئی۔(۷)

ختم بخاری شریف:

آپ نے مسجد نبوی شریف میں اصحابِ صفہ کے مقام پر ختم بخاری شریف کی سعادت بھی حاصل کی تھی جس کی تفصیل بیان کرتے ہوئے آپ کے تلمیذِ رشید مولانا محمد عبدالرشید جھنگوی لکھتے ہیں: حضور شیخ الحدیث والتفسیر الشاہ ابوالفضل صاحب قبلہ ۱۳۶۵ھ میں پہلی دفعہ زیارت حرمین شریفین کے لئے تشریف لے گئے اور مدینہ منورہ زادھا اللہ شرفا وعنایۃً کے قیام کے ایام میں اصحابِ صفّہ کے مقام پر بخاری شریف کا مکمل ختم فرمایا تھا۔ کتاب بخاری شریف حضرت قبلہ مولانا محمد ضیاء الدین احمد قادری سے لی تھی۔ ختم شریف کے دن شیخ المحدثین محمد الحافظ تیجانی نے سندِ حدیث حضور ممدوح موصوف کو عنایت فرمائی تھی۔ جو بخاری شریف پر تحریر تھی۔ جب فقیر کی حاضری ہوئی حسبِ سنتِ پیر ومرشد خود فقیر نے مولانا محمد ضیاء الدین رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھنے کے لئے بخاری شریف طلب کی، تو آپ نے وہی نسخہ پڑھنے کے لئے عنایت فرمایا۔ اس پر وہ سند منقول تھی۔ میں نے اسے نقل کر کے حضرت پیر ومرشد قبلہ شیخ الحدیث رضی اللہ عنہ کی خدمتِ اقدس میں حاضر کیا تھا۔(۸) ایک موقعہ پر خود حضرت محدثِ اعظم نے بھی ارشاد فرمایا تھا: "بفضلہٖ تعالیٰ فقیر نے روضۂ اقدس سرکارِ دو عالم ﷺ کے سامنے بیٹھ کر صحیح بخاری شریف مکمل ختم کی ہے۔ یہ حضور نبی کریم ﷺ کے صدقہ سے شرف حاصل ہوا"۔(۹)

حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ کو واپس ہندوستان کے لئے ۱۹ محرم الحرام ۱۳۶۵ھ/ ۲۴ دسمبر ۱۹۴۵ء کو جدہ بندرگاہ پر پہنچنا تھا۔ پروگرام کے مطابق آپ کا قیام حرمین شریفین میں صرف دو ماہ سات دن تھا۔ مگر یہ عاشقِ صادق دیارِ حبیب میں ساڑھے تین ماہ تک قیام پذیر رہا۔ جب اپنے استاذِ محترم حضرت مفتی اعظم بریلوی کے ہمراہ وطن واپس تشریف لائے تو اکثر سٹیشنوں پر آپ کا شاندار استقبال ہوا۔ بریلی، مضافاتِ بریلی اور آپ کے وطن مالوف میں اس خوشی میں متعدد مبارکبادی کے اجلاس ہوئے۔(۱۰)

دوسرا سفرِ حج وزیارت

حاضری مکہ اور زیارتِ روضۂ اقدس کا ایسا روحانی سرور زائر کو حاصل ہوتا ہے کہ زیارت کے بعد دید کی پیاس بجھنے کی بجائے اور بھڑک اٹھتی ہے۔ حضرت شیخ الحدیث بھی حج وزیارت سے واپسی کے بعد دوبارہ زیارت کے لئے بے قرار رہنے لگے۔ درج ذیل شعر آپ کی اس کیفیت کا عکاس ہے:

شربتِ دید نے اک آگ لگائی دل میں
تپشِ دل کو بڑھایا ہے بجھانے نہ دیا

سرکار بلائیں تو ہم کیوں نہ جائیں:

ایک مرتبہ آپ نے ایک نعت خواں کی بہترین اصلاح فرمائی۔ جس سے آپ کی شعر فہمی میں مہارت عیاں ہونے کے ساتھ ساتھ بار بار حاضریٔ مدینہ طیبہ کی تڑپ بھی ظاہر ہوتی ہے۔ تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ نعت خواں نے جناب محمد اعظم چشتی کی نعت پڑھتے ہوئے یہ شعر پڑھا:

تُساں سانوں مکھ وکھاوناں نئیں، اساں دید بنا ایتھوں جاوناں نئیں
اساں مڑ مڑ، در تے آوناں نئیں، ساڈا جوگیاں والا پھیرا اے

حضرت محدثِ اعظم نے فوراً ٹوک دیا اور فرمایا: "سرکار بلائیں تو ہم کیوں نہ جائیں، ہم بار بار حاضر ہوں گے، ہمیں کیا عذر ہوسکتا ہے، پڑھنا ہے تو دوسرا مصرع اس طرح پڑھو۔

اسیں مڑ مڑ جگ تے آوناں نئیں، ساڈا جوگیاں والا پھیرا اے

غور کیجئے ! شعر وسخن کا بڑے سے بڑا استاد بھی اس سے بہتر کیا اصلاح کرسکتا تھا؟ کہ ایک لفظ کی تبدیلی سے شعر کو زمین سے اٹھا کر آسمان پر پہنچا دیا۔(۱۱)

خدایا ایں کَرم بار دگر کن:

جب کبھی حضرت مولانا عبدالرحمان جامی رحمۃ اللہ علیہ کا درد و سوز سے معمور یہ شعر پڑھا جاتا کہ:

مشرف گرچہ شد جامی ز لطفش
خدایا ایں کرم بارِ دگر کن

تو آپ آبدیدہ ہوجاتے۔ آخر آپ کا جوشِ عشق رنگ لایا اور مدینے سے بلاوا آگیا۔(۱۲)

درخواست منظور ہوگئی:

پہلے حج کے گیارہ برس بعد دوبارہ دربارِ رسالت میں حاضری کی درخواست منظور ہوگئی۔ ۵ ذی قعدہ ۱۳۷۵ھ/ ۱۵ جون ۱۹۵۶ء کو حسبِ معمول آپ خطبہ جمعہ کے لئے سنی رضوی جامع مسجد تشریف لائے۔ حسین عمامہ، فاخرہ جبہ میں آپ کے نورانی چہرہ سے غیر معمولی مسرت کا اظہار ہورہا تھا۔ حاضرین اپنی جگہوں پر عقیدت واحترام سے کھڑے ہو گئے۔ سارے مجمع میں ہل چل مچ گئی۔ آپ منبر پر جلوہ افروز ہوئے تو حاضرین نے اپنی اپنی جگہ سنبھال لی۔

جمعہ کے روز حضرت شیخ الحدیث کی تشریف آوری سے قبل جامعہ رضویہ کے طلبہ باری باری تقریر کیا کرتے تھے۔ اس روز مولانا محمد معراج الاسلام کی تقریر کی باری تھی۔ آپ نے انہیں قریب بلا کر ارشاد فرمایا:

"تمہیں معلوم ہے ہماری درخواست منظور ہوگئی ہے۔ اس لئے ہماری روانگی کا اعلان کردو تاکہ احباب خوش ہوجائیں"۔

مولانا محمد معراج الاسلام نے یوں اعلان کیا:

گرامی مرتبت حاضرین! آپ کو یہ سن کر بڑی خوشی ہوگی کہ اس سال حضرت شیخ الحدیث مدظلہ کی درخواست منظور ہوگئی ہے اور آپ اس سال حج کرنے کے لئے تشریف لے جارہے ہیں"۔

ابھی اتنا ہی اعلان ہونے پایا تھا کہ آپ نے وہیں روک دیا اور اپنے پاس بلالیا، مولانا موصوف نے اس صورت حال کو بڑی عمدگی سے بیان کیا ہے، انہیں کے الفاظ میں ملاحظہ فرمایئے:۔

''آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کرنے کا تو کسی میں یارا ہی نہ تھا، خمدار ابروؤں کے نیچے لانبی پلکوں کے پیچھے سمندر کی گہرائیاں اور عشق کی سرخیاں بلئے ہوئے، شفاف بلوریں، خمار آلود، غلافی آنکھیں دل میں دھنس جاتی تھیں اور دیکھنے والوں کو بے خود و مسحور کردیتی تھیں۔ صورتِ حال ایسی تھی کہ وجہ معلوم کرنے کے لئے نہ صرف آپ کی طرف دیکھنا پڑا بلکہ آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کرنے کی ضرورت بھی محسوس ہوئی۔ اف خدایا! میں لرز گیا، بے قرار و مضطرب نگاہیں اپنے سرخ ڈوروں اور تمام گہرائیوں سمیت میرے سینے میں اتر گئیں۔ نہ جانے کیا بات تھی کہ میں مبہوت ہوگیا اور کچھ بھی نہ سمجھ سکا"۔(۱۳)

اصلِ مراد حاضری اس پاک در کی ہے:

آپ نے انہیں فرمایا: "تمہیں معلوم ہے کہ ہم فریضۂ حج ادا کرچکے ہیں۔ اب ہمارے ذمہ وہ فرض باقی نہیں۔ اس دفعہ تو صرف دربارِ رسالت کی حاضری اور گنبدِ خضریٰ کی زیارت پاک کی نیت سے جارہے ہیں۔ اس مقدس حاضری کے صدقے میں ارکانِ حج اور دیگر عبادات کی سعادت بھی حاصل ہوجائے گی۔ اس لئے اعلان کردو کہ ہم حضور نبی کریم، رؤف رحیم، پیکرِ نور و رحمت، تاجدارِ عرب و عجم، محبوب رب العالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دربار کی حاضری کے لئے جا رہے ہیں۔''(۱۴)

عشق و محبت سے لبریز اس ارشاد کو سمجھنے کے لئے عشق و محبت کا ہونا ضروری ہے۔ آیئے اسے سمجھنے کے لئے عاشقِ رسول امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمہ کے کلام سے مدد لیں۔ فرماتے ہیں:۔

اُن کے طفیل حج بھی خدا نے کرا دیئے
اصلِ مُراد حاضری اس پاک در کی ہے

کعبہ کا نام تک نہ لیا، طیبہ ہی کہا
پوچھا تھا ہم سے جس نے کہ نہضت کدھر کی ہے

کعبہ بھی ہے انہیں کی تجلی کا ایک ظل
روشن انہیں کے عکس سے پتلی حجر کی ہے

ہوتے کہاں خلیل و بنا کعبہ و منیٰ
لولاک والے صاحبی سب تیرے گھر کی ہے

مولیٰ علی نے واری تیری نیند پر نماز
اور وہ بھی عصر سب سے جو اعلیٰ خطر کی ہے

صدیق بلکہ غار میں جاں اُس پہ دے چکے
اور حفظِ جاں تو جان فروض غرر کی ہے

ہاں تو نے ان کو جان انہیں پھیر دی نماز
پر وہ تو کر چکے تھے جو کرنی بشر کی ہے

ثابت ہوا کہ جملہ فرائض فروع ہیں
اصل الاصول بندگی اس تاجور کی ہے (۱۵)

اظہارِ حقیقت:

حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ نے اس جمعہ کے تاریخی خطبہ میں جو کچھ ارشاد فرمایا، اس میں آپ کی راہ میں رکاوٹیں ڈالنے والوں کے کردار اور مولیٰ کریم کی طرف سے آپ کی مساعی جمیلہ کی قبولیت کا تذکرہ کچھ اس قدر حقائق و معارف سے لبریز تھا کہ ہر آنکھ اشکبار تھی۔ الفاظ میں چھپے حقائق سمجھنے والے آج آپ کے روحانی مقام سے قدرے آگاہی پا رہے تھے۔ آپ کے ارشاد کے الفاظ کچھ اس طرح تھے۔

"اے لائل پور والو! ہم خوش ہیں کہ آج گھڑی اس سفر کی ہے جس کے لئے کئی راتیں آنکھوں میں کاٹی ہیں۔ درماندہ راہی کے لئے اس سے بڑا کوئی انعام نہیں کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اسے اپنے دربار میں یاد فرمالیں۔ ہم جا رہے ہیں اور خوش ہیں کہ تمنا بر آئی۔ تم نے ایڑی چوٹی کا زور لگا کر ہمیں نیچا دکھانے کی کوشش کی۔ مطعون کرنے کے لئے سازشوں کے جال بچھائے، غلط اور بے بنیاد پروپیگنڈا کا سہارا لیا۔ اور ایسی حرکتیں کیں جو سنجیدہ وفہمیدہ لوگوں کے شایانِ شان ہی نہیں مگر ہم نے تمہارا ہر وار جگر پر سہا، جہاں تک ہوسکا اپنے نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ناموس مبارک کا تحفظ و دفاع کیا، بحمداللہ ہم اپنے مقصد میں سرخرو ہوئے۔ سرکار نے ہمیں یاد فرمالیا ہے۔ آپ خوش ہیں، اس لئے ہمیں کسی کی رنجش، مخالفت، عداوت اور بغض و حسد کی کوئی پرواہ نہیں۔

تمہارا یہ خیال تھا کہ میں اکیلا ہوں۔ اس لئے مجھے دبا لو گے، لیکن یہ نہ جانا کہ حضور غوثِ اعظم، حضرت

غریب نواز، حضور داتا صاحب، حضور پرنور فاضل جلیل امام احمد رضا رضوان اللہ علیہم ہمارے معاون ومددگار ہیں اور ان کی نگاہِ کرم اور معاونت کے باعث تم ہمارا کچھ نہ بگاڑ سکو گے۔(۱۶)

الوداعی جلوس:

اگلے روز بروز ہفتہ ۶ ذیقعدہ ۱۳۷۵ھ/ ۱۶ جون ۱۹۵۶ء کو فیصل آباد سے روانگی کا پروگرام بن چکا تھا۔ احبابِ اہل سنت بڑی تعداد میں جامعہ رضویہ میں جمع ہو گئے۔ حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ نے درسِ حدیث دیا جس میں فضائل مدینہ منورہ بیان فرمائے۔ پھر مدارس ومساجد اہلِ سنت کی ترقی اور احبابِ اہل سنت کی دینی ودنیوی فلاح اور خیر وبرکت کے لئے دعائیں فرمائیں۔ شاہی مسجد اور سنی رضوی جامع مسجد میں نوافل ادا فرمائے۔ پھر جلوس کی شکل میں اسٹیشن کی طرف روانگی فرمائی۔ آپ بغیر چھت کی کار میں تشریف فرما تھے تا کہ لوگ زیارت آسانی سے کر سکیں۔ سینۂ اقدس پھولوں کے ہاروں سے سجا ہوا تھا۔ کار پر اتنے ہار تھے کہ مزید کی گنجائش نہ رہی تھی۔ حسبِ معمول نیچی نگاہیں کئے محبوب کے تصور میں محو تھے۔ الوداعی جلوس اور حضرت شیخ الحدیث کی زیارت کے لئے دکانوں اور مکانوں کی چھتوں پر عوام کثیر تعداد میں جمع تھے۔ بعض چھتوں پر لوگ کیمرہ لئے ہوئے تھے تا کہ زائرِ مدینہ کی تصویر بنالیں۔ باوجود محویت کے اچانک آپ نے نگاہ اٹھائی اور ارشاد فرمایا کہ ان کو روکو۔ چنانچہ آپ کے ارشاد پر فوٹو گرافروں کو سختی سے منع کر دیا گیا۔ اسی طرح اسٹیشن پر جلوہ گری ہوئی، ہجوم کے باعث اسٹیشن کا نظام معطل ہو گیا۔ آپ کے لئے انتظار گاہ خالی کروالی گئی لیکن آپ نے انتظار گاہ کے باہر ہی قیام کرنا مناسب خیال فرمایا۔ گاڑی آنے میں ابھی وقت باقی تھا۔ حسبِ معمول نعت خوانی شروع ہو گئی۔ آپ کی چشمانِ مبارک آنسوؤں سے تر ہو رہی تھیں، نعت خوانوں پر انعام کی بارش ہو رہی تھی لوگ انہیں نذرانہ پیش کر رہے تھے۔ اسی محویت کے عالم میں اچانک آپ نے نگاہ اٹھائی اور فرمایا "ان کو روکو" دیکھا گیا تو معلوم ہوا کہ ریلوے اسٹیشن کی عمارت کی چھت پر چھپ کر ایک آدمی کیمرہ لئے آپ کی فوٹو لینے کی کوشش کر رہا تھا۔ اسے سختی سے روک دیا گیا۔(۱۷) بفضلہٖ تعالیٰ آپ نے عمر بھر تصویر نہیں بنوائی۔ اور پاسپورٹ پر فوٹو بھی آپ نے نہیں لگوائی یوں دونوں حج بغیر تصویر بنوائے آپ نے ادا فرمائے۔

گاڑی پلیٹ فارم پر پہنچی تو نعرہ ہائے تکبیر ورسالت اور نعرۂ غوثیہ بلند کئے گئے۔ حضرت اپنے ساتھیوں کے ہمراہ درجہ اوّل کے ڈبہ میں جلوہ افروز ہو گئے۔ جب گاڑی چلنے لگی تو لوگوں نے دھڑکتے دلوں اور پرنم آنکھوں کے ساتھ زائرِ مدینہ کو الوداع کہا۔ نعرہ ہائے تکبیر ورسالت وغوثیہ اور زائرِ مدینہ زندہ باد، محدثِ اعظم زندہ باد سے فضا ایک مرتبہ پھر گونج اٹھی۔ گاڑی دوسرے روز کراچی پہنچی تو احباب اہل سنت کی بڑی تعداد نے آپ کا شاندار استقبال کیا۔ کراچی میں ایک ہفتہ قیام رہا۔ یہاں کافی لوگ آپ سے بیعت ہوئے۔(۱۸)

کشتی تمہیں پہ چھوڑی لنگر اٹھا دیے ہیں:

۱۵ ذی قعدہ ۱۳۷۵ھ/ ۲۵ جون ۱۹۵۶ء دوشنبہ مبارکہ کو آپ بحری جہاز کے درجہ اوّل میں سوار ہوئے۔ آپ کو الوداع کہنے کے لئے احبابِ اہل سنت کی کثیر تعداد بندرگاہ پر پہنچ گئی تھی۔ ہوائی جہاز کی سہولت کے باوجود پہلے حج کی طرح دوسرے حج کے لئے بھی آپ نے بحری سفر اختیار فرمایا کیونکہ آپ دیارِ حبیب میں غلامانہ حیثیت سے حاضر ہونا چاہتے تھے۔ شام چھ بجے آپ جہاز پر سوار ہوئے اور رات گیارہ بجے لنگر اٹھا دیا گیا۔ اس موقع پر امام احمد رضا علیہ الرحمۃ کا یہ شعر آپ کے حال کی ترجمانی کر رہا تھا:

آنے دو یا ڈبو دو اب تو تمہاری جانب
کشتی تمہیں پہ چھوڑی لنگر اٹھا دیئے ہیں

اس سفر میں حضرت مولانا معین الدین شافعی اور مولانا محمد ابراہیم خوشتر صدیقی بھی آپ کے ہم رکاب تھے۔ دورانِ سفر جہاز میں میلاد پاک کی محفلیں خوب ہوئیں۔ یہ جہاز بروز پیر ۲۲ ذی قعدہ ۱۳۷۵ھ/ ۲ جولائی ۱۹۵۶ء کو یعنی سات دن میں جدہ پہنچا۔ (۱۹)

سُوئے مدینہ منورہ:

چونکہ اس سفر میں بارگاہِ رسالت میں حاضری کی خصوصی نیت تھی لہذا آپ نے جدّہ اترتے ہی مدینہ طیبہ حاضری کی کوشش فرمائی چنانچہ اسی شام کو جدہ سے مدینہ منورہ روانگی ممکن ہوگئی۔ ۲۳ ذیقعدہ/ ۳ جولائی بروز منگل صبح آپ اپنے آقا ومولیٰ کے حضور حاضر ہوگئے۔ اب دل کے وہ سارے ارمان پورے ہوگئے جن کی خاطر یہ سفر اختیار کیا تھا۔ (۲۰)

پسِ مرگ کر دے غبارِ مدینہ:

دیارِ حبیب میں حاضر ہونے والا ہر عاشق یہ چاہتا ہے کہ اب حضور کے قدموں میں زندگی کی ساعتیں پوری ہو جائیں اور پسِ مرگ بھی خاکِ طیبہ میں آسودگی نصیب ہو۔

مری خاک یا رب نہ برباد جائے
پسِ مرگ کر دے غبارِ مدینہ

مگر حضرت شیخ الحدیث چونکہ اخص الخواص میں سے تھے۔ ان کے جذبات اس سے بھی بلند تھے۔ آپ کے اس نظریۂ محبت کو سمجھنے کے لئے درج ذیل مکتوب کا مطالعہ فرمایئے جو آپ نے مدینہ منورہ حاضر ہونے کے ایک ہفتہ بعد حافظ محمد شفیع رضوی صدر انجمن فدایانِ رسول ﷺ فیصل آباد کو لکھا۔

"یہاں سے آنے کو دل نہیں چاہتا۔ موت یہاں آئے تو کیا کہنا، زہے نصیب، مگر ہمارا دل ہی کیا ہے اور ہمارا

چاہنا کیا ہے، چاہنا تو محبوبِ خداعزوجل کا ہے۔ ان کے چاہے کو، ان کی رضا کو رب تعالیٰ چاہتا ہے۔ ان کی مرضی، خدا کی مرضی، اگر فقیر پر ہو تو فقیر واپس کبھی نہ آئے، مگر ہوگا وہی جو دونوں جہاں کے دولہا چاہیں گے۔" (۲۱)

تسلیم و رضا کا یہ مقامِ رفیع اللہ کے برگزیدہ بندوں کا نصیبہ ہے۔ یہ حُبِّ رسول ﷺ کی معراج ہے۔ اور اسی کا نام فنافی الرسول ہے۔

سُوئے مکّہ:

حضرت شیخ الحدیث نے ۴ ذی الحجہ ۱۳۷۵ھ/ ۱۲ جولائی ۱۹۵۶ء تک ابھی گیارہ روز ہی مدینہ طیبہ کی نورانی فضاؤں میں بسر کئے تھے کہ ایامِ حج قریب آ گئے۔ آپ ۵ ذی الحجہ ۱۳۷۵ھ/ ۱۳ جولائی ۱۹۵۶ء جمعہ کو عازم مکہ مکرمہ ہوئے۔ مدینہ منورہ سے ہی حجِ قران کا احرام باندھ لیا۔ مسنون دعاؤں کے ساتھ درود شریف کے حسین گلدستے بارگاہِ رسالت میں پیش کئے۔ (۲۲)

مکہ مکرمہ سے منیٰ، عرفات تک پیدل:

مکہ مکرمہ سے منیٰ، عرفات تک کا سفر پیدل اختیار فرمایا۔ بعض احباب کا ارادہ تھا کہ سفر سواری پر کر لیں، مگر آپ نے فرمایا:

"میری تحقیق کے مطابق حضورِ اکرم ﷺ نے سواری ہونے کے باوجود یہ سفر پیدل فرمایا۔ لہٰذا پیدل ہی چلنے کا ارادہ ہے۔ ہاں اگر تھک گئے اور نہ چل سکے تو گاڑی پر سوار ہو جائیں گے۔"

منیٰ سے عرفات راستہ بھر آپ مسائلِ حج سے آگاہ فرماتے رہے۔ دعائیں پڑھتے اور پڑھاتے رہے، یہ سفر بخیر و خوبی پورا ہوا۔ یمنی لوگ جو پیدل سفر کر رہے تھے، ان سے آپ عربی میں گفتگو کرتے رہے، بعد عصر جبل رحمت کے پاس آ کر دعائیں کیں۔ اس دعا میں بہت سرور و کیف رہا، جو آپ کے ہمراہیوں نے بھی محسوس کیا۔ (۲۳)

ایامِ مکہ مکرّمہ:

سفرِ حج میں آپ کے ایک ساتھی میاں محمد محبوب الٰہی انجینئر مکہ شریف میں آپ کی مصروفیات کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: " مکہ شریف میں آپ جہاں بھی قیام پذیر ہوتے، وہیں محفل نعت خوانی ہو جاتی، گھر میں، عمرہ کے لئے میقات پر جاتے تو وہاں بھی، اس طرح خوب رونق رہتی۔ اکثر اوقات نمازِ عشاء کے بعد از ان سے قبل آپ حرم شریف میں معتکف رہتے اور عموماً خانہ کعبہ کا طواف کیا کرتے۔

ایک دن دورانِ طواف میں آپ کے بالکل قریب ہی تھا۔ جب آپ حجرِ اسود کے نزدیک پہنچے تو اس خیال سے کہ آپ حجرِ اسود کو با آسانی بوسہ دے سکیں۔ میں نے آگے کھڑے ہوئے آدمیوں کو ہٹانا چاہا۔ تو آپ نے اشارہ سے

مجھے روک دیا۔ جب آپ آگے بڑھے تو لوگوں نے خود ہی جگہ خالی کردی۔ اس طرح آپ نے حجرِ اسود کو بآسانی چوم لیا اور پھر میں نے بھی۔ اس طرح ہر چکر میں موقع ملتا رہا۔ بعدۂ آپ نے فرمایا: "اس سے قبل میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی طرف سے طواف کر رہا تھا، تو مجھے ہر چکر میں حجرِ اسود کو چومنے کا موقع ملتا رہا۔ اور اب تو یہ طواف حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی طرف سے تھا اور مجھے پورا یقین تھا کہ اب کیوں رکاوٹ ہوگی۔ آپ کا اشارہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی حلیمی طبع اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے رعب وجلال کی طرف تھا۔ سبحان اللہ! اس کے بعد تو میں بھی آپ کے پیچھے پیچھے شامل رہتا۔ اور حجرِ اسود کے بوسہ سے محظوظ ہوتا۔ یہ یقیناً آپ کی کرامتِ ظاہرہ تھی۔ (۲۴)

محفل مکۃ المکرّمۃ:

مکہ مکرمہ میں حضرت سید جمل اللیل کے صاحبزادے نے مختلف ممالک کے علماء ومشائخ کے اعزاز میں جعرانہ میں دعوت کی۔ اور وہاں صبح سے شام تک علماء ومشائخ کا قیام رہا۔ تمام دن حسنِ قرأت ونعت خوانی کی محفلیں سجی رہیں۔ اس محفل میں حضرت محدثِ حرم جو مذہباً مالکی تھے اور حرم شریف میں روزانہ طلبہ کو درسِ حدیث دیا کرتے تھے، بھی موجود تھے۔ یہاں پر آپ نے تاریخ جعرانہ پر مختصر اور نفیس انداز میں تقریر فرمائی۔ آپ نے دورانِ گفتگو کئی مرتبہ حضرت کو محدثِ پاکستان کے خطاب سے یاد فرمایا۔ اسی طرح دوسرے ممالک مثلاً شام، عراق، مصر وغیرہ کے علماء ومشائخ نے آپ سے سندِ حدیث وخلافت بھی حاصل کی۔ (۲۵)

سندِ حدیث وخلافت لینے والے عربی علماء:

اس مرتبہ بہت سے علماء وفضلاء نے آپ سے سندِ حدیث اور سندِ خلافت حاصل کی۔ اجازت پانے والوں میں سے درج ذیل علماء کے اسمائے گرامی دستیاب ہوسکے ہیں۔

☆ مولانا محمد علی حموی، حماہ، شام
☆ مولانا محمد طیب دمشقی، مدرس جامع مسجد دمشق
☆ مولانا محمد تیسیر دمشقی، مدرس جامع مسجد دمشق
☆ مولانا محمد منیر لطفی، امام جامع المسعود، حماہ، شام
☆ مولانا محمد بدرالدین الحسنی الشہیر بالفلاینی مدرس حضور رابطۃ العلماء، دمشق
☆ مولانا حسین فہمی الترکی، شارع عینیہ الحر جی المدینۃ المنورہ (۲۶)

مخالفین کی ناکام سازش:

حضرت محدثِ اعظم پاکستان نے مخالفین اہل سنت کا پردہ چاک کیا تھا اور ان کے مذموم عزائم سے اہل سنت کو آگاہ وخبردار کیا تھا۔ جس کا بدمذہبوں اور بدعقیدہ لوگوں کو بہت رنج اور صدمہ تھا۔ علمی سطح پر تو وہ آپ کا مقابلہ کرنے کی طاقت نہیں رکھتے تھے۔ البتہ جھوٹے مقدموں اور افواہوں سے آپ کی تبلیغی مساعی کو غبار آلود اور قاتلانہ حملوں سے آپ

کو اپنی راہ سے ہٹانا چاہا۔لیکن اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے وہ اپنے ان تمام ہتھکنڈوں میں ناکام رہے۔حضرت محدثِ اعظم کے سفرِ حج کی خبر جب مشہور ہوئی تو انہوں نے اسے بدلہ لینے کا بہترین موقع جانا کہ چونکہ آپ کے مسلک کے مطابق کسی بدمذہب کی اقتداء میں نماز جائز نہیں لہٰذا ہم وہاں نجدی حکومت کو شکایت کر کے آپ کو نقصان پہنچائیں گے۔چنانچہ پروگرام کے مطابق انہوں نے محکمہ امورِ شرعیہ میں درخواست کی کہ لائل پور کے مولانا محمد سردار احمد امام حرم کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے اس پر قاضی نے آپ کو بلا کر آپ کا مؤقف معلوم کیا اور نہایت عزت سے رخصت کر دیا۔قاضی کے طلب کرنے کو مخالفین نے مقدمہ اور گرفتاری کا رنگ دیدیا اور حرم شریف میں بھی اس صریح جھوٹ کی تشہیر سے گریز نہ کیا۔چنانچہ میاں محمد محبوب الٰہی انجینئر بیان کرتے ہیں:"ایک دن قبل دوپہر حرم شریف میں دو شخص علاقہ لائل پور (فیصل آباد) کے کھڑے آپس میں باتیں کر رہے تھے،ایک نے دوسرے کو بڑی خوشی کے لہجہ میں کہا کہ تمہیں پتہ چلا ہے کہ مولوی سردار کو حکومت نے گرفتار کر لیا ہے؟ میں یہ سن رہا تھا اور مجھے یہ علم تھا کہ ان کی شرارت ناکام ہو چکی ہے اور حضرت صاحب اس وقت طواف کر رہے ہیں۔میں نے ان سے پوچھا کہ آپ کس کی بات کر رہے ہیں؟ کہنے لگے کہ لائل پور کے مولوی کی بات کر رہے ہیں۔حکومت نے اس کے خلاف مقدمہ قائم کیا تھا اور گرفتاری عمل میں آ چکی ہے۔اور میری نگاہ خانہ کعبہ کی طرف تھی کہ حضرت صاحب مجھے نظر آ گئے میں نے ان کو کہا کہ کیا وہ شخص سامنے طواف کرنے والا ہی مولانا سردار احمد نہیں ہے؟ اب دو ہی صورتیں ہیں کہ یا تم غلط بیانی کر رہے ہو یا دوسری صورت میں مولانا کی کرامت ہے؟ ہر دو شخص بڑے کھسیانے ہو گئے۔(۲۷)

ان تمام واقعات کے عینی شاہد مولانا معین الدین شافعی نے قاضی کے دفتر میں حضرت صاحب کی تشریف آوری اور گفتگو کی تمام روداد ایک طویل مضمون کی صورت میں قلمبند کی ہے۔مناسب ہے کہ مذکورہ مضمون میں سے چند اقتباسات حقائق سے آگاہی کے لئے یہاں نقل کئے جائیں۔مولانا موصوف لکھتے ہیں: تقریباً چالیس پچاس علماء کرام اور پاک و ہند کے احباب حضرت محدث اعظم کے ساتھ جلوس کی شکل میں دفتر میں پہنچے۔وہ وقت بھی عجیب تھا۔حضرت کے چہرے پر ایک خاص قسم کی نورانیت ظاہر تھی۔آپ کی باوقار شخصیت اور دلکش حسن و جمال کو دیکھ کر قاضی صاحب اتنے متأثر ہوئے کہ گفتگو کا اسلوب ہی بھول گئے۔اور بولے فرمایئے! آپ کس لئے عدالت میں تشریف لائے ہیں۔آپ نے فرمایا مجھے آنے کی ضرورت نہیں،آپ نے ہی بلایا ہے۔آپ ہی بتائیں۔قاضی کو اپنی غلطی کا احساس ہوا دفتر بہت بڑا تھا۔جیسے ہی حضرت کے ساتھ آنے والے علماء وخدّام واحباب بھی کمرے میں داخل ہوئے تو کمرہ کھچا کھچ بھر گیا۔جج یہ دیکھ کر پریشان ہوا اور معلم سے کہنے لگا کہ اتنے آدمی کیوں لائے ہو؟ معلم نے کہا میں نہیں لایا۔بلکہ یہ تو حضرت کے شاگرد،مرید اور پاک وہند کے عقیدت مند ہیں جو خود بخود ساتھ آ گئے ہیں۔جج نے دفتر کے بغلی چھوٹے کمرہ میں جو غالباً اس کے پی۔اے کا تھا،بیٹھ کر گفتگو کرنا مناسب سمجھی۔حضرت محدثِ اعظم پاکستان کے ساتھ میں،معلم اور حاجی احمد میمن بیرسٹر اور معلم کا لڑکا یوسف تھا۔وہابی ایجنٹ شریف دسوہی کے ساتھ لائل پور،گوجرانوالہ کے دو تین نجدی مولوی تھے۔

جج نے محدثِ اعظم پاکستان سے سوال کیا کہ یارسول اللہ ﷺ کہنا اور رسول اللہ ﷺ سے استعانت کرنا شرک ہے۔اس بارے میں آپ کیا کہتے ہیں؟ حضرت محدث اعظم نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کو اللہ کا بندہ اور رسول سمجھ کر یارسول اللہ کہنا اور مدد طلب کرنا بالکل جائز ہے۔جج نے پوچھا کس طرح؟ اس پر آپ نے حدیث پاک سے واقعہ سنایا کہ غزوہ ہوازن میں مسلمانوں کو فتح حاصل ہوئی اور مالِ غنیمت بھی ملا۔تو وہ مالِ غنیمت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تقسیم فرمایا۔ابھی یہ لشکر وہیں موجود تھا کہ قبیلہ ہوازن کے لوگ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہو کر ایمان لائے۔حضور کے دستِ اقدس پر بیعت کی اور درخواست کی کہ اب وہ ایمان لا چکے ہیں اب ان کا مال اور قیدی واپس کر دیئے جائیں۔تمام مال چونکہ غنیمت کے طور پر تقسیم ہو چکا تھا۔اور ایمان والوں کی تالیف قلوب مقصود تھی۔اور آپ سامان بھی واپس کرنا چاہتے تھے۔آپ نے قبیلہ ہوازن سے فرمایا کہ جب نمازِ عصر پڑھ چکیں تو آپ لوگ کھڑے ہو کر ہماری خدمت میں عرض کریں یارسول اللہ! ہم آپ سے استعانت کرتے ہیں اور سوال کرتے ہیں کہ آپ ہمارا مال وغیرہ واپس عنایت فرمائیں یہ چنانچہ نمازِ عصر سے فراغت کے بعد صحابہ کرام کی موجودگی میں قبیلہ ہوازن والوں نے حضور کے سکھائے ہوئے کلمات بارگاہِ رسالت میں عرض کیے کہ یارسول اللہ ﷺ ہم آپ سے سوال کرتے ہیں کہ آپ ہمارا مال وغیرہ واپس عنایت فرمائیں۔ان کی اس درخواست پر حضور اکرم ﷺ نے اپنے حصہ میں آیا ہوا مال اور کچھ اپنی طرف سے بھی عطا فرمایا۔اس کے بعد صحابہ کرام نے بھی ان کے مال کے ساتھ اپنی طرف سے بھی عطیات دیئے۔اہلِ ہوازن خوش ہو کر واپس چلے گئے۔

یہ واقعہ سن کر نجدی جج نے اپنی باطنی بدعقیدگی کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ یہ واقعہ اس وقت کا ہے۔جب رسول اللہ ﷺ حیات تھے،اب تو وہ معاذ اللہ ثم معاذ اللہ مر چکے ہیں۔اس پر حضرت محدثِ اعظم علیہ الرحمۃ نے تڑپ کر جواب دیا الحمد لله الآن نبينا حی اور برجستہ یہ حدیث سنائی جس کے آخری الفاظ یہ ہیں کہ "فنبی الله حی یرزق "اللہ کے نبی زندہ ہیں اور انہیں رزق دیا جاتا ہے۔پھر فرمایا اللہ کے نبی کی شان تو بہت ارفع ہے۔ان کے غلام جو اللہ کی راہ میں شہید ہوتے ہیں ان کے متعلق میرا رب فرماتا ہے:۔

وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ بَلْ اَحْيَاءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ.

اور دوسری جگہ فرماتا ہے:۔

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا بَلْ اَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ.

جج یہ سن کر خاموش ہو گیا۔

یہ تمام گفتگو تحریر کر لی گئی، گفتگو ختم ہونے پر جج نے کہا کہ اس تحریر پر دستخط فرما دیں۔آپ نے فرمایا دستخط اس شرط پر کروں گا کہ اس کی ایک نقل مجھے بھی دی جائے۔اور اس پر آپ کی مہر بھی ہو۔اس نے کہا ہم مجبور ہیں اس کی نقل نہیں دے سکتے۔آپ نے فرمایا کہ اس کی نقل کی ہمیں اس لئے ضرورت ہے کہ پاکستان کے نجدی، وہابی، دیوبندی

وہاں دبے ہوئے ہیں۔لیکن یہاں آپ لوگوں کی وجہ سے دلیر ہیں۔اگرچہ یہاں بھی انہیں شکست اٹھانا پڑی ہے۔لیکن میں جانتا ہوں کہ جھوٹ بولنا ان کے نزدیک جائز ہے۔جو شخص حرم پاک میں جھوٹ بولنے سے باز نہیں آیا اور میرے متعلق جھوٹی باتیں پھیلاتا رہا۔ یہاں تک کہ اس نے یہ افواہ بھی پھیلا دی کہ مولانا سردار احمد کو گرفتار کر لیا گیا ہے۔جب میرے احباب نے یہ افواہ سنی تو سخت پریشان ہوئے۔مناسکِ حج ادا ہو چکے ہیں۔اب یہ لوگ ہوائی جہاز سے پاکستان جائیں گے۔خصوصاً لائل پور اور دوسرے علاقوں میں پروپیگنڈے کریں گے۔اخبارات میں بیان دیں گے کہ سردار احمد کو سعودی حکومت نے گرفتار کر لیا ہے۔اسی طرح پاکستان کے عوام کو پریشان کریں گے۔تحریر کی نقل حاصل کرنے کا مقصد یہی ہے کہ اس کی نقل پاکستان کے اخبارات میں شائع کرا کے عوام کو پریشانی سے بچایا جائے۔اور انہیں بتایا جائے کہ یہ دیوبندی، وہابی جھوٹے ہیں۔الحمدللہ اب یہ لوگ خائب وخاسر ہو چکے ہیں۔اب ان کے جھوٹ کا پول کھلنے پر عوام کو تسلی ہو گی۔

حضرت محدثِ اعظم کے اس ارشاد کے باوجود جج نے معذرت کی اور یقین دلایا کہ یہ لوگ کچھ نہیں کریں گے۔ اس پر حضرت نے تحریر پر دستخط فرما دیئے۔اس کامیابی وکامرانی پر احبابِ اہل سنت وجماعت کو بڑی خوشی ہوئی۔اسی خوشی میں گیارہویں شریف کی نیاز بھی دلائی گئی۔جج نے جو گفتگو قلم بند کرائی تھی اور آپ کے دستخط لئے تھے۔جب یہ تحریر قاضی القضاۃ کے پاس پہنچی تو اس نے پڑھ کر داد دی اور معلم جعفر اکبر کو بلا کر کہا کہ محدث اعظم پاکستان بہت ذہین وفطین ہیں۔ میں ان کی دعوت کرنا چاہتا ہوں اور انہیں اپنے گھر بلاؤں گا۔لانے کے لئے اپنی کار بھیجوں گا اور نذرانہ بھی پیش کروں گا اس کی عقیدت ومحبت کا باعث یہی گفتگو بنی۔معلم جعفر اکبر نے جب یہ پیغام حضرت صاحب کو سنایا تو آپ نے فرمایا: "فقیر یہاں نجدیوں کی دعوت کھانے اور تحائف وصول کرنے نہیں آیا۔فقیر تو حرمین طیبین کی حاضری وزیارت کی نیت سے یہاں حاضر ہوا ہے"۔آپ کی خواہش جلد ہی مدینہ طیبہ حاضری کی تھی۔چنانچہ حسبِ خواہش اسی رات کو مدینہ طیبہ روانگی کا انتظام ہو گیا۔(۲۸)

اب مدینہ کو چلو صبح دل آرا دیکھو:

۲۲ ذی الحجہ ۱۳۷۵ھ/ ۲۱ جولائی ۱۹۵۶ء کو آپ شہر نور ونکہت، مدینہ منورہ دوبارہ حاضری کے لئے روانہ ہوگئے۔ گنبدِ خضریٰ کی چھاؤں میں قیام کا شرف حاصل ہوا۔مسجد نبوی ﷺ میں سنی صحیح العقیدہ افراد کے ساتھ نماز باجماعت ادا فرماتے۔مسجد نبوی میں ہی "خصائص کبریٰ" کا مطالعہ فرماتے اور نگاہیں گنبدِ خضریٰ پر ہوتیں۔کعبہ کے بدر الدجیٰ تم پہ کروڑوں درود اور مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام کا نذرانہ صبح وشام پیش کرتے۔(۲۹) اس دفعہ مدینہ منورہ میں میلاد پاک کی کافی محافل منعقد ہوئیں۔جس میں دیگر علماء سے ملاقاتیں ہوئیں۔ان ملاقاتوں میں علمی مباحث اور دینی مسائل پر تبصرہ رہتا۔علمائے کرام نے آپ کی علمی وسعت وثقاہت کی داد دی۔انہی مصروفیات میں جب ایک ماہ گزر گیا تو حضرت محدث اعظم علیہ الرحمہ نے واپسی کا ارادہ فرمایا۔آپ کو جامعہ رضویہ کے دورۂ حدیث کے طلبہ کی فکر تھی کہ ان کی

تعلیم میں حرج نہ ہو۔آپ نے ارادہ فرمایا کہ جدّہ پہنچ کر بذریعہ ہوائی جہاز واپسی ہو۔اس وقت وہاں کا معمول یہ تھا کہ ہوائی جہاز کے اڈہ پر معلم کا ایک وکیل ہوتا تھا جو جہاز آنے پر معلوم کرتا کہ اس میں کوئی جگہ ہے یا نہیں۔اگر کوئی سیٹ خالی ہوتی تو معلم کو بذریعہ ٹیلی فون اطلاع دیتا۔لیکن اس کے لئے ٹکٹ پہلے سے خریدنے پڑتے۔اسی لئے آپ نے اپنا اور مولانا معین الدین کا ٹکٹ خرید لیا۔(۳۰)

اِجْلِسْ شَوَیا:

حضرت مولانا ابراہیم سمّان حضرت محدث اعظم سے ملاقات کے لئے اکثر دو بجے دوپہر آیا کرتے تھے۔ مولانا موصوف نعت گو بھی تھے اور نعت خواں بھی۔مسجد نبوی شریف میں ترکوں کے عہدِ خلافت میں اذان دیتے تھے۔طریقہ یہ تھا کہ روزانہ تازہ نعت لکھتے،تہجد سے پہلے مواجہ اقدس میں پیش کرتے،پھر اذان دیتے،جب نجدیوں کا تسلط ہوا تو انہوں نے کہا کہ صرف اذان پڑھو،نعت نہیں پڑھ سکتے،مولانا ابراہیم سمّان نے کہا اگر نعت نہیں پڑھ سکتا تو اذان بھی نہیں دوں گا۔یہ بزرگ حضرت محدث اعظم سے بڑی عقیدت کا اظہار کیا کرتے تھے۔ایک روز تشریف لائے،دیر تک محفل رہی،سیدی سمّان نے حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ سے فرمایا:"یا مولانا! ہمارے ہاں دستور ہے کہ جب مہمان اپنے میزبان سے رخصت چاہتا ہے تو میزبان اپنے مہمان سے کہتا ہے کہ اجلس شویا یعنی تھوڑی دیر اور تشریف رکھئے۔مولانا! آپ سرکارِ دوعالم نور مجسم ﷺ کے مہمان ہیں۔ہوسکتا ہے کہ حضور فرمائیں اجلس شویا یعنی اے میرے مہمان! کچھ دیر اور رکئے۔لائل پور سے آئے ہو،واپسی کی اتنی جلدی بھی کیا ہے،کچھ وقت بعد چلے جانا حضرت سیدی ابراہیم سمان کی اس بات میں جو سوز وگداز تھا،اس نے عجیب کیف وسرور طاری کردیا،حضرت محدث اعظم پاکستان علیہ الرحمہ کی آنکھوں سے بے ساختہ آنسو جاری ہو گئے۔اور دیر تک یہ کیف وسرور کی حالت طاری رہی۔(۳۱)

اِجْلِسْ شَوَیا کا عملی ظہور:

مولانا معین الدین شافعی بیان کرتے ہیں کہ:ہم معلم حضرت حیدرالحیدری کی طرف سے اطلاع کے منتظر تھے، ایک روز مغرب کی نماز کے بعد حضرت محدث اعظم پاکستان علیہ الرحمہ نے حضرت حیدرالحیدری کی خدمت میں مجھے معلومات حاصل کرنے کے لئے بھیجا۔فقیر نے جب حیدرالحیدری کی خدمت میں حاضر ہوکر سلام عرض کیا تو وہ سلام کا جواب دے کر خوب مسکرائے اور فرمایا:مولوی معین صاحب! ہم دوپہر کو ایک جگہ دعوت پر گئے تھے،ہمارا ٹیلی فون کمرے میں بند تھا،ٹیلی فون کی گھنٹی بجتی رہی،ہم موجود نہیں تھے،جہاز آیا بھی اور چلا بھی گیا،اب کل جانا ہوگا،فقیر نے واپس آکر حضرت محدثِ اعظم علیہ الرحمہ کی خدمت میں تمام واقعہ معلم کے انداز میں عرض کیا،جب میں عرض کرنے لگا کہ حضور اب کل تو آپ نے فوراً فرمایا مولوی معین! اب ہمارا یہ کل بے کل ہے اس کے بعد آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے،فرمایا: "جاؤ ٹکٹ واپس کرآؤ۔جب حکم ہوگا تو چلیں گے"۔فقیر ٹکٹ واپس کرآیا،اس کے بعد پندرہ دن مدینہ طیبہ کی حاضری

کا شرف حاصل رہا، اس طرح حضرت سمنان کے ارشاداجلس شویا کا عملی ظہور ہوا۔ اس موقع پر حضرت محدثِ اعظم علیہ الرحمہ نے فرمایا:۔

"بندۂ خدا! فقیر نے ساری عمر حدیث شریف پڑھی بھی ہے اور پڑھائی بھی ہے کہ سرکارِ دوعالم ﷺ کے قبضہ واختیار میں امتیوں کے قلوب ہیں، جب چاہتے ہیں اجازت دیتے ہیں۔ جب تک چاہتے ہیں روکے رکھتے ہیں، آج تو اس کا عملی مشاہدہ ہوگیا ہے۔" (۳۲)

مدینہ طیبہ میں حج کے بعد دوسری حاضری تینتالیس روز رہی اور اگر اس میں حج سے قبل پہلی حاضری کے گیارہ روز بھی شامل کر لئے جائیں تو کل چوّن روز مدینۂ منورہ میں حاضری کا شرف حاصل رہا۔

مکہ مکرمہ میں دوبارہ حاضری:

۶ صفر/۱۲ استمبر کو آپ بذریعہ بس جدّہ پہنچے، پروگرام کے مطابق حرمین شریفین میں آپ کے قیام کی یہ آخری تاریخ تھی۔ مگر سرکارِ مدینہ ﷺ کے کرم سے ابھی اور چند دن قیام کا موقع مل گیا۔ یعنی جدّہ پہنچ کر معلوم ہوا کہ جہاز کی روانگی میں ابھی چند روز کی تاخیر ہے۔ چنانچہ باقاعدہ اجازت حاصل کر کے آپ دوبارہ مکہ معظّمہ حاضر ہوئے۔ اس دوسری حاضری کی روداد آپ کے ایک ہمسفر کے الفاظ میں ملاحظہ فرمایئے:

"۵صفر المظفر مدینہ منورہ سے دوشنبہ مبارکہ کو بعد مغرب جدّہ کے لئے روانہ ہوئے اور منگل کی صبح نمازِ فجر کے لئے جدّہ پہنچے۔ بس نے بہت جلد پہنچایا، گویا ٹیکسی کی طرح جلدی آئی۔ اور جو بسیں اس سے پہلے روانہ ہوئی تھیں ان سے پہلے یہ بس جدّہ پہنچی، پھر اس دن مغرب تک جدّہ رہے۔ مکہ معظّمہ کے لئے ورقہ (اجازت نامہ) حاصل کیا۔ اور بعد مغرب مکہ مکرمہ کو روانگی ہوئی۔ تقریباً ڈیڑھ گھنٹے کے بعد مکہ معظّمہ حاضر ہوئے۔ مطاف میں چند آدمی تھے، باب السلام سے مسجد الحرام میں داخل ہو کر پہلے حجرِ اسود کو بوسہ دیا۔ پھر نمازِ عشاء مقام مستجاب کے پاس رکن یمانی اور رکن اسود کے درمیان ادا کی۔ اور اطمینان سے کعبہ معظّمہ کا طواف کیا۔ ہر پھیرے میں حجرِ اسود کو بوسہ دینے کا موقع ملا۔ پھر مقامِ ابراہیم علیہ السلام پر دو رکعت ادا کیں۔ ملتزم اور بابِ کعبہ پر آ کر دعا کی۔ پھر حطیم میں میزابِ رحمت کے نیچے نفل پڑھے۔ اس کے بعد حجرِ اسود کو بوسہ دیا۔ اور باب الصفا سے سعی کے لئے نکلے۔ صفا و مروہ میں صرف دو تین آدمی سعی کر رہے تھے ۔نہایت اطمینان سے صفا و مروہ میں سعی کی۔ حضرت صاحب نے جدّہ سے وضو کیا تھا، بحمدہٖ تعالیٰ اس وضو سے نمازِ عشاء ادا فرمائی۔ طواف کیا، صفا و مروہ کی سعی فرمائی۔ اور رات بھر کلام پاک کی تلاوت فرمائی صبح کی اذان تک سوا آٹھ پارے پڑھے۔ اور اسی وضو سے صبح کی نماز پڑھی۔ اور دوبارہ پونے دو پارے پڑھے۔ اشراق ادا فرمائی۔ اشراق کے نوافل ادا فرمانے کے بعد تک وضو رہا۔ سرکارِ دوعالم نور مجسم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ میں حاضری کی برکت ہے۔ مدینہ طیبہ کی حاضری سے پہلے کی نسبت اب صحت بہت اچھی ہے۔" مکہ مکرمہ کی دوبارہ حاضری چار روز پر مشتمل رہی۔ ۹صفر المظفر/

۱۴ستمبر جمعہ کادن گزار کر بعد نمازِ عشاء آپ نے طواف وداع کیا اور عربی ٹائم کے حساب سے رات پانچ بجے مکہ معظمہ سے چل کر رات ساڑھے سات بجے جدّہ واپس پہنچے۔(۳۳)

پاکستان واپسی:

جہاز کے انتظار میں تین روز جناب شاہد علی ملک کے ہاں قیام فرمایا۔۱۲صفر المظفر ۱۳۷۵ھ/ ۱۷ستمبر ۱۹۵۶ء پیر کوشام کے وقت جہاز پر سوار ہوئے۔ جہاز کا سفر بحمدہٖ تعالیٰ نہایت خیر وخوبی سے گزرا۔۱۹صفر المظفر /۲۴ستمبر دوشنبہ مبارکہ کو جہاز کراچی پہنچا۔تقریباً مغرب کے وقت آرام باغ کراچی کی جامع مسجد میں تشریف لائے۔احباب کی پرزور فرمائش اور اصرار پر ۲۲صفر المظفر /۲۹ستمبر تک کراچی قیام رہا۔اور پھر بذریعہ پاکستان ایکسپریس فیصل آباد روانہ ہوئے۔(۳۴)

فیصل آباد میں پُر جوش استقبال:

۲۴صفر المظفر /یکم اکتوبر بروز دوشنبہ ایک بجے کے قریب گاڑی فیصل آباد پہنچی۔اسٹیشن پر زائرِ مدینہ حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ کے مشتاقانِ دید ہزاروں کی تعداد میں بے قراری سے انتظار کر رہے تھے۔زائرِ مدینہ جیسے ہی باہر تشریف لائے تو نعرہ ہائے تکبیر ورسالت، نعرہ غوثیہ، زائرِ مدینہ زندہ باد، شیخ الحدیث زندہ باد کے پر جوش نعروں سے آپ کا استقبال ہوا۔

مخالفین اہل سنت نے انتظامیہ سے مل کر فیصل آباد میں دفعہ ایک سو چوالیس نافذ کروادی تھی تاکہ آپ کے جانثار آپ کے استقبالی جلوس میں شریک نہ ہوسکیں مگر اس کے باوجود استقبالی جلوس فقید المثال تھا۔یہ جلوس جب گھنٹہ گھر کے قریب پہنچا تو اصرار ہونے لگا کہ حضرت شیخ الحدیث زیارت حرمین شریفین کے چند واقعات بیان فرمائیں۔چنانچہ آپ نے وہاں کے حالات اور آپ کے متعلق پھیلائے گئے بے سروپا پروپیگنڈے کی حقیقت بیان کی۔حرمین طیبین میں اہل سنت کے مؤقف کی برتری سے احبابِ اہل سنت شاداں وفرحاں ہورہے تھے۔گھنٹہ گھر خطاب کے دوران آپ نے روضۂ اقدس کو بوسہ دینے والی ایک بوڑھی عورت کا واقعہ بیان کیا۔آپ نے فرمایا کہ:"جب اس بوڑھی عورت نے روضۂ انور کو بوسہ دیا تو نجدی حکومت کی طرف سے متعین سپاہی (شرطہ) نے اسے منع کر دیا۔بوڑھی عورت چونکہ عربی زبان سے ناواقف تھی۔اس نے اپنے جذبات کا اظہار جس انداز میں کیا اس نے حاضرین کو اپنی طرف متوجہ کیا۔بوڑھی عورت اس سپاہی سے مخاطب ہوکر پنجابی زبان میں کہنے لگی: " تینوں پیڑ پیندی اے "

یعنی اے شرطہ میں نے محبتِ رسول کا اظہار کیا ہے۔ہماری زندگی کا ماحصل تو یہی ہے تو ہمیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر نثار ہونے سے منع کیوں کرتا ہے۔تجھے کیا تکلیف ہے؟(۳۵)

اس مرتبہ حضرت محدثِ اعظم پاکستان اڑھائی ماہ حرمین طیبین میں مقیم رہے جس میں سے چوّن دن خاص مدینہ طیبہ میں حاضری رہی۔حالانکہ وہاں گیارہ دنؓ سے زیادہ ٹھہرنے کی اجازت نہیں۔وہاں کے حکام نے حضرت مولانا

کی قابلیت اور عظمت و تقدس کا خیال کرتے ہوئے انہیں مقررہ میعاد سے زیادہ ٹھہرنے کی اجازت دی۔ حرمین طیبین میں آپ نے مسلک اہل سنت پر استقامت اور بارگاہِ مصطفیٰ ﷺ میں جس محبت وارادت کا مظاہرہ فرمایا وہ آپ کی سیرت کا درخشاں باب ہے۔

حضرت محدثِ اعظم، سرکارِ دوعالم ﷺ کی حفاظت میں:

حرمین طیبین میں قیام کے دوران، مخالفین اور حاسدین نے حضرت محدثِ اعظم کو نقصان پہنچانے کی پوری کوشش کی لیکن وہ اپنی ان تمام سازشوں میں ناکام رہے۔

وہ اس خیال سے ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے تھے کہ پاکستان میں تو حضرت کے بہت سے مریدین ہیں جب کہ یہاں ان کا کوئی حمایتی و مددگار نہیں لہٰذا آپ کو اذیت دینے کا یہ ایسا سنہری موقع ہے جو پھر ہاتھ نہیں آسکتا۔ ان نادانوں کو یہ علم نہیں تھا کہ یہاں بھی اور وہاں بھی حضرت محدثِ اعظم کے سرپرست و مددگار سرکارِ دوعالم ﷺ ہیں۔ اور جن کے حامی و مددگار وہ ہوں ان کے مخالف چاہے ہزار ہوں، ذرّہ برابر نقصان نہیں پہنچا سکتے۔ سرکارِ دوعالم، رسولِ اکرم ﷺ کی اس بے مثال دستگیری کی وضاحت مندرجہ ذیل ایمان افروز واقعہ سے ہوتی ہے جسے وطن عزیز کے مشہور ادیب جناب عنصر صابری صاحب نے بیان کیا ہے، لکھتے ہیں:

انارکلی بازار (لاہور) کے لوہاری گیٹ کے چوراہے پر اخبارات کا ایک سٹال ہے، یہ اسٹال اس لحاظ سے منفرد ہے کہ اس پر اضلاعی اخبار جن میں فیصل آباد کے غریب، سعادت، ڈیلی بزنس اور کنگال تک ہوتے تھے۔ ایک دن "کنگال" فیصل آباد کی شہ سرخی تھی۔ "مولانا سردار احمد مکہ معظّمہ سے گرفتار کر لئے گئے"۔ میں کنگال اخبار سمیت تمام معروف اخبار لے کر (پنجاب یونیورسٹی) ہوسٹل جانے کی بجائے اپنے دوست کے گھر چلا گیا، وہیں کھانا کھانے کے بعد لیٹ گیا، بار بار اخبار کی سرخی اور مفصل خبر ذہن میں گھومتی رہی۔

بہت سے مفکر، صوفی اور صاحبِ دل تو شب خیزی کی تعریف کرتے ہیں مگر میں یہ کہنے میں حق بجانب ہوں کہ شب خیزی نہیں نیند میں میرے نصیب نے یاوری کی۔ کیا دیکھتا ہوں کہ آقائے نامدار، مدنی تاجدار، فخر رسل صلی اللہ علیہ وسلم جن کے چہرۂ اقدس کو دیکھنے کی تاب نہیں ہے۔ آپ اپنے بازو میں حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ بلکہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور بائیں بازو میں حضرت مولانا سردار احمد کو لئے ہوئے شاہ عالمی اور موچی دروازہ کے درمیان باغ کے درختوں کے اوپر بلندیوں میں پرواز کرتے جارہے ہیں۔ زہے مقدر

" خدایا ایں کرم بارِ دگر کن " (۳۶)

اس واقعہ میں ایک اشارہ تو یہ ہے کہ حضرت شیخ الحدیث فنا فی الرسول ہیں اور وہ خطا سے محفوظ ہیں کیونکہ انہیں ساتھ لے کر چلنے والے خود رسولِ اکرم ﷺ ہیں۔ اور دوسرا اشارہ یہ ہے کہ حضرت محدثِ اعظم، سرکارِ دوعالم ﷺ کی

حفاظت میں ہیں، انہیں دنیا کی کوئی طاقت گزند نہیں پہنچا سکتی۔ آپ کی گرفتاری سے متعلق اڑائی جانے والی تمام خبریں جھوٹی اور بے بنیاد ہیں۔

جناب عنصر صابری مزید لکھتے ہیں: "بالآخر زیارتِ مدینہ منورہ کے بعد آپ کی واپسی ہوئی، حج وزیارتِ روضۂ رسول اکرم ﷺ سے واپسی اور فیصل آباد میں آمد کی خبر اخبارات میں شائع ہوئی۔ دل میں خواہش پیدا ہوئی کہ اڑ کر فیصل آباد چلا جاؤں مگر کچھ ایسی مجبوری آڑے آئی کہ نہ جا سکا۔ دوسرے دن آپ کو جلوس کی شکل میں اسٹیشن سے جامعہ رضویہ لایا گیا۔ میں تصور کی دنیا میں اس جلوس کو دیکھتا رہا۔ کچھ دنوں بعد حضرت مولانا کی خدمت میں اس وقت حاضر ہوا جب آپ درس دے رہے تھے، درس دیتے ہوئے فرمایا" خوب رہی، یہ سوچتے رہے کہ جلوس میں ملاقات کا مزہ نہ آئے گا، کیونکہ رش ہوگا......اچھا ہوا آپ آ گئے۔ پھر آپ درس میں مشغول ہو گئے، میں اپنی جگہ سے آہستہ آہستہ آگے بڑھتا ہوا آپ کے قریب ہو گیا۔ اور دل میں سوچا کہ خواب کے واقعہ کو زبان پر لایا جائے۔ میں کچھ کہنا چاہتا تھا کہ آپ نے اپنی انگشتِ شہادت اپنے منہ پر رکھ کر مجھے خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔ میں نے خیال کیا کہ میں درس میں مداخلت کر رہا ہوں شاید اس لئے آپ نے منع فرما دیا ہے۔ دوسری مرتبہ پھر کوشش کی تو آپ نے منع فرما دیا۔ درس سے فارغ ہو کر فرمایا:"اگر آپ نے کچھ دیکھ ہی لیا ہے تو ضبط فرمائیے"۔

لوگ پوچھتے ہیں کہ آپ اکثر محدث اعظم حضرت مولانا محمد سردار احمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ لکھتے ہو حالانکہ "رحمۃ اللہ علیہ" لکھنا چاہیے...... جس آنکھ نے انہیں حضورِ اکرم ﷺ کے ساتھ ان کے جلو میں دیکھ لیا۔ اس پر یہ لازم آتا ہے کہ وہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی لکھے"۔ (۳۷)

☆......☆......☆......☆......☆......☆

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ وصلی اللہ وسلم علی سیدنا محمد وعلی آلہ وصحبہ واتباعہ وبعد
فانی قد اجزت الاخ الفاضل الحاج محمد سردار احمد البریلوی فی صحیح البخاری
والصحاح والمسانید والسنن والاجزاء وکل ما اروبہ بسندنا الی
رواتہا الی سید الخلق المصطفی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم وعلی آلہ وصحبہ
وقد اجازنا العلامۃ الامام الشیخ بدر الدین الحسنی شیخ دار الحدیث
بدمشق وھو عن الشیخ ابراھیم السقا عن الشیخ الامیر الصغیر عن
الشیخ الامیر الکبیر وثبتہ مطبوع واجازنا العلامۃ السید محمد عبد الحی
الکتانی الفاسی ولہ اثبات مطبوع والسیدہ امۃ اللہ عن والدھا
الحافظ الشیخ عبد الغنی الدھلوی وثبتہ مطبوع وغیرھم نفع اللہ
بھم آمین والحمد للہ اولا و آخرا وصلی اللہ تعالی علی سیدنا محمد
وآلہ

کتبہ محمد الحافظ التیجانی
فی یوم الاحد ۱۹ محرم الحرام سنۃ ۱۳۶۵ھ
حرر بالروضۃ الشریفۃ بالمدینۃ المنورۃ
علی ساکنہا افضل الصلوۃ والسلام

جمیع مرویات کی اجازتِ عامہ از شیخ المحدثین محمد الحافظ التیجانی

باب ۷
مقام ولایت

فصلِ اوّل

بیعت وخلافت

حضرت محدثِ اعظم پاکستان کے ابتدائی حالات میں اس بات کا ذکر تفصیل سے ہو چکا ہے کہ آپ کا رجحان طبع بچپن ہی سے مذہبی تھا۔ نماز، روزہ، ذکر و درود اور نعت خوانی کے آپ اوائلِ عمر سے ہی پابند تھے۔ آپ کے اس ذوق وشوق کو جلا بخشنے میں حضرت شاہ سراج الحق چشتی کا بھی بہت بڑا حصہ ہے۔ سراج السالکین حضرت شاہ سراج الحق ہر سال کرنال سے گورداسپور تشریف لاتے تھے اور قرب وجوار کا تبلیغی دورہ فرماتے تھے۔ حضرت محدثِ اعظم پاکستان، پیر صاحب کی شخصیت سے بہت متأثر تھے۔ آپ کے خاندان کے بہت سے افراد حضرت کے دستِ اقدس پر بیعت ہو چکے تھے۔ آپ بھی ۱۳۴۲ھ/۱۹۲۴ء میں حضرت شاہ سراج الحق چشتی کے دست مبارک پر بیعت کر کے سلسلہ عالیہ چشتیہ صابریہ میں داخل ہو گئے۔ ان دنوں آپ ابھی اسکول میں زیرِ تعلیم تھے۔(۱)

مرشد برحق سے آپ کو اس درجہ محبت تھی کہ آپ اپنا تعارف ان کے طالب صادق کی حیثیت سے کروایا کرتے تھے۔ دورِ طالبعلمی کی ایک بیاض پر آپ کا نام یوں لکھا ہوا ہے۔

فقیر حقیر، سراپا تقصیر، خادم العلماء والفقراء، سردار احمد غفرلہ الاحد الصمد گورداسپوری طالب حضرت قدوۃ السالکین وزبدۃ العارفین شاہ محمد سراج الحق قادری چشتی صابری کرنالوی ثم گورداسپوری۔(۲)

رمضان المبارک کی تعطیلات میں آپ حضرت مرشدِ برحق کی خدمت میں حاضر ہوتے اور کئی روز تک آستانہ پر قیام فرما کر منازلِ سلوک طے کرتے۔ وصال سے قبل حضرت شاہ سراج الحق نے بسترِ علالت سے ایک قاصد بطورِ خاص اجمیر شریف بھیجا تا کہ طالب صادق محمد سردار احمد کو کرنال لے آئے۔ حضرت محدثِ اعظم ان دنوں دارالعلوم معینیہ عثمانیہ اجمیر شریف میں زیرِ تعلیم تھے۔ فوراً حاضر ہوئے۔ چند روز مرشدِ برحق کی خدمت اور صحبت سے فیض یاب ہوئے۔ انہی ایام میں شیخِ طریقت نے آپ کو تمام سلاسل میں خلافت واجازت تامہ اور خصوصی عنایات سے نوازا۔ یہی وجہ ہے کہ شیخِ طریقت شاہ سراج الحق کی نمازِ جنازہ حسبِ وصیت آپ نے پڑھائی۔(۳)

سلسلہ عالیہ قادریہ رضویہ میں اجازت وخلافت:

حضرت محدثِ اعظم کو تمام سلاسلِ طریقت بالخصوص سلسلہ عالیہ قادریہ رضویہ میں اجازت وخلافت حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں بریلوی، مفتی اعظم مولانا شاہ مصطفیٰ رضا خاں بریلوی اور صدر الشریعہ مولانا محمد امجد علی اعظمی سے حاصل تھی۔ حضرت حجۃ الاسلام علیہ الرحمۃ نے ۱۳۵۱ھ/۱۹۳۲ء میں ایک تفصیلی سند دی تھی جس میں جمیع سلاسلِ طریقت،

اوراد و اشغال اور جمیع علوم دینیہ کی آپ کو اجازت مطلقہ عطا فرمائی۔ یونہی مفتی اعظم مولانا مصطفیٰ رضا خان بریلوی نے ۱۳۸۰ھ/۱۹۶۰ء میں ایک تفصیلی سند عطا فرمائی جس میں جمیع سلاسل طریقت میں ماذون و مجاز بنایا۔ اس سند کی ابتداء میں آپ نے حضرت محدثِ اعظم کے نام سے پہلے ولد الاعز لکھا تھا جس سے حضرت مفتی اعظم کی آپ سے محبت وشفقت کا اظہار ہوتا ہے۔(۴)

علمائے حرمین کی طرف سے اجازتِ اوراد و وظائف:

پہلے حج کے مبارک موقع پر ۱۳۶۵ھ/ ۱۹۴۵ء میں شیخ المحد ثین محمد الحافظ تیجانی اور رئیس المحد ثین عمر حمدان محرسی نے آپ کو جمیع مرویات کی اجازت تامہ عامہ مطلقہ کی اسناد عطا فرمائیں۔(۵)

۱۳۷۵ھ/ ۱۹۵۶ء میں دوسرے حج کے موقع پر شیخ الدلائل سید احمد بن محمد رضوان المدنی نے محلّہ الشبیکہ مکہ مکرمہ قیام کے دوران آپ کو دلائل الخیرات اور دیگر کئی اوراد کی اجازت مرحمت فرمائی۔(۶)

عالمِ خواب میں امام احمد رضا بریلوی کی طرف سے اجازت:

حضرت محدثِ اعظم پاکستان کو اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی سے بلا واسطہ شرفِ تلمذ کا موقع نہ مل سکا۔ اس لئے ان سے بلا واسطہ سند و اجازت کا حصول بظاہر ناممکن تھا۔ لیکن اعلیٰ حضرت سے جو آپ کو والہانہ محبت تھی اور مسلکِ اعلیٰ حضرت کی ترویج و اشاعت میں جو محنت آپ نے فرمائی تھی اس کا یہ انعام آپ کو عطا ہوا کہ ایام علالت میں دورانِ قیامِ مری اویسی نسبت سے اعلیٰ حضرت نے عالم رؤیا میں آپ کو علمی اجازتیں عطا فرمائیں۔ تفصیل حضرت محدثِ اعظم کے الفاظ میں ملاحظہ فرمائیں:

"آج صبح نماز کے بعد یہاں سے مظفر آباد کی طرف ڈیڑھ میل چوک تک گیا پھر واپس آیا۔ صوفی اللہ رکھا صاحب فقیر کے ہمراہ تھے۔ پھر واپس آ کر ناشتہ کیا، پھر حافظ ایوب سلمہ نے پانی گرم کیا، پھر غسل کیا، پھر حاضرین کے ساتھ رفعتِ شانِ نبوی کے چند مسائل بیان کئے۔ پھر کھانا کھایا۔ پھر بارہ بجے قیلولہ کیا، آنکھ لگ گئی اور دیر تک اعلیٰ حضرت، عظیم البرکت مجدد دین وملت علامہ احمد رضا خاں صاحب قدس سرہ العزیز کی خدمت میں رہا۔ اور اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے کچھ علمی اجازتیں بھی عطا فرمائیں۔ خدمت میں خوب حاضر رہا۔ آنکھ کھلی تو دوپہر کے دو بجے تھے۔ جب آنکھ کھلی تو زبان پر اعلیٰ حضرت کا ذکرِ خیر تھا، اور دل میں یہ بھی تھا کہ خوب حاضری ہوئی۔ اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کے حبیب پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کی برکت سے، غوثِ پاک کے فیض سے ایسا کرم ہوا۔"(۷)

سلاسلِ طریقت:

حضرت محدثِ اعظم علیہ الرحمۃ درج ذیل سلاسلِ طریقت میں مجاز و ماذون تھے۔

۱۔قادریہ برکاتیہ جدیدہ	۲۔قادریہ قدیمہ
۳۔قادریہ اہدلیہ	۴۔قادریہ منوریہ
۵۔چشتیہ نظامیہ قدیمہ	۶۔چشتیہ محبوبیہ جدیدہ
۷۔سہروردیہ واحدیہ قدیمہ	۸۔سہروردیہ فضلیہ جدیدہ
۹۔نقشبندیہ علائیہ صدیقیہ	۱۰۔سلسلہ بدیعیہ
۱۱۔علویہ منامیہ	۱۲۔قادریہ رزاقیہ
۱۳۔نقشبندیہ علائیہ علویہ (۸)	

اندازِ بیعت:

حضرت محدثِ اعظم کو اپنے مشائخ کی طرف سے بیعت لینے کا اذنِ عام بلکہ حکم تھا۔ لاکھوں بندگانِ خدا نے آپ کے دامن سے وابستہ ہوکر دنیاوی واخروی زندگی سنوار لی۔ آپ کے ہاں بیعت ایک رسم کے طور پر نہیں بلکہ حقیقی بیعت ہوتی تھی۔ اس لئے اس کا انداز بالکل جداگانہ اور منفرد ہوتا تھا۔ آپ کا اندازِ بیعت مندرجہ ذیل ہے:

"بیعت لیتے وقت مرید کے ہاتھ میں ہاتھ ڈال کر یہ کلمات پڑھاتے۔" پڑھو لاالٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ (یہ کلمہ آپ تین مرتبہ پڑھاتے) میں توبہ کرتا ہوں پچھلے گناہوں سے اور عہد کرتا ہوں کہ آئندہ شریعتِ مطہرہ پر قائم رہوں گا۔ شریعت کے حلال کو حلال اور حرام کو حرام جانوں گا۔ میں نے آپ کے وسیلہ سے اپنا ہاتھ پیروں کے پیر، دستگیر حضرت غوثِ اعظم ابومحمد شیخ محی الدین سید عبدالقادر جیلانی حسنی حسینی کریم بغدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مبارک ہاتھ میں دیا۔ اے اللہ! تو مجھے ان کے غلاموں میں شمار فرما اور ان کے صدقہ سے میری توبہ قبول فرما اور قیامت کے روز ان کے گروہ میں اٹھا۔ دنیا میں، قبر میں، حشر ونشر میں، پلِ صراط پر ان کے فیض و برکت سے امداد فرما اور حضرت مخدوم داتا گنج بخش علی ہجویری لاہوری اور حضرت سلطان الہند خواجہ غریب نواز سید حسن معین الدین اجمیری اور بزرگانِ دین اور اولیائے کاملین قدست اسرارہم کے فیض و برکت سے بھی نفع عطا فرما۔ دین میں، ایمان میں، علم وعمل میں، ظاہر وباطن، دنیا وآخرت میں برکت، رحمت، سعادت، حفاظت، استقامت عطا فرما۔ آمین

اس کے بعد مرید کو ایمان وارکانِ اسلام کی پابندی اور شریعت پر استقامت اور مذہب اہل سنت پر مداومت اور بے دینوں، گمراہوں سے نفرت کی ہدایت فرماتے اور ہاتھ اٹھا کر استقامت کی دعا فرماتے۔ آپ کی ہدایت کے الفاظ اس قسم کے ہوتے: "پانچوں وقت پابندی سے نماز پڑھنا فرض ہے، رمضان المبارک کے روزے رکھنا فرض ہے، جو شخص مالدار شرعاً مالکِ نصاب ہو تو سال گزرنے کے بعد شریعت کے نصاب وقانون کے مطابق اہلِ حاجت مسلمانوں کو زکوٰۃ ادا کرنا فرض ہے۔ اللہ تعالیٰ حج کی توفیق عطا فرمائے تو عمر بھر میں ایک دفعہ حج کرنا فرض ہے۔ اور حضورِ اکرم ﷺ کے

روضۂ مقدسہ منورہ کی حاضری ضروری وموکد ہے۔ ہم اہل سنت وجماعت ہیں۔ اہل سنت وجماعت کا مذہب حق وصحیح ہے ٹھیک ہے۔ جتنے فرقے اہل وسنت وجماعت کے خلاف نکلے یا نکل رہے ہیں۔ ان سب کا مذہب غلط اور باطل ہے۔ جیسے قادیانی، مرزائی، لاہوری پارٹی، دیوبندی، وہابی، غیر مقلد وہابی، نجدی وہابی، تنظیمی وہابی، تبلیغی وہابی، مودودی وہابی، شیعہ، رافضی، تفضیلی، نیچری، چکڑالوی، مشرقی خاکساری، ان سب کا مذہب باطل ہے۔ دعا ہے کہ مولیٰ عزوجل آپ کو اور سب احباب حاضرین وغائبین کو اور اس خادمِ اہلِ سنت کو مذہبِ حق، مذہبِ اہلِ سنت وجماعت پر قائم ودائم فرمائے۔ آمین"۔(۹)

خواتین کی بیعت کا انداز:

حضرت محدثِ اعظم کے حلقۂ ارادت میں خواتین بھی شامل ہوتیں چونکہ غیر محرم عورت سے پردہ فرض ہے۔ اس میں کسی استاد یا پیر کا استثناء نہیں۔ اس لئے آپ عورتوں کو اس طرح بیعت فرماتے کہ عورتیں پردہ میں بیٹھتیں اور کلماتِ بیعت کو اس طرح ادا کرتیں کہ کوئی غیر محرم سننے نہ پائے۔ چادر یا رومال کا ایک سرا آپ کے ہاتھ میں ہوتا اور دوسرا سرا بیعت کرنے والی عورت کے ہاتھ میں۔ کلماتِ بیعت وہی ہوتے جو گذشتہ سطور میں گزر چکے ہیں ہاں اتنے کلمات زیادہ ہوتے:

> "عورتوں پر لازم ہے کہ اپنے خاوند کی اطاعت کریں۔ اپنے خاوند کے مال کی حفاظت کریں، اس میں خیانت ہرگز نہ کریں۔ اور خاوند کے ذمہ لازم ہے کہ اپنی بیوی کے شرعی حقوق ادا کرے، عورتیں وضو کریں، قرآن پاک کی تلاوت کریں، حضرت سیدہ خاتونِ جنت رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی سیرت پر چلیں، امہات المؤمنین کی سیرت پر زندگی بسر کریں، جن گھروں میں عورتیں نماز نہیں پڑھتیں ان گھروں میں برکت نہیں ہوتی۔ وہ گھر مثل قبروں کے ہیں۔"(۱۰)

ضروری ہدایات:

شجرۂ مبارکہ مطبوعہ جو آپ اپنے مریدین کو عطا فرماتے۔ اس میں اوراد واشغال کے علاوہ "ضروری ہدایات" کے عنوان سے مفصل ہدایات درج ہوتیں۔ ان میں ایک ہدایت یوں ہے:

> "امامِ اہلسنت، مجدد دین وملت، اعلیٰ حضرت، عظیم البرکت مولانا علامہ شاہ احمد رضا خاں صاحب قدس سرہ العزیز کے مسلک پر مضبوطی سے قائم رہیں۔ ان کا مسلک مذہبِ اہل سنت وجماعت ہے۔ حرمین طیبین، مکہ معظمہ، مدینہ منورہ، عرب وعجم کے علمائے کرام نے اعلیٰ حضرت بریلوی قدس سرہ العزیز کو امام وپیشوا تسلیم کیا ہے اور اس صدی کا مجدد مانا ہے۔ مولیٰ عزوجل ہم سب کا بزرگانِ دین کے وسیلۂ جلیلہ پر خاتمہ فرمائے۔ آمین"۔(۱۱)

مریدین کی تربیت واصلاح:

جیسا کہ گذشتہ سطور میں ذکر ہوا کہ حضرت محدثِ اعظم کے ہاں رسمی نہیں بلکہ حقیقی بیعت لی جاتی تھی۔آپ عامۃ المسلمین کی بالعموم اوراپنے مریدین کی اصلاح کی جانب بالخصوص توجہ فرماتے تھےاوران سے شریعت کے خلاف کوئی کام قطعاً برداشت نہیں کرتے تھے۔آپ کے اندازِ تربیت واصلاح کو سمجھنے کے لئے مندرجہ ذیل واقعہ ملاحظہ فرمایئے:

جڑانوالہ کاایک شخص حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ سے بیعت ہوا۔بیعت ہونے کے بعدوہ جڑانوالہ میں بے دین ملنگوں کی مجلس کا شریکِ کار ہوگیا۔ان بے دین ملنگوں کی مجلس کا یہ اثر ہوا کہ وہ شخص علمائے کرام سے متنفر ہوگیا۔چنانچہ بیعت ہونے کے بعدوہ دوبارہ آپ کی خدمت میں حاضر نہ ہوا بلکہ ایک جلسہ میں شرکت کے لئے جب حضرت شیخ الحدیث جڑانوالہ تشریف لے گئے تو یہ شخص راستہ میں ملنگوں کے ڈیرے پر موجود تھا۔اس نے حضرت صاحب کی آمد کی کوئی پروانہ کی بلکہ ملنا بھی گوارانہ کیا۔کچھ عرصہ اسی حالتِ بد میں گزرا کہ اس کی قسمت نے یاوری کی اوراس نے خواب دیکھا جس سے وہ اپنی غلطی پر متنبہ ہوااور بڑانادم ہوا۔ندامت کے عالم میں ہی وہ شیخِ کامل حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ کی خدمتِ اقدس میں لائل پور حاضر ہوا۔مجلس میں اس نے مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھایا مگر آپ نے اس سے مصافحہ نہ کیا۔مختلف اوقات میں اس نے مصافحہ کے لئے کوشش کی۔مگر آپ نے اظہارِ ناراضگی کے طور پراس سے مصافحہ نہ کیا۔چنانچہ وہ شخص رات بھر شاہی مسجد میں روتا رہااوراپنی غلطی پر ندامت کے آنسو بہاتا رہا۔صبح کو آپ نے اسے طلب فرمایااور نصیحت فرمائی۔احکامِ شریعت پرعمل کرنے کی تاکید فرمائی۔اس شخص نے سچی توبہ کی اوراحکامِ شریعت کا پابند ہوگیا۔(۱۲)

محدثِ اعظم کے مریدین کاامتیازی وصف:

عقیدہ کی پختگی اورشریعت کی پابندی حضرت محدثِ اعظم کے مریدین کاامتیازی وصف ہے۔اس معاملے میں وہ کسی قسم کی لچک یا کمزوری کا مظاہرہ نہیں کرتے اورنہ ہی کسی کا دباؤ قبول کرتے ہیں۔حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ کے ایک مرید کی استقامت کانظارہ کرنے کے لئے ذیل کاواقعہ بغور پڑھئے:۔

حضرت شیخ الحدیث کے ایک مرید باصفا اورمتشرع صالح جوان جنہوں نے شریعت مطہرہ کے مطابق داڑھی رکھی ہوئی تھی۔اپنی شادی کے موقع پر جب بارات لے کرلڑکی والوں کے ہاں پہنچے توان کی داڑھی مبارک دیکھ کرلڑکی والوں نے چہ میگوئیاں شروع کردیں۔آخر یہ طے پایا کہ لڑکے کی داڑھی منڈوادی جائے اور پھر نکاح کیا جائے۔(معاذ اللہ ثم معاذ اللہ) لیکن جب لڑکے کوان کے ارادۂ بداور ناپاک عزائم کاعلم ہواتو اس مردِ مجاہد نے واشگاف الفاظ میں کہہ دیا کہ ایک کیا اگر چارلڑکیاں بھی ہوں تو میں ان کو سنتِ رسول ﷺ پر قربان کرسکتا ہوں۔مگر سنتِ رسول ﷺ داڑھی مبارک،ایک عورت پر قربان نہیں کی جاسکتی۔

رشتہ میرا خدا کی خدائی سے ٹوٹ جائے
چھوٹے مگر نہ ہاتھ سے دامانِ مصطفیٰ ﷺ

یہ کہہ کرلڑکے نے بمعہ بارات واپسی کا ارادہ کرلیا۔اور جب وہ جانے کے لئے تیار ہوئے تو لڑکی والوں کو ہوش آیا۔ندامت ہوئی،ان کے ضمیر نے ملامت کی اور پھر جب انہوں نے معافی مانگی اور بہت منت سماجت کی۔تب لڑکے والے راضی ہوئے اور نکاح کی تقریب منعقد ہوئی۔(۱۳) سبحان اللہ شریعت پر استقامت ہو تو ایسی ہو۔

کایا پلٹ دی:

حضرت محدثِ اعظم کے ایک مرید کی کایا پلٹنے کا تذکرہ کرتے ہوئے ماسٹر عیدو خان قادری بیان کرتے ہیں: محمد صادق نامی ایک شخص ملز اسمٰعیل آباد، ملتان میں ملازم تھا۔حضرت محدث اعظم پہلی مرتبہ اسمٰعیل آباد تشریف لائے اور مختصر سے قیام کے بعد واپس لائل پور تشریف لے گئے۔حضرت صاحب کی واپسی پر محمد صادق کو پتہ چلا تو وہ بہت برہم ہوا اور احباب سے گلہ کرتے ہوئے کہنے لگا کہ مجھے کیوں نہ اطلاع دی، میں آپ سے بیعت ہونا چاہتا تھا۔آئندہ جب کبھی حضرت تشریف لائیں تو مجھے ضرور اطلاع دینا۔قابلِ ذکر امر یہ ہے کہ محمد صادق مذکور بیعت ہونے سے پہلے شراب نوشی، ڈراموں کی لعنت میں گرفتار اور صوم وصلوٰۃ سے عاری تھا۔

کچھ عرصہ بعد حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ مدرسہ رضویہ انوار القرآن نوری محلہ ملتان شہر کے جلسہ میں تشریف لائے۔صوفی نظام الدین نظامی، محمد صادق اور ناچیز (عیدو خان) دیگر احباب کے ہمراہ حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کی خدمت باکرامت میں حاضر ہوئے اور محمد صادق کو مرید کروایا۔

بعد ازاں اس خدشہ کے پیشِ نظر کہ کوئی بدعقیدہ یوں نہ کہے کہ سنیوں کے محدثِ اعظم کا مرید سیاہ کار اور گناہوں میں گرفتار ہے۔احباب نے محمد صادق کے لئے خصوصی دعا کی درخواست کی۔احباب کی درخوست پر حضرت صاحب قبلہ نے محمد صادق کے لئے دعا فرمائی اور کمال شفقت سے اپنا دستِ مبارک محمد صادق کی پشت پر پھیرا۔پھر کیا تھا؟ حضرت صاحب کی نظرِ کرم سے محمد صادق کی سیاہ کاریاں یکسر ختم ہوگئیں۔شراب سے نفرت، اداکاری سے بدظن، صوم وصلوٰۃ کا پابند اور سیاہ کاریوں سے مبرا محمد صادق اسم بامسمّٰی بن گیا۔حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کے فیضان نے اس کی کایا ہی پلٹ دی۔(۱۴)

فصل دوم

مقامِ ولایت

حضرت مولانا سردار احمد صاحب عالمِ باعمل ہونے کے ساتھ ساتھ ولیٔ کامل بھی تھے۔ آپ کی ذاتِ مبارک شریعت وطریقت کا حسین سنگم ہونے کے حوالے سے مجمع البحرین تھی۔ آپ کی شخصیت کے اس پہلو کی جانب کماحقہ توجہ نہیں دی گئی۔ سطور ذیل میں اس کمی کا کچھ ازالہ کرنے کی کوشش کی جارہی ہے۔ اس اعتراف کے ساتھ کہ

یہ قصۂ لطیف ابھی ناتمام ہے
جو کچھ بیاں ہوا وہ آغازِ باب ہے

بارگاہِ رسالت کے حضوری:

تمام مراتب ودرجاتِ ولایت سرکار دو عالم ﷺ کے دربار اقدس کا عطیہ ہیں بلکہ ساری کائنات کو جو کچھ ملا ہے اور جو ملے گا وہ آپ ﷺ کے در سے ہی ملے گا۔ اسی حقیقت کی جانب اشارہ کرتے ہوئے امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

بخدا خدا کا یہی ہے در نہیں اور کوئی مفر مقر
جو وہاں سے ہو یہیں آ کے ہو جو یہاں نہیں تو وہاں نہیں

حضرت محدثِ اعظم اس دربارِ اقدس کے حضوری بزرگ تھے۔ آپ کو رسولِ کریم ﷺ کی بارگاہ میں کیا مقام حاصل تھا۔ اس کا اندازہ درج ذیل واقعہ سے ہوگا:

چودھری غلام رسول صاحب بیان کرتے ہیں کہ میں نے حج کے لئے جانے کا پروگرام بنایا تو لائل پور (فیصل آباد) حاضر ہوا۔ حضرت محدثِ اعظم پاکستان کی زیارت کی اور عرض کیا کہ میں حج کے لئے جارہا ہوں۔ یہ سن کر حضرت صاحب خوش ہوئے اور وداع کرتے ہوئے فرمایا چودھری صاحب جب آپ مدینہ منورہ حاضر ہوں گے اور وہاں رات کو نمازِ عشاء کے بعد آپ بابِ جبریل کی طرف سے اندر جائیں گے تو روضۂ انور کے قریب آپ کو ایک بزرگ ملیں گے، ان سے معانقہ کر لینا چنانچہ جب میں رخصت ہو کر اور حج سے فارغ ہو کر مدینہ منورہ حاضر ہوا تو روزانہ عشاء کے بعد بابِ جبریل کی طرف سے اندر جاتا مگر وہ بزرگ نہ مل سکے۔ کچھ مایوسی سی ہوئی لیکن واپسی کے دن قریب آئے اور میں نمازِ عشاء کے بعد بابِ جبریل کی طرف سے روضۂ مقدسہ پر حاضر ہوا تو دیکھا کہ روضۂ انور کے قریب ایک بزرگ جنہوں نے کشیدہ کاری والا عمامہ شریف باندھا ہوا تھا، بیٹھے ہیں۔ میں جلدی سے گیا اور معانقہ کیا اور معانقہ کرتے وقت دیکھا کہ

خود حضرت محدثِ اعظم پاکستان مولانا سردار احمد ہیں۔ جب میں معانقہ سے فارغ ہوا تو بے خود ہو کر روضہ انور کے ساتھ لگ گیا، ادھر سے ایک شرطہ دوڑا اور حاجی حرام حاجی حرام کہتا ہوا میرے پاس آیا۔ میں نے اشارہ سے سمجھایا تو وہ آگے چلا گیا اور جب میری بے خودی ختم ہوئی تو میں اٹھا تا کہ حضرت صاحب سے پوچھوں کہ آپ کب آئے ہیں؟ مگر جب میں اٹھا تو وہ جگہ خالی تھی۔ یہ ہے مقام عشق۔ (۱۵)

وہ حضوری ہے:

جناب اسد نظامی بیان کرتے ہیں کہ ۱۹۵۸ء میں حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ کے ہمراہ مولانا محمد حنیف، مولانا حسن علی رضوی اور میں نے جہانیاں سے میلسی تک سفر کیا۔ میلسی سے ادھر کوئی پانچ، چھ میل کے فاصلہ پر ڈھمکی نہر کے پل کے قریب بس خراب ہوگئی، سواریاں نیچے اتر آئیں۔ مولانا حسن علی رضوی نے کمبل بچھا دیا جس پر حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ بیٹھ گئے۔ تھوڑی دور ایک جاٹ ہل چلا رہا تھا، آپ نے دورانِ گفتگو اس جاٹ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: "وہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا حضوری ہے"۔ وہ جاٹ ہل چھوڑ کر آ گیا اور آتے ہی پنجابی زبان میں کہنے لگا: "مولوی صاحب! آپ نے میرا پردہ فاش کر دیا ہے لیکن اپنے بارے میں بھی کہیے، آپ تو مجھ سے بھی پہلے وہاں دربارِ رسالت میں حاضر ہوتے ہیں"۔ زمیندار کے چلے جانے کے بعد ہم نے آپ کو مزید کریدنا چاہا۔ لیکن آپ خاموش ہو گئے۔ (۱۶)

صحابہ کرام سے تعارف:

مولانا فیض رسول کا بیان ہے کہ میں نے مدینہ منورہ حاضری کے دوران خواب دیکھا ہے کہ سیدِ دوعالم رحمت کائنات ﷺ کی کچہری سجی ہوئی ہے۔ سامنے صحابہ کرام حلقہ بنائے حاضر ہیں۔ اور دیکھا کہ حضرت محدثِ اعظم پاکستان، حضور ﷺ کی گود مبارک میں بیٹھے ہیں اور رسولِ اکرم ﷺ صحابہ کرام سے یوں تعارف کروا رہے ہیں "ابوبکر! یہ ہمارے مولانا سردار احمد ہیں لائل پور والے" یوں ہی دیگر صحابہ کرام سے فرمایا جا رہا ہے۔" اور پھر آنکھ کھل گئی۔ (۱۷)

بارگاہِ رسالت سے بیٹے کی خوشخبری:

حضرت محدثِ اعظم کو خود سرکارِ دوعالم ﷺ نے خواب میں تشریف لا کر بیٹے یعنی حضرت صاحبزادہ فضل رسول حیدر رضوی کی ولادت کی خوشخبری عطا فرمائی۔ تفصیل حضرت مولانا محمد شفیع حیدری، جو دار العلوم مظہر اسلام بریلی میں حضرت شیخ الحدیث سے پڑھتے تھے، کے الفاظ میں ملاحظہ فرمائیں، لکھتے ہیں:

"ایک دن میں اور مولانا محمد رفیق صاحب حصاروی صبح کے وقت دورۂ حدیث شریف کا سبق پڑھنے کے لئے حاضر ہوئے تو دیکھا کہ آپ اپنے کمرہ میں بیٹھے ہوئے نہایت سوز و گداز کی حالت میں آنسو بہا رہے ہیں اور تمام چہرہ

مبارک آنسوؤں سے تر ہے۔ آپ کی یہ حالت دیکھ کر ہم پریشان تو بہت ہوئے مگر پوچھنے کی جرأت نہ کر سکے، تھوڑی دیر بعد آپ نے مولانا محمد رفیق صاحب کو فرمایا کہ آپ حلوائی کے پاس جائیں اور اکاون روپے کی مٹھائی لائیں۔ چنانچہ مولانا محمد رفیق صاحب مٹھائی لے آئے۔ تمام مدرسین وطلباء جمع ہو گئے، حضرت بھی درس گاہ میں تشریف لے آئے اور نعت شریف وذکر پاک کا سلسلہ شروع ہو گیا اور اس دوران چشمان مبارک سے آنسو برابر جاری رہے۔ مجلس کے اختتام پر آپ نے دعا فرمائی اور اپنے کمرہ میں تشریف لے گئے۔ میں اور مولانا محمد رفیق صاحب پاس بیٹھ گئے۔ آپ پر سوز کا وہی عالم طاری تھا۔ فقیر نے عرض کی کہ حضور! ہماری سمجھ میں نہیں آیا کہ آج ماجرا کیا ہے؟ اس پر آپ نے فرمایا: "آج وہ تمنا پوری ہوئی جس کی تمام عمر آرزو رہی۔ آج بوقت تہجد ذرا اونگھ آگئی۔ کیا دیکھتا ہوں کہ آقا ومولیٰ، سردارِ دوجہاں، رحمت عالم، حبیب اللہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ باکمال حسن وجمال جلوہ فرما ہیں۔ اور فرمارہے ہیں کہ "اے سردار احمد! مولیٰ کریم نے آپ کو لڑکا عنایت فرمایا ہے۔ اس کا نام میرے نام پر رکھنا" اس کے بعد آنکھ کھل گئی۔ وہ وقت اور یہ وقت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جلوہ گری کا نظارہ پیشِ نظر ہے اور رقتِ قلبی وسوز وگداز کی کیفیت طاری ہے۔" اس کے بعد ہم دونوں اپنے ٹھکانے پر چلے گئے اور بوقت عصر حسب معمول فقیر جب دوبارہ حاضر خدمت ہوا، اسی وقت ڈاکیہ بھی آ گیا۔ حضرت شیخ الحدیث نے ڈاک کو ملاحظہ فرمانا شروع کیا۔ ایک خط پڑھتے ہوئے آپ مسکرائے اور خط پڑھ کر فقیر کے حوالے کیا۔ میں نے خط دیکھا تو وہ حضرت صاحب کے بھائی کی طرف سے تھا جس میں لکھا تھا کہ:

"مولیٰ کریم نے آپ کو لڑکا عطا فرمایا ہے۔ مبارک ہو اور اس کا نام لکھ کر روانہ کرو"۔ چنانچہ آپ نے لڑکے کا نام محمد اور پکارنے کے لئے فضل رسول لکھ کر روانہ کیا۔ (۱۸)

فنافی الرسول:

اسی حاضری وحضوری اور عشقِ مصطفیٰ ﷺ کی برکت سے اصطلاح صوفیہ کے مطابق "فنافی الرسول" کا درجہ آپ کو حاصل ہوا۔ چنانچہ شیخ الاسلام خواجہ محمد قمر الدین سیالوی، حضرت علامہ احمد سعید شاہ صاحب کاظمی، حضرت مولانا ابوالبرکات سید احمد قادری، مولانا سید زاہد علی، مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی وغیرہم مشائخ وعلماء کرام کا متفقہ بیان ہے کہ:

"حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ فنافی الرسول کے مقام پر فائز تھے"۔ (۱۹)

ولی را ولی می شناسد:

ولی کی پہچان، ولی کو ہی ہوتی ہے۔ اس تناظر میں اگر دیکھا جائے تو حضرت محدثِ اعظم کی ولایت کو معاصر مشائخ عظام نے نہ صرف تسلیم کیا بلکہ برملا بیان کیا۔ چنانچہ حضرت پیر سید جراغ علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان ہے: "مولانا سردار احمد کو آخری عمر میں قطبیت کے درجے پر فائز کر دیا گیا تھا، یعنی آپ قطب بن چکے تھے"۔ (۲۰)

یونہی امیر ملت پیر جماعت علی شاہ صاحب محدث علی پوری علیہ الرحمۃ نے بھی آپ کا درجۂ قطبیت پر فائز ہونا

بیان کیا۔(۲۱)

ایک مرتبہ حضرت امیر ملت فیصل آباد تشریف لائے۔پیرانہ سالی کی وجہ سے آپ چل نہیں سکتے تھے۔اس لئے اسٹیشن سے چارپائی پر آپ کو لایا گیا۔دورانِ خطاب آپ نے فرمایا:"میں علی پور سے صرف مولانا سردار احمد کو ملنے کے لئے آیا ہوں"۔(۲۲)

شیخ الاسلام خواجہ قمرالدین سیالوی ،اہالیان فیصل آباد کو مبارک باد دیتے ہوئے اور حضرت محدثِ اعظم کی عظمت کا احساس دلاتے ہوئے فرماتے تھے ''لائل پور (فیصل آباد) والو! تم بڑے خوش قسمت ہو کہ تمہارے شہر میں شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد سردار احمد مدظلہ جیسی علم وعرفان کی جامع ہستی موجود ہے۔تمہیں اس پر فخر کرنا چاہیے۔ایک موقع پر آپ نے فرمایا ''عاشق رسول ،اللہ کے ولی حضرت مولانا محمد سردار احمد مدظلہ کی توقیر وتعظیم ہر مسلمان پر واجب ہے۔(۲۳)

مولانا سردار احمد حق پر ہیں :

جناب صوفی عبدالخالق (خانیوال) کا بیان ہے کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ جامعہ رضویہ فیصل آباد میں بھاری اجتماع ہے اور حضرت محدث اعظم کی نشست گاہ میں دو بزرگ حضرت جنید بغدادی اور حضرت ابوبکر شبلی جلوہ گر ہیں۔میں نے ان دونوں بزرگوں سے عرض کی کہ آپ صاحبان تو اولیائے سابقین میں تھے۔زمانہء حال کے ایک بزرگ حضرت مولانا محمد سردار احمد مدظلہ کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے؟

دونوں بزرگوں نے بیک زبان فرمایا: مولانا سردار احمد حق پر ہیں،حق پر ہیں۔حق پر ہیں۔(۲۴)

مولانا سردار احمد کا دامن مت چھوڑو:

بابا کریم بخش ساکن گئوشالہ فیصل آباد کا بیان ہے کہ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ تانگہ پر سپیکر نصب ہے اور وہ تانگہ فیصل آباد کی گلیوں،بازاروں میں گشت کررہا ہے۔اور اعلان کرنے والا اعلان کررہا ہے ''حضرت مولانا سردار احمد کا دامن مت چھوڑو''اور پھر آنکھ کھل گئی۔(۲۵)

اولیائے کرام کے حضور قدر ومنزلت :

حضرت محدثِ اعظم علیہ الرحمۃ کے مقام ولایت سے متعلق معاصر مشائخ عظام کے تأثرات آپ ملاحظہ فرماچکے اب صاحبِ مزار اولیائے کرام کی حضرت محدثِ اعظم پر خصوصی شفقت وتوجہ کے چند ایمان افروز واقعات ملاحظہ فرمایئے:

۱۳۶۲ھ/۱۹۴۳ء میں حضرت محدثِ اعظم بغرض تبلیغ وترویج مسلکِ اہلسنت احمد آباد تشریف لے گئے جہاں

آپ کے نورانی مواعظ کی بدولت اپنوں کے دل باغ باغ اور غیروں کے سینے داغ داغ ہو رہے تھے۔ایک رات اہل سنت و جماعت کا جلسہ نہایت دھوم دھام سے ہو رہا تھا اور حضرت محدثِ اعظم عشقِ رسالت میں مخمور ہو کر نہایت پر جوش تقریر فرما رہے تھے۔اسی اثناء میں آپ کے پاس ایک رقعہ آیا جس میں لکھا تھا کہ مفتی سلطان حسن نے تھانہ میں رپورٹ درج کرائی ہے کہ ''مولوی سردار احمد کو شہر بدر کیا جائے کیونکہ فساد کا خطرہ ہے۔رقعہ پڑھنے کے بعد آپ نے فرمایا کہ مفتی سلطان حسن نے ہمارے خلاف تھانہ میں رپورٹ درج کرائی ہے اور ہم اس کے خلاف دربار شاہ عالم (احمد آباد کے مشہور بزرگ)اور دربار غوثِ اعظم میں رپورٹ درج کراتے ہیں۔اس کے بعد آپ نے حضرت شاہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے مزار شریف کی طرف رخ کر کے فرمایا۔اے حضور شاہ عالم! میں آپ کے دربار میں رپورٹ درج کراتا ہوں کہ سلطان حسن کو شہر بدر فرما دو۔اور پھر اسی طرح بغداد شریف کی طرف منہ کر کے حضور غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ کی بارگاہ میں عرض کیا۔اس کے بعد حاضرین سے فرمایا کہ مفتی سلطان حسن نے بھی رپورٹ درج کرائی ہے اور ہم نے بھی یہ دو رپورٹیں درج کرادی ہیں اور ان کا نتیجہ کل اسی وقت اسی جگہ اسی جلسہ میں سنایا جائے گا۔کل تمام لوگ اسی جگہ اسی وقت پر آ کر فیصلہ سن لیں۔

اس کے بعد آپ نے تقریر شروع کر دی۔جلسہ بخیر وخوبی ختم ہوا۔اور صبح ہوتے ہی یہ خبر ملی کہ خدا جانے مفتی سلطان حسن کو کیا ہوا کہ بوریا بستر باندھ کر پہلی ٹرین پر احمد آباد سے چلے گئے ہیں۔اور شہر میں جوان کے پروگرام تھے وہ دھرے کے دھرے رہ گئے ہیں۔رات کو دوبارہ اسی مقام پر اہل سنت و جماعت کا جلسہ کمال شان وشوکت سے منعقد ہو رہا تھا اور آپ گذشتہ رات کی طرح پر جوش تقریر فرما رہے تھے۔اس دوران ایک رقعہ آیا جس میں لکھا تھا کہ کل کا فیصلہ سنایا جائے۔آپ نے فرمایا ٹھیک ہے لو اب فیصلہ سنو'' فیصلہ یہ ہے کہ شہر میں مفتی سلطان حسن کے اشتہارات لگے ہوئے ہیں۔پروگرام چھپے ہوئے ہیں،لیکن مفتی سلطان حسن موجود نہیں ہیں،حضور غوثِ اعظم اور سرکار شاہ عالم نے خدا کے فضل سے انہیں شہر بدر کر دیا ہے اور فقیر جس کے خلاف مفتی سلطان حسن نے تھانے میں رپورٹ کرائی تھی کل کی طرح آج بھی تقریر کر رہا ہے اور آپ کے سامنے کھڑا ہے۔اب خود سمجھ لو کہ تھانے والوں کی طاقت زیادہ ہے جن سے مفتی سلطان حسن نے مدد مانگی تھی یا اللہ والوں کا تصرف زیادہ ہے جن کے دربار میں ہم نے رپورٹ درج کروائی تھی۔آپ کے اس ارشاد پر مجمع تڑپ گیا۔اور نعرہائے تکبیر ورسالت،نعرۂ غوثیہ اور مولانا سردار احمد زندہ باد کے پر جوش نعروں سے شہر گونج اٹھا۔(۲۶)

حضرت شاہ عالم کا خصوصی فیض:

احمد آباد کے اس سفر میں آپ کے ہمسفر اور تلمیذِ ارشد مولانا محمد شفیع حیدری حضرت شاہ عالم کے خصوصی فیض کا احوال بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

جب فقیر حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ احمد آباد شریف پہنچا تو آپ نے سب سے پہلے حضرت شاہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے مزارِ پر انوار پر حاضری دی۔اس وقت فقیر آپ کی بائیں جانب کھڑا تھا۔حاضری کے دوران فقیر

کے قلب پر فیض کا ایک ایسا شعلہ نمودار ہوا کہ جس کی کیفیت بیان سے باہر ہے۔ اللہ ہی جانتا ہے کہ وہ کیسا نور تھا اور اس کی چمک ولذت کا کیا عالم تھا۔

ظاہر ہے کہ یہ سب حضرت شیخ الحدیث کا صدقہ تھا اور ان کی معیت کی برکت سے مجھے یہ حصہ نصیب ہوا تھا۔ جن کے صدقہ میں فقیر پر اس قدر فیضان ہوا۔ ذرہ اندازہ فرمایئے کہ ان پر حضرت شاہ عالم کا فیضان کس قدر ہوا ہوگا .... حضرت شیخ الحدیث مولانا سردار احمد صاحب صرف ظاہری طور پر ہی عالم وفاضل اور علامہ دوراں نہیں تھے بلکہ باطنی لحاظ سے بھی مرد فقیر، درویش باکمال، ولی کامل اور صاحب کشف وکرامات تھے۔(۲۷)

حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کی خصوصی شفقت:

حضرت داتا گنج بخش علیہ الرحمہ سے آپ کا خصوصی تعلق تھا اور حضرت داتا گنج بخش علیہ الرحمہ بھی آپ پر خصوصی شفقت فرماتے تھے۔ کیوں نہ ہو بلایا جو خود تھا، یعنی حضرت محدثِ اعظم کو بریلی سے فیصل آباد حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ نے طلب فرمایا تھا۔ اس راز سے پردہ اٹھاتے ہوئے حضرت پیر سید اسماعیل شاہ صاحب کرمانوالے علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: حضرت مولانا (محدثِ اعظم) علیہ الرحمہ ایک روز بریلی شریف میں آرام فرما رہے تھے، قسمت نے یاوری فرمائی۔ حضرت ابوالحسن علی بن عثمان داتا علی ہجویری قدس سرہ رونق افروز ہوئے اور زبان فیض ترجمان سے فرمایا: "سردار احمد! آج تم بریلی میں جیسے سوئے ہوئے ہو، سوئے رہے تو سرزمین لائل پور (فیصل آباد) ہمیشہ کے لئے سوئی رہے گی۔ اٹھو اور اسے جگادو۔" پیر صاحب مزید فرماتے ہیں کہ "دیکھو لوبھیجا کس نے ہے، ان شاء اللہ وہی حفاظت فرمائیں گے"۔(۲۸)

اس حقیقت کی مزید وضاحت قطب لاہور حضرت مفتی عزیز احمد بدایونی علیہ الرحمہ کے ارشاد سے ہوتی ہے، فرماتے ہیں کہ "داتا دربار میں آپ خاص مراقبہ فرماتے، وہیں سے فیض لیتے، انہی کے اشارے سے جامعہ رضویہ قائم ہوا۔"(۱۹)

تیرے پیر کی سرکار داتا سے گفتگو ہے:

حضرت داتا گنج بخش علیہ الرحمہ کی حضرت محدثِ اعظم پر خصوصی شفقت کا اندازہ درج ذیل واقعہ سے لگایئے جسے مولانا اصغر علی رضوی نے بیان کیا ہے، لکھتے ہیں: "ایک دفعہ حضرت شیخ الحدیث داتا دربار کی حاضری کے لئے لاہور تشریف لے گئے اور لاہور بسوں کے اڈے سے تانگہ پر سوار ہوکر براستہ لنڈا بازار روانہ ہوئے۔ جب تانگہ لنڈا بازار میں آیا تو ایک مست حال مجذوب نے تانگہ روک لیا۔ پانچ منٹ تک خاموشی سے وہ مست تانگے کے آگے کھڑا رہا۔ اس کے بعد پیچھے ہٹ گیا، تانگہ چل پڑا، ہمارے ایک پیر بھائی نے اس مست سے دریافت کیا کہ کیا بات ہے نہ آپ بولے نہ حضرت صاحب نے کچھ فرمایا۔ مجذوب نے آنکھیں لال کیں اور فرمایا کہ آپ کو جرأت کیسے ہوئی پوچھنے کی۔ اگر تم قبلہ شیخ

الحدیث کے مرید نہ ہوتے تو میں ابھی آپ کو زمین میں غرق کر دیتا۔ ہمارے پیر بھائی نے عرض کی کہ میرے پیر کا صدقہ بتا دو، مجذوب نے فرمایا: "اچھا ہمیں حلوہ کھلاؤ"۔ ہمارے پیر بھائی نے قریبی حلوائی کی دوکان سے حلوہ لا کر مجذوب کے نذر کیا۔ مجذوب نے حلوہ کھانے کے بعد فرمایا کہ "میری ڈیوٹی سرکار حضور داتا، شہر لاہور سے باہر لگا دیتے ہیں، جب میں باہر جاتا ہوں تو اداس ہو جاتا ہوں۔ تیرے پیر کی سرکار داتا سے گفتگو ہے۔ میں نے انہیں عرض کر دیا ہے کہ جب آپ کی سرکار داتا سے گفتگو ہو تو میرے بارے میں بھی عرض کر دینا کہ میری ڈیوٹی شہر لاہور سے باہر نہ لگائی جائے۔ آپ کے پیر مجھے کہہ گئے ہیں کہ میں سرکار داتا کے حضور عرض کر دوں گا اور انہیں منا لوں گا"۔ جب آپ لائل پور (فیصل آباد) واپس تشریف لائے تو اس مرید کو حجرہ میں طلب کر کے فرمایا: "ارے بندۂ خدا! تو لاہور میں لنڈا بازار میں مست سے کیا پوچھنے لگ گیا تھا؟ کیا ہم پر اعتماد نہیں؟ خبردار آئندہ کسی مست آدمی سے ایسی حرکت نہ کریں، مجذوب اپنی مرضی کا مالک ہوتا ہے۔ (۳۰)

ہو جائے گا، کروا دیں گے:

مولانا غلام رسول سمندری والے بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ سرکار محدثِ اعظم رضی اللہ عنہ کے ہمراہ سرکار داتا صاحب کے حضور حاضری کا شرف حاصل ہوا۔ سرکار نے دعا شروع فرمائی۔ گرمی کی وجہ سے پیاس لگ گئی، خیال کیا کہ دعا سے فارغ ہو کر سرکار میں لسی کے لئے عرض کرتے ہیں، اتنے میں ایک اجنبی شخص حاضر ہوا اور پاؤں میں گر کر زار و قطار رونے لگا۔ سرکار نے اس کے سر پر دستِ شفقت پھیرا اور فرمایا: "ہو جائے گا، کروا دیں گے"۔

اتنا فرمانا تھا کہ وہ خوشی سے اٹھا اور چلتا بنا۔ ہمیں حیرت اور تعجب ہوا کہ اس آنے والے نے بتایا کچھ بھی نہیں اور سرکار نے خود ہی فرما دیا کہ "ہو جائے گا، کروا دیں گے"۔ یہ کیا بات ہے؟ اس میں ضرور کوئی راز ہے؟ ہم نے اجنبی کا تعاقب کیا اور اس کے قریب پہنچ کر آواز دی۔ اس نے پیچھے مڑ کر دیکھا اور دیکھتے ہی کہنے لگا، لسی پینی ہے؟ ہم حیران ہوئے کہ ہم تو اس کا درد پوچھنے آئے ہیں اور یہ ہمارے درد کی دوا بتا رہا ہے۔ بے اختیار منہ سے نکل گیا "لسی نہیں پینی" ہماری بات ابھی پوری بھی نہ ہونے پائی تھی کہ وہ فوراً بولا: "پینی بھی ہے اور جھوٹ کہہ رہے ہو۔"

ہم نے کہا بھئی یہ تو بتاؤ کہ یہ ماجرا کیا ہے؟ آپ نے سرکار سے کچھ بھی نہیں فرمایا، صرف قدموں میں گر کر رونا شروع کر دیا اور سرکار نے بجائے کچھ دریافت کرنے کے اپنا دستِ شفقت تمہارے سر پر پھیرتے ہوئے فرمایا کہ "ہو جائے گا، کروا دیں گے" یہ کیا معاملہ ہے؟ بڑے اصرار کے بعد وہ کہنے لگا کہ بات یہ ہے کہ میں اس علاقہ کا ابدال ہوں۔ سرکار داتا صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہماری ڈیوٹیاں بدل رہے ہیں اور میرا تبادلہ سندھ کر دیا گیا ہے۔ میں آپ کے حضور رہنا چاہتا ہوں۔ میری قسمت کا ستارہ چمکا کہ حضرت شیخ الحدیث صاحب تشریف لے آئے۔ سرکار داتا صاحب رحمۃ اللہ علیہ جتنی بات حضرت محدثِ اعظم کی مانتے ہیں کسی اور کی نہیں مانتے۔ میں نے موقع کو غنیمت سمجھ کر حضرت صاحب قبلہ کی

خدمت میں درخواست پیش کردی تو آپ نے فرمایا: "ہوجائے گا، کروادیں گے"۔ چنانچہ میرا تبادلہ رک گیا ہے۔(۳۱)

تمنا ہو پوری جو فرمائیں حضرت:

ایک مرتبہ شیر اہلسنت علامہ مولانا عنایت اللہ صاحب اور حضرت علامہ مولانا الحاج ابوداؤد محمد صادق صاحب ایک تقریر کے سلسلے میں گرفتار کر لئے گئے ۔ یہ دونوں حضرات گوجرانوالہ جیل میں تھے، ضمانت کے لئے ہائی کورٹ میں اپیل دائر تھی، تاریخ سماعت سے ایک دن پیشتر حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ دربار داتا گنج بخش علیہ الرحمہ حاضری کے لئے لاہور تشریف لائے۔ سانگلہ ہل سے مولانا صاحبزادہ عزیز احمد بھی ہمراہ ہو گئے۔ حضرت موصوف حسب عادت دربار پر رہے۔ دربار کی ملحقہ مسجد میں کافی دیر تک نعت خوانی ہوتی رہی۔ نعت خوانی کے بعد آپ نے نہایت پراعتماد لہجہ میں یہ اشعار پڑھنا شروع کئے:

تمنا ہو پوری جو فرمائیں حضرت
کہ صادق عنایت کو چھٹی ملی ہے
تیرے صادق ، عنایت دوڑے آئیں
کرم تیرا اگر باذل ہو یا غوث

خدا تعالیٰ کی شان کہ صبح تاریخ تھی۔ اسی دن دونوں حضرات ضمانت پر رہا ہو گئے۔(۳۲)

دربار داتا گنج بخش علیہ الرحمۃ، حاضری کا انداز:

حضرت داتا گنج بخش علیہ الرحمۃ کے مزار پر انوار پر آپ ہر ماہ بالالتزام حاضر ہوتے، فیصل آباد سے لاہور کا یہ سفر صرف اس حاضری کی نیت سے ہوتا۔ اگر لاہور کسی اور کام کے لئے تشریف لاتے تو بھی حاضری دیتے لیکن اسے معمول کی حاضری میں شمار نہ کرتے۔ بالعموم پیر یا بدھ کو ماہانہ حاضری ہوتی، انداز یہ تھا کہ لاہور پہنچ کر اگر تازہ وضو کی ضرورت ہوتی تو وضو فرماتے اور حاضری سے قبل وضو اس لئے کرتے تاکہ احاطۂ دربار میں داخل ہو کر سیدھے مزار شریف پر حاضری ہو، مزار شریف کی مغربی جانب چند منٹ دربار شریف کی طرف منہ کر کے کھڑے ہوتے، کچھ کلمات پڑھتے اور دعا فرماتے۔ آپ کی دعا میں یہ جملے ضرور ہوتے۔

اَللّٰھُمَّ ارْحَمْ اُمَّۃَ مُحَمَّدٍ ﷺ. اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ اُمَّۃَ مُحَمَّدٍ ﷺ. (۳۳)

دربار شریف میں آپ ایسے مؤدب کھڑے ہوتے کہ گویا حضرت داتا صاحب سے ہم کلام ہو رہے ہوں۔ (۳۴) خصوصی امور عرض کرنے کے لئے آپ عموماً نصف شب کے بعد حاضری دیتے اور یہ حاضری خصوصی حاضری ہوتی۔(۳۵)

دعا کے بعد آپ حضرت سید معصوم شاہ نوری کے حجرہ میں تشریف لے جاتے۔ حجرہ میں بھی مزار شریف کی طرف

متوجہ ہو کر بیٹھتے۔ اگر حجرہ بند ہوتا یا شاہ صاحب حجرہ میں نہ ہوتے تو مسجد میں مزار شریف کی طرف منہ کر کے بیٹھتے۔(۳۶)

ایک مرتبہ حضرت سید معصوم شاہ نوری علیہ الرحمۃ نے آپ سے کہا کہ "حضرت! جب بھی حاضری کا پروگرام ہو، پہلے سے آپ اطلاع فرما دیا کریں تا کہ کھانے کا عمدہ انتظام کیا جا سکے"۔ اس پر آپ نے فرمایا: "شاہ صاحب! فقیر آئے تو حضور داتا قدس سرہ کی حاضری کے لئے اور آپ سے لکھے کہ فقیر آ رہا ہے۔ فقیر کا مقصد تو حاضری دینا ہے نہ کہ استقبال کرانا۔ یہ نہیں ہو سکتا"۔(۳۷)

معتقدین کو حاضری کی تاکید:

آپ اپنے تلامذہ، مریدین اور معتقدین کو مزار داتا گنج بخش علیہ الرحمۃ پر پابندی سے حاضری کی تاکید فرمایا کرتے تھے۔ اور فرماتے تھے کہ " کچھ زیادہ دیر وہاں پڑھنا یا لمبی دعا کرنا ضروری نہیں، کیونکہ حاضری دینے والے کی طرف کسی نہ کسی روز صاحبِ مزار کی توجہ ہو جاتی ہے"۔ حضرت علامہ مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی علیہ الرحمۃ بیان کرتے ہیں کہ ایک روز آپ نے مجھے خطاب فرما کر اسی نوعیت کی ہدایت فرمائی۔ میں نے غور کیا کہ آج حضرت نے مجھے ہی کیوں خطاب فرمایا ہے۔ جب غور کیا تو احساس ہوا کہ یہ میری ایک کمزوری پر تنبیہ تھی۔ میری کمزوری یہ تھی کہ جب میں دربار داتا صاحب میں حاضر ہوتا تو تلاوت اور دعا میں زیادہ وقت صرف کرتا۔ مگر دوبارہ حاضری کے لئے جلد زیادہ وقت نہ نکال سکتا۔ اس لئے تاخیر ہو جاتی۔(۳۸)

باادب حاضری:

حضرت محدثِ اعظم پاکستان علیہ الرحمۃ حضرت داتا گنج بخش اور دیگر اولیائے کرام مثلاً حضرت ابوالمعالی، حضرت میاں میر، حضرت شاہ محمد غوث قادری قدس سرہم کے مزارات پر نہایت ادب سے حاضری دیتے۔ اور صاحبِ مزار کا ادب یوں ہی کرتے جیسے زندگی میں کسی بزرگ کا ادب کیا جاتا ہے۔ اپنے معتقدین کو بھی آپ اسی ادب اور عقیدت کی تلقین فرماتے تھے۔ ایک مرتبہ آپ حضرت داتا گنج بخش علیہ الرحمۃ کے دربارِ اقدس پر حاضر ہوئے۔ فاتحہ و زیارت کے بعد مسجد میں تشریف لا کر مزارِ اقدس کی جانب رخ کر کے بیٹھ گئے۔ معتقدین بھی ارد گرد بیٹھ گئے۔ اسی اثناء میں ایک شخص آیا اور آپ کے سامنے بیٹھنے لگا تو آپ نے فرمایا: "ادھر تشریف رکھیں، وہاں داتا صاحب کی طرف پشت ہوتی ہے"۔(۳۹)

دربار داتا گنج بخش علیہ الرحمۃ سے متعلق غلط فہمی کا ازالہ:

حضرت سیدنا داتا گنج بخش علی ہجویری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مزارِ اقدس سے اہلِ عقیدت کی توجہ کو ہٹانے کے لئے شیرانوالہ گیٹ کے مولوی احمد علی لاہوری نے ایک چال چلی اور اعلان کیا کہ حضرت داتا گنج بخش قدس سرہ کا مزار شاہی قلعہ

میں ہے۔موجودہ مزار حضرت داتا گنج بخش علیہ الرحمۃ کا نہیں۔اس صاف جھوٹ کا اس نے ایک بار نہیں، بار بار اعادہ کیا۔

انہی ایام میں حضرت محدثِ اعظم علیہ الرحمۃ نے شیرانوالہ دروازہ لاہور میں ایک جلسہ سے خطاب کرتے ہوئے عوام الناس کو اس سازش سے آگاہ کیا اور مولوی احمد علی کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:"اے وہابی! آ میرے ساتھ چل کر موجودہ دربار داتا میں قبرِ انور کے سامنے کھڑا ہو۔اگر حضور داتا صاحب نے قبر سے اٹھ کر فرمادیا کہ میری قبر یہی ہے تو مان لینا اور اگر حضور داتا صاحب نے قبر سے اٹھ کرنہ فرمایا تو میں خود اعلان کروں گا کہ اے لوگو! آ ؤ حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری قدس سرہ کی قبرِ مبارک قلعہ میں ہے"۔

حضرت محدثِ اعظم کے اس پُراعتماد بیان نے مولوی احمد علی کو حیرت میں ڈال دیا اب اس کے لئے اس کے سوا کوئی چارۂ کار نہ رہا کہ خود اعلان کرے کہ موجودہ مزار داتا صاحب کا ہی ہے۔(۴۰)

عالمِ بیداری میں حضرت داتا صاحب کی زیارت:

حضرت سیدنا داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ سے حضرت محدثِ اعظم کو جو محبت وعقیدت تھی یہ اسی کا نتیجہ ہے کہ عالمِ بیداری میں آپ کو حضرت داتا صاحب کی زیارت وملاقات کا شرف حاصل ہوا۔اس نورانی واقعہ کی تفصیل مولانا محمد انور قادری رضوی کے الفاظ میں ملاحظہ فرمائیے: کہتے ہیں:"ایک مرتبہ حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کے ہمراہ دربار حضرت داتا گنج بخش قدس سرہ حاضری کے لئے لاہور روانہ ہوا۔دربار حضور داتا گنج بخش قدس سرہ کے صحن سے باہر ایک اجنبی بزرگ، حضرت سے بغل گیر ہوئے جن کا نورانی چہرہ نہایت تاباں تھا۔بغل گیر ہونے کے بعد آپ وہیں سے واپس اسٹیشن کی طرف روانہ ہونے لگے، میں نے ہمت اور جرأت کرکے عرض کیا کہ حضور! مزارِ پُرانوار پر حاضری۔۔؟

آپ نے فرمایا:"جن سے ہم نے ملنا تھا، ان سے ملاقات ہوگئی ہے"۔(۴۱)

جیسے حضرت محدثِ اعظم کی ظاہری حیاتِ مبارکہ میں حضرت داتا صاحب نے آپ کو اپنی زیارت سے مشرف فرمایا۔یونہی پردہ فرمانے کے بعد آپ کے جنازے میں جلوہ فرما ہوکر آپ کا وقار بڑھایا۔چنانچہ اہلِ نظر نے دیکھا اور شہبازِ خطابت صاحبزادہ فیض الحسن صاحب نے واشگاف الفاظ میں بیان کیا کہ "آپ کے جنازے میں حضور داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ بھی تشریف فرما ہوئے"۔(۴۲)

کون کہتا ہے کہ اولیاء مر گئے
قید سے چھوٹے وہ اپنے گھر گئے

☆......☆......☆......☆......☆......☆

باب ۸

کرامات

باب ۸
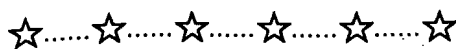
کرامات

حضرت محدثِ اعظم کا عظیم عالم دین ہونے کے ساتھ ساتھ عاملِ دین ہونا، ساری زندگی علوم دینیہ کی تبلیغ و تدریس میں بسر کرنا، خلفاء و تلامذہ کی صورت میں جلیل القدر مبلغین تیار کرنا۔ تصنیفات کا مقبولِ خاص و عام ہونا، عظیم الشان مساجد اور مدارس قائم کرنا، آپ کی معنوی کرامات ہیں۔ لیکن عوام الناس عموماً حسّی کرامات ہی کو کرامت جانتے ہیں۔ بفضلہٖ تعالیٰ اس نوع کی کرامات سے بھی حضرت محدثِ اعظم کا دامن بھرا ہوا ہے۔ کرامات کی یہ کثرت اور شریعت وسنت پر مداومت اس بات کی دلیل ہے کہ آپ ولایت میں اعلیٰ مقام پر فائز تھے۔ حصولِ برکت کے لئے یہاں چند کرامات ثقہ راویوں کے حوالے سے بیان کی جا رہی ہیں:

اصلاحِ عقائد واعمال

حضرت محدثِ اعظم نے عام مسلمانوں کے عقائد واعمال کی اصلاح کے لئے بالعموم اور اپنے تلامذہ ومریدین کی اصلاح کے لئے بالخصوص بڑی سعی فرمائی جس کا تفصیلی جائزہ گذشتہ ابواب میں پیش کیا جا چکا ہے۔ کرامات کے باب میں اس کا تذکرہ اس لئے کیا جا رہا ہے کہ اگر آپ کے تلامذہ ومریدین کسی مسئلے پر دلائل اور وعظ ونصیحت سے مطمئن نہیں ہوتے تھے تو آپ کرامت کے ذریعے ان کی اصلاح فرما دیتے تھے۔ چنانچہ آپ کے ایک تلمیذ مولانا محمد سلیم نقشبندی بیان کرتے ہیں کہ: " ایک مرتبہ دورۂ حدیث کے دوران شہید کی حیات کا مسئلہ قرآن مجید اور احادیثِ طیبہ سے مدلل بیان فرمایا۔ بعد ازاں تصوف کے انداز میں بھی اس مسئلہ پر شرح وسط سے روشنی ڈالی۔ مگر طالبعلمی کے انداز میں، میں نے چند سوالات وارد کئے۔ آپ نے ان سوالات کا جواب بھی دیا، آپ کے جوابات کچھ ایسی نوعیت کے تھے کہ میرے جسم کے اجزاء کانپ گئے۔ بالآخر میں نے عرض کی کہ میں کروڑ مرتبہ توبہ کے بعد یہ عرض کرتا ہوں کہ حیاتِ شہداء پر ایمان ہونے کے باوجود یہ مسئلہ سمجھ میں نہیں آ رہا، صرف اطمینانِ قلب چاہتا ہوں۔ حضرت کی عادتِ مبارکہ یہ تھی کہ قرآن وحدیث کے مقابل اگر کوئی شخص اپنا عندیہ پیش کرتا تو اکثر جلال کا اظہار فرماتے لیکن آج خلافِ عادت مسکرا دیئے اور فرمایا: "اللہ تعالیٰ جل جلالہ کے محبوب پاک ﷺ اور اولیائے کاملین کے صدقے تمہیں اپنے وقت پر اس مسئلہ کی سمجھ آ جائے گی"۔

اسی رات جب میں سویا تو قسمت بیدار ہوگئی۔ حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کی زیارت سے مشرف ہوا۔ آپ

نے فرمایا مولانا! سامان جلدی تیار کرلو محفلِ پاک کا وقت قریب ہوگیا ہے۔" تانگہ لایا گیا آپ سوار ہوگئے۔ میں بھی خادمانہ حیثیت سے سوار ہوگیا۔ بڑی دیر تک تانگہ چلتا رہا، اچانک ہم اس جگہ پہنچ گئے جو دو مسجدوں (سنی رضوی جامع مسجد اور شاہی مسجد) کے درمیان ہے۔ کیا دیکھتا ہوں کہ کثیر مجمع ہے۔ سینکڑوں اکابرِ ملت موجود ہیں۔ حضرت نے میری طرف توجہ فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ "اس محفلِ پاک میں حضور سیدنا غوثِ اعظم، حضور سیدنا شہاب الدین سہروردی اور دیگر سلاسل کے عظیم المرتبت حضرات موجود ہیں، ادب ملحوظ رہے" آپ اسٹیج پر بیٹھ گئے، اولیائے کاملین نے آپ کو وعظ کے لئے ارشاد فرمایا۔ آپ نے کھڑے ہوکر وعظ کرنا چاہا مگر حضور سیدنا غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "آپ کرسی پر تشریف رکھیں"۔ آپ نے عرض کیا "میرے لئے یہ کیسے روا ہے؟"۔ ارشاد ہوا "جس طرح حضور نبی اکرم ﷺ کے حضور حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نعت خوانی کے لئے عرض کرتے تو ان کے لئے منبر بچھا دیا جاتا"۔ چنانچہ حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کرسی پر جلوہ افروز ہوئے۔ اور آپ نے یہ آیہ کریمہ ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات۔ الخ تلاوت فرمائی۔ ترجمہ کے بعد بخاری شریف کی مؤید احادیث بھی پڑھیں۔ اور حیاتِ شہداء کا بیان شروع فرمایا۔ دورانِ تقریر کبھی کبھی میری طرف بھی توجہ فرماتے۔ ارشاد فرمایا: "حیاتِ شہداء نصِ قطعی سے ثابت ہے، جو اس کا منکر ہو وہ دائرہ اسلام سے خارج ہے ...... ہے تم میں کوئی ایسا جو اپنی گردن کٹوا کر اس کا مشاہدہ کرنا چاہے اس پر ایک نوعمر لڑکا کھڑا ہوا اور عرض کی کہ میں اپنی گردن اللہ تعالیٰ کی راہ میں کٹواتا ہوں۔ آپ کے ہاتھ میں ایک چھوٹا سا چاقو تھا۔ آپ نے وہ مجھے عنایت کرتے ہوئے فرمایا کہ اس کی گردن قلم کردو۔ یہ چاقو کیا تھا گویا ایک مقناطیس تھا۔ ذرا سے اشارہ سے اس نوعمر کی گردن جدا ہوگئی۔ لیکن وہ خود کھڑے کا کھڑا رہا۔ بلکہ کہہ رہا تھا کہ میں زندہ ہوں۔ میری حیات میں شک کرنے والا بے ایمان ہے۔ اس کے بعد حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ نے دوسری مرتبہ اعلان کیا کہ ہے کوئی اور جو اپنی گردن اللہ تعالیٰ کی راہ میں کٹوا کر حیات حاصل کرے۔ میں نے عرض کیا کہ حضور میں بھی شوق رکھتا ہوں۔ چنانچہ آپ نے اسی چاقو سے اشارہ فرمایا تو میری گردن سینہ سے جدا ہوگئی۔ لیکن اس کے باوجود میں زندہ ہوں بلکہ تمام کائنات کا مشاہدہ کررہا ہوں اور احباب سے کہہ رہا ہوں کہ میری طرف دیکھو کہ میں زندہ ہوں۔ اختتامِ محفل پر آپ واپس تشریف لے آئے۔ اچانک میری آنکھ کھل گئی۔ سردی کا موسم تھا، رات کے کوئی دو بجے کا عمل تھا۔ مشائخ کرام کی جلوہ گری اور حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کا وعظ اور میری شہادت اور حیات کے منظر سے دل میں سرور اور لذت کی کیفیت بیان سے باہر تھی۔ صبح کو حسبِ معمول آپ نے حدیث کا سبق شروع کرایا تو اسی حدیث سے جس میں حیاتِ شہداء کا بیان تھا۔ آپ نے نہایت مسرت بھرے لہجے میں فرمایا "لا شک فیہ، صدق اللہ جل جلالہ وصدق النبی ﷺ" ترچھی نگاہوں سے میری طرف متوجہ ہوکر فرمایا: "کیوں مولوی سلیم! آیتِ کریمہ برحق ہے نا؟ کوئی شبہ تو نہیں؟ میں نے والہانہ انداز میں عرض کیا، کوئی شبہ نہیں"۔

مجھ ایسے کتنے حضرات ہیں جو آپ کے فیضان سے عین الیقین اور حق الیقین پاچکے ہیں۔ جب میں نے رات کا خواب جس کی لذت کئی روز تک رہی۔ مولانا مفتی نواب الدین مدرس ومفتی جامعہ رضویہ مظہر اسلام سے بیان کیا تو

آپ نے فرمایا: "ایسی باتیں تو حضرت کے لئے معمولی ہیں"۔(۱)

بدلتی ہزاروں کی تقدیر دیکھی:

حضرت شاہ سراج الحق قدس سرہ کے ایک مرید کا لڑکا محمد اسحٰق نہایت آوارہ منش اور عاداتِ قبیحہ کا عادی تھا۔ والد نے اسے بہت سمجھایا مگر اس پر کوئی اثر نہ ہوا۔ والد بہت پریشان ہوا۔ اسے اپنی پریشانی کا یہ حل نظر آیا کہ اپنے بیٹے کو حضرت محدثِ اعظم کا مرید کرادیا جائے۔ اس طرح شاید وہ بری حرکات سے باز رہے۔ پروگرام کے مطابق والد اپنے بیٹے محمد اسحٰق کو لے کر حضرت محدثِ اعظم کے پاس حاضر ہوا اور بیعت کی درخواست کی۔ حضرت نے اسے بیعت فرمالیا۔ بیعت کے بعد آپ نے حسبِ عادت نماز، روزہ اور دیگر احکامِ شرعیہ کی پابندی کا حکم فرمایا۔ اس پر محمد اسحٰق نے بے باکانہ جواب دیا کہ "مجھ سے یہ توقع نہ رکھیں، میں ایسا نہیں کرسکتا، ہاں اگر آپ اپنی روحانی قوت سے ایسا کروالیں تو اور بات ہے"۔

بیعت کے بعد کچھ عرصہ تک محمد اسحٰق اپنی پرانی عادت پر قائم رہا لیکن اچانک وہ نماز، روزہ کا پابند ہوگیا، بلکہ داڑھی بھی رکھ لی۔ جب اس سے والد صاحب نے اس کا سبب دریافت کیا تو اس نے اپنا ایک خواب بیان کیا کہ ایک رات میں نے حضورِ اکرم ﷺ کی مجلس مبارک دیکھی۔ میں نے خیال کیا کہ میں بھی حضورِ اکرم ﷺ کی زیارت سے مشرف ہولوں۔ اس ارادہ سے میں آگے بڑھا تو حاضرینِ مجلس میں سے چند افراد اٹھے اور انہوں نے مجھ سے پوچھا کہ کیوں اور کیسے بغیر اجازت یہاں آئے ہو؟ تمہیں معلوم نہیں کہ یہاں آنے والے کے پاس سرٹیفیکیٹ کا ہونا ضروری ہے۔ یہ کہہ کر انہوں نے مجھے مارنا شروع کردیا۔ میرے کندھے پر ڈنڈے برسائے۔ چنانچہ جب میں بیدار ہوا تو واقعی میرے کندھے ضربوں سے چور تھے۔ اس واقعہ کو میں نے حضرت شیخ الحدیث کی کرامت سمجھا۔

محمد اسحٰق مذکور اب لاری اڈہ فیصل آباد میں ایک ہوٹل کا مالک صوفی محمد اسحٰق ہے۔(۲) سبحان اللہ

نگاہِ ولی میں یہ تاثیر دیکھی
بدلتی ہزاروں کی تقدیر دیکھی

ساری کدورت دور ہوگئی:

جناب عیدو خان قادری اسمٰعیل آباد ملتان بیان کرتے ہیں کہ "کچھ عرصہ پہلے تک میرے خاندان میں کوئی فرد ایسا نہیں تھا جسے دین سے وابستگی اور لگاؤ ہو اور دیگر اہلِ خانہ افراد کی راہنمائی کرسکے۔ میرے چاروں بیٹے دین سے بیگانہ تھے بالخصوص دو چھوٹے بیٹوں عبدالرشید اور محمد رفیق کا تو عالم یہ تھا کہ مڈل درجہ کی جماعتوں میں زیرِ تعلیم تھے۔ میرے پڑوسی کنور عبدالمجید ڈرامہ نگار کے بہلانے پھسلانے میں آگئے۔ آئے دن کالونی ملز اسمٰعیل آباد میں سالانہ جشن اور دیگر میلوں میں، ڈرامہ میں حصہ لینے لگے۔ میں فکرمند رہنے لگا کہ کس طرح اپنے بیٹوں کو اس لعنت سے نجات دلاؤں۔ کوئی تدبیر سمجھ میں نہ آرہی تھی۔

خوش بختی سے کچھ عرصہ بعد حضرت محدثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کالونی ملز اسمٰعیل آباد میں ورودِ مسعود ہوا تو مجھے آپ سے ملاقات کرنے اور مرید ہونے کا شوق پیدا ہوا۔ ملاقات سے پہلے میں نے آپ کی تعریف سن رکھی تھی۔ میں اپنے اہل وعیال سمیت حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا۔ پہلے میں خود بیعت ہوا۔ اس کے بعد چاروں لڑکوں کو مرید کرایا۔ جب دونوں چھوٹے بیعت ہو رہے تھے تو میں اللہ تعالیٰ جل جلالہ کے حضور اس کے حبیب پاک، صاحب لولاک ﷺ کے صدقے اور حضرت قبلہ شیخ الحدیث کے توسّل سے دل ہی دل میں دعا مانگ رہا تھا کہ اے باری تعالیٰ ! ان بچوں کو ڈرامہ اسٹیج کرنے کی لعنت سے محفوظ فرما۔ اور اپنی امان میں رکھ۔ میرے بیٹوں کا حضرت صاحب قبلہ کے ہاتھ میں ہاتھ دینا تھا کہ ان کی ساری کدورت دور ہوگئی۔ اب حال یہ تھا کہ ڈرامہ وغیرہ کا نام لینا بھی انہیں پسند نہ تھا۔ دین کی رغبت بحمدہٖ تعالیٰ ان کے سینے میں رچ بس گئی، اب وہ اختر القادری اور شاہد القادری کے ناموں سے معروف ہیں۔ (۳)

گناہ سے محفوظ رہا:

صوفی محمد عمر دراز قادری رضوی (فیصل آباد) اوائل عمری میں اپنی غلط روی سے توبہ اور حضرت شیخ الحدیث کے فیضانِ نظر کی برکات بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "شادی سے پہلے میں ایک لڑکی کے عشق میں گرفتار ہو گیا تھا۔ نوبت تحائف کے تبادلہ تک پہنچ گئی تھی۔ شدتِ عشق کی وجہ سے ایسا محسوس ہوتا تھا کہ اس جال سے میرا نکلنا بہت مشکل ہے۔ اب میری دنیا صرف وہی لڑکی تھی۔

لیکن حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ کی صحبت کی برکت سے یہ نشہ ہرن ہو گیا اور مولیٰ کریم نے مجھے اس گناہ سے محفوظ فرما دیا۔ (۴)

بدعقیدہ پیر سے بچالیا:

جناب محمد رفیق شاہد القادری، جامعہ رضویہ فیصل آباد، حضرت محدثِ اعظم کی ایک ایمان افروز کرامت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "راؤ خورشید علی صاحب کے میرے والد ماسٹر عیدو خان قادری سے دوستانہ مراسم تھے۔ ایک دن باتوں باتوں میں میرے والد صاحب نے راؤ صاحب سے دریافت کیا کہ آپ کن سے بیعت ہیں؟ راؤ صاحب نے اپنے پیر کی نشاندہی کی۔ والد صاحب نے کہا کہ آپ کے پیر کے متعلق مشہور ہے کہ وہ بدعقیدہ ہے۔ آپ صحیح العقیدہ سنی ہیں۔ پھر یہ بیعت کیونکر؟ راؤ صاحب نے کہا کہ اطمینان کئے بغیر کچھ نہیں کہہ سکتا۔ اس پر والد صاحب نے کہا کہ حضرت شیخ الحدیث آپ کو خواب میں صحیح صورتحال سے مطلع فرمادیں تو اطمینان ہو جائے گا؟ راؤ صاحب نے اس پر رضامندی ظاہر کر دی، والد صاحب نے برادرِ طریقت صوفی رحمت علی قادری رضوی سے دعائے استخارہ لکھوا کر دی۔ راؤ صاحب رات کو دعائے استخارہ پڑھ کر سوئے۔ خواب میں حضرت شیخ الحدیث کی زیارت ہوئی۔ آپ نے ارشاد فرمایا "راؤ صاحب آپ کا پیر واقعی بدعقیدہ ہے، آپ کسی اور سے بیعت کر لیں"۔ صبح بیدار ہوتے ہی راؤ صاحب نے والد صاحب کے پاس

آ کر کہا کہ خواب میں حضرت محدثِ اعظم نے تصدیق فرمادی ہے لہٰذا مجھے انہی سے بیعت کروادیں۔

اس واقعہ کے کچھ عرصہ بعد حضرت شیخ الحدیث ملتان تشریف لائے۔ آپ کا قیام صوفی احمد حسن کے کوارٹر میں تھا۔ احباب کے ہمراہ راؤ صاحب بھی حاضر خدمت ہوئے اور دیکھتے ہی کہنے لگے: "واللہ جب خواب میں آپ نے مجھے زیارت سے نوازا تھا تو بعینہٖ یہی منظر تھا"۔ اس کے بعد راؤ صاحب سابقہ بیعت سے تائب ہو کر حضرت محدثِ اعظم کے دستِ اقدس پر بیعت ہو گئے۔(۵)

قلب مطمئن ہو گیا:

شیخ الحدیث علامہ غلام رسول رضوی شارح بخاری علیہ الرحمۃ کا بیان ہے کہ طالب علمی کے دور میں حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کی نورانیت کے مسئلہ میں یک گونہ تشویش رہتی تھی۔ ذہن عقلی دلائل کی طرف راغب تھا، علمائے کرام کے بیان کردہ دلائل سے تسکین نہیں ہو رہی تھی۔ ایک شب میں نے خواب میں حضور امام الانبیاء ﷺ، سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور سیدی محدثِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کو ایک ساتھ وسیع میدان میں کھڑے دیکھا۔ پھر تینوں حضرات آسمان میں مغرب کی سمت جاتے ہوئے چمکتے نظر آئے۔ حضور پر نور سیدِ عالم ﷺ آگے آگے چودھویں رات کے بے غبار چاند سے زیادہ منور نظر آ رہے تھے۔

یہ سیدی محدثِ اعظم رضی اللہ عنہ کی بیّن کرامت تھی کہ مسئلہ نورانیتِ مصطفی ﷺ کے بارے میں میری عقلی تشویش کو دور کر دیا۔ اس کے بعد اس مسئلہ میں نقلی اور عقلی دلائل اور براہین ساطعہ سے قلب مطمئن ہو گیا۔(۶)

دل کی باتیں جان لینا

حضرت محدثِ اعظم کو اللہ تعالیٰ نے ایسی فراستِ مومنانہ سے نوازا تھا کہ آپ عوام الناس کے دل کی باتیں، خواہشیں اور تمنائیں جان لیتے تھے، چنانچہ وکیلِ اہل سنت جناب چودھری مختار احمد انور بیان کرتے ہیں کہ "میں اور خان محمد عمر خان ایڈووکیٹ حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ کے ساتھ نمازِ تراویح ادا کیا کرتے تھے۔ نمازِ تراویح سے فارغ ہو کر میں اپنے گھر آ جایا کرتا تھا اور خان صاحب اپنے گھر چلے جاتے۔ ایک روز خان صاحب کہنے لگے کہ آج نمازِ تراویح کے بعد جھنگ بازار والے صوفی کی دکان سے تازہ جلیبی کھائیں گے۔ نمازِ تراویح کے اختتام اور نمازِ وتر سے قبل ایک طالب علم نے مجھے آ کر کہا کہ حضرت صاحب فرماتے ہیں کہ نماز کے بعد ان کو مل کر جائیں۔ گرمی کا موسم تھا، میں اور خان صاحب، حضرت صاحب کے ارشاد کے مطابق اوپر چھت پر چلے گئے، جہاں پر حضرت صاحب اکثر ملاقات فرمایا کرتے تھے۔ اتنے میں صوفی کی دکان سے تازہ جلیبی آئی۔ حضرت صاحب بھی تشریف لے آئے اور فرمانے لگے "صوفی کی دکان کی تازہ جلیبی کھائیں"۔(۷)

پھولوں کا ہار:

چودھری صاحب ہی بیان کرتے ہیں کہ: "ایک مرتبہ جب میں نمازِ تراویح کے لئے حضرت صاحب کے پاس جانے لگا تو میرا لڑکا بضد ہوا کہ وہ بھی ساتھ جائے گا۔ میں نے سوچا کہ وقت زیادہ لگتا ہے۔ چھوٹے سے بچے کو کون سنبھالے گا، بچے کی والدہ مجھے کہنے لگی کہ آپ بچے کے لئے حضرت صاحب سے پھولوں کا ہار لائیں۔ میں نے کہا ٹھیک ہے، میں ہار لاؤں گا۔ اس پر بچہ راضی ہوگیا۔ جب میں مسجد میں پہنچا تو آندھی چلی اور بجلی فیل ہوگئی۔ ابھی نماز عشاء شروع نہ ہوئی تھی کہ ایک طالب علم اندھیرے میں پوچھتا پھر رہا تھا کہ وکیل صاحب کہاں ہیں۔ اندھیرے میں اس کی آواز سن کر میں نے اسے اپنے پاس بلالیا اور پوچھا کیا بات ہے؟ اس نے کہا کہ حضرت صاحب نے آپ کے بچے کے لئے پھولوں کا ہار بھیجا ہے۔ میں نے وہ ہار لے لیا اور نماز کے بعد بچے کے لئے گھر لے گیا۔(۸)

مولانا صاحب واقعی ولی اللہ ہیں:

گڑھی شاہو لاہور میں ایک مرتبہ حضرت محدثِ اعظم کی تقریر پُر تاثیر کا پروگرام تھا۔ تھانہ گڑھی شاہو لاہور کے حوالدار جناب چودھری فضل حسین صاحب نے جب آپ کی تقریر کا اعلان سنا تو اپنے ایک دوست کو تقریر سننے کی دعوت دی۔ قابلِ ذکر بات یہ ہے کہ اس دن ہوا بند ہونے کی وجہ سے سخت گرمی اور حبس کی شدّت تھی۔ چودھری صاحب کے پولیس والے دوست اپنی روایت کے مطابق اصرار کرنے لگے کہ اگر "مولانا صاحب واقعی ولی اللہ ہیں تو یہ گرمی اور حبس ختم ہو جائے اور ٹھنڈک ہو جائے"۔ چودھری صاحب نے یہ سوچتے ہوئے وعدہ کرلیا کہ مولانا صاحب کے ولی اللہ ہونے میں تو کوئی شک نہیں، رہا معاملہ ناموسِ ولی کا تو وہ اللہ تعالیٰ نگہبان ہے۔

چودھری صاحب حلفیہ بیان کرتے ہیں جونہی ہم جلسہ گاہ کی طرف روانہ ہوئے، موسم کی تبدیلی کا آغاز ہوگیا، بتدریج موسم تبدیل ہوتا گیا، جب ہم جلسہ گاہ پہنچے تو یہ عالم تھا کہ مطلع ابر آلود تھا۔ ہلکی ہلکی بونداباندی ہو رہی تھی۔ حضرت محدثِ اعظم کی تقریر دلپذیر شروع تھی۔ آپ "ولی کی دعا اور اس کی اجابت" کے موضوع پر بیان فرما رہے تھے۔ چودھری صاحب کا کہنا ہے کہ میرے دوستوں نے جب یہ سماں دیکھا تو نہایت متأثر ہوئے اور بیک زبان مجھ سے کہنے لگے کہ "مولانا صاحب واقعی ولی اللہ ہیں"۔(۹)

نگاہِ بصیرت:

صوفی احمد دین (دہلی گیٹ، ملتان) لکھتے ہیں کہ "۱۴ رجب المرجب ۱۳۷۸ھ/۲۴ جنوری ۱۹۵۹ء کو میں جامعہ رضویہ فیصل آباد حاضر ہوا اور آپ کی زیارت سے مشرف ہوا۔ مجھے اور سیال شریف سے آئے ہوئے ایک مہمان کو کھانا کھلایا گیا۔ کھانے میں گوشت اور روٹی تھی۔ کھانے کے دوران میں نے خیال کیا کہ آج میں گھر میں ہوتا تو حلوہ

ضرور کھاتا۔ کھانا کھانے کے بعد میں خاموشی سے بازار چلا گیا اور ایک ہوٹل سے حلوہ کھایا۔ جب واپس آیا تو حضرت قبلہ شیخ الحدیث قدس سرہ سامنے موجود تھے۔ آپ نے مجھ سے دریافت فرمایا کہ کہاں گئے تھے؟ اب میرے لئے بتانا مشکل ہو گیا، اگر سچ کہتا ہوں تو ندامت ہوتی ہے اور اگر جھوٹ بولتا ہوں تو آپ کی نگاہِ بصیرت پول کھول دیتی ہے۔ اس حیرانی میں میں نے بات بنانے کے لئے عرض کیا "حضرت اخبار پڑھنے کے لئے بازار گیا تھا"۔ آپ نے میرا بازو پکڑا اور اپنے حجرۂ مبارکہ میں بٹھا کر حلوہ کی ایک پلیٹ عطا فرمائی۔ ساتھ ہی مجھے نصیحت آمیز انداز میں فرمایا "یونہی بازار میں گھومنا پھرنا مناسب نہیں" اب مجھے بڑی ندامت ہو رہی تھی کہ آستانہ عالیہ کے عمدہ اور نفیس کھانے پر اکتفا نہ کیا مگر ساتھ ہی تعجب ہو رہا تھا کہ میرے دل کی حرکات حضرت محدثِ اعظم سے مخفی نہیں۔ (۱۰)

"جھنگ بازار والی ہستی کا دامن نہ چھوڑنا" :

ماسٹر غلام یٰسین (فیصل آباد) بیان کرتے ہیں کہ ۱۹۵۲ء میں محکمہ بجلی میں ملازم ہو کر جب فیصل آباد متعین ہوا تو ایک دوست کے ہمراہ حضرت محدثِ اعظم کی تقریر پر تنویر سنی۔ آپ کا عشقِ رسول ﷺ میں ڈوبا ہوا خطبہ جمعہ سن کر آئندہ کے لئے یہیں جمعہ ادا کرنے کا فیصلہ کیا۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ آپ کی محبت دل میں بڑھتی گئی۔ جمعہ کے علاوہ گاہے گاہے بعد عصر مجلسِ عام میں حاضر ہونے لگا۔ لیکن ابھی تک مکمل تعارف نہ کروا سکا۔

اتفاق سے ان دنوں ہمارے دفتر میں شاہی مسجد میں پانی کی سپلائی کے لئے بجلی کی موٹر کا کنکشن لاہور سے منظور ہو کر آیا۔ اس منظوری کو لے کر میں حضور محدثِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت عالیہ میں حاضر ہوا۔ حضرت مسکرائے، تعارف ہوا۔ اب روزانہ حاضری کی نوبت آ گئی۔ مگر ابھی تک بیعت کا شرف حاصل نہ کر سکا۔ ایک بار دل میں شیطانی وسوسے پیدا ہونے لگے، آخر کار ایک رات درود تاج شریف کا ورد کر کے سو گیا اور قسمت بیدار ہو گئی۔ فخر موجودات، سرورِ کائنات، حضور سرکارِ مدینہ ﷺ کی زیارت سے مشرف ہوا۔ خلفائے راشدین رضوان اللہ علیہم آپ کے ہمراہ ہیں، آپ نے مجھے وضو کرنے کے ہدایت فرمائی۔ پھر تلاوت قرآن مجید کے لئے ارشاد فرمایا۔ بعد ازاں حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا:

"جھنگ بازار والی ہستی کا دامن نہ چھوڑنا"۔

صبح ہوئی میں حضرت محدثِ اعظم علیہ الرحمۃ کے حضور حاضر ہوا۔ آپ نے مسکراتے ہوئے فرمایا: رات کیسے گزری؟ میں نے عرض کی کہ باطن میں تو آپ سے بیعت کر چکا ہوں، اب صرف ظاہری آداب پورے کرنے باقی ہیں، کرم فرمایئے اور مجھے اپنے غلاموں میں شامل فرما لیجئے۔ اس کے بعد آپ نے مجھے شرفِ بیعت عطا فرمایا۔ (۱۱)

ذرّہ نوازی:

ماسٹر غلام یٰسین صاحب ہی بیان کرتے ہیں کہ "ایک روز بھوانہ بازار (فیصل آباد) میں ایک ریڑھی پر

میٹھا (پھل) نظر آیا۔ چونکہ اس پھل کو میں بہت پسند کرتا ہوں۔ جی میں آیا کہ دو تین میٹھے خرید لوں مگر اس وقت جیب بالکل خالی تھی، اسی نامکمل آرزو کے ساتھ حضرت محدثِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ نمازِ عصر سے نمازِ مغرب تک حاضری رہی۔ نمازِ مغرب کے لئے مجلس برخاست ہونے لگی تو آپ نے فرمایا: "غلام یٰسین ذرا ٹھہر جانا" جب تمام احباب تشریف لے گئے تو آپ نے دو میٹھے مجھے عنایت فرمائے اور فرمایا: "خود ہی کھالینا" اس طرح حضرت نے میری قلبی کیفیات اور احساسات پر مطلع ہو کر تسکینِ قلب کا سامان بہم فرمادیا۔ یہی ذرّہ نوازی ہے جو اکابر اولیاء اللہ کا طرۂ امتیاز ہے۔ (۱۲)

خوب پڑھو اور دل لگا کر پڑھو:

مولانا علامہ محمد دین چشتی بیان کرتے ہیں کہ "میرا طالب علمی کا زمانہ تھا۔ جامعہ رضویہ میں ابتدائی کتابیں پڑھ رہا تھا۔ فیصل آباد کی گرمی، چٹائی پر سونا، محلّہ خالد آباد کے ایک گھر جا کر صبح و شام کی روٹی کھانا، جامعہ میں پنکھوں کا نہ ہونا وغیرہ کئی دشواریاں تھیں اور میں زمیندار گھرانے سے متعلق تھا۔ ایک رات دھوبی گھاٹ میں میلاد شریف کا جلسہ تھا۔ شیخ القرآن علامہ عبدالغفور ہزاروی کی تقریر تھی۔ تمام طلبہ و اساتذہ تقریر سننے جا چکے تھے۔ میں نے دل میں مکمل طور پر فیصلہ کر لیا تھا کہ صبح ہوتے ہی گھر چلا جاؤں گا۔ اتنی مشقت و تکلیف میں پڑنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ اساتذہ کی دو چار پائیاں خالی تھیں۔ اسی خیال میں ایک چارپائی پر سو گیا۔ کچھ دیر بعد ایک صاحب نے جگایا۔ آنکھ کھلی تو سامنے والی چارپائی پر حضرت صاحب جلوہ افروز تھے، میں گھبرا کر سیدھا کھڑا ہو گیا۔ آپ نے بیٹھنے کا حکم فرمایا تو میں بیٹھ گیا۔ اب آپ فرمانے لگے: "میں بھی زمیندار کا بیٹا تھا، کھانے پینے کو اچھا ملتا تھا مگر سب کچھ چھوڑ کر بریلی شریف چلا گیا، داخلہ تو مل گیا مگر روٹی کا بندوبست نہ تھا۔ مگر میں نے سب کچھ برداشت کر کے علم دین حاصل کر لیا"۔

حضرت صاحب قدس سرہ کے یہ کلمات سننے کے بعد میری آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ آپ میرے غلط خیال کا ردّ فرما رہے تھے۔ میں یہ سمجھنے سے قاصر تھا کہ یہ سب کچھ قبلہ حضرت صاحب کو کیسے معلوم ہو گیا؟ جبکہ میں نے اپنے کسی ساتھی کو بھی نہیں بتایا۔ حضور محدثِ اعظم قدس سرہ کھڑے ہوئے اور از راہِ شفقت میرے کاندھے پر دستِ شفقت رکھ کر فرمایا: "خوب پڑھو اور دل لگا کر پڑھو" پھر روانہ ہو گئے۔ اب میرے فاسد خیالات ختم ہو چکے تھے اور مصمم ارادہ کر چکا تھا کہ یا پڑھوں گا یا مر جاؤں گا۔ اس سال رمضان المبارک کی چھٹیوں میں بھی گھر نہ گیا۔ رمضان شریف کے آخری عشرہ میں حضرت صاحب نے مجھے بلا کر دریافت فرمایا "کیا آپ کے پاس عید کے لئے نئے کپڑے ہیں"۔ میں نے نفی میں جواب دیا، آپ نے سوٹ کا کپڑا عطا فرمایا اور سلوانے کا حکم دیا۔ جب وہ کپڑے سلوا کر عید کے دن میں نے پہنے اور حضرت صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور "طیب" فرمایا یعنی بہت اچھا لگتا ہے۔ (۱۳)

اولیائے کاملین دلوں کے حال جانتے ہیں:

مولانا محمد اسلم علوی قادری رضوی بیان کرتے ہیں کہ "۱۹۵۲ء میں، میں شیخوپورہ میں رہائش پذیر تھا۔ کچھ ضروری مسائل معلوم کرنے کے لئے ایک شخص کو حضرت محدثِ اعظم علیہ الرحمۃ کی خدمت اقدس میں بھیجا۔ آپ نے اس شخص سے فرمایا کہ محمد اسلم سے کہنا کہ وہ خود کسی وقت آئیں اور ان سوالات کا جواب لے جائیں۔ میں تقریباً ایک ماہ بعد فیصل آباد حاضر ہوا اور نمازِ جمعہ حضرت صاحب کی اقتداء میں ادا کی۔ نماز کے بعد گھر جانے لگے۔ کچھ لوگ مصافحہ و زیارت کے لئے قطار در قطار کھڑے ہو گئے میں بھی قطار میں کھڑا ہو گیا۔

پیشتر ازیں آپ کی زیارت کا شرف حاصل نہ کر سکا تھا۔ جب آپ مصافحہ فرماتے ہوئے میرے پاس تشریف لائے تو ٹھہر گئے اور فرمایا" کیا آپ کا نام محمد اسلم ہے، آپ شیخوپورہ سے مسائل پوچھنے کے لئے میرے بلانے پر آئے ہیں؟"۔

میں نے جب یہ سب باتیں تسلیم کر لیں تو آپ نے فرمایا کہ مدرسہ میں آؤ تا کہ تمہارے مسائل کا جواب دیں۔ پھر آپ آگے چلے گئے اور میں سوچنے لگا کہ آپ کو میرے نام و پتہ کی کس نے اطلاع دی۔ شاید آپ کے قبضہ میں کچھ جنات ہیں اور وہ آپ کو بتا دیتے ہیں۔ آج حقیقت کا انکشاف ہونا چاہیے۔ میں چپ چاپ شاہی مسجد میں بیٹھ گیا کہ اگر آپ ولی اللہ ہیں تو نورِ ولایت سے خود ہی جان لیں گے اور بلا لیں گے، کیونکہ میرے دلی خیالات کی اطلاع جنات نہیں پا سکتے۔

نمازِ عصر اور نمازِ مغرب بھی وہیں میں نے باجماعت پڑھی۔ حضرت صاحب بھی تشریف لاتے اور نماز پڑھ کر چلے جاتے۔ نماز عشاء کے قریب تک مجھے کسی نے نہ پوچھا تو میرے دل میں الٹے سیدھے خیالات پیدا ہونے لگے کہ مولانا صاحب تو بڑے آدمی ہیں، ہم غریبوں کے مسائل سے انہیں کیا دلچسپی ہو سکتی ہے۔ میں ایک مسافر یہاں پریشان ہوں اور مولانا صاحب اپنے گھر آرام فرما رہے ہیں۔ اس خیال کا آنا تھا کہ ایک شخص نے آواز دی کہ مولوی محمد اسلم شیخوپوری جہاں بھی ہوں حضرت صاحب کے پاس پہنچ جائیں، یہ پیغام سنتے ہی میں حاضر خدمت ہوا۔

آپ نے فرمایا کہ "مولوی محمد اسلم صاحب! آپ نے میرے متعلق غلط خیال کیا ہے، میں بڑا آدمی نہیں بلکہ میں تو اہل سنت کا خادم ہوں۔ نمازِ جمعہ سے اب تک احباب کا ہجوم رہا۔ میں انہیں دینی مسائل بتاتا رہا۔ آرام ہرگز نہیں کیا میں نے تو نماز کے بعد ہی آپ کو بلایا تھا لیکن آپ خود ہی نہ آئے۔ اس میں آپ کی غلطی ہے میری نہیں"۔

حضرت کی یہ باتیں سن کر میں بہت نادم ہوا اور سمجھ گیا کہ آپ اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ ولی اور صاحبِ کشف و کرامت بزرگ ہیں۔ رازہائے دروں کی اطلاع رکھتے ہیں پھر آپ نے میرے تمام مسائل اچھی طرح مجھے سمجھا دیئے۔ (۱۴)

بزرگانِ دین کا تبرک:

یہی مولانا محمد اسلم علوی بیان کرتے ہیں کہ "میں دوبارہ فیصل آباد حاضر ہوا اور حضرت شیخ الحدیث کے دستِ حق

پرست پر بیعت ہوا۔ آپ نے دو کپ چائے منگوائی۔ ایک کپ خود نوش فرمایا اور دوسرا مجھے مرحمت فرمایا۔ میں چونکہ چائے نہ پیتا تھا۔ اس لئے عرض کی کہ حضور خود نوش فرمایئے۔ مجھے چائے نقصان دیتی ہے۔ آپ نے قریب بیٹھے ہوئے ایک طالب علم کو وہی کپ عنایت فرما دیا۔ معاً اس کے بعد مجھے بڑا افسوس ہوا اور سوچا کہ وہ چائے حضرت صاحب کا تبرک تھی اور بزرگانِ دین کے تبرک بے حد مفید اور بابرکت ہوتے ہیں۔ یہ میری بدقسمتی ہے کہ میں نے تبرک قبول نہ کیا۔ میرا صدمہ بڑھتا گیا۔

حتیٰ کہ نمازِ عصر کا وقت ہوا اور نماز میں بھی یکسوئی حاصل نہ ہوئی اور پھر مسجد میں بیٹھا سوچتا رہا کہ اپنا نقصان اپنے ہاتھوں کیا۔ یہی تفکرات لے کر میں پیرِ کامل کے دربار میں حاضر ہوا۔ مجھے دیکھتے ہی آپ مسکرائے اور دو مالٹے بخشتے ہوئے فرمایا کہ "ارے بندۂ خدا! چائے نہ پینا کوئی گناہ کبیرہ ہے؟ کہ جس پر اتنا پریشان ہوئے۔ یہاں تک کہ نماز بھی صحیح طور پر نہ پڑھ سکے۔ لو یہ مالٹے چائے کا بدل ہیں"۔

میں نے مالٹے لئے اور خدا کا شکر ادا کیا جس نے ایسا پیر کامل عطا فرمایا جو دل کی باتیں جانتا ہے"۔(۱۵)

مرید کے خواب سے آگاہ:

گذشتہ سطور میں آپ پڑھ چکے ہیں کہ حضرت محدثِ اعظم لوگوں کے دل کی باتیں جان لیتے تھے۔ یونہی آپ لوگوں کے خوابوں سے بھی باخبر ہو جاتے تھے۔ یعنی خواب کوئی دیکھتا تھا تو اطلاع حضرت صاحب کو ہو جاتی تھی۔ چنانچہ یہی مولانا محمد اسلم علوی بیان کرتے ہیں کہ: "ایک دفعہ خواب میں مجھے حضرت صاحب نے شرفِ زیارت بخشا منظر کچھ یوں تھا کہ آپ کمرے میں تشریف فرما ہیں اور آپ کے پاس سیب ہیں۔ ان میں سے آدھا سیب آپ نے مجھے عطا فرمایا۔ تیسرے روز میں فیصل آباد حاضر ہوا تو آپ نے آدھا سیب مجھے دے کر فرمایا: "مولوی اسلم صاحب آدھا سیب تمہیں مل چکا ہے اور آدھا یہ تمہارا حصہ باقی ہے"۔(۱۶)

شاگرد کے خواب سے مطلع ہو گئے:

حضرت علامہ پیر علاؤالدین صدیقی سجادہ نشین آستانہ عالیہ نیریاں شریف بیان کرتے ہیں: "مجھے فیصل آباد میں حضرت محدثِ اعظم پاکستان کی چشمِ عنایت اور دامنِ شفقت کے زیرِ سایہ تقریباً ڈیڑھ سال گزارنے کی سعادت نصیب ہوئی۔ میں ان دنوں کو اگر حاصلِ زندگی کہہ دوں تو بالکل صحیح ہے۔ انہی دنوں میں نے ایک خواب دیکھا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ میں لاہور سرکار داتا علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کی بارگاہ میں حاضر ہوں اور وہ اپنی قبر میں آلتی پالتی مارے تشریف فرما ہیں۔ قبر پر کوئی حجاب نہیں۔ مجھے خیال آیا کہ میں داتا صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے کچھ گزارشات کروں تو آپ نے چشمِ کرم ذرا اٹھائی تو معاً میں محسوس کرتا ہوں کہ میں داتا صاحب کے سامنے قبر شریف میں پاؤں کی جانب ہاتھ باندھے خاموش کھڑا ہوں اور آپ کے پیچھے محدثِ اعظم پاکستان علامہ محمد سردار احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی نظر آ رہے ہیں۔

صبح ہوئی تو میری طبیعت فرحاں وشاداں تھی۔ بڑی کیفیت کے ساتھ میں نے اپنا لباس بدلا، وضو کیا اور دارالحدیث میں جانے کے لئے تیار ہوا۔ جب حضرت صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا تو میں نے عرض کیا "حضور میں نے کچھ کہنا ہے" آپ نے شفقت بھرے انداز میں فرمایا: "بس رہنے دو" میں نے پھر عرض کیا "حضور میں نے کچھ کہنا ہے" فرمایا "بس ٹھیک ہے" میں نے جب تیسری مرتبہ کہا تو حضرت محدثِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ فرمانے لگے کہ "یہی کہو گے نا کہ تم داتا صاحب کے سامنے کھڑے تھے اور میں پیچھے کھڑا تھا"۔ آپ اندازہ لگائیں جو بزرگ اپنے دسترخوانِ فیض سے چند ریزے چننے والے کے خواب سے بھی باخبر ہوں۔ ان کی روحانی زندگی کا عالم کیا ہوگا"۔ (۱۷)

مستقبل کے واقعات کی خبر دینا

حضرت محدثِ اعظم علیہ الرحمۃ نے کئی مرتبہ آنے والے واقعات کی پہلے سے خبر دے دی جو بالکل درست ثابت ہوئی۔ نادان لوگ سرکارِ دوعالم ﷺ کے علم مبارک پر اعتراض کرتے ہیں جبکہ ان کے غلام مستقبل کی خبر رکھتے اور خبر دیتے ہیں۔

یہ شان ہے خدمت گاروں کی سرکار کا عالم کیا ہو گا

چنانچہ مولانا محمد شریف صاحب بیان کرتے ہیں: "میں حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنا ماجرا پیش کیا آپ نے فرمایا: "مولانا ! آپ کے گناہوں کی مغفرت دربارِ رسالت مآب ﷺ میں ہوگی۔ دوسری مرتبہ حاضر ہوا، حجرۂ مبارکہ میں بیٹھ کر رو رہا تھا۔ حضرت نے میری پشت پر دستِ شفقت رکھا اور فرمایا دربارِ رسالت مآب ﷺ میں حاضری ہوگی اور آپ کے سارے گناہ دھل جائیں گے۔ تیسری مرتبہ حاضری ہوئی تو آپ نے فرمایا "دربارِ رسالت مآب میں ضرور حاضری ہوگی۔ حج کی درخواست دے دو"۔

میں بے زر تھا، حتیٰ کہ ان دنوں مشاہرہ بھی نہیں مل رہا تھا۔ مالی حالت کی کیفیت یہ تھی کہ روزمرہ کے اخراجات کے لئے ادھار لے رکھا تھا۔ آپ نے جب حج کی درخواست جمع کرانے کا حکم فرمایا تھا۔ اس وقت درخواست جمع کروانے کے لئے صرف دو دن باقی تھے۔ ان دنوں چونکہ درخواست پر فوٹو کی پابندی نہ تھی۔ بلکہ کسی مجسٹریٹ کی تصدیق ہی کافی تھی۔ میں فوٹو کے جواز کا قائل نہیں تھا لہٰذا تصدیق کے لئے مجسٹریٹ کے پاس کچہری پہنچا۔ اس روز نہ ملا، دوسرے روز مجسٹریٹ مل گیا، تصدیق کا کام آسانی سے ہوگیا۔ درخواست فارم بھی وقت پر جمع ہوگیا اور زادِراہ کا انتظام بھی آسانی ہو گیا۔ یہ سب کرامت تھی حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ کی۔ (۱۸)

یہ آنکھ مدینہ شریف کی زیارت کرے گی:

حاجی ولی محمد کا بیان ہے کہ "ایک دن بوقت ظہر شاہی مسجد جامعہ رضویہ میں نماز ادا کرنے کے بعد حضرت

محدثِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ لوگوں سے مصافحہ کر رہے تھے۔ میں بھی آگے بڑھا، ان دنوں میری آنکھ پر پھنسی نکلی ہوئی تھی۔ حضرت نے دیکھ کر فرمایا "تمہاری آنکھ پر پھنسی ہے" میں نے عرض کیا حضور پھنسی ہے، جس سے تکلیف ہو رہی ہے۔ فرمایا "اچھا یہ آنکھ مدینہ شریف کی زیارت کرے گی"۔

حالانکہ فقیر اس وقت آٹھ سو روپے کا مقروض تھا۔ لیکن قربان جایئے اس فرمان کے، تھوڑے عرصہ میں قرض بھی ادا ہو گیا اور اتنے پیسے بھی جمع ہو گئے کہ اسی پہلے سال حج کا زادِ راہ پورا ہو گیا۔ بحمدہٖ تعالیٰ آپ کے ارشاد کے مطابق حج اور زیارت مدینہ منورہ کی سعادت نصیب ہوئی۔"۔(۱۹)

تمہارے منہ سے جو نکلی وہ بات ہو کے رہی:

حضور محمد ابن حاجی اللہ دین (جھنگ صدر) آپ کی خدمت میں اس وقت حاضر ہوئے جب آپ دورۂ حدیث شریف پڑھا رہے تھے۔ تدریس سے فراغت کے بعد آپ نے باہر سے آئے ہوئے احباب کو شرفِ باریابی بخشا۔ ہر ایک کی خیریت دریافت فرمائی۔ جب حضور محمد کی باری آئی تو اس نے جرأت کر کے اپنے دیہاتی انداز میں عرض کیا "حضور دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ مجھے بیٹا عطا فرمائے اور اسی حمل سے عطا فرمائے"۔

حضرت محدثِ اعظم یہ سوال سن کر مسکرا دیئے اور کچھ دیر توقف کے بعد فرمایا: "اللہ تعالیٰ حضور پر نور ﷺ کے صدقہ، وسیلہ جلیلہ سے آپ کو اسی حمل سے بیٹا عطا فرمائے گا۔ اس کا نام محمد رمضان رکھنا اور وہ حافظِ قرآن ہوگا "۔

ایک عرصہ بعد حضور محمد اپنے دوست صوفی عبدالرحمٰن سے ملا اور بتایا کہ ماشاء اللہ محمد رمضان اب قرآن مجید کا پانچواں پارہ حفظ کر رہا ہے"۔ یوں حضرت شیخ الحدیث کے فرمان کے مطابق بیٹا بھی ہوا اور وہ حافظ قرآن بھی بنا۔(۲۰)

یہ دونوں راہِ راست پر آئیں گے:

مولانا نذیر احمد قادری (آزاد کشمیر) کا بیان ہے کہ میں اور میرا بڑا بھائی دونوں غیر مقلد وہابی تھے۔ جب حضرت محدثِ اعظم پاکستان مولانا محمد سردار احمد رحمۃ اللہ علیہ ہری پور ہزارہ تشریف لے گئے تو حضرت علامہ مولانا سید زبیر شاہ صاحب نے ہم دونوں بھائیوں کو محدثِ اعظم پاکستان کی خدمت میں پیش کر دیا اور عرض کیا، یہ دونوں وہابی ہیں، ان کی ہدایت کے لئے دعا فرمائیں۔ یہ سن کر حضرت محدثِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے ہماری پشت پر ہاتھ پھیرا اور فرمایا "مولانا! میں اور آپ رہیں یا نہ رہیں، یہ دونوں راہ راست پر آئیں گے اور دین کا خوب کام کریں گے"۔

الحمد للہ! اب ہم سنی صحیح العقیدہ ہیں اور دین کا کام کر رہے ہیں چنانچہ تحصیل باغ میں متعدد مساجد جو کہ غیروں کے قبضہ میں جا چکی تھیں میں نے وہ واپس لے لی ہیں۔(۲۱)

لاعلاج مریضوں کی شفایابی

حضرت محدثِ اعظم کی دعا وتوجہ سے بیسیوں لاعلاج مریض شفایاب ہو گئے ۔ایسے ہی دو لاعلاج بچوں کی تندرسی کا احوال بیان کرتے ہوئے جناب قیوم سلیم نائب صدر انجمن تاجران وچیئرمین زکوٰۃ کمیٹی فیصل آباد بیان کرتے ہیں کہ:"میری بیوی عُسرِ ولادت کی وجہ سے اتنا بیمار ہوگئی کہ ڈاکٹروں نے علاج سے معذوری ظاہر کر دی۔لیڈی ڈاکٹر منور سلطانہ نے بھی بڑی کوشش کی لیکن یہ بھی بے بس ہوگئیں۔ادھر حالت یہ تھی کہ ایک ایک لمحہ میری بیوی کے لئے موت سے کم نہ تھا۔طبی امداد سے مایوس ہوکر ہم حضرت شیخ الحدیث کے حضور حاضر ہوئے اور ساری داستان سنائی۔آپ نے دعا فرمائی جس کی برکت سے توام بچے پیدا ہوئے۔ایک لڑکا ایک لڑکی۔لیکن چند دنوں بعد وہ دونوں بچے کیلے کی طرح خشک ہونے لگے۔بیماری کے باعث ان کا جسم بھی گھٹنا شروع ہوگیا۔ہر قسم کا علاج معالجہ ناکام ہوگیا اور وہ موت وحیات کی کشمکش میں مبتلا ہو گئے۔میری بیوی نے سوچا کہ جن کی برکت سے ان کی ولادت آسان ہوگئی تھی۔انہی سے ان کی تندرستی کے لئے دعا کرانی چاہیے۔چنانچہ میری بیوی حاضر ہوئی اور پردے میں رہتے ہوئے بچوں کی لاعلاج بیماری کے لئے دعا کی استدعا کی۔آپ نے دو بینگن منگوائے۔انہیں دم فرما کر ہدایت کی کہ ان دنوں بچوں کو ان بینگنوں کے نیچے لٹا دیا کریں۔الحمدللہ آپ کی دعا اور دم سے جوں جوں بینگن خشک ہوتے گئے توں توں وہ دونوں بچے تندرست اور صحت یاب ہوتے گئے۔اور بحمدہٖ تعالیٰ دونوں بہن بھائی صاحبِ علم اور صاحبِ اولاد ہیں۔(۲۲)

صوفی صاحب کا بچہ تندرست ہوگیا:

صوفی عبدالحفیظ، گارڈن کالونی فیصل آباد بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ میرے چھوٹے لڑکے کے گلے میں تربوز کا بیج پھنس گیا۔یہ بیج خوراک کی نالی کی بجائے سانس کی نالی میں چلا گیا۔جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ لڑکے کا سانس لینا دشوار ہوگیا۔ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اسے دمہ کی بیماری ہوگئی ہے۔ہر چند کافی علاج کیا مگر افاقہ نہ ہوا اور نہ ہی مرض کی صحیح تشخیص ہو سکی۔
انہی دنوں حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ حاجی مہر دین مقیم ہرچرن پورہ فیصل آباد کے ہاں دعوت پر تشریف لے گئے۔میرا مکان بھی اسی محلّہ میں راستہ میں تھا۔دعوت سے واپسی پر آپ نے خادم سے فرمایا کہ یہاں ہمارے صوفی صاحب کا لڑکا بیمار ہے۔اس کی تیمارداری کرنی چاہیے۔دروازہ پر دستک دی گئی۔اندر سے جواب آیا کہ صوفی صاحب دکان پر ہیں۔آپ نے باہر دروازے پر کھڑے ہو کر ارشاد فرمایا کہ صوفی صاحب کے بچے کے لئے دعا فرمانی چاہیے۔آپ نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے اور شفا کے لئے دعا فرمائی۔یہ نماز عصر کے بعد کا وقت تھا۔شام کو جب صوفی عبدالحفیظ صاحب واپس گھر آئے تو یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ ان کا بیمار بچہ بالکل تندرست ہے۔بچے نے بتایا کہ تھوڑی دیر پہلے حضرت شیخ الحدیث مدظلہ یہاں جلوہ افروز ہوئے اور انہوں نے کھڑے کھڑے ہی دعا فرمائی جس کے نتیجے میں میری سانس کی نالی

میں اٹکا ہوا تربوز کا بیج چھینک سے باہر آ گیا اور اب میں بالکل تندرست ہوں۔ نہ سانس کی تکلیف ہے نہ بخار۔ (۲۳)

اے لقائے تو جوابِ ہر سوال
مشکل از تو حل شود بے قیل وقال

خود آپ دوڑے آئے ہیں بیمار کی طرف:

وکیلِ اہل سنت جناب چودھری مختار احمد ایڈووکیٹ کا بیان ہے کہ ہمارے ملنے والے سری نگر کے ایک رئیس ہمارے ہاں فیصل آباد تشریف لائے۔ ان کی اہلیہ کو کچھ دیرینہ مرض تھا بلکہ انہیں گمان تھا کہ آسیب وغیرہ کا کوئی اثر ہے۔ میں نے کہا کہ میں ابھی آپ کو حضرت شیخ الحدیث مدظلہ کے پاس لئے چلتا ہوں۔ ان شاءاللہ افاقہ ہوگا۔ میں نے اپنے منشی شوکت علی کو بھیجا کہ پتہ کرے کہ حضرت صاحب گھر پر موجود ہیں؟ اگر موجود ہیں تو ان سے حاضر ہونے کی اجازت لے کر آئے۔ چند منٹ بعد میرا منشی بھاگتا ہوا آیا اور کہنے لگا کہ حضرت صاحب آپ کی طرف آرہے ہیں۔ میں اسے ناراض ہوا کہ تم نے غلطی کی، حضرت صاحب کو کیوں تکلیف دی، ہم خود حاضر ہونا چاہتے تھے۔ منشی نے کہا کہ حضرت صاحب تو پہلے ہی آپ کی طرف آرہے تھے اور مجھے دیکھ کر انہوں نے فرمایا "ہم چودھری صاحب کی طرف جارہے ہیں" اتنے میں حضرت صاحب جلوہ افروز ہوئے اور مہمان مریضہ کو دم کیا۔ آپ کی برکت سے وہ صحت یاب ہوگئی۔ (۲۴)

آہیں لبِ اسیر سے لب تک نہ آئی تھیں
خود آپ دوڑے آئے ہیں بیمار کی طرف

تپ دق کی مریضہ صحت یاب:

ڈی بلاک، محمدی چوک، غلام محمد آباد، فیصل آباد کے محمد بوٹا کی والدہ حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کی مریدہ تھی۔ اسے سخت تپ دق لاحق ہوگیا۔ مرض اتنا شدید تھا کہ مریضہ قریب المرگ ہوگئی۔ ڈاکٹروں اور حکیموں نے جواب دے دیا۔ ایک رات مریضہ نے حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کی خواب میں زیارت کی۔ آپ نے محمد بوٹا کی والدہ رحمت بی بی سے مخاطب ہو کر حال پوچھا۔ مریضہ نے اپنے مرض کی شدت اور معالجین کی مایوسی کا حال بیان کیا۔ اس پر آپ نے فرمایا "صبح اٹھ کر گرم پانی سے خوب نہانا"۔

صبح ہوتے ہی مریضہ نے گھر والوں کو پانی گرم کرنے کو کہا اور بتایا کہ وہ اس پانی سے غسل کرے گی۔ گھر والے حیران تھے کہ اس شدید مرض میں نہانا کس طرح مفید ہوسکتا ہے۔ گھر والوں نے خدشہ ظاہر کیا کہ مریضہ دماغی توازن بھی کھو چکی ہے۔ مریضہ نے جب خواب کا سارا واقعہ بیان کیا تو وہ مطمئن ہوگئے۔ اب پانی گرم کیا گیا۔ غسل کیا، غسل کے بعد مریضہ چند دنوں میں مکمل صحت یاب ہوگئی۔ (۲۵)

صحتِ کلی عطا ہوگئی:

صوفی محمد عمر دراز، مقیم پرانی غلہ منڈی فیصل آباد، حضرت مولانا حافظ عبدالرشید جھنگوی کے حوالہ سے بیان کرتے ہیں کہ "میانوالی کا ایک شخص حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کے مزار پرانوار پر نہایت خلوص و محبت سے حاضر ہو کر دعا میں مصروف ہوا۔ حاضری کے بعد میں نے اس سے دریافت کیا کہ کیا آپ حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کے مرید ہیں ؟اس نے کہا کہ میں حضرت صاحب کا مرید تو نہیں لیکن میری عقیدت مریدوں سے کم نہیں ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ میرا لڑکا ایک مرتبہ سخت بیمار ہو گیا۔ ڈاکٹروں اور حکیموں نے لا علاج قرار دے دیا۔ اب وہ موت و حیات کی کشمکش میں مبتلا بسترِ مرگ پر پڑا تھا۔ ہم اس کی تیمارداری سے عاجز آ چکے تھے۔ انہی دنوں حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ ایک جلسہ میں تقریر کے لئے میانوالی تشریف لائے۔ واپسی پر جب آپ کار میں سوار ہو گئے تو ہم بھاگے بھاگے اس لا علاج مریض کی چارپائی حضرت کی کار کے سامنے لائے۔ چارپائی کو دیکھتے ہی آپ اتر آئے اور فرمایا کہ کیا معاملہ ہے؟ ہم نے مریض کی کیفیت عرض کی اور دعا کی درخواست کی۔ حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ العزیز نے بغداد شریف کی طرف رخ کیا اور دعا کے لئے ہاتھ بلند فرمائے۔ دعا کے کلمات کچھ اس طرح تھے "یا اللہ! نبی پاک صاحبِ لولاک ﷺ اور سرکارِ بغداد حضور غوثِ پاک رضی اللہ عنہ کے صدقہ وسیلہ جلیلہ سے ان کے صاحبزادہ کو صحتِ کلی اور شفاءِ عاجلہ عطا فرما"۔

حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کی دعا کی برکت اسی وقت ظاہر ہوئی اور وہ لا علاج مریض اسی وقت چارپائی پر اٹھ بیٹھا اور آہستہ آہستہ چل کر گھر کو روانہ ہوا اور یوں اسے صحتِ کلی عطا ہوگئی۔ (۲۶)

لقوہ دور ہو گیا:

مولانا محمد شمس الزمان قادری کا بیان ہے کہ "جامعہ رضویہ فیصل آباد میں جب میں منتہی کتب کا سبق پڑھ رہا تھا، مجھے لقوہ ہو گیا۔ چند دن تو میں نے منہ لپیٹ کر رکھا اور اپنے مرض کی پرواہ نہ کی تاکہ میرے اسباق میں ناغہ نہ ہو۔ بالآخر میرے استاذ مولانا مفتی نواب الدین کی معرفت حضرت محدثِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کو میرے مرض لقوہ کی خبر ہوگئی۔ آپ نے ہسپتال سے دوائی لے کر دی۔ اس دوائی سے افاقہ نہ ہوا تو آپ نے فرمایا کہ "اپنے گھر چلے جاؤ اور وہاں جنگلی کبوتر کھاؤ"۔ میں نے اپنے ماموں ملک محمد یعقوب پٹواری کے ہاں گڈیاں گاؤں جانے کی اجازت چاہی۔ اجازت ملنے پر وہاں چلا گیا۔ علاج ہوتا رہا مگر افاقہ نہ ہوا۔ اس عرصہ میں بعض طلباء کو بھیج کر میری خیریت دریافت فرمائی۔ میں نے اپنا حال عرض کر دیا اور ارادہ ظاہر کیا کہ اسی حالت میں جامعہ رضویہ میں حاضر ہو کر اسباق میں شرکت کروں گا۔ میرے پروگرام کی اطلاع جب حضرت محدثِ اعظم قدس سرہ کو ہوئی تو آپ نے فوراً ایک طالب علم کو تعویذ دے کر روانہ فرمایا اور حکم دیا کہ تندرست ہونے کے بعد اسباق میں شرکت کرو اور کہلا بھیجا کہ آج رات ہم خصوصی دعا فرمائیں گے۔ حضرت صاحب کا بھیجا ہوا تعویذ میں نے لے لیا اور ایک رات کے لئے والدین کے ہاں چلا گیا۔ رات سوتے وقت مجھے پسینہ آیا

اور خواب میں دو نرم و نازک نورانی ہاتھ ظاہر ہوئے جنہوں نے میرے منہ کو دبا کر سیدھا کر دیا۔ میں نے خواب ہی میں محسوس کر لیا کہ اب میرے لقوہ کا مرض رفع ہو چکا ہے۔ صبح بیدار ہوا تو واقعی مرض کا نشان تک نہ تھا۔ والدین سمیت سبھی حیران تھے۔ اب میرے دل میں حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کی عظمت پوری طرح سما چکی تھی۔ دوسرے دن جامعہ رضویہ حاضر ہوا۔ حضرت صاحب سے ملاقات ہوئی۔ آپ نے ارشاد فرمایا "مولانا اب تو ٹھیک ہے" ساتھ ہی منہ پر انگلی رکھ کر اشارہ فرمایا کہ "اس کی حقیقت بیان نہ کریں" چنانچہ میں خاموش ہو گیا۔ (۲۷)

ویران کھیتی گلزار ہو گئی:

حکیم محمد اشرف قادری چشتی انار کلی بازار فیصل آباد اپنی ویران کھیتی کے گلستان بننے کا احوال بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "میری شادی ہونے کے طویل عرصہ بعد تک اولاد نہ ہوئی۔ حصولِ اولاد کے لئے دوائیں استعمال کیں، دعائیں مانگیں اور وظائف پڑھے مگر گوہرِ مراد ہاتھ نہ آیا۔ بالآخر حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ العزیز کی خدمت میں محرومیٔ اولاد کا تذکرہ کر کے دعا کا طالب ہوا۔ انہی دنوں میرے ہمسائے چودھری عبدالغفور کو متواتر تین روز خواب آتے رہے۔ تیسرے روز وہ میرے پاس آئے اور بتایا کہ "مجھے خواب میں ایک بزرگ نظر آتے ہیں، ان کے سامنے آپ کھڑے ہیں اور آپ کی گود میں چاند سا خوبصورت بیٹا ہے۔ ان بزرگ نے فرمایا: "حکیم صاحب ! ایک بکرا صدقہ دیں جس میں سے لنگڑے لولھوں کو بھی حصہ ملے" چنانچہ میں نے حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں اس خواب کا ذکر کیا اور استدعا کی کہ میرا خیال ہے کہ ایک بکرا ذبح کر کے جامعہ رضویہ کے لنگر میں پیش کر دوں۔ آپ نے فرمایا:

"حکیم صاحب ! یہاں تو اللہ تعالیٰ کا کرم ہے، بکرے آتے رہتے ہیں، بہتر ہے کہ جمعہ کو گھر میں گوشت اور روٹیاں پکائی جائیں اور جمعہ کی نماز کے بعد ختم شریف پڑھا جائے۔ پکا ہوا گوشت روٹیوں سمیت وہیں غرباء میں تقسیم کیا جائے۔ تم میاں بیوی بھی کھاؤ اور وہاں کے لنگڑے لولھوں کو بھی اس میں سے حصہ ملے"۔

یہ یاد رہے کہ خواب کا ذکر کرتے وقت میں نے لنگڑے لولوں کے متعلق جو بزرگ نے خواب میں فرمایا تھا، عرض نہیں کیا تھا۔ چنانچہ آپ کے ارشاد کے مطابق عمل کیا گیا۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے اپنے فضل و کرم اور حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کی دعاؤں کے صدقے بیٹا عنایت فرمایا۔ اس طرح میرا اجڑا ہوا باغ رشک صد گلستان بنا۔ (۲۸)

منکرِ درود شریف کی توبہ اور صحت یابی:

مولوی سجاول حسین (سدھو پورہ، فیصل آباد) بیان کرتے ہیں کہ "چک نمبر ۱۲۳ (فیصل آباد) میں اہل سنت و جماعت کے بعض طلبہ سے ایک گستاخ وہابی نے درود شریف "الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ" کے متعلق گستاخانہ گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ یہ تو بناوٹی درود ہے (نعوذ باللہ) چونکہ اس بحث میں شریک طلبہ کشمیر سے تعلق رکھتے تھے اس لئے کج بحثی کرتے ہوئے کہنے لگا کہ یہ کشمیری درود ہے۔ یہ کہنا تھا کہ نہ صرف اسے فالج ہو گیا بلکہ قوتِ گویائی سے بھی محروم ہو

گیا۔ اس نے اپنے مرض کا بہت علاج کروایا مگر افاقہ نہ ہوا اور وہ بدستور فالج میں مبتلا رہا۔ کچھ عرصہ کے بعد سدھو پورہ کے سنی حضرات نے حضرت محدثِ اعظم پاکستان علیہ الرحمہ کی تقریر کا پروگرام بنایا۔ حضرت تقریر کے لئے وہاں تشریف لے گئے۔ اس منکرِ درود شریف کے قریبی رشتہ دار حضرت والا درجت کی خدمتِ با کرامت میں حاضر ہوئے اور دست بستہ فرمانے لگے کہ حضور اسے تجدیدِ ایمان سے مشرف فرمائیں اور اس کے لئے دعا فرمائیں۔ آپ کی رضامندی کے بعد اس گستاخ، منکر درود مریض کو آپ کے سامنے پیش کیا گیا۔ حضرت صاحب علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ کیا تم مسلمان ہونا چاہتے ہو؟ اس نے اشارہ سے ہاں میں جواب دیا۔ بعد ازاں حضرت صاحب علیہ الرحمۃ نے دعا کے لئے اپنے مبارک ہاتھ بلند فرمائے اور اس کے لئے دعائے خیر کی۔ آپ کی دعا کی برکت سے اس کا فالج ختم ہوگیا۔ آپ کی دعا کی یہ تاثیر حاضرین نے بچشم سر دیکھی کہ ادھر آپ نے دعا ختم فرمائی۔ ادھر وہ نومسلم دیکھتے ہی دیکھتے تندرست ہوگیا۔ (۲۹)

موذی مرض سے چھٹکارا:

محمد فاروق حنفی (چک جھمرہ) کا بیان ہے کہ "بارہ سال کی عمر میں میرے ناخن کسی موذی مرض سے سیاہ ہوگئے نیز ناخنوں سے گوشت علیحدہ ہوگیا۔ اس کے لئے مروجہ تمام طریقہ ہائے علاج ایلوپیتھی، ہومیوپیتھی اور یونانی معالجین سے علاج کروایا۔ کئی صاحبوں سے تعویذ لئے، دم کروائے لیکن افاقہ نہ ہوا۔ امید کی کوئی کرن نظر نہ آرہی تھی۔ ایک روز بندہ اپنے والد ماجد کے ہمراہ حضور محدثِ اعظم قدس سرہ کی خدمت میں ملاقات کے لئے حاضر ہوا۔ دورانِ گفتگو بیماری کی بات ہوئی۔ آپ نے فرمایا: "حکیم عمردین صاحب بھوانہ بازار والوں سے دوائی لیں"۔

اس کے بعد خود دم فرمایا۔ حکیم صاحب میری نگاہ میں ایسے حاذق طبیب نہ تھے۔ لیکن آپ کے ارشاد کے مطابق ان کا علاج شروع کروادیا۔ میں سوچ رہا تھا کہ حضرت نے ان سے علاج کیوں شروع کروادیا۔ اس دوران آپ دم بھی فرماتے رہے۔ بالآخر مجھے مکمل آرام آ گیا۔ میرا مرض جاتا رہا۔ آخر عقدہ یہ کھلا کہ آرام تو آپ کی دعاؤں سے آگیا تھا مگر آپ نے کمالِ اخفائے حال کے پیشِ نظر طبیب کے علاج کا مشورہ دیا۔ (۳۰)

نام مبارک کی برکت سے شفاء:

مولانا کرم دین خطیب جامع مسجد چک نمبر ۲۵۶ گ ب بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں ڈھانہ کھوکھرانوالہ نزد شرقپور شریف بھینس لینے گیا۔ لیکن اس سفر میں مجھے دردِ شقیقہ نے بہت پریشان کیا۔ شرقپور شریف قریب ہی تھا، اس لئے وہاں حاضر ہوا۔ مگر یہاں آکر معلوم ہوا کہ دونوں صاحبزادگان حج کے لئے تشریف لے گئے ہیں۔ آخر مجھے اسی حالت میں واپس آنا پڑا۔ راستہ میں درد نے بہت پریشان کیا، کوئی تدبیر سمجھ میں نہ آرہی تھی۔ نہر کے کنارے چلتے چلتے سامنے کاغذ کا ایک سادہ ٹکڑا نظر آیا۔ میں نے اسے اٹھایا اور اس پر ولی کامل حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کا اسمِ گرامی لکھ کر درد کی جگہ باندھا۔ آپ کے نام کا تعویذ باندھنا تھا کہ درد فوراً جاتا رہا اور طبیعت بالکل تندرست ہوگئی۔ (۳۱)

مشکلیں ٹل گئیں

حضرت محدثِ اعظم علیہ الرحمۃ کے فیض وکرم سے ہزاروں کی مصیبتیں دور ہوگئیں۔ مشکلیں ٹل گئیں، چنانچہ بابو عبدالرشید صاحب جو اسمٰعیل آباد ملتان میں اوورسیئر کی عہدہ پر فائز تھے۔ ان کی مشکل ٹلنے کا واقعہ ملاحظہ فرمائیے: حضرت محدثِ اعظم قدس سرہ جب بھی ملتان تشریف لے جاتے تو اکثر بابو عبدالرشید کے ہاں قیام فرماتے اوورسیئر مذکور کی عادت تھی کہ جب بھی حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ العزیز ان کے ہاں قیام کے دوران غسل فرماتے تو وہ استعمال شدہ کپڑے تبرک کے طور پر اپنے پاس رکھ لیتے اور نئے کپڑوں کا جوڑا پیش کرتے۔

اوورسیئر صاحب مذکور کسی جھوٹے مقدمہ میں ملوث ہوگئے۔ کافی عرصہ مقدمہ چلتا رہا لیکن فیصلہ نہ ہوا۔ وقت بھی خرچ ہوا، سرمایہ بھی ضائع ہوا۔ اسلئے اوورسیئر صاحب بہت پریشان رہنے لگے۔ ایک دن انہوں نے تازہ وضو کیا۔ مصلیٰ بچھایا دو رکعت نماز نفل ادا کر کے حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کی استعمال شدہ بنیان سامنے رکھی، بعدہٗ ہاتھ اٹھا کر بارگاہِ خداوندی میں بصد عجز و نیاز یوں دعا مانگی:

"اے خدائے قدوس! میرے سامنے تیرے ولیٔ کامل کی بنیان ہے۔ جس کی یہ بنیان ہے وہ تیرا محبوب ومقبول ہے۔ بلکہ فنا فی الرسول ہے۔ لہٰذا اپنے ولیٔ کامل کی اس بنیان کے صدقے میری مشکل اور پریشانی اسی طرح حل فرما جس طرح تو نے محمود غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کی مشکل حل فرمائی تھی۔ تاکہ اس جھوٹے الزام اور مقدمہ سے میری نجات ہوجائے۔"

بعدازاں بابو عبدالرشید آئندہ پیشی بھگتنے جب کچہری میں گئے تو جج نے انہیں مقدمہ سے باعزت بریّ کردیا۔ اس طرح ان کی دیرینہ مشکل حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کی استعمال شدہ بنیان کی برکت سے حل ہوگئی۔ (۲۲)

مجرم کا پتہ چل گیا:

صوفی عبدالرحمان قادری رضوی ساکن چک ۲۲۲ ضلع جھنگ صدر اپنے ایک تحریری بیان میں لکھتے ہیں کہ ہماری دعوت پر حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ ہمارے ہاں تقریر کے لئے تشریف لائے۔ اس جلسہ میں مولانا حافظ محمد احسان الحق مدرّس جامعہ رضویہ، مولانا حافظ محمد عبدالرشید جھنگوی اور مولانا احمد بخش ضیائی بھی تشریف لائے۔ ان حضرات نے مذہبِ حق کی حقانیت اور فرقِ باطلہ کی تردید میں خوب تقاریر فرمائیں بعدازاں حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ نے اپنے نورانی بیان کا آغاز فرمایا۔ آپ کے روحانی اور علمی بیان کو حاضرین نہایت توجہ اور شوق سے سن رہے تھے۔ سوائے تقریر کے ہر جانب خاموشی تھے اچانک گاؤں کے ایک طرف کھیتوں میں شور شروع ہوا۔ حضرت نے دریافت فرمایا کہ یہ شور کیسا ہے؟ آپ کو بتایا گیا کہ گاؤں کے نمبردار سوہنا خان کے گندم کے کھلیان میں کسی نے آگ لگادی ہے۔ جس سے اس کی گندم

جل گئی ہے۔آپ نے فرمایا "اناللہ وانا الیہ راجعون مسلمانو! خاموشی سے بیان سنیں ،جن صاحب کا نقصان ہوا ہے اللہ تعالیٰ ان کو اس سے زیادہ عطا فرمائے گا"۔

حاضرین خاموش ہو گئے ،آپ کا بیان دو گھنٹے جاری رہا۔اس کے بعد صلوٰۃ وسلام پڑھا گیا ،جب آپ نے دعا کے لئے ہاتھ بلند فرمائے تو کسی نے عرض کی "حضور! چور کا پتہ ضرور لگنا چاہیے۔آپ نے فرمایا "ان شاء اللہ العزیز چور کا پتہ چل جائے گا"۔

جلسہ کے بعد آپ وہیں تھے کہ آپ کو بتایا گیا کہ اصل چور کا پتہ چل گیا ہے۔مجرم نے اپنے جرم کا اقرار بھی کرلیا ہے۔اس طرح بطورِ تاوان اس نے گندم کی قیمت سے زائد رقم ادا کرنے کا وعدہ کرلیا ہے۔یہ واقعہ مئی ۱۹۶۱ء کا ہے۔(۳۳)

ریل گاڑی نماز پڑھنے تک نہ چلی:

جناب چودھری مختار احمد انور کا بیان ہے کہ "ایک مرتبہ حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ بذریعہ شاہین ایکسپریس کراچی تشریف لے جارہے تھے۔ بندہ خود اور دیگر بہت سے احباب فیصل آباد اسٹیشن پر آپ کو الوداع کہنے کے لئے موجود تھے۔نمازِ عصر کا وقت ہو گیا اور ادھر گاڑی کی روانگی کا وقت ہو گیا۔لیکن آپ نے ارشاد فرمایا "پلیٹ فارم پر نماز پڑھیں گے۔کوئی فکر نہیں ،گاڑی نہیں جائے گی" چنانچہ پلیٹ فارم پر نماز با جماعت ہوئی۔سگنل ہو چکا تھا ،گاڑی مسلسل وسل کررہی تھی ،مگر جب تک نماز ختم نہ ہوئی ،گاڑی نہ چلی ،جب حضرت صاحب فسٹ کلاس میں بہ اطمینان سوار ہو گئے تو گاڑی چل پڑی۔ہمیں خیال ہوا کہ شاید ریلوے کا کوئی ذمہ دار افسر آپ کا معتقد ہوگا۔اس لئے گاڑی نے انتظار کیا۔مگر بعد میں معلوم ہوا کہ کوئی عارضی نقص پیدا ہو گیا تھا۔اس لئے گاڑی آپ کے نماز پڑھنے تک رکی رہی۔(۳۴)

خبردار تو بجھی تو ....

ایک مرتبہ حضرت محدثِ اعظم جھنگ بازار گھنٹہ گھر میں منعقد ہونے والی محفلِ میلاد میں بیان فرمارہے تھے۔ بیان کا موضوع نورانیتِ مصطفیٰ ﷺ تھا۔تقریر جاری تھی کہ تقریباً آدھ گھنٹہ بعد آپ کی توجہ دائیں طرف لگی ہوئی ایک ٹیوب کی طرف ہوئی ،یہ ٹیوب کسی فنی خرابی کی وجہ سے کبھی جلتی تھی ،کبھی بجھتی تھی ،آپ نے ٹیوب سے مخاطب ہو کر فرمایا :اری ٹیوب! تو کبھی جلتی ہے ،کبھی بجھتی ہے ،حضور اکرم نور مجسم ﷺ کے نورِ مبارک سے تمام جہان روشن ہو گیا۔اور تو کیوں ناشکر بنتی ہے۔خبردار ! خبردار ! تو بجھی تو ......

آپ کے اس ارشاد سے نعرۂ رسالت کی گونج پڑ گئی تمام حاضرین نے ملاحظہ فرمایا کہ وہ ٹیوب اختتامِ جلسہ تک متواتر روشن رہی۔(۳۵)

جانور نے نقصان نہ پہنچایا:

حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ اپنے مریدین اور عقیدت مندوں کے گھروں میں بہت کم تشریف لے جاتے تھے اور کوئی زیادہ اصرار کرتا تو اس کے گھر میں تھوڑا سا قیام فرما کر دعائے خیر کے بعد واپس آ جاتے۔ ایک مرتبہ چک ٹوانہ کے ایک مرید مولانا محمد منشاء کے اصرار پر ان کے ہاں تشریف لے گئے۔ آپ کے ہمراہ مولانا حافظ احسان الحق اور دیگر چند عقیدت مند تھے۔ جب گاؤں کے قریب پہنچے تو دیکھا کہ سامنے ایک خونخوار بُو لی کتا بھاگتا چلا آ رہا ہے۔ حافظ صاحب نے عرض کیا کہ راستہ بدل لیا جائے تا کہ یہ کتا کسی پریشانی کا باعث نہ بنے۔ آپ نے فرمایا "ارے بندۂ خدا! یہ ہمیں کوئی نقصان نہیں پہنچائے گا۔ ان شاءاللہ "

چنانچہ آپ نے اپنا سفر جاری رکھا۔ کتے نے جب آپ کی نورانی صورت دیکھی تو دوڑتا ہوا آپ کی طرف آیا اور اپنا سر آپ کے قدموں پر رکھ دیا۔ گویا عقیدت سے سر جھکا دیا۔ حاضرین نے دیکھ کر یقین کر لیا کہ حضرت شیخ الحدیث کی عظمت کے سامنے جانور بھی سر جھکاتے ہیں۔ (۳۶)

دیرینہ آرزو پوری ہوگئی:

ڈاکٹر محمد اسلم حال مقیم راولپنڈی بیان کرتے ہیں کہ "لائل پور (فیصل آباد) کے قیام کے دوران میری عادت یہ تھی کہ حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ جب بھی نماز سے فارغ ہو کر مسجد سے باہر تشریف لے جانے کا قصد فرماتے تو آپ کا جوتا میں حاضر کرتا۔ ایک روز بارش کی وجہ سے آپ کے نعلین بھیگ گئے، میں نے جیب سے رومال نکالا اور نعلین کو خشک کیا۔ یہ رومال میرے لئے تبرک بن گیا۔ جن دنوں میں پنجاب یونیورسٹی میں پروفیسر تھا۔ دل میں رسول اکرم ﷺ کی زیارت کی انتہائی تڑپ تھی۔ طبیعت اس تشنگی میں اکثر مضطرب رہتی تھی۔ ایک مرتبہ رات کو نمازِ عشاء کے بعد سر پر عمامہ باندھا اور اس میں وہی مذکورہ رومال جس سے حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کے نعلین کو خشک کیا تھا، باندھ دیا۔ مصلّٰی پر مدینہ منورہ کی طرف رخ کر کے کھڑا ہو گیا اور درود شریف کا ورد شروع کر دیا۔ دل میں یہ تہیہ کر لیا کہ جب تک حضور نبی اکرم ﷺ کی زیارت نہ ہوگی نہ بیٹھوں گا، نہ لیٹوں گا۔ درود شریف پڑھتے پڑھتے کافی وقت گزر گیا۔ اچانک اونگھ آ گئی اور پتہ بھی نہ چلا کہ کب اور کیسے مصلّٰی پر گر گیا ہوں۔ اسی دوران سرکارِ دو عالم ﷺ نے کرم فرمایا اور زیارت سے مشرف فرمایا۔ آپ ﷺ بڑے جاہ و حشم سے تشریف فرما ہیں اور کسی کی آمد کے منتظر ہیں۔ چند ہی لمحوں کے بعد ایک باجمال و باکمال ہستی حاضرِ بارگاہ ہوئی۔ ایسا معلوم ہوا کہ آنے والے دربار داتا حضور کی طرف سے ہو کر آئے ہیں۔ یہ آنے والے حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ تھے۔ جو حضور اکرم ﷺ کے سامنے بڑے مؤدب حاضر ہوئے۔ جب بیدار ہوا تو رومال والی پگڑی سر سے الگ ہو چکی تھی اور اس جگہ پڑی تھی جہاں پر جمالِ جہاں آراء کا مشاہدہ کراتے وقت آپ ﷺ تشریف فرما تھے۔ (۳۷)

بدمذہبوں سے بچالیا:

میانوالی کے مولانا محمد نواز فاضل جامعہ رضویہ بیان کرتے ہیں کہ میں اور قاضی نور احمد اکٹھے دینی درسگاہوں میں پڑھتے رہے۔ پھر ایک وقت ایسا آیا کہ قاضی نور احمد نے دیوبندیوں کے مدرسہ میں داخلہ لے لیا اور ان پر دیوبندیت کا رنگ چڑھ گیا اور جب ہم فنون سے فارغ ہوئے تو آپس میں مشورہ کیا کہ دورۂ حدیث پاک کہاں پڑھیں۔ میں نے کہا لاہور حزب الاحناف چلیں اور قبلہ سید صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے حدیث پاک پڑھیں یا پھر سننے میں آیا ہے کہ لائل پور (فیصل آباد) میں ایک مولانا تشریف لائے ہیں اور وہ بہت اچھا پڑھاتے ہیں، وہاں چلیں۔ مگر قاضی نور احمد دیوبندیت کے رنگ میں رنگے جانے کی وجہ سے مصر تھے کہ دورۂ حدیث خیر المدارس ملتان چل کر پڑھیں۔ آخر کار یہ طے پایا کہ بیک وقت تینوں جگہ خط لکھ دیں اور جہاں سے پہلے خط آ جائے وہاں چلیں گے، یہی قرعہ اندازی ہے۔ ہم نے تینوں جگہ خط لکھ دیئے اور بیک وقت لیٹر بکس میں ڈال دیئے۔ پھر ہوا یوں کہ سب سے پہلے لائل پور جامعہ رضویہ سے ہمیں خط موصول ہو گیا، اس میں لکھا تھا کہ اگر آپ لوگوں نے دورۂ حدیث شریف پڑھنا ہے تو آ جاؤ داخلہ مل جائے گا۔ میں نے قاضی نور احمد سے کہا قاضی صاحب! دیکھو فیصلہ ہو گیا ہے۔ قاضی صاحب نے کہا کہ اس فیصلے کے سامنے سرِ تسلیم خم ہے۔

ہم نے بستر اٹھائے اور لائل پور (فیصل آباد) آ گئے۔ جب تیسرا دن ہوا تو قاضی نور احمد نے مجھ سے کہا کہ تو حضرت صاحب سے درخواست کر کہ مجھے بیعت کر لیں۔ میں نے ازراہِ بے تکلفی کہا "ارے قاضی! تو تو دیوبندی ہے، تو اتنی جلدی بیعت ہونے کا کیا سبب ہے؟"۔ قاضی نور احمد صاحب نے بتایا "بے شک میں دیوبندی مسلک اپنا چکا تھا مگر میں خاندانی تعلق کی بناء پر درود پاک بہت پڑھا کرتا ہوں۔ کچھ عرصہ ہوا میں نے درود پاک پڑھ کر دعا کی تھی "یا اللہ درود پاک کی برکت سے مجھے کسی ایسے ولی کی زیارت سے مشرف فرما جو تیرا پیارا ہو لہٰذا ایک دن میں نے خواب دیکھا تھا کہ لوگ کہہ رہے ہیں چلو جس نے کسی اللہ تعالیٰ کے پیارے ولی کی زیارت کرنا ہو، ہمارے ساتھ چلو، یہ سُن کر میں بھی خواب میں ان لوگوں کے ساتھ چل دیا۔ ایک جگہ پہنچے تو دیکھا کہ ایک عالی شان مکان ہے اور لوگ کہہ رہے ہیں اس کے اندر ایک بہت بڑے ولی اللہ تشریف فرما ہیں۔ ہم اندر گئے اور زیارت کر کے آ گئے اور آنکھ کھل گئی۔ اب جو ہم لائل پور (فیصل آباد) حاضر ہوئے ہیں اور حضرت مولانا سردار احمد صاحب کی زیارت کی ہے تو دیکھتے ہی جان لیا کہ یہ تو وہی بزرگ ہیں جن کی خواب میں زیارت ہوئی تھی۔ پھر میرے عرض کرنے پر حضرت صاحب نے قاضی نور احمد کو بیعت کر لیا اس دن سے وہ پکے سُنی بریلوی ہیں۔ (۳۸)

بارش پر قابو

حضرت محدثِ اعظم کو اللہ تعالیٰ نے بارش پر قابو عطا فرمایا تھا۔ ایسے بہت سے واقعات ہیں جن سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ بارش آیا ہی چاہتی تھی لیکن حضرت محدثِ اعظم کی توجہ سے رک گئی۔ چند واقعات آپ بھی ملاحظہ فرمائیے اور ایمان تازہ کیجئے:

چودھری محمد منیر نمبر دار چک نمبر ۱۲۱ ج ب گوکھووال ضلع فیصل آباد بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ فروری ۱۹۶۰ء میں ہماری دعوت پر حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ ہمارے ہاں تقریر کے لئے تشریف لائے۔ بعد نمازِ عشاء تقریر شروع ہوئی۔ اسی دوران گہرے بادل بن آئے۔ ایسا لگتا تھا کہ ابھی بارش ہونے والی ہے۔ ظاہر ہے بارش ہونے کی صورت میں جلسہ کا سارا انظام درہم برہم ہو جاتا۔ مگر حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ نے تقریر کی ابتدا میں فرمایا:

"اے بادل کے فرشتے! آپ کو معلوم ہے کہ ذکرِ پاک مصطفیٰ ﷺ کے لئے ہم یہاں جمع ہیں۔ ہم سب حضور ﷺ کے غلام ہیں تو بھی حضور ﷺ کا غلام ہے۔ جب تک ہم ذکرِ مصطفیٰ ﷺ میں مشغول ہیں تو بھی بارش نہ برسا۔"

آپ نے یہ کہہ کر تقریر شروع کی۔ تقریر دو گھنٹے جاری رہی۔ اس دوران بارش کی ایک بوند بھی نہ گری۔ دراں حالیکہ گہرے بادل چھائے رہے۔ تقریر کے بعد رات کو خوب بارش ہوئی۔

اگلے روز جمعہ کے موقعہ پر بارش کے آثار تھے، سنی رضوی جامع مسجد میں کثیر مجمع حاضر تھا۔ بارش ہونے کی صورت میں صحن میں موجود نمازیوں کے لئے کوئی معقول انتظام نہ تھا۔ اس موقعہ پر آپ نے وہی ارشاد فرمایا جو رات ہمارے ہاں بادل کے مؤکل فرشتہ سے کہا تھا۔ چنانچہ دورانِ نمازِ جمعہ بارش نہ ہوئی۔ نماز کے بعد موسلا دھار بارش ہوئی۔ (۲۹)

دورانِ بیان بارش بند رہی:

جناب محمد ابراہیم قادری رضوی مقیم چک نمبر ۵، کمال پور کا بیان ہے کہ "ایک مرتبہ وہابیوں نے ایک لمبا چوڑا سوال نامہ حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کی خدمت میں بھیجا۔ اس سوال نامہ میں حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذاتِ بابرکات پر اعتراضات کئے گئے تھے۔ اور ساتھ ہی لکھا تھا کہ "اگر ان اعتراضات کا جواب آپ دے دیں تو ہماری عورتوں کو طلاق اور اگر آپ جواب نہ دے سکیں تو آپ کی بیوی کو طلاق"۔ اس سوال نامہ پر بہت سے وہابی مولویوں نے دستخط کئے تھے۔

حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ العزیز نے اس کا انکشاف جمعۃ المبارک کے موقع پر کیا۔ اور وہابیوں کی جہالت کو بے نقاب کیا کہ اگر جواب دے دیئے تو ان کی عورتوں کو طلاق ہو جائے گی اور یقینی ہو جائے گی۔ کہ انہوں نے اسے تسلیم کیا ہے۔ اور اگر بالفرض میں ان سوالوں کے جواب نہ دے سکوں تو میری اہلیہ کو (ان کے کہنے کے مطابق) ہرگز

طلاق نہ ہوگی۔ کیونکہ اسے میں نے تسلیم ہی نہیں کیا۔ وہابیوں کا یہ لکھنا سراسر جہالت ہے۔ پھر فرمایا:

اَلْوَھَابِیَّۃُ قَوْمٌ لَا یَعْقِلُوْنَ.

جمعۃ المبارک کی تقریر کے دوران یہ بیان جاری تھا کہ آسمان پر بادل چھا گئے۔ سخت بارش کا امکان پیدا ہوگیا۔ بوندا باندی بھی شروع ہوگئی ان دنوں مسجد پر چھت کا اہتمام نہیں تھا۔ تمام نمازی کھلے میدان میں محوِ نظارہ تھے۔ بارش شروع ہونے کی صورت میں نمازیوں کے خلل اور بے چینی کے پیشِ نظر حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ نے فرمایا: "اے بادلو! ٹھہر جاؤ، وہابیوں کی عورتوں کو طلاق ہو لینے دو، بعد میں برسنا"۔ حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ العزیز نے ایک ایک سوال کا جواب دیا اور وہابیت کا ایسا پوسٹ مارٹم کیا کہ حاضرین عش عش کر اٹھے اور جان لیا کہ مذہبِ اہل سنت و جماعت ہی حق ہے۔ اس کے علاوہ جتنے فرقے ہیں سب غلط اور باطل ہیں۔

حضرت شیخ الحدیث کی یہ واضح کرامت تھی کہ دورانِ بیان بارش بند رہی۔ جمعۃ المبارک سے فارغ ہوتے ہی موسلا دھار بارش شروع ہوگئی۔ (۴۰)

تعویذ کی برکت:

مولانا مفتی محمد ریاض الدین علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ تبدیلئ آب وہوا کے لئے جن دنوں جامعہ رحمانیہ ہری پور میں مقیم تھے۔ ان دنوں جامعہ رحمانیہ کا سالانہ جلسہ منعقد ہوا۔ کافی اجتماع تھا۔ شدید قسم کی بارش آ جانے کی وجہ سے جلسہ ناکام ہونے کا احتمال ہو رہا تھا۔ آپ نے مجھے ایک تعویذ عنایت فرمایا۔ اور حکم دیا کہ اسے بارش میں لٹکا دو۔ میں نے حکم کی تعمیل کی۔ بفضلہٖ تعالیٰ بارش رک گئی۔ اس طرح یہ اجتماع نہایت کامیاب رہا۔ حاضرین نے آپ کا تصرف ملاحظہ فرمایا۔ (۴۱)

بارش رک گئی:

احقر راقم الحروف کے چچا جان جناب حکیم عبدالمجید چغتائی صاحب کا بیان ہے کہ ڈسکہ میں اہل سنت و جماعت کا عظیم الشان اجلاس تھا۔ جس کے لئے کئی دن سے اعلیٰ پیمانے پر اہتمام ہو رہا تھا۔ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد سردار احمد علیہ الرحمۃ کا نورانی خطاب تھا اور عشاء کے بعد اجلاس کا آغاز ہونا تھا لیکن صبح سے ہی شدید بارش کا سلسلہ جاری تھا جو کسی طرح بھی رکنے میں نہیں آ رہا تھا۔ منتظمین جلسہ گھبرائے ہوئے حضرت شیخ الحدیث کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بارش کی وجہ سے جلسہ کی ناکامی اور دشمنانِ دین کی اس پر خوشی کا حال مفصل عرض کیا۔ حضرت شیخ الحدیث نے ایک سادہ کاغذ منگوا کر اس پر "حوالینا و لا علینا" کے الفاظ تحریر کئے۔ اور حکم دیا کہ اس کاغذ کو کسی چھڑی پر لگا کر مکان کی چھت پر یوں نصب کیا جائے کہ عبارت کا رخ آسمان کی جانب رہے۔ منتظمین نے فوراً اس پر عمل کیا۔ یقین کیجئے جیسے ہی یہ کتبہ آسمان کی جانب رخ کر کے لگایا گیا۔ بارش فوراً بند ہوگئی۔ منتظمین اجلاس نے فوراً خشک مٹی پنڈال میں بکھیر کر پنڈال کو

خشک کیا۔ دریاں بچھائیں۔ رات کو حضرت شیخ الحدیث کا نورانی خطاب شروع ہوا ۔ اور یوں اہل سنت و جماعت کا یہ شاندار اجلاس بھرپور کامیابی سے ہمکنار رہا۔ (۴۲)

بعد از وصال کرامات

اولیائے کرام کی کرامات کا سلسلہ ان کے وصال سے منقطع نہیں ہوتا بلکہ اور زیادہ ہو جاتا ہے۔ یوں حضرت شیخ الحدیث کی کرامات کا ظہور برابر ہو رہا ہے۔ اس حوالے سے چند واقعات ملاحظہ فرما کر ایمان کی تازگی حاصل کیجئے۔

اولیاء اللہ زندہ ہیں:

مولانا سید محمد جلال الدین شاہ صاحب (بھکھی شریف، گجرات) کا بیان ہے کہ جب میں دورۂ حدیث شریف پڑھنے بریلی شریف حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ کے حضور حاضر ہوا تو ایک روز دورانِ سبق سماعِ موتی کی بات چل نکلی۔ آپ نے قرآن وحدیث اور کلماتِ علماء سے بے شمار دلائل دیئے۔ میں نے عرض کیا: "یہ قال تھا ۔ حال سے اس مسئلہ کی وضاحت فرمائیں۔ اس پر حضرت شیخ الحدیث تبسم کناں ہوئے اور صرف اتنا فرمایا کہ: "پھر کسی وقت"

حضرت شیخ الحدیث بریلی سے فیصل آباد آ گئے۔ اکثر ملاقات ہوتی مگر یہ مسئلہ سامنے نہ آیا۔ آپ کے وصال کے چھ ماہ بعد میں مزار پرانوار پر حاضر ہوا۔ مراقبہ کیا۔ مراقبہ میں آپ نے مجھ سے کافی دیر تک کلام فرمایا۔ اور پھر مجھے یاد دلایا کہ شاہ صاحب! دیکھئے یہ آپکے اس سوال کا جواب ہے۔ جو آپ نے آج سے پندرہ سال پہلے بریلی شریف میں دورہ حدیث پڑھتے ہوئے کیا تھا۔ اولیاء اللہ زندہ ہوتے ہیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے توسل سے ان پر احوال پیش کیے جاتے ہیں۔ اسکی نشانی یہ ہے کہ چند ماہ ہوئے ، کیا آپ کو فلاں واقعہ پیش نہیں آیا؟

شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ جس واقعہ کی طرف حضرت صاحب نے اشارہ فرمایا۔ وہ آپ کے وصال کے بعد مجھے پیش آیا۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا۔ الآن کما کان ۔ یعنی جس حالت میں ہم اولیاء اللہ وصال سے پہلے زندہ ہوتے ہیں۔ وہی حالت بعد وصال ہوتی ہے (۴۳)

کون کہتا ہے کہ اولیاء مر گئے
قید سے چھوٹے وہ اپنے گھر گئے

مخالفتیں دب گئیں:

شارح بخاری حضرت علامہ غلام رسول رضوی علیہ الرحمۃ کا بیان ہے کہ حضور محدث اعظم کے وصال پر ملال کے بعد جامعہ رضویہ کے مہتمم وصدر حضرت صاحبزادہ قاضی محمد فضل رسول رضوی حوادث سے دوچار تھے۔ مغبر ہوائیں فضا

کومکدر بنا رہی تھیں۔اغیار کی مخالفت اوراپنوں کی چیرہ دستیوں سے آپ کے قویٰ مضمحل ہورہے تھے۔ہر سو پریشانی ہی پریشانی نظر آتی تھی۔مستقبل مخدوش ہورہا تھا۔ان ایام میں مجھے سرور کائنات،راحت قلب وسینہ،سرکار مدینہ ﷺ کے ہمراہ حضور سیدی محدث اعظم قدس سرہ کی زیارت نصیب ہوئی۔سرکار مدینہ ﷺ خاموش تشریف فرما تھے۔گفتگو حضور سیدی محدثِ اعظم ہی فرمارہے تھے۔دورانِ گفتگو حضور سیدی محدث اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے مجھ سے دریافت کیا۔فضل رسول کا کیا حال ہے؟میں نے کچھ موجودہ پریشانیوں کا ذکر کیا۔اس خواب کے بعد جلد ہی حالات تبدیل ہوگئے۔خوشگوار انقلاب آیا،تمام راہیں ہموار ہوگئیں،مخالفتیں دب گئیں اوراطمینان نصیب ہوا(۴۴)

مزار پر حاضری دینے والے پر عنایت:

مولانا مفتی محمد حبیب اللہ نعیمی خطیب جامع مسجد غوثیہ،سرائے عالمگیر کا بیان ہے کہ میں حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کے مزار پرانوار پر حاضر ہوا۔فاتحہ خوانی کے بعد جب میں واپس ہونے لگا تو اس وقت دیگر زائرین کے علاوہ ایک خان بابا مراقبہ کی حالت میں تھا۔جب میں بازار پہنچنے ہی والا تھا تو اس خان بابا نے میرا نام لیکر مجھے بلایا۔حالانکہ اس سے پہلے اس سے کوئی شناسائی نہ تھی۔خان بابا نے مجھے بازو سے پکڑا اور کہا کہ مزار شریف تک واپس چلو۔میں نے اس سے پوچھا کیا کام ہے؟اس نے کہا کہ بتاتا ہوں آپ مزار پر چلیں۔مجھے مزار شریف کے قریب بٹھا کر وہ بازار میں چلا گیا۔اور مجھے کہہ گیا کہ میرے آنے تک آپ یہیں ٹھہریں۔تھوڑی دیر کے بعد وہ چائے لیکر آیا اور مجھے پینے کو کہا۔میں نے خان بابا سے ماجرا دریافت کیا تو خان بابا نے مجھے بتایا کہ ابھی مراقبہ میں تھا کہ حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ نے مجھے ارشاد فرمایا۔فلاں نام کے ہمارے مولانا آئے ہیں ان کو چائے پلاؤ۔اب تو میں حضرت کے حکم کی تعمیل کررہا ہوں۔مولانا مفتی حبیب اللہ نعیمی کہتے ہیں کہ ایک عرصہ تک میں نے حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کے زیرسایہ جامعہ رضویہ میں تعلیم پائی تھی اور حضرت کی شفقت خاص مجھے حاصل تھی۔اب بعد وصال آپ کی عنایات کو پاکر میرے دل کی حالت ایسی گداز ہوگئی جو زبان وبیان میں نہیں آسکتی(۴۵)

حوالہ بتادیا:

مولانا محمد احسن چشتی نظامی کا بیان ہے کہ ۲۰ محرم الحرام ۱۳۹۲ھ بروز منگل رات کو بندہ اپنے ایک مضمون کی تکمیل کیلئے بخاری شریف کی اس حدیث کی جستجو میں تھا جس میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس عزرائیل علیہ السلام کی حاضری کے وقت " فَلَمَّا جَاءَ صَكَّهُ فَرَجَعَ اِلٰى رَبِّهٖ "کے الفاظ ہیں۔رات ساڑھے دس بجے تک حدیث مبارک تلاش کی مگر نہ مل سکی۔اسی پریشانی کے عالم میں سوگیا۔تھوڑا ہی وقت گزرنے کے بعد بفضلہٖ تعالیٰ خواب میں حضرت قبلہ محدث اعظم نے اپنی زیارت سے مشرف فرماکر ارشاد فرمایا۔نظامی صاحب!کیا بات ہے؟پریشان کیوں ہو؟بندہ نے واقعہ عرض کیا۔تو فرمایا۔ارے بندہ خدا اس میں پریشان ہونے کی کونسی بات ہے؟یہ حدیث تو بخاری شریف کے صفحہ ۴۸۷ پر ہے۔لاؤ بخاری

شریف، میں نے اصح المطابع کی شائع کردہ بخاری شریف پیش کی ۔آپ نے اسے کھولا تو وہی صفحہ ۱۷۸ تھا۔فرمایا" یہ حدیث شریف ہے"۔

میری آنکھ کھل گئی ۔ میں جلدی میں دیکھنے لگا کہ حضرت کہاں تشریف فرما ہیں ۔ پھر گھڑی دیکھی تو بارہ بج کر پچیس منٹ تھے۔اسی وقت وضو کیا۔دو رکعت نماز نفل ادا کی۔فوراً بخاری شریف مطبوعہ اصح المطابع صفحہ ۱۷۸ نکال کر دیکھا بعینہٖ اسی طرح حدیث موجود تھی ۔جس طرح حضرت محدث اعظم پاکستان رحمۃ اللہ علیہ نے خواب شریف میں دکھائی تھی ۔ سبحان اللہ۔بعد وصال خدمتِ حدیث اور خادمانِ دین کی راہنمائی کی کتنی عمدہ مثال ہے۔ (۴۶)

پریشان ہونے کی ضرورت نہیں:

حضرت علامہ پیر علاؤالدین صدیقی سجادہ نشین نیریاں شریف کا بیان ہے کہ ''کشمیر کے علاقے میں مجھے بعض بےادب لوگوں سے واسطہ پڑا تو ایک حدیث شریف کے سلسلے میں مجھے صحیح دلائل دینے تھے کہ اس کے راوی کون ہیں، کن کن کتابوں میں یہ حدیث شریف موجود ہے مجھے تشویش لاحق ہوئی ، بعد نماز مغرب حلقہ ذکر ہو رہا تھا میں نے احباب سے کہا تاوقتیکہ میں خود نہ کہوں کہ ذکر بند کرو ذکر جاری رہیگا۔ذکر جاری رہا۔میں خاموش، نگاہیں بند، اپنی فکر میں پیچاں و غلطاں ، مجھے تھوڑی سی اونگھ آئی تو کیا دیکھتا ہوں کہ محدث اعظم پاکستان رحمۃ اللہ علیہ میرے سامنے ہیں اور فرماتے ہیں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔لکھو! میں تمہیں لکھوادوں، حدیث شریف کہاں ہے اور راوی کون ہیں۔ (۴۷)

آفتابِ رضویت تابندہ تھا تابندہ ہے
سن لیں اعداء آج بھی سردار احمد زندہ ہے

جامعہ نظامیہ رضویہ، زندہ کرامت:

جامعہ نظامیہ رضویہ اپنی تعلیمی ،تبلیغی اور اشاعتی خدمات کیوجہ سے پاکستان ہی نہیں پوری دنیا میں مشہور و معروف ہے۔اس کا قیام و ترقی حضرت محدث اعظم کے فیض و کرم کا نتیجہ ہے۔تفصیل شارحِ بخاری حضرت علامہ غلام رسول رضوی علیہ الرحمۃ کے الفاظ میں ملاحظہ فرمائیے۔لکھتے ہیں: میں دارالعلوم حزب الاحناف اندرون دہلی دروازہ میں مدرس تھا اور وہیں کرایہ کے ایک مکان میں میری اقامت تھی ان دنوں حضرت محدث اعظم دربار داتا گنج بخش علیہ الرحمۃ میں فاتحہ خوانی کے بعد اسٹیشن کی طرف جاتے ہوئے جب لوہاری دروازے کے قریب سے گزرے تو فرمایا ''یہاں ایک رضوی مدرسہ بڑا موزوں ہے:

میں نے سنا تو سہی مگر چنداں التفات نہ کی کیونکہ اس علاقہ میں، میں نہ تو امام و خطیب تھا، نہ رہائش کا کوئی انتظام۔اس علاقہ کے کسی شخص سے تعارف بھی نہ تھا۔ان اسباب کی بناء پر آپ کے فرمان پر پوری سنجیدگی سے غور نہ کر سکا۔اتفاق سے چند روز بعد اندرون لوہاری دروازہ محلہ خراسیاں کی جامع مسجد کی امامت و خطابت میرے سپرد ہوئی۔اس

مسجد کے جنوب میں ایک متروکہ جگہ بے کار پڑی تھی۔ حضرت موصوف کے ارشاد واشارہ پر عنکبوتِ نسیاں جالا تن چکی تھی۔ ایک شب خواب میں حضور امام الانبیاء ﷺ کو اس متروکہ جگہ تشریف فرما دیکھا۔ اور اپنے آپ کو حضور امام الانبیاء کے عقب میں متواضع دیکھا اسی ویران جگہ ایک حصہ میں کسی دوسرے موقع پر سرور کائنات ﷺ کے ساتھ عربی میں اپنے آپ کو گفتگو کرتے دیکھا۔ اس اثنا میں بھی قطعاً مدرسہ کا خیال نہ تھا پھر تھوڑا ہی عرصہ گزرا کہ خیال آیا کہ یہاں ایک دینی مدرسہ ہونا چاہیے۔ یہ ارادہ مصمم کرلیا، اللہ تعالیٰ نے اسباب بھی مہیا فرما دیے۔ اور معمولی مزاحمت کے بعد غیر معمولی کامیابی نصیب ہوئی۔ دیکھتے ہی دیکھتے ویران جگہ علمی مرکز میں تبدیل ہو کر جامعہ نظامیہ رضویہ کے نام سے موسوم ہوئی۔ گذشتہ حالات اور محدث اعظم قدس سرہ کے ارشاد کی روشنی میں یہ عقدہ حل ہوا کہ جامعہ نظامیہ رضویہ آپ کی غیر فانی کرامت ہے (۴۸)۔

بفضلہٖ تعالیٰ جامعہ نظامیہ رضویہ مسلسل ترقی کی جانب گامزن ہے۔ لوہاری دروازہ میں جامعہ کی فلک بوس عمارات طلبہ کی کثرت کی وجہ سے ناکافی ہوگئیں تو 40 کنال اراضی پر شیخوپورہ میں جامعہ کا نیو کیمپس تعمیر کیا گیا جس میں سینکڑوں طلبہ زیورِ تعلیم سے آراستہ ہو رہے ہیں۔ حضرت محدثِ اعظم کے فیض اور توجہ سے لگایا جانے والا یہ پودا اللہ کے فضل وکرم سے اب تناور درخت بن چکا ہے۔ دعا ہے مولائے کریم لادینیت اور بدعقیدگی کی بڑھتی ہوئی دھوپ میں اس کے ٹھنڈے سایے کو مزید گھنا بنائے اور تا قیامِ قیامت اسے سرسبز وشاداب رکھے۔

☆......☆......☆......☆......☆......☆

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله وكفى وسلام على عباده الذين اصطفى اما بعد فقد سألني صنو كبدي و
فلذة فؤادي حبي ونور عيني الصنو في الصفا في الصفي الوفي الحري الحفي الذكي الفطن
الزكي العالم العامل فخر الاشباه والاقران والاماثل الاسد الامجد والاسعد الارشد مولانا المولوي
محمد سردار احمد صانه المولى الاحد الصمد من شر كل حاسد اذا حسد وبلغه مناه والى ذروة الكمال رقاه بجاه سيدنا
النبي محمد اسمه احمد الحامد من كل محمود ومحمد كل حامد الحمد صلى الله تعالى عليه وعلى آله وصحبه الكرام الدوام وابد
الابد اجازة ما في وريقة منيفة فيها من الاعمال الانيقة والاشغال الرشيقة فها اك اياها ببركات الله تعالى
علاه فاذ قد اجزتك بها بارك الله لك وبك وفيك وعليك ورفقه بالتعجيل وترضاك وحول الطريق اليك
وبكل الاوفاق والاعمال والاذكار والاشغال وبالسلاسل العلية القادرية القديمة والجديدة والچشتية القديمة
والجديدة والسهروردية والنقشبندية والعلوية المنامية والمنورة المعمرية وبجميع العلوم العقلية والنقلية و
جميع الكتب الدينية سيما القرآن العظيم والصحاح الستة والمسانيد والمعاجيم ودلائل الخيرات والحصن الحصين
وغيرها من كتب الدين المتين وبكل الادعية سيما الحزب اليماني وحزب البحر والحزب الاعظم ودعاء سيفي والحزب
المغني والقرشية وبكل ما تجوز لي روايته وتصح لي درايته من العلوم بشرطه المعلوم عند ذوي الفهوم واوصيك
يا اخي بتقوى الله عز وجل في السر والاعلان فان التقوى سنام ذروة الاديان وتجنب لوجه الزيغ والشناعة وامل
البدع والخلاعة وان تمسك ما عشت وتعض بالنواجذ على مذهب اهل السنة والجماعة واياك اياك عن التكاسل
في الطاعة والبعد عن اهل الكفر والردة والبدع والضلال وعليك هتك حيائهم وخدشهم بالرد والنكال فانه في هذا
الزمان من اعظم القرب وارضى مرضاة للنبي والرب وان لا تنساني بالدعوات الصالحات في الخلوات والجلوات وصلى الله
تعالى على خير خلقه ونور عرشه وامام حضرته وعروس مملكته سيدنا ومولانا محمد وآله وصحبه اجمعين برحمتك يا
ارحم الراحمين ابد الآبدين ودهر الداهرين آمين وكان ذلك العشرين من الشهر الفاخر الربيع الآخر سنة احدى وخمسين وثلثمائة والف
من الهجرة النبوية على صاحبها الف الف صلوة وتحية قاله بفمه وامر برقمه الفقير محمد المدعو بحامد رضا القادري النوري الرضوي البريلوي
سقاه ربه من نمير منهل كرمه المروي وجاه جده الشريف النبوي آمين في بلدة بريلي صانها الله تعالى واهلها المسلمين من الشرور

حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں بریلوی کی عطا کردہ سندِ اجازت کا عکس

باب ۹
مکتوبات

باب ۹

مکتوبات

بزرگانِ دین کے مکتوبات کی اشاعت کا سلسلہ زمانۂ دراز سے جاری ہے۔کون شخص ہے جو حضرت مخدوم الملک شاہ شرف الدین احمد یحییٰ منیری قدس سرہ کے " مکتوباتِ صدی و دوصدی و مکتوب بست و ہشت " سے واقف نہیں اور حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی علیہ الرحمہ کے مکتوبات کو کون نہیں جانتا۔ بزرگانِ دین کے یہ مبارک مکتوبات آج بھی تبلیغ کا ذریعہ اور ہدایت کا وسیلہ ہیں۔

سوانح نگاری کے نقطۂ نظر سے جب ان مکتوبات کا جائزہ لیا جاتا ہے تو یہ مکتوب نگار کی شخصیت، اس کے افکار و نظریات اور معمولات وعادات کو سمجھنے میں بہترین مددگار ثابت ہوتے ہیں۔اس لئے مکتوبات کسی بھی شخصیت کی سوانح کا بنیادی عنصر سمجھے جاتے ہیں۔

مکتوبات کی اسی اہمیت کے پیشِ نظر ہم یہاں بطور تبرک حضرت محدثِ اعظم کے چند خطوط پیش کر رہے ہیں۔ یاد رہے آپ نے یہ مکتوبات طبع کرانے کی نیت سے تحریر نہیں کئے بلکہ روزمرہ کی بے شمار مصروفیات کے دوران بغیر کسی اہتمام اور تکلف کے لکھے لیکن اس کے باوجود ان یادگار تحریروں میں نہایت حسین جملے اور اردو ادب کے بہترین نمونے نظر آتے ہیں۔ان مکتوبات میں سے چند مطبوعہ اور اکثر غیر مطبوعہ ہیں۔اللہ نے توفیق دی تو جلد ہی حضرت محدثِ اعظم کے مکتوباتِ مبارکہ کا ایک مجموعہ شائع کیا جائے گا۔ان شاء اللہ العزیز

1۔ پیر سید نور الحسن شاہ صاحب (کیلیانوالہ شریف) کے نام:

شیرِ ربّانی حضرت میاں شیر محمد شرقپوری علیہ الرحمۃ کے خلیفۂ ارشد حضرت مولانا پیر سید نور الحسن شاہ صاحب کیلیانوالہ شریف کے ایماء پر ان کے مریدانِ باصفا مولانا محمد سعید اور مولانا عبدالقادر مانگٹ ضلع گجرات نے بریلی شریف میں درسِ حدیث حضرت محدثِ اعظم سے لیا۔فراغت سے قبل ان کی لیاقت واستعدادِ علمی کے بارے میں حضرت مفتی اعظم مولانا مصطفیٰ رضا خاں بریلوی نے پیر سید نور الحسن شاہ صاحب علیہ الرحمۃ کو ایک مکتوب تحریر فرمایا۔اسی مکتوب کے حاشیہ پر حضرت محدثِ اعظم نے بطور استاذِ احادیث اپنے ارشد تلامذہ کی علمی ترقی کا حال لکھ بھیجا۔۹ جمادی الاخریٰ ۱۳۶۱ھ/۲۳ جون ۱۹۴۲ء کا لکھا ہوا مکتوبِ گرامی ملاحظہ فرمایئے:

۶۲/۷۸۶۔ بملاحظہ عالیہ عاملِ شریعت، عارفِ طریقت، واقفِ رموزِ حقیقت مکرم ومحترم معظّم ومحتشم ذوالمجد والکرم عالی جناب مولانا سید شاہ نور الحسن صاحب زید لطفہٗ تسلیماتِ مسنونہ واثنیہ مقبولہ معروض۔خیر وعافیت، حضورِ والا و

جملہ احبابِ اہلِ سنت و جماعت واصحابِ طریقت وارباب عقیدت مطلوب ومحبوب

فقیر نہایت مسرت کے ساتھ خبر فرحت اثر سناتا ہے وہ یہ کہ عزیزان محترمان سعیدان جناب مولانا مولوی محمد سعید شاہ صاحب سلمہٗ ومولانا مولوی فاضل نوجوان جناب عبدالقادر صاحب سلمہ نے نہایت بہتر امتحان دیا اور نمبر اعلیٰ کے ساتھ کامیاب ہوئے۔ جیسا کہ سیدنا حضرت مفتی اعظم قبلہ کے گرامی نامہ سے واضح ہے۔ یہ ان دونوں عزیزوں سلمہما کی خوش قسمتی ہے کہ جناب کے حلقۂ عقیدت وارادت میں خلوص کے ساتھ داخل ہیں۔ حضور والا نے ان کو طلبِ علمِ حدیث شریف کے لئے روانہ فرمایا۔ بزرگانِ دین کی دعا سے مذہبِ اہل سنت و جماعت کے مطابق ومسلک بزرگانِ دین کے موافق علمِ حدیث کی تعلیم دی گئی۔ حضور والا کی توجہ سے یہ دونوں عزیز سلمہما بانیلِ مرام علیٰ وجہِ تمام جناب کی خدمتِ عالی میں حاضر ہورہے ہیں۔ ان کی ظاہری تکمیل کر کے بزرگانِ دین کے صدقہ سے اوراون کو جبہ عمامہ پہنا کر اور ان کے ہاتھوں میں سند دے کر جناب کی خدمت میں روانہ کررہے ہیں۔ ان کے سروں پر دین کا بہت بڑا بھاری بوجھ رکھ دیا ہے۔ اب جبّہ، عمامہ، سند کی لاج آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ جناب ان کی باطنی روحانی دستار بندی فرمائیں۔ ان کی روح کو باطنی جبّہ اور نورانی لباس پہنائیں۔ ان کو علم باطن کی سند سے مشرف فرمائیں اور ان کی دستگیری فرمائیں۔ یہ آپ کے روحانی فرزندِ ارجمند ہیں۔ اور جناب ان کے روحانی مُربّی، فقیر کا ارادہ تھا، حاضر ہوتا، مگر بعض وجوہ سے اس وقت حاضر نہ ہوسکا۔ یہ عزیز آنجناب سے خود عرض کردیں گے۔ پھر موقع ہوا تو فقیر شرفِ زیارت سے مشرف ہوگا۔ ادعیۂ خیر میں فقیر کو یاد فرماتے رہیں۔ جناب والا اور ان عزیزوں سلمہما کے جملہ رشتہ داروں، گھر والوں، دوستوں، نیز ان کے احبابِ طریقت اور ضلع گجرات کے سب اہلِ سنت و جماعت کی خدمت میں نہایت پرزور الفاظ سے مبارک باد عرض کرتا ہے کہ یہ دونوں عزیز درجۂ اعلیٰ میں کامیاب ہوئے۔

والسلام

فقیر محمد سردار احمد غفرلہ سنی حنفی گورداسپوری بریلی شریف

2 حضرت مولانا الحاج ابوداؤد محمد صادق صاحب کے نام:

حضرت مولانا علامہ ابوداؤد محمد صادق صاحب کی شخصیت محتاجِ تعارف نہیں۔ آپ حضرت محدثِ اعظم کے تلمیذِ ارشد، مرید وخلیفہ، مرکزی جامع مسجد زینۃ المساجد گوجرانوالہ کے خطیب، ماہنامہ رضائے مصطفیٰ کے سرپرست اور جماعت رضائے مصطفیٰ پاکستان کے امیر ہیں۔ آپ سے حضرت محدثِ اعظم خصوصی محبت وشفقت فرماتے تھے اور وقتاً فوقتاً مکتوباتِ گرامی سے یاد فرماتے تھے۔ ان میں سے چند مکتوبات درج ذیل ہیں:

۹۲ / ۷۸۶

عزیز محترم فاضلِ نوجوان سلمہٗ ادعیہ صالحہ

سلام مسنون۔ خیر و عافیت۔ آپ کا محبت نامہ ملا۔ کاشفِ احوال ہوا۔ مولیٰ عزوجل اپنے حبیب کریم، رؤف رحیم، نبی پاک صاحبِ لولاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صدقہ سے آپ کو دینی، دنیوی، ظاہری، باطنی عروج و ترقی عطا فرمائے اور شرِ حاسدین و ضرر اعداء دین سے محفوظ و مصئون فرمائے آمین۔ تقریباً دو ہفتہ سے زائد ہوا کہ آشوبِ چشم کا عارضہ تھا، اب آرام ہے۔ مدرسین و طلبہ خیریت سے ہیں۔ جامعہ رضویہ کا کام پہلے سے اچھے پیمانہ پر ہو رہا ہے۔ دورۂ حدیث شریف میں بھی امسال طلباء کا خوب ہجوم ہے۔ عزیزم مولانا عبدالقادر صاحب سلمہٗ خیریت سے اپنے وطن سے آ گئے ہیں۔ عزیزم مولانا معین الدین صاحب سلمہٗ دو تین ہفتہ کے لئے پرسوں یہاں سے کراچی کو روانہ ہوئے۔

رضوی جامع مسجد میں مٹی کی بھرتی ڈالنے کا سلسلہ اب ختم ہوا ہے۔ تقریباً ڈھائی ہزار بلکہ اس سے کچھ زائد صرف بھرتی میں خرچ ہوا۔ اور اب اس کے فرش کا سلسلہ شروع ہے۔ اس کا احاطہ محفوظ ہے۔ حضور سیدنا غوثِ اعظم، حضور سیدنا داتا صاحب، حضور سیدنا خواجہ غریب نواز رضی المولیٰ تعالیٰ عنہم کے صدقہ سے جو لوگ مسجد کے مخالف (تھے)۔ اب ان کے لوہے ٹھنڈے ہو گئے ہیں۔ اب یہ دعا کیجئے کہ وہ عالی شان مسجد بن جائے۔ دربار داتا میں اس دوشنبہ بتاریخ ۱۱ محرم الحرام کو حاضری کا ارادہ ہے۔ یہاں پر جمعہ مبارکہ کو یکم محرم الحرام تھی اور اتوار کو عاشورہ ہے۔ جن احباب نے آپ سے بیعت ہونے کی خواہش ظاہر کی ہے آپ ان کو سلسلہ عالیہ قادریہ رضویہ میں بخوشی بیعت کر سکتے ہیں۔ فقیر آپ کو اجازت دیتا ہے۔

گوجرانوالہ آنے کے متعلق بھی آپ نے تحریر کیا ہے۔ فقیر حاضر ہو جائے گا مگر جلسہ نہ ہونا چاہیے اور نہ ہی فقیر کی تقریر ہو۔ ایک دن کی گنجائش نکل سکتی ہے۔ ہو سکتا ہے کہ دربار داتا میں آپ سے ملاقات ہو جائے تو تاریخ کے متعلق اس وقت طے کر لینا یا بذریعۂ خط و کتابت، تبلیغ صرف تقریر سے نہیں ہوتی بغیر تقریر کے بھی تبلیغ و اشاعت ہو جاتی ہے۔ عزیز و احباب اہل سنت و عزیزانِ طریقت کو سلام۔ گھر میں سب خیر و عافیت ہے۔ عزیزم مولوی احسان الحق صاحب سلمہٗ کی منگنی اسی جگہ ہو گئی ہے ربیع الآخر شریف میں ان کی شادی کی تاریخ معین ہو گئی ہے۔

والسلام والدعا

فقیر ابوالفضل محمد سردار احمد غفرلہ

۶ محرم الحرام ۷۲ھ بروز چہار شنبہ

مندرجہ بالا مکتوب کی سطر سطر سے اپنے تلمیذِ ارشد کے لئے محبت و شفقت پھوٹ رہی ہے۔ نیز لائق توجہ بات یہ ہے کہ آپ اپنے تلامذہ کو گھر کا فرد خیال کرتے تھے اور یہ فرماتے تھے کہ "طلبہ میری برادری ہیں" یعنی جیسے اپنی برادری کی شادی و غمی اور دیگر امور کا اہتمام کیا جاتا ہے ویسے ہی آپ اپنے تلامذہ کی ملازمت، شادی، کاروبار اور دیگر امور کا خیال رکھتے تھے۔ آپ کے انہی اوصاف کا اظہار مندرجہ بالا خط سے ہو رہا ہے۔ (۱)

3: یہ مکتوب بھی حضرت علامہ الحاج ابوداؤد محمد صادق کے نام ہے۔

جس میں آپ کے مریدین کے لئے شجرہ میں شعر کا اضافہ خود حضرت محدثِ اعظم نے فرمایا۔ یہ خط آپ نے ۵ صفرالمظفر ۱۳۷۴ھ کو تحریر فرمایا۔ لکھتے ہیں:

"عزیزِ محترم، فاضلِ نوجوان، سلمہ الرحمٰن، سلام مسنون، دعواتِ صالحہ، خیر و عافیت، مولیٰ تعالیٰ آپ کو مخلوق کے لئے چشمۂ فیوض و برکات بنائے۔ آمین۔ ہفتہ کے روز دعوت کاٹن ملز میں تھی۔ تانگہ پر واپس آ رہا تھا تو شجرہ میں آپ کے متعلق شعر کے اضافہ کرنے کا خیال آیا تو ذہن میں یہ آیا:

زینتِ صدق و صفا سے کر مجھے آراستہ
مُرشدی صادق محمد با صفا کے واسطے

آپ کے مریدین اس شعر کو پڑھیں گے۔

والسلام والدعا

فقیر ابوالفضل محمد سردار احمد غفرلہٗ (۲)

(4)

مولیٰ تعالیٰ اعدائے دین پر مظفر و منصور رکھے۔ بحمدہٖ تعالیٰ شہر گوجرانوالہ آپ نے فتح کر لیا۔ اب مضافات میں بھی جگہ جگہ کامیابی حاصل ہو۔ آمین ☆ نیک فال ہے کہ آپ اخبار تیار کر رہے ہیں مولیٰ عزوجل قبولیت و فتح و نصرت عطا فرمائے آمین۔ گوجرانوالہ و گرد و نواح میں آپ کی برکت سے سنیت کا بہت چرچا ہے۔ اہل سنت کے جتنے اجلاس گوجرانوالہ میں ہو رہے ہیں فقیر کے خیال میں یہاں کسی شہر میں نہیں ہو رہے۔

فقیر ابوالفضل محمد سردار احمد غفرلہٗ (۳)

(5) مولانا موصوف کے ایک عزیز کے نام مکتوبِ گرامی میں فرمایا:

معلوم ہوا تھا کہ بعض عزیز و احباب مولانا حاجی محمد صادق صاحب سلمہ سے بیعت ہونا چاہتے ہیں۔ فقیر نے تو ان کو پہلے ہی اجازت دی تھی اور فقیر اب بھی ان کو علیٰ برکۃ اللہ و علیٰ برکۃ رسولہ ﷺ اجازت دیتا ہے کہ وہ ضرور بیعت کریں۔ اور سلسلہ عالیہ قادریہ رضویہ کی توسیع و اشاعت کریں۔ اور بحمدہٖ تعالیٰ و بطفیل حبیبہٖ علیہ الصلاۃ والسلام عزیزم مولانا سلمہ میں بیعت کرنے کی شرائط پائی جاتی ہیں مولانا عالمِ باعمل ہیں۔ ان کا سلسلہ حضور نبی پاک سے متصل ہے (ﷺ)۔ اگر مولانا جیسے نیکوکار، پرہیزگار، صوفی منش عالمِ دین بیعت سے ہاتھ روکیں گے تو مذہب کو نقصانِ عظیم پہنچے گا۔

فقیر ابوالفضل محمد سردار احمد (۴)

(6) مولانا سید وزارت رسول حامدی کے نام:

مولانا وزارت رسول حامدی، سلطان الواعظین مولانا سید ہدایت رسول قادری کے فرزند اور حضرت محدثِ اعظم کے برادرِ طریقت اور استاد بھائی تھے۔ حضرت محدثِ اعظم ان سے کتنی محبت فرماتے تھے وہ درج ذیل مکتوب سے ظاہر ہے۔ نیز جیسی بے تکلفی اور بے ساختگی اس مکتوب میں ہے شاید ایسی کسی اور مکتوب میں نہ ہو۔ لکھتے ہیں:

۷ رجب ۷۵ھ ۷۸۶/۹۲

محبِ محترم۔ زید لطفہٗ۔ سلام مسنون۔ دعواتِ صالحہ۔ خیر و عافیت۔ مزاجِ گرامی۔ کہاں تم اور کہاں ہم۔ آپ مشرقی پاکستان میں اور ہم مغربی پاکستان میں۔ کیا ہی اچھا ہو کہ "پاس" لے کر آ ؤ ملاقات ہوگی۔ حضرت حجۃ الاسلام قدس سرہ العزیز کی یاد تازہ ہوگی۔ ۱۶۔۱۷ شعبان بروز جمعرات، جمعہ مطابق ۲۹، ۳۰ مارچ سالانہ جلسہ دستارِ فضیلت ہے۔ آ ؤ اور جامعہ رضویہ اور اس کے جلسہ کے منظر کو دیکھو۔

پرسوں معلوم ہوا ہے کہ آپ کے عزیز محمد اسحٰق اور ان کی اہلیہ جو آپ کی بھانجی ہیں وہ لائل پور میں ہیں۔ چنانچہ فقیر نے محمد اسحاق صاحب کو یہاں بلایا۔ وہ آج مغرب کے بعد آئے۔ چائے یہاں پی، بنارس کی یاد تازہ ہوئی۔ احبابِ بنارس کی صورتیں خیال میں متصور ہوئیں۔ کل ان کے بچہ کا ختنہ ہے اور محفلِ میلاد ان کے یہاں ہے۔ تعجب ہے کہ وہ تین سال سے یہاں ہیں اور ان سے ملاقات نہ ہوسکی۔ ان سے معلوم ہوا کہ نسیم بنگال میں ہے اور نہال احمد پشاور میں ہے۔

اشتہار آپ کو بھیجا جاتا ہے۔ اسے ایسی جگہ چسپاں کردیں کہ اشاعت ہو جائے۔ آپ نے تو کبھی خط لکھا نہیں۔ دل میں آیا کہ سلام میں پیش قدمی ہم ہی کردیں۔ مولیٰ عزوجل آپ کو اور آپ کے بچوں کو خوش رکھے اور دین و ایمان پر قائم و دائم فرمائے اور برکت دے۔

والسلام والدعا

فقیر ابوالفضل محمد سردار احمد غفرلہٗ (۵)

(7) یہ مکتوب بھی مولانا موصوف ہی کے نام ہے جو ۱۴ جمادی الاولیٰ ۱۳۸۰ھ کو آپ نے تحریر فرمایا۔

۷۸۶/۹۲

محبِ محترم زید لطفہٗ۔

سلام مسنون۔ خیر و عافیت، مزاجِ گرامی، یاد آوری کا شکریہ، فقیر کی طبیعت ضعیف و علیل ہے، اس کے باوجود دونوں وقت خدمتِ تدریس دی جاتی ہے۔ نمازِ جمعہ میں امامت و خطابت کی خدمت بدستور انجام پاتی ہے۔ پنجگانہ نماز تقریباً باجماعت ادا کرتا ہے۔ دعاء صحت و عافیت کریں۔ ایک دفعہ تشریف لائیے اور اپنے جامعہ رضویہ کا منظر و مظہر دیکھئے اور باغ باغ ہو جائیے۔ اور عزیزان و احباب کو سلام و دعا۔ مولیٰ عزّ وجل آپ کو صحت و قوت و عافیت سے رکھے۔ باسلامت و باکرامت زندگی بسر کریں۔

والسلام والدعا آپ کا: محمد سردار احمد غفرلہٗ، خادم اہلسنت (۶)

(8) شارح بخاری علامہ غلام رسول رضوی کے نام:

۱۷ رمضان ۶۴ھ

عزیز محترم، محتشم فاضل نوجوان سلمہ الرحمٰن

ادعیہ صالحہ، دعواتِ زکیہ، سلام مسنون، خیر وعافیت

آپ کے والد محترم تشریف لائے، آپ کا مکتوب اور حل ہمراہ لائے۔ جسے دیکھ کر فرحت وسُرور حاصل ہوا۔ مولیٰ عزّ وجل آپ کی سعی جمیل اور کوششِ جمیل کو قبول فرمائے۔ آمین اور اس امرِ مہم کو پایۂ تکمیل تک پہنچائے۔ اگر ہو سکے تو آپ شرح میں اس امر کا التزام رکھیں کہ ہر مسئلہ پر کم از کم ایک دلیل آیتِ کریمہ یا حدیث شریف اور ایک دلیل عقلی تحریر کریں اور کنز کی شروح کثرت کے ساتھ ہیں۔ مختصر بھی اور مطول بھی۔ ان دیار میں اس زمانہ کی نزاکت دیکھتے ہوئے آپ کو چاہیے کہ فقہ حنفی کے عنوان سے رسائل عدیدہ تحریر کریں۔ اور ان رسائل میں مسائل احناف پر ادلّہ قائم کریں۔ اور غیر مقلدین کے مسائل کا ضعف دکھائیں۔ شیعہ وروافض کے ردّ میں قلم اٹھائیں۔ دیوبندیہ، وہابیہ کے مذہب باطل کے پرخچے اڑائیں۔ الغرض جیسا کہ شرح عقائد میں فرقِ ضالّہ معتزلہ، کرامیہ، خارجیہ وغیرھا کا ردّ کیا ہے۔ ایسے آپ اور باقی احباب اہلِ سنت کو چاہیے کہ فرق باطلہ حاضرہ کے ردّ میں خصوصیت سے قلم اٹھائیں۔

فقیر کا ارادہ تھا کہ آپ کم از کم چھ ماہ، آٹھ ماہ کے لئے بریلی شریف چلتے، اور وہاں مدّتِ مذکورہ تک قیام کرتے۔ کتاب الایمان و کتاب العلم، صرف بخاری شریف کا اگر مرضی ہوتی تو سن لیتے، یا کتب مختلفہ کا مطالعہ کرتے رہتے۔ اور سیدنا اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز کی تحریراتِ نقلیہ عقلیہ کا مشاہدہ کرتے۔ اور وہاں سے سند لے کر پنجاب آتے۔ اس صورت میں پنجاب میں مزید آپ کا اعزاز ہوتا۔ دین ودنیا کے فوائد اس میں مضمر ہیں۔ اور سب اہلِ سنت کے نزدیک آپ معزز اور ہر دلعزیز ہوتے آئندہ اختیار بید مختار۔ آپ کو یہ مشورہ صرف آپ کی ترقی، دینی، دنیوی اور ہمدردی کے لئے دیا جاتا ہے۔ فتدبر

فقیر سردار احمد غفرلہٗ (۷)

(9) مولانا محمد عنایت اللہ (امرتسر) کے نام:

عزیزم سلمہ، دعا، سلام مسنون، خیریت

آپ کو پرسوں پھر خط لکھا ہے، اس میں تفصیل کر دی تھی جس کا اجمال یہ ہے کہ ان میں سے تین چار روپے کی مٹھائی لے کر گیارہویں شریف کی فاتحہ دے کر خود اور اپنے طلبہ واحباب کو کھلا دینا۔ اور باقی پیسوں کا کرتہ، پاجامہ، فضلِ رسول کے لئے بنوا کر دینا۔ اور ٹھیک ۱۳ محرم کو بروز شنبہ صبح کے وقت فضلِ رسول کو بسم اللہ پڑھا دینا۔ دیال گڑھ جا کر یا عزیز کو امرتسر منگوا کر اپنے مدرسہ میں، آپ کو اختیار ہے۔

گیارہویں شریف کی فاتحہ مجلس بسم اللہ میں ہونی چاہیے۔۱۳ محرم کو عزیز کی عمر چار سال، چار ماہ، چار دن ہو گی اور اس عمر میں مجلسِ تعلیم بسم اللہ نہایت بابرکت ہے۔ اور اگر آپ کو فرصت نہ ہو تو مولوی مختار سلمہٗ کو کہلا بھیجیں یا مولوی سید امین الدین صاحب کو۔ ان کی خدمت میں بھی مضمونِ واحد ہے۔ اگر یہ دونوں عزیز مولانا صاحبان مجلس بسم اللہ میں شریک ہوں تو عین خوشی ہے۔(۸)

(10) مولانا نسیم جیلانی (نظام آباد، وزیر آباد) کے نام:

۲۹ جمادی الاخریٰ ۶۶ھ، بریلی شریف

عزیز محترم، فاضل نوجوان سلمہٗ

ادعیہ صالحہ، خیر و عافیت، سلام مسنون، گرامی نامہ کاشفِ حالات ہوا۔ مزاجِ گرامی، اب یہاں کی فضا اچھی ہے۔ اس جلسہ دستار بندی پر حضرت مولانا مولوی عبد الغفور صاحب کو خصوصیت سے بلانے کا ارادہ ہے۔ فقیر یہاں حاضر ہے۔ مولانا کی خدمت میں صرف آمد و رفت کا کرایہ ہی نہیں بلکہ کرایہ کے علاوہ نذر بھی کی جائے گی۔ کیا آپ کے خیال میں آتا ہے کہ فقیر مولانا ممدوح کو دعوت دے اور بغیر خدمت کیے فقیر ان کو روانہ کر دے۔ مولانا کا ایسا اعزاز ہوگا کہ مولانا خوش ہوں گے۔ آپ کے تبلیغ و اشاعتِ مذہبِ اہل سنت کرنے سے طبیعت نہایت خوش تھی۔ کیا اب بھی آپ سرگرمی سے شعبہ تبلیغ میں مصروف ہیں؟ شاباش غازی شاباش، تبلیغی خدمات انجام دیتے رہو۔ بہادر بنو، شیر بنو اور تبلیغ کے زور سے بد مذہب کا سر کچل دو۔ آپ کے سب احباب کو سلام

والسلام والدعا: فقیر محمد سردار احمد غفرلہٗ (۹)

(11) مولانا معین الدین شافعی کے نام تعزیت نامہ:

از جامعہ رضویہ مظہر اسلام جھنگ بازار لائل پور

۵، رجب المرجب ۷۲ھ

عزیز محترم فاضل نوجوان سلمہ الرحمٰن

سلام مسنون۔ دعواتِ صالحہ وافرہ۔ آپ کا لفافہ ملا۔ کاشفِ احوال ہوا۔ اس سے تو مسرت ہوئی کہ آپ اپنی والدہ ماجدہ کی خدمت میں حاضر ہوئے مگر یہ اطلاع پا کر نہایت ہی صدمہ ہوا کہ آپ کے برادرِ محترم عزیزم غلام حسین مرحوم اس دارِ فانی سے عالمِ جاودانی کو کوچ کر گئے۔ مولیٰ عزوجل مرحوم کی مغفرت فرمائے۔ اور آپ کو، آپ کی والدہ صاحبہ کو اور آپ کے عزیزوں کو صبر اور حصولِ اجر کی توفیق عطا فرمائے۔

اس دارِ فانی سے ہر ایک کو وقتِ معیّن پر کوچ کرنا ہے، صبر کے علاوہ کیا چارۂ کار ہے۔ مرضیٔ مولیٰ از ھمہ اولیٰ۔ کم از کم چہلم تک آپ روزانہ اور جمعہ کو خصوصیت سے اپنے والد صاحب مرحوم اور اپنے بھائی صاحب مرحوم کے مزار پر

حاضر ہوکر فاتحہ پڑھا کریں۔کل خواجہ غریب نواز،خواجۂ خواجگان،سلطان الہند قدس سرہ العزیز کی فاتحہ ہے۔اس میں قرآن خوانی ہوگی اور حضرت غریب نواز کے وسیلہ سے آپ کے والد حاجی میاں مرحوم اور آپ کے بھائی غلام حسین مرحوم کو ایصالِ ثواب کیا جائے گا۔چودھری مختار صاحب نے آپ کے بھائی مرحوم کا سن کر تعزیت لکھنے کے متعلق کہا۔اور مدرّسین وطلاب واحباب کو بھی سن کر صدمہ ہوا۔آپ کے بھائی کی خوش قسمتی کہ ان کو جمعہ مبارکہ کا دن نصیب ہوا۔

عزیزم محمد فضلِ رسول سلمہٗ کی والدہ دو ہفتوں سے علیل ہے۔علالت کا سلسلہ بڑھ گیا ہے۔چھوٹے چھوٹے بچے بچیاں روتے ہیں اور پریشانی کا باعث ہوتے ہیں۔صحت وعافیت کے لئے دعا کرو۔ایک خط جس میں کتابوں کے نام تھے،ملا ہوگا۔اس کے بعد ایک اور لکھا۔اب یہ تیسرا خط ہے،یہاں امن وسکون ہے۔کچھ احوال مثل سابق ہیں۔کیا ہی اچھا ہو کہ آپ بمبئی کے کتب خانوں کی مصری وہندی فہرستیں بھیجیں۔اجمیر شریف سے زائرین کے ذریعہ سے کتابیں منگوائی ہیں۔دعا کرو کہ کتابیں آجائیں۔عزیزم مولانا حامد فقیہ سلمہٗ اور آپ کے جملہ برادران،عزیز واقارب اور بمبئی میں جملہ احباب اہلِ سنت مولوی صاحبان وغیر مولوی صاحبان پُرسانِ حال کو سلام،بریلی شریف عریضہ خود لکھنا۔اجمیر شریف یا بریلی شریف حاضری کا ارادہ ہو تو ضرور تحریر کرنا۔جملہ مدرّسین وطلاب وچودھری صاحبان واحباب خیریت سے ہیں۔

والسلام والدعا:فقیر ابوالفضل غفرلہٗ (۱۰)

(12) یہ مکتوب بھی مولانا معین الدین شافعی کے ہی نام ہے:

جس میں ان کا سامان چوری ہونے پر افسوس کا اظہار کیا گیا ہے۔

فقیر ابوالفضل غفرلہٗ،۲۵ ربیع الآخر شریف (۱۳۷۳ھ) ۷۸۶/۹۲

عزیز محترم،فاضل محتشم،زید اخلاصہ،ادعیہ صالحہ،سلام مسنون،خیر وعافیت

کل جمعہ مبارکہ کو آپ کا خط ملا۔کاشف احوال ہوا۔سامان کے چوری ہونے اور نقصانِ عظیم ہونے کا سخت صدمہ ہوا۔آپ صبر کریں اور اطمینان رکھیں۔مولیٰ عزوجل کے فضل وکرم سے نعم البدل مقرر ہوجائے گا۔ایسے مواقع بھی پیش آجاتے ہیں۔آپ کو معلوم ہے کہ "ساروکی" مکان سے کتنا نقصان ہوا۔ان دنوں آپ فقیر کے ساتھ رہے۔ہزاروں کے نقصان،لاکھوں،کروڑوں اموال برباد ہوئے۔یہ دنیا اور دنیا کے اموال فانی ہیں۔ان اموال سے بظاہر تعلق رہے اور جو مال جائے اس کی پرواہ نہ کی جائے۔مال کیا چیز ہے،دین وایمان باقی ومحفوظ رہے،عقیدۂ صحیحہ دائم رہے۔حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم ہمارے عقیدہ میں خزائنِ الٰہیہ کے مختار ہیں،جو چاہیں،جتنا چاہیں،جب چاہیں،جس کو چاہیں باذنِ پروردگار عطا فرمائیں۔ایسے کریم،رؤف ورحیم،آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہوتے ہوئے گھبرانے کی کیا ضرورت ہے۔

کریم ایسا ملا کہ جس کے کھلے ہیں ہاتھ اور بھرے خزانے
پھر بتاؤ اے مفلسو تمہارا دل کیوں اضطراب میں ہے

خدا کرے کہ آپ خیریت سے بمبئی جائیں اور شاد شاد واپس آئیں۔ایک عسر کے ساتھ دو یسر ہیں۔اس حادثہ سرقہ سے مفہوم ہوتا ہے کہ آپ کو خصوصیات حاصل ہوں گی۔مولیٰ عزوجل اپنے حبیب کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صدقہ سے آپ کو دینی، دنیوی برکتوں، سعادتوں سے نوازے۔جملہ پرسانِ حال کی خدمت میں سلام مسنون۔

عزیزان کاظم، ناظم، طارق کو دعا۔عزیزم حاجی عبدالعزیز سلمہٗ اور ان کے صاحبزادوں سلمھم اور حاجی غلام رسول صاحب اور ان کے صاحبزادوں سلمھم کو سلام و دعا۔مولانا محسن صاحب، مفتی صاحب و قاری صاحب پرسانِ حال اہلِ سنت کو سلام و دعا۔ (۱۱)

(13) مولانا حافظ احسان الحق قادری کے نام:

از لائل پور۔۲صفر المظفر ۷۶ھ ۷۸۶

عزیز محترم، محتشم سلمہ۔ادعیہ صالحہ۔سلام مسنون۔خیر و عافیت

محبت نامہ ملا۔کاشف احوال ہوا۔اس کا افسوس ہوا کہ اہلِ سنت کو اپنے دوست اور دشمن کی خبر نہیں۔یہ دنیا فانی ہے، چندروزہ ہے۔ایسی دنیا فانی میں دل لگانے والے ہمیشہ ناحق باتوں کے کرنے کے عادی ہوتے ہیں۔دینی خدمات میں بہت رکاوٹیں پیش آتی ہیں۔مگر تحمل و استقامت سے کام لے کر مذہبِ حق اہلِ سنت و جماعت کی خدمت کرتے رہیں۔العطایا علی من البلایا۔

مولیٰ عزوجل آپ کو دین متین کی خدمت کی مزید توفیق عطا فرمائے اور مخلوق کو آپ سے دینی، روحانی، دنیوی منافع پہنچائے آمین۔مولانا محمد شریف صاحب و دیگر احباب و طلابِ اہلِ سنت کو سلام مسنون۔

والسلام والدعا: فقیر ابوالفضل غفرلہٗ (۱۲)

(14) مولانا ابوالفیض عبدالکریم ابدالوی کے نام:

عزیز محترم مولانا عبدالکریم صاحب سلمہٗ

ہدیہ سلام مسنون، خیر و عافیت۔آپ اس خط کے دیکھتے ہی تیاری کریں اور سرگودھا پہنچیں۔ایک مسجد میں آپ کو جمعہ پڑھانا ہے، خطیبانہ لباس پہن کر آئیں۔شیروانی، عمامہ، شانِ رسالت کے موضوع پر خوب تقریر کی تیاری کر کے آئیں۔ابھی نام لے کر رد کرنے کی ضرورت نہیں۔مسئلہ جو بیان ہو، مدلل ہو۔سرگودھا میں اب سنیوں کا چرچا ہو رہا ہے اور وہابیہ پریشان ہیں۔ان کے پاؤں اکھڑ چکے ہیں۔عزیز و احباب کو سلام

والسلام والدعا: خادمِ اہلِ سنت و جماعت فقیر ابوالفضل غفرلہٗ ۱۷جمادی الاولیٰ ۱۳۷۴ھ (۱۳)

(15) یہ مکتوب بھی مولانا موصوف ہی کے نام ہے۔

عزیز محترم، فاضل نوجوان، مولانا سلمہٗ　　　ادعیہ صالحہ، سلام مسنون، خیر وعافیت

آپ کا لفافہ بہت دنوں کے بعد ملا۔ کاشفِ کوائف ہوا۔ باعثِ خیریت وسرور ہوا۔ آپ کی درس کی مشغولیت اور خدمتِ تدریس سے بہت خوشی حاصل ہوئی۔ آپ نے لکھا ہے کہ شیعہ رافضی لوگوں نے بہت ستایا ہے تو ان لوگوں کے متعلق ان کی بے دینی کے ردّ اور مذہبِ اہلِ سنت و جماعت کی تبلیغ واشاعت کے لئے کمربستہ رہیں۔ حق کی فتح ہوتی ہے۔ مولیٰ عزّ وجل آپ کو فتح ونصرت عطا فرمائے۔

کسی گمراہ کی گمراہی کے ردّ کرنے کے لئے اس کی کتابوں کا ہونا ضروری ہے۔ شیعہ روافض کی ایک مشہور کتاب کافی کلینی ہے۔ جیسے ہمارے یہاں بخاری شریف ہے۔ ان کے یہاں ویسی ہی کافی کلینی ہے۔ یہ کتاب لکھنؤ مطبع نولکشور یا لاہور کشمیری بازار کے کتب خانوں سے غالبًا ملتی ہے۔ ہوسکتا ہے کہ شہر سرگودھا میں بھی مل جائے۔ یہ کتاب اگر آپ کے پاس ہو تو پھر شیعہ رافضی آپ کو نہ ستائیں گے۔ اگر ہوسکے تو قصبہ بھیرہ ضلع سرگودھا سے رسالہ شمس الاسلام کے چند پرچے منگوالیں۔ بلکہ بہتر یہ ہے کہ حضرت مولانا نور بخش توکلی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب مستطاب تحفۂ شیعہ ہر دو جلد لاہور حزب الاحناف یا نوری کتب خانہ داتا دربار قدس سرہ العزیز سے مل سکتی ہے۔ بڑی اچھی کتاب ہے۔ جامعہ رضویہ کے کوائف بہت اچھے ہیں۔ دورۂ حدیث شریف کے طلبہ بھی سب سالوں سے زیادہ ہیں۔ اور ابھی شروع سال ہے۔ طلبہ کی آمد ہے۔

والسلام والدعا　فقیر ابوالفضل غفرلہٗ　　(۱۴)

(16) مولانا قاضی مظفر اقبال رضوی کے نام:

(مولانا موصوف ابتدائی تعلیم کے دوران جامعہ رضویہ چھوڑ کر حزب الاحناف لاہور چلے گئے تھے، وہاں سے ایک خط کے ذریعے اپنی ندامت کا اظہار کیا، جواباً حضرت محدثِ اعظم نے یوں تسلی دی)

یکم محرم الحرام ۷۵ھ، جامعہ رضویہ مظہر اسلام جھنگ بازار لائل پور

عزیز محترم فاضلِ نوجوان سلمہ

دعواتِ صالحہ، سلام مسنون، خیر وعافیت، عرصہ ہوا آپ کا خط آیا تھا۔ کاشفِ احوال ہوا۔ فقیر آپ سے ناراض نہیں، آپ عالمِ باعمل بنیں، فاضل بنیں، شریعت کی پابندی اور خدمتِ دین کا جذبہ رکھیں۔ وہاں، یہاں کہیں پڑھیں اور اہل سنت سے پڑھیں۔ آپ آئندہ سال جب چاہیں یہاں آسکتے ہیں۔ حزب الاحناف بھی اپنا دار العلوم ہے۔ اس میں تعلیم پانا گویا یہاں تعلیم پانا ہے۔ اپنے والد صاحب سے سلام عرض کریں۔

والسلام والدعا۔ ابوالفضل محمد سردار احمد غفرلہ　(۱۵)

(17) مکتوبِ مدینہ:

درج ذیل مکتوب حضرت محدثِ اعظم نے دوسرے حج کے موقع پر مدینہ منوّرہ سے حافظ محمد شفیع رضوی صدر انجمن فدایان رسول کو تحریر فرمایا۔ دیکھئے مکتوب کے ایک ایک لفظ سے محبتِ مدینہ اور عشقِ سرکارِ مدینہ علیہ التحیۃ والثنا ء کا اظہار ہورہا ہے:

"دونوں جہاں کے بادشاہ دولہا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دربار میں حاضری ہے۔ انہی کی نظرِ کرم سے یہ سگ اس درِ عالی تک پہنچا ہے۔ آقا و مولیٰ کا درمل جائے تو اور کیا چاہیے۔ یہاں تو رحمت ہی رحمت، جنت ہی جنت، برکت ہی برکت ہے۔ لائل پور سے کراچی، وہاں سے جدّہ، وہاں سے مدینہ منوّرہ تک آرام ملا۔ صحت بہت اچھی ہے۔ گرمی اگرچہ ہے۔ مگر رحمۃ للعٰلمین کے سایہ میں ہیں۔ جمعہ مبارکہ کو یہاں سے مکہ معظمہ روانگی کا ارادہ ہے۔ تیس کا چاند ہوا ہے۔ آج کیم ہے۔ اگر حکومت نے تاریخ نہ بدلی تو بدھ کا حج ہے۔ آپ کا لفافہ مع اشتہار ملا۔ جن جن کے آپ نے اس میں نام تحریر کیے۔ آپ کا روزانہ سب کا سلام دربارِ رسالت میں عرض کیا۔ اور سب کے واسطے زیارتِ حرمین وسعادت دارین دین وایمان، کاروبار میں ترقی کے لئے دعا کی۔

چودھری محمد حسین کا لفافہ ملا...... جس میں عبدالمجید کا بھی ذکر تھا اور سب کے لئے بھی دعا کی۔ اوران کا سلام عرض کیا۔ انجمن کے سب نوجوانوں کے لئے دینی ودنیاوی مقاصد کے لئے دعائیں کی ہیں۔ سب عزیزوں پرسانِ حال کو سلام کہہ دیں۔ آپ کے والد کی مغفرت کے لئے بھی دعا کی ہے۔ اور آپ کے کاروبار کے لئے بھی ...... محبی جناب محمد حسین غازی صاحب سے سلام کہہ دینا۔ ان کے واسطے بھی دعا کی ہے۔ اوران کا سلام عرض کیا ہے۔ یہاں سے آنے کو دل نہیں چاہتا، موت یہاں آئے تو کیا کہنا ز ہے نصیب۔ مگر ہمارا دل ہی کیا ہے اور ہمارا چاہنا کیا ہے، چاہنا تو محبوب خداعزّ وجل کا ہے۔ ان کے چاہے کو، ان کی رضا کو ربّ تعالیٰ چاہتا ہے۔ ان کی مرضی خدا کی مرضی۔ اگر فقیر پر ہو تو فقیر واپس کبھی نہ آئے۔ مگر ہوگا وہی جو دونوں جہاں کے دولہا چاہیں گے۔ فقیر آیا تو آتے ہی بیان نہیں کرے گا۔ اس دن کسی اور کا بیان زیادہ مناسب ہے۔ آپ احباب جس عالم کی تجویز کریں ٹھیک ہے۔ والسلام والدعا

آپ احباب دعا کریں کہ زیارتِ مقبول و حج مبرور نصیب ہو۔ فقیر آپ سب کے لئے دعا کرتا ہے۔

والسلام والدعا: فقیر ابوالفضل محمد سردار احمد غفرلہٗ (۱۶)

(18) جناب عبدالرشید اسٹیشن ماسٹر ولہار کے نام:

از جامعہ رضویہ مظہر اسلام جھنگ بازار لائل پور ۷۸۶ ۳ جمادی الاولیٰ ۱۳۷۵ھ

عزیز محترم سلمہٗ، سلام مسنون، دعواتِ صالحہ، خیر و عافیت

لفافہ ملے چند روز ہوئے، کاشفِ احوال ہوا۔ آپ محنت کر رہے ہیں اس سے فرحت وسرور ہوا۔ دعا ہے کہ مولیٰ

عزوجل آپ کو کامیابی عطا فرمائے۔اور ذوق وشوق سے پڑھنے ،محنت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔نماز بھی پابندی سے پڑھیں۔دل کی صفائی کے لئے یہ وظیفہ پڑھیں لَااِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ الْمَلِکُ الْحَقُّ الْمُبِیْن روزانہ ایک تسبیح پڑھ لیں۔آدھی تسبیح صبح کو اور آدھی تسبیح شام کو۔اس میں آپ کو سہولت ہوگی اور چاہیں تو صبح کو تسبیح پڑھ لیں یا شام کو پوری تسبیح پڑھ لیں۔

والسلام والدعا

فقیر ابوالفضل محمد سردار احمد غفرلہٗ (۱۷)

(19) یہ مکتوب بھی ماسٹر صاحب ہی کے نام ہے جو حضرت محدثِ اعظم نے ۳ ربیع الاوّل شریف ۱۳۷۷ھ کو تحریر کروایا

عزیز محترم سلمہٗ ،سلام مسنون ،خیر و عافیت ،دعواتِ صالحہ

آج آپ کا لفافہ ملا۔کاشفِ احوال ہوا۔اس سے پہلے بھی آپ کا محبت نامہ ملا تھا۔احباب کی ڈاک کثرت سے جمع ہے۔اچھا خاصا ڈھیر لگا ہے۔ڈیڑھ مہینہ سے طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔بخار آیا جب سے کمزوری اور زیادہ ہوگئی۔خدا کے فضل سے بخار جاتا رہا مگر اس کا اثر ابھی تک ہے۔صحت وقوت کے لئے دعا کرو اور یہ وظیفہ روزانہ گیارہ مرتبہ اوّل آخر تین تین مرتبہ درود شریف پڑھ لیا کرو۔اس وظیفہ کا وقت معین نہیں۔جب چاہو پڑھ لو۔

یَا اللّٰہُ یَا رَحْمٰنُ یَا رَحِیْم دِلِ مَا رَا کُنْ مُسْتَقِیْم بِحَقِّ اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْن.

اس وظیفہ سے دل کی کیفیت ٹھیک رہے گی اور نمازِ عصر کے بعد دس مرتبہ قل ھواللہ شریف اور نماز فجر کے بعد دس مرتبہ قل ھواللہ شریف اول آخر تین تین مرتبہ درود شریف پڑھ لینا۔اس کی برکت سے گناہوں سے حفاظت رہتی ہے۔دعا ہے کہ مولیٰ عزوجل آپ کے دین وایمان میں ،علم نافع وعملِ صالح میں ،روزی کاروبار میں برکت عطا فرمائے اور گناہوں سے محفوظ فرمائے۔آمین

والسلام والدعا۔

فقیر ابوالفضل محمد سردار احمد غفرلہٗ خادمِ اہل سنت وجماعت لائل پور (۱۸)

(20) صوفی مختار احمد صاحب کے نام:

عزیزم مختار احمد صاحب سلمہ ،سلام مسنون ،دعواتِ صالحہ ،خیر و عافیت

لفافہ ملا ،کاشفِ احوال ہوا۔آپ کی کامیابی سے فرحت وسرور ہوا۔فقیر اس جلسہ میں حاضر ہوتا ،مگر چند روز پہلے معلوم ہوا کہ جلسہ کرانے والے پیر و مرید سجدہ کرتے ہیں۔یعنی مریدین اپنے پیر کو سجدہ کرتے ہیں۔اور پیر اپنے کو سجدۂ تعظیمی کرواتا ہے۔اس پر خوش ہے۔فقیر نے جلسہ سے چند روز پہلے ان کو لکھ دیا کہ چونکہ آپ اور آپ کے مریدین سجدۂ تعظیمی کراتے ہیں ،کرتے ہیں ،شرعاً یہ ناجائز ہے۔لہٰذا فقیر حاضری سے معذور ہے۔پھر وہاں سے کوئی جواب نہ آیا۔اور نہ وہاں فقیر گیا۔بے شرع پیر کی حالت نہایت خراب ہے۔مولیٰ عزّ وجل ہدایت فرمائے آمین اور سب کو شریعت کی

پابندی کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

۲۸ رجب بروز ہفتہ گڑھی شاہو لاہور کے احباب وعدہ لے گئے ہیں۔ لہٰذا اس تاریخ کو فقیر حاضر ہوگا۔ نمازِ عشاء کے بعد جلسہ ہے۔ محلّہ کے اندر جلسہ ہے۔ فقیر کی طبیعت ٹھیک ہوئی تو کچھ بیان کرے گا۔

والسلام والدعا: فقیر ابوالفضل محمد سردار احمد غفرلہ خادم اہل سنت و جماعت لائل پور

(21) مولانا حافظ فضل احمد قادری رضوی کے نام:

عزیز محترم فاضل نوجوان سلمہ، سلام مسنون، دعوات صالحہ، خیر و عافیت

لفافہ ملا، باعث فرحت و سرور ہوا۔ مولیٰ عزوجل آپ کو مظفر و منصور رکھے، منھم سے ایک شخص کا توبہ کرنا مبارک ہو، خدا کرے کہ حافظ نور عبداللہ سلمہٗ کا دل لگ جائے اور لوگ اس سے مانوس ہوں۔ گیارہویں شریف پر ذکر لا الـٰہ الا اللہ ایک تسبیح پھر ایک دفعہ لاالـٰہ الا اللّٰہ محمدرسول اللہ ، یا رحمٰن یا رحیم ، پھر یا حنّان یا کریم ، پھر یا منّان یا حلیم پھر یا سُبحان یا عظیم پھر یا دیّان یا علیم پھر یا رؤف یا رحیم پھر یا حیُّ یا قیُّوم پھر یا ستّار یا غفّار ہر ایک کو تینتیس تینتیس مرتبہ۔ گیارہویں شریف کی فاتحہ ماہ بماہ ہوتی رہے۔ باعثِ فیوض و برکات ہے۔ فقیر آپ کو اجازت دیتا ہے کہ آپ اعلیٰ حضرت، عظیم البرکت قدس سرہ کا شجرہ شریف کسی سے پڑھا دیا کریں یا خود پڑھ لیں۔

عزیز و طلاب و احباب و حافظ صاحب کو سلام و دعا، والدعا فقیر ابوالفضل غفرلہٗ ۳۰ ذی قعدہ ۷۹ھ

(22) یہ مکتوب بھی مولانا موصوف ہی کے نام ہے۔

جس میں حضرت محدثِ اعظم نے انہیں ان کے صاحبزادے کی ولادت پر مبارک اور دعائیں دی ہیں۔

جامعہ رضویہ مظہر اسلام، جھنگ بازار، لائل پور چہار شنبہ ۲۲ محرم، ۸۰ھ

عزیز محترم، فاضلِ نوجوان سلمہ! سلام مسنون، دعواتِ صالحہ، خیر و عافیت

آج مسرت نامہ ملا، مولود مسعود سلمہ کی آمد مبارک ہو، عزیز مذکور سلمہ کو مولیٰ عزوجل سعید فی الدارین فرمائے اور عمر میں برکت عطا فرمائے۔ اور علومِ نافعہ اعمالِ صالحہ سے مزین فرمائے۔ آپ نے غایت مسرت میں خط تحریر کیا۔ اپنا نام تک نہ لکھا، نہ مقام نہ پتہ در کنار خط کا طرز دیکھ کر اور مہر پر خوشاب پڑھ کر معلوم ہوا کہ آں عزیز سلمہ کا محبت نامہ ہے۔

عزیز سلمہ کا نام محمد فضل رسول سلمہٗ مناسب ہے، اصل نام محمد اور پکارنے کے لئے فضلِ رسول سلمہ، آپ کو اور آپ کے والد صاحب کو، آپ کے گھر میں اور عزیزوں کو مبارک ہو۔ فقیر ابوالفضل غفرلہٗ (۲۱)

(23) جناب شرف دین کے نام:

جناب شرف دین صاحب، مولانا علی احمد سندیلوی کے والد ہیں، ۱۹ رجب ۱۳۷۸ھ کو سالانہ جلسہ دستارِ

فضیلت کی دعوت دیتے ہوئے انہیں حضرت محدثِ اعظم نے تحریر فرمایا:

عزیزم جناب شرف دین صاحب سلمہ، سلام مسنون، خیر و عافیت، دعائیں

آپ کا لفافہ ملا، کاشفِ احوال ہوا۔ اس سے بہت خوشی ہوئی کہ آپ کا لڑکا علی احمد سلمہ پڑھنے کا شوق رکھتا ہے۔ مولیٰ عزّ وجل اس کو اور شوق عطا فرمائے آمین۔ اب سال کا اختتام ہے۔ جلسہ کے بعد چھٹیاں ہوں گی۔ لہٰذا رمضان شریف کے بعد عید الفطر کے ایک ہفتہ بعد دار العلوم میں داخلہ شروع ہوگا، اس وقت ان کو داخل کرالیں، ابتدائی تعلیم کے لئے دوسرے مدرسۂ اہل سنت میں انتظام کرادیں گے اور جب شرح ملا جامی پڑھے گا تو یہاں داخل کرلیں گے۔

۱۷ شعبان کو یہاں جلسہ ہے۔ آپ اور آپ کے صاحبزادہ علی احمد سلمہٗ یہاں آئیں اور جلسہ دستارِ فضیلت دیکھ جائیں اس سے علمِ دین کا ذوق وشوق ترقی کرے گا۔

والسلام والدعا

فقیر ابو الفضل محمد سردار احمد غفرلہٗ خادم اہل سنت و جماعت لائلپور (۲۲)

(24) الحاج رشید احمد چغتائی کے نام:

الحاج رشید احمد چغتائی قادری رضوی رحمۃ اللہ علیہ کئی مساجد اور مدارس کے بانی، وسیع المطالعہ اور نہایت متحرک شخصیت تھے۔ محکمہ انہار واپڈا میں سینئر انجینئر اور ڈی۔ ایس۔ او میں ڈپٹی ڈائریکٹر کے عہدوں پر فائز رہے۔ محکمہ جاتی دوروں میں جہاں جاتے مسلکِ اہل سنت کی خوب ترویج واشاعت کرتے۔

بیعت کے لئے حضرت محدثِ اعظم کی خدمت میں حاضر ہوئے لیکن انہوں نے حضرت مولانا الحاج ابوداؤد محمد صادق سے مرید ہونے کا حکم دیا۔ احقر راقم الحروف کو ان کا فرزند ہونے کا شرف حاصل ہے۔ ان کے نام حضرت محدثِ اعظم کے دو مکتوبات یادگار ہیں۔ لیجئے ملاحظہ فرمائیے:

از جامعہ رضویہ مظہر اسلام، جھنگ بازار لائل پور ۷۸۶/۹۲ ۹ رجب ۷۴ھ

عزیز محترم سلمہٗ دعوات صالحہ

سلام مسنون۔ خیر و عافیت۔ آپ کا لفافہ ملا۔ متعدد روز ہوئے۔ کاشفِ احوال ہوا۔ نماز پابندی سے ادا کیا کرو۔ شریعتِ مطہرہ کی پابندی لازمی ہے۔ شرع مطہر میں ایک مشت داڑھی رکھنا ضروری ہے۔ عجیب زمانہ ہے۔ مسلمان نماز پڑھے تو بے دین لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ یہ نماز کیسے پڑھ رہا ہے۔ مسلمان شریعت کے مطابق داڑھی رکھے تو دین سے آزاد لوگ مذاق اڑاتے ہیں آپ ان باتوں کی ہرگز پرواہ نہ کریں۔

نماز پڑھنا مسلمان پر اہم ترین فرض ہے۔ رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صورت پاک وسیرت پاک کے مطابق اپنی صورت وسیرت کو بنانا عین سعادت ہے۔ پانچوں وقت نماز میں نمازی اللہ سے دعا کرتا ہے۔ اھدنا الصراط

المستقیم ۔اے اللہ مجھ کو صراطِ مستقیم (پر) قائم ودائم رکھ۔لہٰذا بندے کی استقامت اور شریعت کی پابندی ایک عجیب نعمت ودولت ہے۔دین سے آزاد لوگ اس کی حلاوت اور اس کے ذائقہ سے بے بہرہ ہیں۔آپ احکامِ شرعیہ پر چلیں اور لوگوں کے قیل وقال کی پرواہ نہ کریں۔دنیا چند روزہ ہے فانی ہے۔ایمان اور عملِ صالح باقی دولت ہے۔

ملکوال اور بھیرہ کے احبابِ اہلسنت نے بہت کوشش کی کہ فقیر ان کے اجلاس میں حاضر ہو مگر چند مجبوریوں کی وجہ سے وہاں حاضر نہ ہوسکا۔قصبہ ایمن آباد ضلع گوجرانوالہ سے دعوت آئی،نہ جاسکا۔کل عزیزم مولانا مولوی محمد صادق صاحب سلمہ کا خط دعوت کے سلسلہ میں آیا مگر وہاں بھی ابھی جانے کا خیال نہیں ہے۔کام زیادہ ہے فرصت کم ملتی ہے۔

والسلام والدعا:فقیر ابوالفضل محمد سردار احمد غفرلہٗ (۲۴)

(25) یہ مکتوب بھی جناب رشید احمد چغتائی کے نام ہے جو حضرت محدثِ اعظم نے ۲۶ ذیقعدہ ۱۳۷۷ھ کو تحریر فرمایا:

۷۸۶/۹۲

عزیز محترم سلمہٗ ۔سلام مسنون۔دعواتِ صالحہ۔خیر وعافیت۔آپ کا لفافہ سکھر سے واپسی پر ملا۔کاشفِ احوال ہوا۔فقیر نے کبھی بھی یہ بیان نہیں کیا کہ "صاحبزادہ صاحب سیالوی نے "حسو بلیل" کے شیعوں کے متعلق جلد بازی کی ہے،کفر کا فتویٰ دیا ہے۔صاحبزادہ کو ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا،نہ جمعہ میں بیان کیا،نہ کسی جلسہ میں،نہ کسی نشست میں۔کذب بیانی کا ستیاناس ہو۔جھوٹ کا بیڑا ہی غرق ہو۔صداقت وعدالت کا دورہ ہو۔یہ جھوٹے پروپیگنڈی ہیں جو یہ غلط بیانی کرتے ہیں۔ان کا منشاء تخریب ہے۔بے دین الگ شور مچارہے ہیں۔حاسدین علیحدہ شرارے اٹھاتے ہیں۔

اک طرف اعدائے دیں اک طرف ہیں حاسدین
بندہ ہے تنہا شہا تم پہ کروروں درود

میانوالی ضلع سے وہابیت بستر سمیٹ رہی ہے۔شاید اس لئے غلط بیانی ہورہی ہے۔امامِ اہل سنت مجدد دین وملت قدس سرہ کا شیعہ وروافضِ زمانہ کے متعلق کفر کا فتویٰ ہے۔ردالرفضہ میں ہے فقیر اس کے مطابق فتویٰ دیتا ہے۔

آج چاند کی ۲۹ ہے۔اطلاع دیں کہ وہاں یکم ذوالحجہ کس دن ہے؟ عزیزم مولانا علامہ فخر الدین صاحب و احباب اہل سنت پرسان حال کو سلام ودعا۔

فقیر ابوالفضل غفرلہ،جامعہ رضویہ مظہر اسلام،لائل پور

(26) جناب حفیظ تائب کے نام:

معروف نعت گو شاعر جناب حفیظ تائب نے اعلیٰ حضرت امام اہلسنت مولانا شاہ احمد رضا خاں فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق چند باتیں دریافت کیں۔

حضرت محدثِ اعظم نے نہ صرف انہیں جواب دیا بلکہ نعت شریف سے ان کی محبت کی تعریف اور حوصلہ افزائی فرمائی۔

۹۲ /۷۸۶

مظہر اسلام جامعہ رضویہ اہل سنت و جماعت　　　　شاہی مسجد جھنگ بازار لائل پور

عزیز محترم جناب حفیظ صاحب سلمہٗ

سلام مسنون۔ خیر و عافیت۔ بہت عرصہ کے بعد بذریعہ خط آپ سے نصف ملاقات ہوئی۔ آپ کا جوابی ملفوف ملا۔ جس سے نہایت ہی مسرّت ہوئی۔ الحمد للہ کہ دنیا میں ایسے نوجوان بھی ہیں جو دنیوی تعلیم اعلیٰ ڈگری حاصل کرنے کے باوجود جذبۂ نعت پاک رکھتے ہیں۔ آپ کے اس خط سے فقیر کو نہایت ہی مسرت حاصل ہوئی۔ اعلیٰ حضرت، عظیم البرکت بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق جن تفصیلات کو آپ نے دریافت کیا ہے۔ ایک مختصر رسالہ میں وہ تفصیلات قدرے اجمال سے درج ہیں۔ اور آپ کی سب باتوں کا جواب اس میں ہے۔ اس رسالہ کا نام "وصایا شریف" ہے۔ یہ رسالہ جلیلہ یہاں پر ہوتا تو آپ کو بھیج دیتا مگر یہاں نہیں۔ لہٰذا آپ دفتر مرکزی حزب الاحناف اندرون دہلی دروازہ تشریف لے جائیں۔ اور حضرت فیض درجت مولانا ابوالبرکات سید احمد شاہ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوں۔ ان کے کتب خانہ میں یہ رسالہ ضرور ملے گا۔ اعلیٰ حضرت عظیم البرکت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا عرس مبارک بتاریخ ۲۴،۲۵ صفر المظفر بمطابق ۲۵،۲۶ نومبر بروز اتوار، پیر یہاں پر منعقد ہوگا۔ جس میں مختلف اضلاع سے احباب تشریف لائیں گے۔ کیا ہی اچھا ہو کہ آپ و آپ کے والد محترم اس عرس مبارک میں تشریف لائیں۔

والسلام والدعا:　فقیر ابوالفضل محمد سردار احمد غفرلہٗ

۱۹ صفر المظفر ۱۳۷۱ھ　　(۲۶)

(27) مولانا علامہ محمد حسن علی رضوی کے نام:

مولانا علامہ محمد حسن علی رضوی بیسیوں کتب کے مصنف، ردّ بدمذہبیت کے ماہر، حضرت محدثِ اعظم کے عاشقِ صادق اور ان کے مرید و خلیفہ ہیں۔ حضرت صاحب کے ان کے نام کثیر تعداد میں مکتوبات ہیں۔ ہم ان کے شکریہ کے ساتھ چودہ غیر مطبوعہ مکتوبات یہاں پیش کر رہے ہیں:

از جامعہ رضویہ مظہر اسلام، جھنگ بازار، لائل پور　　۹۲/۷۸۶　　۱۲ رجب ۱۳۷۳ھ

مکرم و محترم زید لطفہٗ

ہدیہ سلام مسنون، خیر و عافیت۔ دعواتِ صالحہ۔ آپ کا لفافہ ابھی ملا اور اسی وقت جواب تحریر کر کے ارسال خدمت کیا جاتا ہے۔ مولیٰ عزّ و جل آپ کو، ہم کو، سب مسلمانوں کو اہلسنت و جماعت کے مذہب مہذب پر قائم رکھے۔ آپ نے مولوی عطاء اللہ بخاری کے متعلق پوچھا کہ وہ دیوبندی وہابی ہے یا سنی ہے تو اس کے متعلق اجمالاً یہ ہے کہ

مولوی عطاء اللہ بخاری دیوبندی وہابی ہے۔ ہرگز ہرگز اہلسنت و جماعت نہیں علانیہ جلسوں میں دیوبندی مولویوں کے متعلق اپنے عقیدے کا اظہار کیا کرتا ہے۔ مگر جلسہ میں سُنی زیادہ ہوں تو تقیہ بازی سے پیروں کی، بزرگوں کی تعریفیں بھی کر دیتا ہے۔ اس کی روش ایسی ہے کہ عُرسوں میں بھی چلا جاتا ہے۔ اور بزرگوں کی کرامتیں بیان کر کے اپنا سنی ہونا ظاہر کرتا ہے بھی بزرگوں کا نام لے کر رو بھی دیتا ہے۔ سکھوں اور ہندوؤں کے ساتھ اس کی زندگی گزری ہے۔ پیسے کا بندہ ہے اسے، پیسے دے کر جو کوئی چاہے کہلا سکتا ہے۔ عام لوگ اسے سمجھتے ہیں کہ اہلسنت ہے مگر تحقیق یہ ہے کہ وہ دیوبندی وہابی ہے۔ دیوبندی وہابی بھی کئی قسم کے ہیں بعض دیوبندی کھلم کھلا وہابی مذہب بیان کرتے ہیں اور بعض دیوبندی مجمع عام میں تو اہلسنت کے مطابق بیان کرتے ہیں مگر اپنے مجمع میں وہابیت کا چرچا کرتے ہیں۔ اور بعض دیوبندی وہابی ایسے ہیں کہ جیسے لوگوں کا رخ دیکھا، جیسی فضا دیکھی، ویسے کہہ دیتے ہیں۔ اہلسنت نے کئی جگہ دیوبندیوں کی گرفت کی کہ تمہارا مذہب اسماعیل دہلوی کی "تقویۃ الایمان" ہے تو دیوبندی مبہوت ہو جاتے ہیں، پریشان ہو جاتے ہیں۔ مگر عطاء اللہ بخاری ایسا چالاک دیوبندی ہے کہ جواب سے عاجز ہو کر کہہ دیا کرتا ہے کہ "تقویۃ الایمان" اسماعیل دہلوی کی کتاب ہی نہیں، تو دیوبندی مولوی اس وقت کہہ دیتے ہیں کہ عطاء اللہ بخاری جاہل ہے، یہ کیا جانے۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ امرتسر میں جب اہلسنت اور دیوبندیوں میں علمِ غیب کے متعلق اختلاف ہوا تو عطاء اللہ بخاری نے دیوبندیوں وہابیوں کا ساتھ دیا۔ ہمارے نزدیک مولوی عطاء اللہ بخاری کے دیوبندی وہابی ہونے میں کوئی شک نہیں۔ ہاں گرگٹ کی طرح رنگ بدلتا رہتا ہے کبھی کچھ اور کبھی کچھ۔ تھالی کے بینگن کی طرح کبھی ادھر پلٹتا ہے کبھی ادھر پلٹتا ہے۔ ہمارے سینکڑوں عوام احبابِ اہلسنت اس کو غلطی سے سُنّی سمجھتے ہیں بلکہ کئی پیر صاحبان بھی اس غلطی میں مبتلا ہیں۔ آپ کے خط کا جواب ذمہ دارانہ حیثیت سے دیا ہے۔ یہ کوئی کچی بات نہیں لکھی۔ ملتان شریف میں حضرت، علامہ مولانا سید احمد سعید صاحب کاظمی سے اس کے متعلق زیادہ تفتیش کر سکتے ہیں۔ حضرت مولانا کا پتہ یہ ہے: "شہر ملتان شریف، کچہری روڈ، مدرسہ انوار العلوم" احبابِ اہلِ سنت و جماعت پُرسانِ حال کو سلام:

والسلام والدعا فقیر ابوالفضل محمد سردار احمد غفرلہٗ

(28)

از جامعہ رضویہ جھنگ بازار، لائل پور   ۸۶/۹۲ء   ۱۶ ذی الحجہ ۷۴ھ

محبِّ محترم زید لطفہٗ   سلام مسنون

خیر و عافیت۔ مزاجِ گرامی۔ لفافہ ملا۔ کاشفِ احوال ہوا۔ رسالہ "ماہِ طیبہ" بھی اہل سنت کا پرچہ ہے۔ کوٹلی لوہاراں ضلع سیالکوٹ سے نکلتا ہے۔ بہت احباب کا اصرار ہے کہ ایک ماہانہ رسالہ نکالو۔ آپ بھی یہی فرما رہے ہیں۔ کام بہت زیادہ ہے۔ فرصت بہت کم ملتی ہے۔ رسالہ جاری کرنے کے لئے فرصت چاہیے۔ آدمی اتنا کام کرے جتنا سہولت

سے سنبھال لے۔ ارادہ ہے کہ رسالہ جاری کیا جائے۔ دیکھئے یہ کب مقدر ہے۔ مسلم بی اے کے متعلق فقیر کے علم میں جو تھا، لکھ دیا۔ اس سے زیادہ معلوم نہیں کیا لکھا جائے۔ آج کل تو عجیب معاملہ ہے۔ شیعہ رافضی بھی اہلسنت کے مذہبی اسٹیج پر تقریر کر جاتے ہیں بلکہ حنفی نما مولوی تو ان کا بڑا اعزاز کرتے ہیں، بھائی بھائی کہہ کر پکارتے ہیں۔ خندہ پیشانی سے ان سے ملتے ہیں۔ اکٹھے کھاتے ہیں، ہمارے نزدیک ایسے مولوی بڑے بے حیا، بے شرم ہیں۔ جو شخص حضرت صدیق اکبر، حضرت عمر فاروق اعظم کے ایمان تک کا قائل نہ ہو۔ ان کی شان میں گالیاں دے اور یہ حنفی سنی بننے والا اس کی تعظیم کرے۔ لوگوں کے دل میں اس کا وقار بٹھائے۔ تُف ایسی بے دینی پر۔ فقیر کے بعض رسائل جو چھپے تھے وہ یو۔ پی میں ختم ہو گئے، یہاں دوبارہ نہ چھپے۔ مودودی کے ردّ میں دیوبندیوں نے جو کتاب لاہور میں لکھی ہے آپ چاہیں تو ضرور بھیج دیں۔ کئی مہینوں سے دیوبندی اور مودودی آپس میں لڑ رہے ہیں اور اخبار میں متواتر مضمون آ رہے ہیں۔ ان دونوں کا مذہب ایک ہی قسم کا ہے۔ دونوں شیر و شکر رہے ہے۔ اب دیوبندی سیاست کو مودودی سیاست سے ٹھیس لگی ہے۔ ورنہ مذہب کی خاطر دیوبندی، مودودی کا ردّ نہیں کرتے۔ پہلے دیوبندی کیا سو رہے تھے؟ دیوبندیوں نے تو مودودی کو پالا ہے۔ جیسے مرزا قادیانی دجّال کے عروج کا باعث وہابی تھے۔ اسی طرح مودودی کے عروج کا باعث دیوبندی ہیں۔

احبابِ اہل سنت کو سلام۔

والسلام: ابوالفضل محمد سردار احمد غفرلہٗ

(29)

مولانا حسن علی رضوی نے حضرت محدثِ اعظم سے ان کی سوانح لکھنے کے لئے کچھ ذاتی حالات دریافت کئے۔ جن کا جواب حضرت صاحب نے درج ذیل مکتوب میں دیا۔ سوانحی نقطہ نظر سے یہ مکتوب بڑی اہمیت کا حامل ہے:

از جامعہ رضویہ مظہر اسلام جھنگ بازار، لائلپور ۹۲/۸۶/۷ یکم محرم الحرام ۷۵ھ

مکرم و محترم زید لطفہٗ

سلام مسنون۔ خیر و عافیت۔ مزاجِ گرامی۔ آپ کا لفافہ ملا۔ کاشف احوال ہوا۔ باعثِ فرحت سرور ہوا۔ آپ نے اپنے کو ہانسوی لکھا تھا۔ ہانسہ ایک مقام یوپی میں بھی ہے۔ غالباً وہاں بھی بزرگوں کی خانقاہیں تھیں۔ فقیر کا ذہن ادھر گیا کہ شاید آپ وہاں کے رہنے والے ہوں اس لئے فقیر نے آپ سے دریافت کیا کہ ہانسی شریف جو آپ کا شہر تھا وہ بھی بزرگانِ دین کا مرکز ہے۔ فقیر کے متعلق آپ نے لکھا ہے کہ اپنی سوانح عمری کے لئے۔ یہاں خط لکھنے کا وقت مشکل سے ملتا ہے۔ جامعہ میں مصروفیت زیادہ ہیں۔ فقیر نے اٹھارہ سال کی عمر میں ۱۹۲۴ء میں میٹرک پاس کیا تھا۔ ۱۹۲۵ء میں ایک اور امتحان پاس کیا۔ پھر حضرت حجۃ الاسلام کی برکت سے ان کے ہمراہ بریلی شریف حاضر ہوا۔ دو سال ان کی تربیت میں تعلیم پائی۔ پھر سلطان الہند خواجہ غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے آستانہ عالیہ دارالعلوم معینیہ عثمانیہ میں چھ سات سال

تعلیم پائی اور درسِ نظامی کی تکمیل کی۔ پھر تقریباً پندرہ سال بریلی شریف مدرّس رہا جس میں تقریباً دس سال دورۂ حدیث شریف کی خدمت کی۔ پھر مجبوراً انقلاب کی بدولت پاکستان آیا اور لائل پور میں چھ سات سال سے جامعہ رضویہ مظہر اسلام کی بنیاد رکھی اور اس میں دورۂ حدیث شریف کتب معقول و منقول کی خدمت انجام دی۔ مولیٰ عزّ وجل قبول فرمائے۔

احباب اہل سنت کو سلام

والسلام والدعا۔ ابوالفضل محمد سردار احمد غفرلہٗ

(30)

از جامعہ رضویہ مظہر اسلام جھنگ بازار لائل پور ۹۲/ ۷۸۶ ۸ محرم الحرام ۵ ۷ ھ یکشنبہ

محب محترم زید لطفہٗ ...... سلام مسنون

خیر و عافیت۔ لفافہ ملا۔ کاشفِ احوال ہوا۔ رسالہ آستانہ جو دہلی سے نکلتا ہے۔ اس میں اہل سنت و جماعت کے مذہب کے مطابق بھی مضمون نکلتے ہیں اور کبھی کبھی بعض مضامین اہلسنت کے خلاف بھی نکلتے ہیں۔ مثلاً حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق۔ اس رسالہ کے متعلق فقیر جب بریلی شریف تھا تو فقیر سے ایک تائیدی مضمون لیا تھا اور انہوں نے چھاپا تھا مگر جب اس "آستانہ" رسالہ میں خلافِ شرع مضمون بھی نکلنے لگے تو فقیر اس رسالہ کی تائید سے علیحدہ ہو گیا۔ لائل پور "القرآن" کے نام سے ایک رسالہ نکلتا ہے۔ جس کا ایڈیٹر دیوبندی مودودی آزاد خیال کا ہے۔ رسالہ "الکلام" فقیر نے کبھی نہیں دیکھا۔ اور نہ اس کے ایڈیٹر کا پتہ معلوم ہے۔ طارق آباد مسجد نور والے مولوی دیوبندی کانگریسیوں کے ساتھ رہتے ہیں۔ ان کے ساتھ کھاتے پیتے ہیں، میل جول رکھتے ہیں۔ اور دیوبندیوں، احراریوں کو خوش کرنے کے لئے وہ گیارہویں شریف کرنے والوں پر بھی نکتہ چینی کر دیتے ہیں۔ اور دیوبندیوں کے جلسوں کے لئے ایجنٹ بنے ہوئے ہیں۔ جس کی وجہ سے وہ دیوبندیت کی وہابیت پر پردہ ڈالتے ہیں۔ آزادانہ باتیں کرتے ہیں وغیرہ وغیرہ۔ مولیٰ عزّ وجل ہدایت دے اور اہل سنت کے طریقہ پر قائم رکھے۔ آمین

فقیر کے استاذ محترم حضرت صدر الصدور، صدر الشریعہ علامہ مولانا امجد علی صاحب قدس سرہ مصنفِ بہارِ شریعت ہیں۔ اکثر علوم و فنون سات سال میں اجمیر شریف دار العلوم معینیہ عثمانیہ میں حاصل کئے ہیں۔ شروع میں کچھ عرصہ حضرت حجۃ الاسلام، مرجع خواص و عوام قدس سرہ و حضرت فیض درجت مفتیٔ اعظم قبلہ زید مجدھم ہر دو شاہزادگانِ امامِ اہل سنت، اعلیٰ حضرت مجدد دین و ملّت بریلوی قدس سرہ العزیز سے بھی تعلیم پائی ہے۔

حضرت صدر الافاضل مراد آبادی قدس سرہ فقیر کے استاذ نہیں ہیں۔ مگر حضرت ممدوح فقیر پر استاد کی طرح شفقت فرماتے اور محبت فرماتے۔ بہت زیادہ کرم فرماتے۔ فقیر اگرچہ ان کا شاگرد نہیں ہے مگر حضرت قبلہ کے شاگردوں کی طرح فقیر ان کا نیاز مند ضرور ہے۔ فقیر کے تین لڑکے ہیں عزیزم محمد فضل رسول سلمہٗ، عزیزم محمد فضل احمد سلمہٗ، عزیزم

محمد فضل کریم سلمہٗ ۔ بڑے کی عمر تیرہ سال ہے ۔فقیر کے والدین مرحومین تیس سال سے زیادہ عرصہ ہوا کہ پردہ فرما چکے۔مولیٰ عزّ وجل اپنی رحمت سے مغفرت فرمائے۔

اعلیٰ حضرت، عظیم البرکت قدس سرہ کی سوانح عمری یہاں سنی رضوی کتب خانہ سے ملتی ہے۔جس کا ہدیہ 5 ہے۔

والسلام: ابوالفضل محمد سردار احمد غفرلہٗ۔

(31)

از جامعہ رضویہ مظہر اسلام جھنگ بازار لائل پور ۹۲/۷۸۶ ۷ ربیع الآخر شریف ۷۵ھ

مکرم ومحترم زید لطفہٗ

ہدیہ سلام مسنون۔ خیر و عافیت۔مزاجِ گرامی۔ملفوف محبت بعنوان دعوت ملا۔کاشفِ کوائف ہوا۔آپ نے جو تحریر فرمایا ہے بالکل بجا ہے۔طبیعت بہت کمزور ہے۔نزلہ اور کھانسی کا عارضہ پہلے سے زیادہ لاحق ہے۔دارالعلوم میں خدمتِ تدریس کا بارِ عظیم سر پر ہے۔لہٰذا اجلاس میں حاضری سے معذور ہے۔مولیٰ عزّ وجل آپ کے اجلاس عالیہ کو کامیاب بنائے اور اہلِ سنت و جماعت کی تبلیغ واشاعت خوب ہو۔جلسہ کے کارکن احباب کی خدمت میں سلام عرض ہے۔اور جو علماء کرام تشریف لائیں ان کی خدمت میں بھی سلام مسنون۔والسلام

ملتان شریف سے بعض احباب کا خط ملا ہے جلسہ کے متعلق۔ان کو بھی فقیر نے معذرت لکھدی ہے آپ احباب بجائے ناراض ہونے کے فقیر کے لئے دعائے صحت وقوت کریں۔

والسلام: ابوالفضل محمد سردار احمد غفرلہٗ خادمِ اہل سنت و جماعت

(32)

از جامعہ رضویہ مظہر اسلام جھنگ بازار لائل پور ۹۲/۷۸۶ ۶ جمادی الاخریٰ ۷۵ھ

محبّ محترم زید لطفہٗ

دعواتِ صالحہ۔سلام مسنون۔خیر وعافیت۔خط ملا۔کاشفِ احوال ہوا۔آپ نے جناب مولانا ضیاء القادری بدایونی صاحب کے متعلق دریافت کیا ہے۔فقیر ان کو جانتا ہے۔جب فقیر بریلی شریف تھا تو ان کی دعوت پر بدایوں حاضر ہوا تھا۔تقریباً بارہ سال کی بات ہوگی۔پاکستان بننے کے بعد کراچی میں بھی ان سے ملاقات ہوئی۔مولانا کراچی مقیم ہیں مگر ان کا پتہ فقیر کو معلوم نہیں۔آپ کے جلسہ کی کامیابی سے بڑی مسرّت ہوئی۔مولیٰ عزّ وجل ہمیشہ اجلاس میں کامیابی عطا فرمائے۔آپ حضرات نے فقیر کی صحت وقوت کے لئے دعا کی مولیٰ عزّ وجل اسے قبول فرمائے۔آپ اور دیگر احباب کے دین وایمان میں روزی اور کاروبار میں برکتیں عطا فرمائے۔کوائف سے مطلع کرتے رہیں۔

والسلام والدعا: ابوالفضل محمد سردار احمد غفرلہٗ

(33)

لائل پور   ۸۶/۹۲ھ   ۱۳ رمضان المبارک ۹۵ھ

محبِّ محترم زید لطفہٗ

سلام مسنون ۔ خیر وعافیت ۔ خط ملا ۔ کاشفِ احوال ہوا ۔ اس دفعہ یہاں سے چوبیس علماء فارغ التحصیل ہوئے ۔ یہ بزرگانِ دین کی برکت ہے ۔ رسالہ جاری کرنے کے متعلق ابھی طے نہیں ہوا ۔ زیرِ تجویز ہے ۔ تدریس کا کام چونکہ زیادہ ہے ۔ اس لئے تاخیر ہو رہی ہے ۔ ورنہ فرصت ہونے پر یہ کام جاری ہونا سہل تھا ۔ جلسہ میں ہزاروں کا مجمع تھا ۔ یہ جلسہ گذشتہ تمام اجلاس سے بہت زیادہ کامیاب ہوا ۔ حضرت مولانا ابو البرکات ناظم مرکزی انجمن حزب الاحناف لاہوری اور مفتی احمد یار خان صاحب، مولانا محمد عمر صاحب، مولانا عنایت اللہ صاحب، مولانا محمد حسین صاحب شوق اور میانوالی کے علماء کرام اور مولانا محمد صادق صاحب اور مولانا مفتی عزیز احمد صاحب اور فارغ التحصیل علماء کافی تھے ۔ مقامی علماء بھی شامل تھے ۔ اور بعض علماء کو کرایہ بھیجا تھا مگر کرایہ واپس آ گیا ۔ اور بعض کو جلسہ میں دعوت نہ دی تھی ۔

والسلام فقیر قادری ابو الفضل غفرلہ "   (۳۲)

(34)

جامعہ رضویہ مظہر اسلام جھنگ بازار، لائل پور   ۸۶/۹۲ھ   ۲۳ رمضان المبارک ۷۷ھ

عزیز محترم سلمہٗ

سلام مسنون ۔ خیر وعافیت ۔ مزاجِ گرامی ۔ خط ملا ۔ کاشفِ احوال ہوا ۔ انجمن کا جو مناسب نام آپ احباب تجویز کرلیں بہتر ہے، آپ نے چونکہ فقیر سے دریافت کیا ہے اور نسبتِ رضا کو بھی ملحوظ رکھنے کے متعلق کہا ہے، للہذا فقیر کے نزدیک آپ کے مطالبہ کے مطابق یہ نام مناسب ہے ۔ "انجمن خدّام رضا اہل سنت و جماعت" مولیٰ عزّ وجل اپنے حبیب پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صدقہ سے آپ اور سب عزیز واحباب کو مذہبِ حق، مذہبِ اہل سنت و جماعت کی تبلیغ واشاعت کی توفیق عطا فرمائے ۔ ان سب کے دین وایمان، روزی کاروبار، علم وعمل میں برکت وترقی عطا فرمائے ۔ آمین احبابِ اہل سنت پرسانِ حال کو سلام ودعا ۔

فقیر ابو الفضل محمد سردار احمد غفرلہٗ

اگر انجمن کا پہلا نام ہی رہنے دیں اور اس کے ساتھ خدّام رضا کا اضافہ کرلیں تو بھی اچھا ہے ۔ انجمن فدایانِ رسول "خدّام رضا اہل سنت و جماعت میلسی، ملتان"   (۳۳)

(35)

جامعہ رضویہ مظہرِ اسلام، جھنگ بازار لائلپور ۹۲/۸۶ے ۱۸ ذیقعدہ ۷۷ھ

عزیز محترم سلمہٗ

سلام مسنون۔ دعواتِ صالحہ۔ خیر و عافیت۔ آپ کے دو تین لفافے ملے۔ کاشفِ احوال ہوئے۔ منی آرڈر بسلسلہ کرایہ بھی وصول ہوا۔ فقیر جمعہ مبارکہ کی شام کو شاہین پر روانہ ہوگا۔ اور دس بجے خانیوال رات کو پہنچے گا۔ چند گھنٹے وہاں قیام کرے گا۔ احباب کا زیادہ اصرار ہے، وہاں ایک کام ہے۔ پھر خیبر میل سے پانچ بجے صبح ملتان شریف اسٹیشن پر حاضر ہوگا۔ پھر وہاں سے جو لاری ملے گی اس پر میلسی حاضر ہوگا۔ یہ وقت یہاں سے باہر نکلنے کا نہیں، کام میں، درس و تدریس میں مشغولیت، مصروفیت زیادہ ہے مگر وعدہ کی پابندی بھی ضروری ہے۔ لہٰذا فقیر حاضر ہے۔ آپ میلسی سے کسی واقف کار، سمجھدار کو ملتان شریف بھیج دیں۔ تا کہ اڈہ پر جانے کے لئے آسانی رہے۔ جناب ناظم صاحب انجمن و دیگر احبابِ اہل سنت پرسانِ حال کی خدمت میں سلام مسنون۔

فقیر ابوالفضل غفرلہٗ (۳۴)

(36)

جامعہ رضویہ مظہرِ اسلام جھنگ بازار لائلپور ۹۲/۸۶ے ۲۳ محرم ۷۸ھ

عزیز محترم سلمہٗ

سلام مسنون۔ دعواتِ صالحہ۔ خیر و عافیت۔ آپ کا لفافہ ملا۔ اس کے بعد یکے بعد دیگرے دو خط ملے، کاشفِ احوال ہوئے۔

(۱) شجرہ طباعت کے لئے پریس میں دیا ہے۔ دو تین روز تک چھپ جائے گا۔ ان شاء المولی العزیز

(۲) نماز عصر کے بعد نمازِ مغرب (تک) کھانا پینا شرعاً بالکل جائز ہے۔ اس میں کسی قسم کی کراہت نہیں ہے۔ حدیث شریف سے ثابت ہے کہ صحابۂ کرام نمازِ عصر کے بعد اونٹ کا گوشت پکا کر نمازِ مغرب سے پہلے کھا لیتے۔ ہاں نہ کھائے تو کوئی بات نہیں۔ نمازِ عصر کے بعد بعض بزرگ مغرب تک مراقبہ میں بیٹھتے ہیں۔ ذکر و اوراد میں مشغول ہوتے ہیں۔ وہ نہیں کھاتے بہت اچھا ہے۔ مگر کھانا پینا منع نہیں ہے۔

(۳) لاہور میں شاہی مسجد میں تبرکات ہیں۔ یہ مشہور ہے، لہٰذا ہمارے ذمہ تبرکات کا ادب و احترام ہے۔ اس میں بحث و تفتیش کی ضرورت نہیں۔

عرس مبارک کا اشتہار چھپے گا تو روانہ کیا جائے گا۔ عرس مبارک میں احباب ضرور تشریف لائیں۔ حاجی سلیمان صاحب دو دفعہ یہاں تشریف لائے ان سے اور جملہ پرسان حال سے سلام کہہ دینا۔ والدعا فقیر ابوالفضل غفرلہٗ (۳۵)

(37)

جامعہ رضویہ مظہر اسلام جھنگ بازار لائل پور　　　۹۲/۸۶ء　　　۱۸ صفر المظفر ۹۷ھ

عزیز محترم عزیز طریقت سلمہٗ

سلام مسنون۔ دعواتِ صالحہ۔ خیر و عافیت۔ آپ کے متعدد مکتوبات، محبت نامے ملے۔ فقیر ایک عرصہ سے علیل تھا۔ اب افاقہ ہے مگر کمزوری اب بھی ہے۔ آپ کا عالم رویاء میں دربار داتا کی حاضری دینا اور وہاں سے مدینہ منورہ، روضہ مقدسہ اور خلفاء راشدین کی عالی سرکاروں درباروں میں حاضری مبارک ہو۔ اگرچہ خواب میں ہی سہی۔ ایسے خواب ہر ایک کو دکھائی نہیں دیتے۔ خواب میں بھی قسمت والے ہی مقدس مقامات کی زیارت کرتے ہیں۔ دعا ہے کہ مولیٰ عز و جل ان مقاماتِ متبرکہ کی زیارت نصیب فرمائے۔ لو لگائے رکھئے، انہی حضرات کی برکت سے کبھی بیداری میں بھی دیدار نصیب ہو ہی جائے گا۔

(۱) رات کے وقت جو پرندہ اڑتا ہوا جلدی سے گزرتا ہے۔ عموماً لوگ کہتے ہیں کہ یہ فرشتہ ہے مگر بے سند معلوم ہوتا ہے۔

(۲) مقاماتِ مقدسہ کی حاضری و زیارت کا خواب بہت مبارک

اشتہار آپ کے روانہ کئے مگر آج آپ کے خط سے معلوم ہوا کہ نہیں ملے

فقیر ابوالفضل غفرلہٗ　(۳۶)

(38)

از لائل پور　　　۹۲/۸۶ء

عزیزم محترم سلمہٗ

سلام مسنون۔ دعواتِ صالحہ۔ خیر و عافیت۔ محبت نامہ ملا۔ پھر لفافہ بسلسلہ استفتاء ملا پھر خط ملا۔ سب کاشفِ احوال ہوئے۔ حضور سیدی حجۃ الاسلام قدس سرہ العزیز کا وصال شریف ۱۷ جمادی الاولیٰ کو ہوا۔ اور حضرت سیدی صدر الشریعہ قدس سرہ العزیز کا ۲ ذیقعدہ کو اور حضرت صدر الافاضل قدس سرہ کا وصال ذی الحج میں ہوا مگر تاریخ یاد نہیں۔

فقیر اس چہار شنبہ بدھ ۱۴ جمادی الاولیٰ کو دربار داتا حاضری دینے جا رہا ہے۔ صبح نماز کے وقت گاڑی پر جانا ہے۔ اگر آپ منگل کی شام تک پہنچیں تو ایک ساتھ حاضری ہو سکتی ہے۔ ولی کی اجازت سے نابالغہ کا نکاح جائز صحیح ہوتا ہے۔ فتویٰ عزیزم مولانا محمد یٰسین صاحب سلمہٗ ارسال کریں گے۔ سب عزیز و اقارب کو سلام و دعا

فقیر ابوالفضل غفرلہٗ

(39)

جامعہ رضویہ مظہر اسلام جھنگ بازار، لائلپور ۹۲/۸۶ ۷ ۲۳ محرم ۸۰ھ

عزیز محترم و محتشم سلمہٗ

ادعیہ صالحہ۔ سلام مسنون۔ خیر و عافیت۔ آپ کے متعدد مکتوبات ملے۔ کاشف کوائف ہوئے۔ آپ کے رسائل آئے مگر بغیر اطلاع۔ خوامخواہ مولوی محمد صدیق صاحب نے واپس کر دیئے پھر آپ نے بھیجے وصول پائے۔ محمد صدیق صاحب کو متعدد بار کہا کہ سات روپے چار آنے ان کا ہدیہ بھیج دو۔ شاید اب تک نہیں بھیجا۔ اب بھیج دیں گے۔

فقیر کو ضعف پہلے سے زیادہ لاحق ہے اور جوڑوں میں درد ہوتا ہے۔ جس کی وجہ سے سفر کے لائق نہیں۔ آپ کا اصرار زیادہ ہے مگر فقیر معذور ہے۔ عزیزم مولوی عبدالحق صاحب خانیوال کے متعلق تین چار روز تک اصرار کرتے رہے مگر فقیر نہ جا سکا۔ نیز عرس مبارک کا کام زیادہ ہے۔ باہر نکلنا دشوار ہے۔ دعا ہے کہ مولیٰ عزوجل آپ اور سب عزیزانِ طریقت و احباب کو بزرگانِ دین، مشائخِ سلسلہ کے فیوض و برکات سے نوازے آمین۔ جملہ عزیز و احباب کو سلام و دعا۔ صحت و قوت کے لئے سب احباب دعا کریں۔ والسلام والدعا فقیر ابوالفضل غفرلہٗ (۳۸)

(40)

جامعہ رضویہ مظہر اسلام جھنگ بازار، لائلپور ۹۲/۸۶ ۷ ۴ صفر المظفر ۸۰ھ

عزیز محترم سلمہٗ

سلام مسنون۔ دعواتِ صالحہ۔ خیر و عافیت۔ آپ کے متعدد محبت نامے موصول ہوئے اور جناب محمد شفیع جمعدار صاحب بھی ملفوف لائے۔ فقیر اگر معذور و علیل نہ ہوتا تو حاضر ہوتا۔ مگر اس حالت میں سفر کرنا دشوار ہے۔ خانیوال سے بھی عرصہ سے اصرار پر اصرار ہو رہا ہے۔ مگر وہاں بھی اس وجہ سے نہ جا سکا۔ دعا ہے کہ مولیٰ عزوجل اجلاس عرس مبارک کو کامیاب فرمائے۔ جو خطباء ہیں ان کا جمعہ مبارکہ میں آنا دشوار ہے۔ عزیزم مولانا منظور حسین صاحب خطیب جامع مسجد ابرار راجہ چوک کو تیار کیا ہے۔ وہ جمعرات کو "شاہین" پر خانیوال پہنچیں گے۔ اور رات وہیں رہیں گے۔ پھر جہانیاں کے راستہ میلسی میں جمعہ سے پہلے پہنچ جائیں گے۔ ان شاء المولیٰ العزیز۔ اشتہار کل چھپ کر آئیں گے تو بھیجے جائیں گے۔ آپ کے رسالہ میں چند اشعار قابلِ اعتراض ہیں۔ پہلے دکھا کر شائع کرنا تھا۔ بے دینوں، حاسدوں نے عارف والا وغیرہ مقامات پر فتنہ اٹھا رکھا ہے۔ جس کا افسوس ہے۔ جملہ عزیزانِ طریقت، احبابِ اہل سنت کو سلام و دعا۔ فقیر کی تعریف پھر اس میں مبالغہ فقیر کو ہرگز پسند نہیں۔ (۳۹)

☆......☆......☆......☆......☆......☆

باب ۱۰

اساتذہ و مشائخ

باب ۱۰

اساتذہ و مشائخ

الماس و یاقوت بے شک قیمتی ہوتے ہیں مگر الماس تراش کی تراش خراش انہیں کہیں سے کہیں پہنچا دیتی ہے۔
اسی طرح بڑے بڑے علماء کی علمیت و قابلیت ان کے اساتذہ کی مرہونِ منت ہے۔ کسی جلیل القدر عالم کے علم و فضل کو اس کے اساتذہ کرام کے تذکرے سے قطع نظر کر کے کماحقہ سمجھا نہیں جا سکتا۔ حضرت محدثِ اعظم کی علمیت و قابلیت کو بھی اسی پسِ منظر میں دیکھنے کی ضرورت ہے۔
آپ نے ابتدائی تعلیم مولانا ذوالفقار علی قریشی اور مولانا حاجی پیر محمد خاں صاحب سے حاصل کی۔ پھر جب حجۃ الاسلام کی نظرِ فیض کی برکت سے بریلی تشریف لے گئے تو دو سال تک ان سے اور حضرت مفتیٔ اعظم سے استفادہ کیا۔ پھر دارالعلوم معینیہ عثمانیہ اجمیر شریف میں حضرت صدر الشریعہ کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ پھر تو کیفیت یہ تھی کہ بحرالعلوم کے پاس گئے تو بحرالعلوم بن گئے۔ مؤخر الذکر تینوں اساتذہ آپ کے مشائخ بھی ہیں۔ جبکہ حضرت شاہ سراج الحق چشتی کے دستِ اقدس پر سلسلہ چشتیہ صابریہ میں اوائل عمری میں ہی آپ نے بیعت کر لی تھی۔ حضرت محدثِ اعظم کے ان اساتذہ و مشائخ کا مختصر تذکرہ پیشِ خدمت ہے۔

حضرت صدر الشریعہ مولانا محمد امجد علی اعظمی

حضرت صدر الشریعہ، بدر الطریقہ مولانا محمد امجد علی اعظمی انڈیا کے مردم خیز قصبے گھوسی میں ۱۳۰۰ھ/۱۸۸۲ء میں پیدا ہوئے۔ (۱) ابتدائی تعلیم آبائی قصبہ ہی میں حاصل کرنے کے بعد استاذ العلماء مولانا ہدایت اللہ خان جونپوری کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ مولانا ہدایت اللہ خاں صاحب امامِ منطق و حکمت علامہ فضلِ حق خیر آبادی کے خاص شاگرد، علم و فضل میں فقید المثال بالخصوص معقولات و حکمت میں اپنی مثال آپ تھے۔ انہوں نے حضرت صدر الشریعہ کو خوب پڑھایا اور خیر آبادی سلسلۂ علم و حکمت کا وارث بنا دیا۔ علوم عقلیہ سے فراغت کے بعد شیخ المحدثین حضرت علامہ وصی احمد محدث سورتی سے صحاحِ ستہ کا درس اس محنت سے لیا کہ کمالِ حصول کی داد خود حضرت محدثِ سورتی نے ان الفاظ میں دی "مجھ سے اگر کسی نے پڑھا تو امجد علی نے" (۲) علم الادیان کی تکمیل کے بعد علم الابدان کی جانب متوجہ ہوئے اور دو سال لکھنؤ حکیم عبدالولی کے پاس رہ کر علمِ طب کی تحصیل و تکمیل کی۔

تدریس:

تدریس کا آغاز ۱۳۲۴ھ میں مدرسہ اہلِ سنت پٹنہ سے کیا۔ جس کے مہتمم خلیفۂ اعلیٰ حضرت قاضی عبدالوحید تھے۔ دوسال تک یہاں جم کر پڑھایا لیکن قاضی صاحب کے انتقال کے بعد منتظمینِ مدرسہ کے رویّہ سے دلبرداشتہ ہوکر استعفیٰ دے دیا اور وطن لوٹ آئے۔ یہاں آپ نے اپنا خاندانی پیشہ طبابت شروع کر دیا۔ خداداد صلاحیت کی بناء پر مطب نہایت کامیابی سے چل پڑا۔ ۱۳۲۹ھ میں آپ اپنے استاذ حضرت محدثِ سورتی اور شیخِ طریقت امام احمد رضا فاضل بریلوی کی زیارت کے لئے عازم سفر ہوئے۔ حضرت محدث سورتی کی خدمت میں پہنچے تو وہ یہ جان کر نہایت غمگین ہوئے کہ ان کے لائق و فائق شاگرد نے تدریس چھوڑ کر مطب کھول لیا ہے۔ جب حضرت صدرالشریعہ رخصت ہوکر بریلی جانے لگے تو ایک خط اعلیٰ حضرت کی خدمت میں تحریر فرما کر دیا، جس میں اعلیٰ حضرت سے مولانا امجد علی اعظمی کو خدمتِ علمِ دین کی جانب متوجہ کرنے کی گزارش کی گئی تھی۔

جب آپ امام احمد رضا محدثِ بریلوی کی خدمت میں محدث سورتی کا خط لے کر پہنچے تو اعلیٰ حضرت نے فرمایا "طبابت اچھا کام ہے کہ "العلم علمان ، علم الادیان و علم الابدان" لیکن اس میں صبح سویرے قارورہ دیکھنا پڑتا ہے "اس ارشاد میں جو روحانی تاثیر تھی ،صدرالشریعہ کے دل میں اس کا گہرا اثر ہوا۔ چنانچہ مطب چھوڑ کر بریلی شریف میں دینی کاموں میں مصروف ہوگئے (۳) اور ہمیشہ کے لئے تدریسِ دین کے لئے وقف ہوگئے۔ آپ نے درج ذیل مدارس میں تدریس کے فرائض انجام دیئے۔ (i) دارالعلوم منظر اسلام بریلی شریف۔ (ii) دارالعلوم معینیہ عثمانیہ اجمیر شریف (iii) دارالعلوم حافظیہ سعیدیہ دادوں (iv) مظہر العلوم بنارس

بیعت وخلافت:

آپ نے پٹنہ میں اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے خلوص، تقویٰ اور علمی مقام سے متاثر ہوکر آپ کے دستِ اقدس پر بیعت کی۔ شیخ طریقت کا دستِ مبارک تھام کر آپ نے مقصودِ حیات پالیا۔ اعلیٰ حضرت کی خدمت میں صبح وشام حاضری کی برکت سے علم وفضل کے پیکر پر معرفت وحقیقت کا رنگ چڑھنے لگا۔ اور صدرالشریعہ کی شخصیت دو آتشہ بن گئی۔ بالآخر وہ موقعہ بھی آہی گیا کہ ۱۳۳۴ھ میں اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے حضرت صدرالشریعہ کو بغیر کسی مطالبہ کے جملہ سلاسل کی اجازتِ تامہ وعامہ عطا فرمائی، اپنا خلیفۂ مطلق کیا اور اپنا عمامہ سرِ اقدس سے اتار کر حضرت صدرالشریعہ کے سر پر باندھا۔ (۴) حضرت صدرالشریعہ پر اعلیٰ حضرت کی عنایات کا سلسلہ یہیں پر نہیں رکا بلکہ آپ کو قاضیٔ شرع کے منصب پر فائز فرمایا۔ صدرالشریعہ کا لقب عطا فرمایا۔ دارالعلوم منظرِ اسلام کا صدرالمدرسین بنایا۔ اپنے خلفاء کا ذکر کرتے ہوئے آپ کا تذکرہ یوں محبت سے فرمایا: "میرا امجد مجد کا پکا، اس سے بہت کچھ پاتے یہ ہیں" (۵)

مرجع العلماء:

حضرت صدر الشریعہ اپنی علمی قابلیت خصوصاً فقاہت کی وجہ سے مرجع العلماء تھے۔ برصغیر میں علمائے کرام کو جب کسی دینی مسئلہ میں دشواری پیش آتی تو اسے حل کرنے کے لئے آپ سے رجوع کرتے۔ جب ہم آپ سے فتویٰ لینے والوں کی فہرست پر نظر ڈالتے ہیں تو حضرت محدث کچھوچھوی، مولانا ضیاء الدین پیلی بھیتی، مولانا حشمت علی لکھنوی، مولانا سراج احمد مکھن پوری، حافظ ملّت علامہ عبدالعزیز محدث مراد آبادی، امام النحو علامہ سید غلام جیلانی میرٹھی، اور خیر الاذکیاء مولانا غلام یزدانی اعظمی جیسے جیّد علماء کے نام نظر آتے ہیں۔

تصنیفات:

تدریس کی جانگسل مصروفیات کے باوجود آپ نے نہایت مفید کتب کا تحفہ قوم کو عطا فرمایا جن کے نام مندرجہ ذیل ہیں: (۱) بہارِ شریعت: اردو زبان میں سترہ حصوں پر مشتمل اس کتاب کو اگر فقہ حنفی کا انسائیکلوپیڈیا کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔ یہی وجہ ہے کہ یہ کتاب صرف پاک و ہند ہی نہیں پوری دنیا میں مقبول و معروف ہے۔ مختلف زبانوں میں ترجمہ کے بعد شائع ہو کر حضرت صدر الشریعہ کے لئے ثوابِ جاریہ کا سامان بن چکی ہے۔

(۲) فتاویٰ امجدیہ: چار جلدوں میں پاکستان سے شائع ہو چکا ہے۔

(۳) التحقیق الکامل فی حکم قنوت النوازل　　(۴) قامع الواہیات من جامع الجزئیات

(۵) اتمام حجتِ تامہ　　(۶) اسلامی قاعدہ

(۷) حاشیہ شرح معانی الآثار، پہلی چھ کتب شائع ہو کر مقبول خاص و عام ہو چکی ہیں جبکہ حاشیہ شرح معانی الآثار غیر مطبوعہ ہے۔

اخلاق و عادات:

آپ شریعت و سنت کے پابند اور متقی و پرہیز گار عالم تھے۔ باقاعدگی سے نماز باجماعت ادا فرماتے۔ روزانہ ایک پارہ کی تلاوت کرتے اور ایک حزب دلائل الخیرات شریف پڑھتے۔ بعد نمازِ جمعہ بلاناغہ سو مرتبہ درودِ رضویہ پڑھتے۔ نعت شریف نہایت ادب سے سنتے، بسا اوقات چشمانِ اطہر سے آنسو جاری ہو جاتے۔ ہر خاص و عام سے نہایت خوش اخلاقی سے ملتے۔ خطوط کے جوابات نہایت پابندی سے دیتے۔ گھر پر آنے والوں کی مہمان نوازی کا اہتمام فرماتے۔ وقت کا بہت خیال رکھتے۔ عزیز و اقارب سے ہمدردی اور صلہ رحمی فرماتے۔ خاندان میں شکر رنجی ہوتی تو ملا دیا کرتے۔

تلامذہ:

آپ کے تلامذہ کی فہرست تو بہت طویل ہے لیکن درج ذیل زیادہ نمایاں ہیں:

(۱) محدثِ اعظم پاکستان مولانا سردار احمد قادری چشتی

(۲) حافظ ملت مولانا عبدالعزیز مبارک پوری

(۳) مناظرِ اہل سنت مولانا حشمت علی لکھنوی

(۴) امام النحو علامہ سید غلام جیلانی میرٹھی

(۵) مجاہدِ ملت مولانا حبیب الرحمٰن الہ آبادی

(۶) امین شریعت علامہ رفاقت حسین کانپوری

(۷) سید العلماء مولانا سید آل مصطفیٰ مارھروی

(۸) شیخ الحدیث علامہ عبدالمصطفیٰ الازہری

(۹) خلیل ملت مفتی خلیل خاں برکاتی

(۱۰) خیرالاذکیاء مولانا غلام یزدانی اعظمی

(۱۱) شیخ العلماء مولانا غلام جیلانی اعظمی

(۱۲) شمس العلماء قاضی شمس الدین جونپوری وغیرھم

علاوہ ازیں یہ اعزاز بھی شاید صرف صدر الشریعہ ہی کو حاصل ہے کہ آپ کے تمام فرزندان عالم دین اور عالم گر ہیں۔ نہ صرف فرزندان بلکہ پوتے اور نہ صرف اولادِ ذکور بلکہ اولادِ اناث یعنی بیٹیاں اور پوتیاں بھی عالمات ہیں۔

وصال پر ملال:

حضرت صدر الشریعہ نے پہلے حج کی سعادت ۱۳۳۷ھ میں حاصل کر لی تھی دوسری مرتبہ حج و زیارتِ حرمین شریفین کے ارادے سے نکلے تو دورانِ سفر بخار نے آلیا۔ سفر ملتوی کرنے کا مشورہ دیا گیا لیکن آپ نے یہ کہہ کر سفر جاری رکھا "اگر عمر کا پیمانہ لبریز ہو ہی چکا ہے تو اس سے بڑھ کر فیروز مند موت اور کون سی ہو سکتی ہے کہ راہِ حبیب میں جان دے دو ں، جب بمبئی پہنچے تو بخار نمونیہ میں تبدیل ہو گیا۔ بالآخر یہیں دو ذیقعدہ ۷/۶ ستمبر بروز دوشنبہ ۱۳۶۷ھ/ ۱۹۴۸ء کو ساڑھے بارہ بجے شب وصال فرمایا۔

مدینے کا مسافر ہند سے پہنچا مدینے میں
قدم رکھنے کی نوبت بھی نہ آئی تھی سفینے میں (۶)

حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا بریلوی

شاہزادۂ اعلیٰ حضرت، حجۃ الاسلام مولانا محمد حامد رضا خاں بریلوی ماہ ربیع الاول ۱۲۹۲ھ/ ۱۸۷۵ء میں بریلی

میں پیدا ہوئے۔(۷) والد محترم اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں کی شخصیت کسی تعارف کی محتاج نہیں۔ انہیں سے کتب معقول ومنقول کا درس لے کر انیس سال کی عمر میں فارغ التحصیل ہوئے اور دیگر کئی فنون پر بھی دسترس حاصل کی۔ اصولِ فقہ، منطق، فلسفہ اور ریاضی میں یدِ طولیٰ حاصل تھا۔ عربی زبان پر نہ صرف مہارت حاصل تھی بلکہ نہایت فصیح و بلیغ عربی اشعار اور مضامین تحریر فرماتے تھے۔ صدر الافاضل مولانا نعیم الدین مرادآبادی فرمایا کرتے تھے کہ "زبانِ عربی کا ماہر میں نے حضرت (حجۃ الاسلام) جیسا کسی کو نہیں دیکھا۔(۸)

تدریس:

آپ نے منظرِ اسلام کے اہتمام کے ساتھ ساتھ یہیں مختلف اوقات میں بطور صدر المدرّسین اور شیخ الحدیث تدریس کے فرائض بحسن وخوبی انجام دیئے۔ مولانا حسنین رضا خاں اور مفتیٔ اعظم مولانا مصطفیٰ رضا خاں کو آپ نے پڑھایا۔(۹) تفسیر بیضاوی کے درس پر خصوصی توجہ تھی۔ شرح چغمینی کا درس بھی مشہور تھا۔ بعض علماء کو فقہ کی مشہور کتاب دُرِّ مختار کا درس بھی دیا کرتے تھے۔(۱۰)

بیعت وخلافت:

حضرت شاہ ابوالحسین نوری علیہ الرحمہ سے بیعت تھے۔ اور انہیں کے ارشاد کے مطابق امام احمد رضا نے تقریباً ۱۳ سلاسلِ طریقت میں اجازت وخلافت عطا فرمائی۔ آپ نے بیعت کا آغاز امام احمد رضا کے وصال سے چند روز قبل فرمایا۔ بیعت کے لئے آنے والوں سے امام احمد رضا نے فرمایا:

"ان کی بیعت میری بیعت ہے، ان کا ہاتھ میرا ہاتھ ہے، جو ان کا مرید ہوا، وہ میرا مرید ہوا۔ ان سے بیعت کرو"۔(۱۱)

اسی عینیت اور اقربیت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ایک شعر میں امام احمد رضا نے فرمایا:

حامد منی انا من حامد . یعنی میں حامد سے ہوں اور حامد مجھ سے ہیں۔

تصنیفات:

آپ تدریس وتقریر کے ساتھ ساتھ تحریر میں بھی کمال رکھتے تھے۔ ڈھیروں مصروفیات کے باوجود درج ذیل تصنیفات آپ کی یادگار ہیں۔

(۱) الصارم الربانی (۲) سد الفرار (۳) حاشیہ رسالہ ملا جلال

(۴) نعتیہ دیوان (۵) مجموعہ فتاویٰ (۱۲)

اخلاق وتقویٰ:

آپ کے زہدو ورع اور اتباعِ سنت کا عالم یہ تھا کہ شب برأت آتی تو ظہر سے لے کر شام تک سب سے معافی مانگتے ،تقویٰ و پرہیزگاری کی کیفیت یہ تھی کہ آپ کے جسم پر ایک پھوڑا نکل آیا جس کا آپریشن ناگزیر تھا۔عام دستور کے مطابق آپریشن کے لئے بے ہوشی کا انجکشن لگایا جاتا ہے۔لیکن آپ نے ڈاکٹروں پر یہ واضح کر دیا کہ میں نشے کا ٹیکہ نہیں لگواؤں گا۔چنانچہ مسلسل دو گھنٹے آپریشن کے دوران آپ نے فریاد و آہ و زاری نہیں کی بلکہ حسبنا اللّٰہ و نعم الوکیل کے وظیفہ سے شدتِ درد کو برداشت کرنے کی راہ اختیار کی۔سبحان اللہ! آپ کے اس زہد و تقویٰ سے بڑے بڑے علماء و مشائخ متاثر تھے۔چنانچہ امیر ملّت پیر سید جماعت علی شاہ صاحب کے ایک عقیدت مند حوالدار صاحب کی جب بریلی تعیناتی ہوئی تو آپ نے ان سے فرمایا:"وہاں مولانا احمد رضا خاں صاحب کے مدرسہ میں جا کر ان کے بڑے صاحبزادے مولانا حامد رضا کی زیارت کیا کرنا وہ قطبِ وقت ہیں"۔(۱۲)

حسن و جمال:

آپ پیکرِ حسن و جمال تھے، جیسے آپ کی تدریس وتحریر سے اسلام وسنیت کی تبلیغ ہوتی تھے۔ویسے ہی آپ کا چہرۂ مبارک دیکھ کر اکثر لوگ بدعقیدگی سے تائب ہو جاتے تھے۔ان کے دیدار ہی سے کئی لوگ مسلمان ہو گئے۔اور انصاف پسند چہرہ دیکھ کر ہی پکار اٹھے کہ سچّوں کا چہرہ ایسا ہی ہوتا ہے۔(۱۴)

خلفاء وتلامذہ:

مندرجہ ذیل حضرات آپ کے اجلّہ خلفاء وتلامذہ میں سے ہیں:

(۱) مفتیٔ اعظم مولانا مصطفیٰ رضا خاں

(۲) مولانا علامہ حسنین رضا خاں بریلوی

(۳) محدث اعظم پاکستان مولانا محمد سردار احمد

(۴) شیر اہل سنت مولانا حشمت علی لکھنوی

(۵) مولانا حبیب الرحمٰن الٰہ آبادی

(۶) شیخ القرآن علامہ عبدالغفور ہزاروی

(۷) مفسّر اعظم مولانا ابراہیم رضا خاں

(۸) مولانا مفتی محمد رفاقت حسین کانپوری وغیرھم (۱۵)

وصال:

وصال سے ایک سال قبل نہ صرف آپ نے وصال کی خبر دے دی بلکہ کیفیت وصال بھی اپنی ایک نعت کے مقطع میں یوں بیان فرمائی۔

حضورِ روضہ ہوا جو حاضر تو اپنی سج دھج یہ ہو گی حامدؔ
خمیدہ سر بند آنکھ لب پر میرے درود و سلام ہو گا

چنانچہ ایسا ہی ہوا ۱۷/ جمادی الاولیٰ ۱۳۶۲ھ/۱۴ مئی ۱۹۴۳ء کو پونے گیارہ بجے شب نماز ادا کرتے ہوئے عین حالتِ تشہد میں السلام علیک ایھا النبی پڑھتے وقت آپ کا وصال ہوا۔ لاکھوں افراد نے نماز جنازہ پڑھی جبکہ امامت کی سعادت حسبِ وصیت آپ کے چہیتے شاگرد و خلیفہ حضرت محدثِ اعظم پاکستان مولانا سردار احمد نے حاصل کی ۔مزارِ مبارک، بریلی شریف میں مرجع خواص وعوام ہے۔ (۱۶)

مفتیٔ اعظم مولانا شاہ مصطفیٰ رضا خاں بریلوی

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے چھوٹے صاحبزادے مفتیٔ اعظم شاہ مصطفیٰ رضا خاں بریلوی ۲۲ ذی الحجہ ۱۳۱۰ھ/ ۱۸۹۲ء کو بریلی میں پیدا ہوئے۔ (۱۷) ابتدائی تعلیم علامہ رحم الٰہی مظفر نگری، علامہ بشیر احمد علی گڑھی اور برادرِ بزرگوار حجۃ الاسلام مولانا شاہ حامد رضا بریلوی سے حاصل کی اور جملہ علوم وفنون کی تکمیل اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں علیہ الرحمہ سے فرمائی۔ ۱۸ سال کی عمر میں پہلا فتویٰ تحریر فرمایا۔

یہ حسن اتفاق ہے کہ جیسے اعلیٰ حضرت قدس سرہ کا پہلا فتویٰ رضاعت کے مسئلہ پر تھا۔ ویسے آپ کا پہلا فتویٰ بھی رضاعت کے مسئلہ پر ہی تھا۔ (۱۸)

تدریس:

۱۳۲۸ھ میں دارالعلوم منظر اسلام بریلی میں تدریس کا آغاز فرمایا اور ۱۳۴۷ھ تک یہ سلسلہ چلتا رہا۔ پھر دارالافتاء کی ذمہ داریوں کی وجہ سے مخصوص طلبہ تک سلسلہ درس وتدریس محدود ہو گیا (۱۹) تلامذہ میں محدثِ اعظم پاکستان مولانا محمد سردار احمد اور شیر بیشۂ اہل سنت مولانا حشمت علی لکھنوی قابلِ ذکر ہیں۔

بیعت وخلافت:

حضرت شاہ ابوالحسین احمد نوری قدس سرہ آپ کو دیکھنے کے لئے خود بریلی تشریف لائے اور چھ ماہ کی مختصر عمر میں اپنی گود میں بٹھایا اور انگشتِ مبارک آپ کے دہن میں ڈال کر سلسلہ عالیہ قادریہ برکاتیہ میں بیعت فرمایا اور جملہ سلاسل میں اجازت وخلافت اور اپنی نیابت سے بھی سرفراز فرمایا۔ (۲۰) علاوہ ازیں اعلیٰ حضرت نے بھی آپ کو اجازت

وخلافت سے نوازا۔

تصنیفات:

حضرت مفتئ اعظم نے تصانیف کا ایک ذخیرہ قوم کو عطا فرمایا ہے۔ جن کی تعداد علامہ شاہد علی رضوی نے ۴۵ بیان کی ہے۔ (۲۱) جبکہ نوشاد عالم چشتی کی تحقیق کے مطابق تصانیف کی تعداد ۴۴ ہے۔ (۲۲) تصانیف میں فتاویٰ مصطفویہ اور نعتیہ دیوان سامانِ بخشش زیادہ معروف ومقبول ہیں۔

اخلاق وعادات:

مفتی صاحب، صاحب فضیلت وکرامت اور صاحبِ تقویٰ تھے۔ فتویٰ اور تقویٰ کی یکجائی آپ کی شخصیت میں نظر آتی تھی۔ تصویر کشی کو چونکہ حرام سمجھتے تھے، اس لئے زندگی بھر تصویر نہ بنوائی۔ نس بندی کو وہ ناجائز سمجھتے تھے۔ اس لئے حکومتِ ہند کی پرواہ نہ کرتے ہوئے نس بندی کے خلاف فتویٰ دیا اور اس کو پورے ہندوستان میں مشتہر کرایا۔ اس سے ان کی حق گوئی و بے باکی کا اندازہ ہوتا ہے۔ غریبوں سے پیار کرتے تھے اور امیروں سے اجتناب۔ ایک غریب کی عیادت کی خاطر گورنر یوپی اکبر علی خاں سے ملاقات موتوف کردی۔ یونہی صدر انڈیا فخر الدین علی احمد اور اندرا گاندھی ملاقات کے لئے آئی لیکن آپ نے ملاقات سے انکار فرمادیا۔ (۲۳)

خود بھی شریعت وسنت کے پابند تھے اور متوسلین ومعتقدین کو بھی شریعت کی پابندی کی تلقین فرماتے تھے۔ ایک مرتبہ ایک داڑھی منڈے صاحب کوٹ پتلون پہنے ہوئے حاضر خدمت ہوئے۔ حضرت نے نام دریافت فرمایا۔ انہوں نے عرض کیا "حبیب احمد" آپ نے برجستہ فرمایا نام حبیب احمد اور یہ شکل لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم "ان صاحب نے توبہ کی اور پھر داڑھی رکھ لی۔ (۲۴) زنان خانے میں ایک مرتبہ عورتیں زیارت کے لئے حاضر تھیں۔ آپ تشریف لائے تو چند عورتوں کے نقاب الٹے اور منہ کھلے تھے۔ آپ نے فوراً آنکھیں بند کرلیں اور فرمایا نقاب ڈالو، نقاب ڈالو۔ جب انہوں نے نقاب ڈال لی تو دیر تک پردہ کی اہمیت ارشاد فرماتے رہے۔ (۲۵)

تبلیغِ اسلام:

اشاعت وتبلیغ اسلام میں آپ نے اہم کردار ادا کیا۔ ۱۳۴۳ھ/۱۹۲۴ء میں جب شردھانند نے فتنۂ ارتداد اٹھایا تو آپ نے ثابت قدمی سے اس کا مقابلہ کیا۔ ہر کٹھن وقت میں مسلمانوں کی راہنمائی فرمائی۔ ۱۳۵۴ھ/۱۹۳۵ء میں مسجد شہید گنج لاہور کا سانحہ پیش آیا۔ مفتئ اعظم نے انگریزوں اور سکھوں کے مقابلے میں مسلمانوں کی حمایت کی۔ اسی طرح ۱۹۴۶ء میں آل انڈیا سنی کانفرنس (بنارس) میں بھی تاریخ ساز کردار ادا کیا۔ تحریک پاکستان میں بڑا اہم کردار ادا کیا۔ ملتِ اسلامیہ پر آپ کا احسانِ عظیم ہے۔ (۲۶)

خلفاء ومریدین:

حضرت مفتیٔ اعظم قبلہ کا روحانی فیض دنیا کے ہر خطہ میں پہنچا۔ایک محتاط اندازہ اور رجسٹروں کے اندراج کے مطابق فروری ۱۹۸۱ء میں آپ کے مریدین کی تعداد ۹۵ لاکھ تھی۔جن خوش قسمت حضرات کو آپ سے خلافت وسندِ حدیث شریف حاصل ہے۔ان میں محدثِ اعظم پاکستان مولانا محمد سردار احمد، شیر اہل سنت مولانا حشمت علی لکھنوی، علامہ عبدالمصطفیٰ الازہری، علامہ احمد سعید کاظمی، علامہ ارشد القادری، علامہ غلام رسول رضوی، علامہ مشتاق احمد نظامی، علامہ مفتی اختر رضا خاں ازہری، مفتی محمد شریف الحق امجدی، مفتی محمد اعظم رضوی، علامہ بدر الدین احمد قادری، مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی، علامہ تحسین رضا خاں وغیرہم کے اسمائے گرامی قابلِ ذکر ہیں۔(۲۷)

وصال:

۱۴ محرم الحرام ۱۴۰۲ھ/ ۳ نومبر ۱۹۸۱ء کو ۹۱ برس کی عمر میں کلمہ طیبہ پڑھتے ہوئے بریلی میں وصال فرمایا۔نمازِ جنازہ میں دنیا بھر کے ۲۵ لاکھ عقیدت مند شریک ہوئے۔(۲۸) مزار مبارک بریلی شریف میں اعلیٰ حضرت کے پہلو میں مرجع خواص وعوام ہے۔

حضرت خواجہ شاہ محمد سراج الحق چشتی صابری

سراج السالکین حضرت خواجہ شاہ سراج الحق چشتی صابری علیہ الرحمہ کرنال (انڈیا) میں ۱۲۸۴ھ/ ۱۸۶۸ء میں ایک معزز ومتمول خاندان میں پیدا ہوئے۔والد ماجد کا نام محمد منیر الحق ہے۔آپ نے میٹرک کے بعد والد ماجد کی خواہش کے پیش نظر پٹوار کا امتحان پاس کیا۔پھر والد ماجد کی خواہش کا احترام کرتے ہوئے آپ نے ملازمت اختیار کی اور معمولی سی کوشش سے ڈپٹی کمشنر گورداسپور کے ریڈر مقرر ہوئے۔لیکن کچھ ہی عرصہ بعد آپ نے یہ ملازمت ترک کر دی وجہ اس کی یہ ہوئی کہ ایک دن آپ نمازِ جمعہ ادا کرنے کے لئے جانے لگے تو انگریز ڈی سی نے روک دیا کہ چند ضروری سرکاری کام کر لیں۔مگر آپ نے فرمایا: نماز حاکمِ اعلیٰ کا حکم ہے، میں اسے چھوڑ نہیں سکتا"۔انگریز ڈی سی مطمئن نہ ہوا۔آپ باہر تشریف لائے فوراً استعفیٰ لکھ کر دیا اور خود نمازِ جمعہ ادا کرنے چلے گئے۔(۲۹)

تلاشِ مرشدِ کامل:

حضرت خواجہ کی طبیعت شروع ہی سے ہمہ وقت عبادت کی طرف راغب تھی اوراد واشغال میں منہمک رہتے تھے۔شیخ کامل کی تلاش کا جذبہ موجزن تھا۔کافی عرصہ مرشدِ کامل کی تلاش میں گزرا۔بالآخر استخارہ میں آپ کو حضرت صوفی محمد حسین شاہ صاحب مرادآبادی کی طرف رہنمائی ہوئی۔تلاشِ بسیار کے بعد حضرت صوفی محمد حسین مرادآباد،

قدس سرہ کی کلیر شریف (انڈیا) عرس کے موقع پر زیارت ہوئی۔ عرس کے بعد مراد آباد آ کر حضرت صوفی صاحب قبلہ سے بیعت ہوئے اور وہیں آپ کے پاس رہ کر منازلِ سلوک طے کیں۔ حضرت صوفی محمد حسین شاہ صاحب ایک عارفِ کامل تھے۔ حمیتِ دینی کا عالم یہ تھا کہ وہابیہ، غیر مقلدین اور بد مذہبوں کا بے دریغ ردّ فرماتے تھے۔ (۳۰)

گورداسپور تشریف آوری:

انیسویں صدی کے اواخر اور بیسویں صدی کے اوائل میں گورداسپور کا علاقہ خاص طور پر مرزا قادیانی کی زد میں تھا۔ مسلمانوں کی دولتِ ایمان محفوظ رکھنے کے لئے حضرت صوفی محمد حسین مراد آبادی قدس سرہ نے حضرت خواجہ شاہ محمد سراج الحق کو گورداسپور تشریف لے جانے اور اسے اپنا مرکز بنانے کا حکم دیا۔ حکم کی تعمیل کرتے ہوئے حضرت خواجہ شاہ سراج الحق ہمیشہ کے لئے گورداسپور تشریف لے آئے۔ یہاں ایک خالی جگہ کو دعوت وارشاد کا مرکز بنایا۔ ایک مسجد تعمیر کی۔ یہیں سے خلقِ خدا کی ہدایت کا کام شروع فرمایا۔ آپ کے چہرۂ انور بہت نورانی تھا۔ اور صوفی محمد حسین مراد آبادی سے بیعت کرنے کے بعد اب تو نورِ ولایت نے سونے پر سہاگہ کا کام دیا۔ آپ کی مجلس میں حاضر ہونے والا ایسی کشش محسوس کرتا کہ ہمیشہ کے لئے یہیں کا ہو کر رہ جاتا اور بے دام غلامی پر فخر محسوس کرتا۔

مرزا قادیانی کا ردّ:

مرزا قادیانی کے چنگل سے عوام الناس کو محفوظ رکھنے کے لئے حضرت خواجہ نے علماء وصوفیاء کی جماعت کے ہمراہ قادیان کے گرد تبلیغی حصار قائم کر دیا۔ حضرت خواجہ جب دیہاتوں میں تشریف لے جاتے تو آپ کا نورانی چہرہ دیکھ کر دیہاتیوں کے لئے حق و باطل کا امتیاز کرنا مشکل نہ رہتا۔ کیونکہ وہ مرزا قادیانی سے اچھی طرح واقف تھے اور مرزا کی شکل وصورت میں ان کے لئے کوئی جاذبیت نہ تھی۔ یہ دیہاتی جوق در جوق حضرت خواجہ کی بیعت کرتے اور یوں اپنے آپ کو بے دینی اور الحاد کے ہر حملے سے محفوظ کر لیتے۔ (۳۱)

حضرت خواجہ نے گورداسپور میں عرس کا افتتاح فرمایا تو خواجگانِ چشت کی عام روش سے ہٹ کر بجائے ہجری تقویم کے عیسوی تقویم کے مطابق عرس کی تاریخ مقرر کی۔ اس میں جو حکمت پنہاں تھی اس کا تذکرہ کرتے ہوئے حافظ مظہر الدین لکھتے ہیں: "میرے عہد طفولیت میں ایک دفعہ ایک صاحب نے سوال کیا کہ حضرت ! اپنے بزرگوں کے خلاف عرس کی تاریخ عیسوی کیوں مقرر کی گئی ہے؟ حضرت نے فرمایا کہ انہی تاریخوں میں قادیان کا جلسہ ہوتا ہے ہمارا مقصد یہ ہے کہ لوگ ادھر نہ جائیں" بظاہر یہ ایک معمولی سی بات معلوم ہوتی ہے لیکن اس سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ عوام کو مرزائیت سے باز رکھنے کی حضرت کو کس قدر فکر تھی۔ عین ممکن ہے کہ یہ تدبیر بھی حضرت نے اپنے پیر ومرشد صوفی محمد حسین مراد آبادی کے ایماء اور مشورہ سے اختیار کی ہو"۔ (۳۲)

اخلاق وعادات:

حضرت خواجہ شاہ محمد سراج الحق چشتی اوائلِ عمری سے ہی شریعت وسنت کے پابند تھے اور دوسروں کو بھی احکامِ شریعت کی پابندی کی تلقین کرتے تھے۔ طالب علمی کے ایام میں ہی آپ نے ایک انجمن بنائی تھی جس کا کام صرف یہ تھا کہ بے نمازوں کو نماز پڑھنے کی ترغیب دی جائے۔ یہ انجمن اپنے مقاصد میں بہت کامیاب ہوئی۔ انسانی ہمدردی اور اعلیٰ اخلاق کا عنصر بچپن ہی میں نمایاں تھا۔ چنانچہ جن دنوں آپ آٹھویں جماعت میں پڑھتے تھے۔ لاعلاج مریض آپ کے ہاں حاضر ہوتے اور بفضلہٖ تعالیٰ شفا پاتے۔ گورداسپور میں نماز فجر کے بعد تلاوت و وظائف سے فارغ ہو کر دن بھر طالبانِ حق کی تعلیم و تربیت اور خدمتِ خلق میں مصروف رہتے۔ غریب طلباء کو اپنے خرچ پر مدارسِ دینیہ میں تعلیم حاصل کرنے کے لئے بھیجتے۔ چھوٹے بچوں کی تعلیم و تربیت کے لئے خانقاہِ معلیٰ کے نزدیک ہی ایک پرائمری سکول جاری فرمایا جس میں اخلاقیات کی تعلیم پر خصوصی توجہ دی جاتی۔ مغرب اور عشاء کے درمیان اور صبح سحری سے نمازِ فجر تک نفی و اثبات کا ذکر بلند آواز سے کرتے۔ اس ذکر کی روحانی کیفیت بیان سے باہر ہے"۔ (۳۳)

تقویٰ وطہارت:

ملازمت کے دوران اور وہ بھی محکمہ مال کی، شریعت وسنت کی پاسداری ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہے۔ لیکن بفضلہٖ تعالیٰ آپ اس امتحان میں کامیاب رہے۔ ملازمت کے ان ایام میں ایک مرتبہ آپ پر رشوت کا ناحق الزام لگایا گیا۔ مقدمہ انگریز ڈپٹی کمشنر کی کچہری میں پیش ہوا۔ آپ نے اپنی صفائی میں فرمایا: "میں خود اپنی صفائی پیش کروں یا میری گھوڑی میری صفائی پیش کرے۔ اس پر انگریز ڈی سی حیرانگی سے بولا "اپنی گھوڑی سے ثبوت دلوادیں"۔ حضرت نے کسی خادم کو حکم دیا کہ کسی کا چارا چوری کاٹ کر میری گھوڑی کے سامنے ڈالو۔ چوری کا چارہ گھوڑی کے سامنے ڈالا گیا۔ مگر گھوڑی نے چارہ نہ کھایا۔ آپ نے چارے کے مالک کو بلایا، معاوضہ ادا کیا، حقوق معاف کروائے۔ تب گھوڑی نے وہی چارا کھانا شروع کر دیا۔ اس پر انگریز ڈپٹی کمشنر بہت متاثر ہوا۔ اس نے آپ کو بری کر دیا اور الزام لگانے والے کو زجر و توبیخ کی۔ تقویٰ وطہارت کا عالم یہ تھا کہ سرکاری قلم دوات سے کبھی اپنا خط تک نہ لکھا۔ (۳۴)

حضرت محدثِ اعظم پر شفقت:

حضرت خواجہ اپنے مریدِ صادق حضرت محدثِ اعظم پر بڑی شفقت فرماتے تھے۔ ابھی آپ کی تعلیم مکمل ہونے میں ایک سال باقی تھا کہ حضرت خواجہ نے آپ کا نکاح خود پڑھایا۔ حسن اتفاق سے آپ کے سسرال بھی حضرت خواجہ کے عقیدت مندوں میں سے تھے لہٰذا حضرت محدثِ اعظم نے ان کے سامنے یہ شرط رکھی کہ چونکہ میں ابھی تک زیرِ تعلیم ہوں۔ اس صورتِ حال میں ایک سال تک میں اپنے اہلِ خانہ کا نان ونفقہ ادا نہیں کر سکتا۔ چنانچہ آپ کی شرط سسرال والوں نے قبول کر لی۔

اجازت وخلافت:

حضرت خواجہ علیہ الرحمہ کا بیشتر وقت (متحدہ) پنجاب میں بغرض دعوت وارشاد گزرتا۔شوال ۱۳۵۰ھ/ مارچ ۱۹۳۲ء میں آپ بغرضِ تبلیغ دسوہہ ضلع ہوشیار پور میں تھے کہ بیمار ہوگئے۔علالت کے پیشِ نظر مزید سفر ملتوی کر کے واپس کرنال تشریف لے آئے اور ایک قاصد کو اجمیر مقدس روانہ فرمایا کہ وہ مرید باصفا حضرت شیخ الحدیث کو لے آئے۔آپ فوراً کرنال حضرت خواجہ کے حضور حاضر ہوئے۔چندروز کرنال ہی میں شیخ کامل کے فیوضات سے بہرہ ور ہوئے۔چونکہ شیخ کامل سفرِ آخرت کی تیاری فرما رہے تھے اس لئے سلسلہ عالیہ چشتیہ کی امانت اپنے مرید خاص حضرت شیخ الحدیث کو ودیعت فرمائی اور خلافت واجازت سے نوازا۔(۳۵)

وصال:

حضرت شاہ سراج الحق قدس سرہ چندروز بیمار رہ کر ۸ شوال المکرّم ۱۳۵۰ھ/ ۸ مارچ ۱۹۳۲ء کو اس دارِفنا سے دارِ بقاء کی جانب روانہ ہوئے۔وصال کے بعد متوسلین نے باہم مشورہ سے یہ طے کیا کہ شیخ طریقت کا مزار گورداسپور میں بنایا جائے۔چنانچہ جنازہ مبارکہ گورداسپور لایا گیا۔تمام مریدین وخلفاء کی موجودگی میں شیخ طریقت کی وصیت کے مطابق آپ کا جنازہ حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ نے پڑھایا۔حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ اکثر یہ بات بطور تحدیث نعمت فرمایا کرتے تھے کہ "میں نے دو ولیوں کا جنازہ پڑھایا ہے۔حضرت خواجہ شاہ سراج الحق قدس سرہ اور حضرت حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا قدس سرہ کا"۔(۳۶)

مولانا حاجی پیر محمد خان

مولانا حاجی پیر محمد خان ۱۸۸۷ء میں بٹالہ ضلع گورداسپور میں پیدا ہوئے۔میٹرک تک تعلیم حاصل کرنے کے بعد محکمانہ ٹریننگ کی کئی سندات حاصل کیں۔آپ مسلم ہائی سکول بٹالہ کے ہیڈ ماسٹر تھے۔حضرت محدثِ اعظم مولانا سردار احمد علیہ الرحمہ ان کے پاس چھ سال تک زیرِ تعلیم رہے۔اور مسلم ہائی سکول سے میٹرک کا امتحان امتیازی حیثیت سے پاس کیا۔حضرت محدثِ اعظم کے دورِ طالبعلمی کا تذکرہ کرتے ہوئے حاجی صاحب فرمایا کرتے تھے:"وہ بہت ذہین، طباع اور حساس طبیعت کے مالک تھے۔کبھی کسی دن پڑھائی کے بعد کلاس میں دینی مسائل کا تذکرہ نہ ہوتا تو سردار احمد مجھے یاد دہانی کراتے۔اکثر اوقات اختتام اوقاتِ مدرسہ پر دینی مسائل کے متعلق تفصیلی گفتگو کرتے۔جس سے مجھے یہ تاثر ملا کہ مولانا بچپن ہی سے دینی مسائل ومعاملات پر بہت شغف رکھتے تھے"۔یونہی حضرت محدثِ اعظم اپنے گاؤں میں منعقد ہونے والی محافلِ میلاد النبی ﷺ میں آپ کو مدعو کرتے رہتے تھے۔دورانِ تحصیل علم اور بعد از تکمیل علوم دینیہ حاجی

صاحب کا حضرت محدثِ اعظم سے سلسلۂ ملاقات برابر قائم رہا۔ حاجی صاحب اپنی مجالس میں اس فاضل شاگرد کی قابلیت کا ہمیشہ فخریہ انداز میں ذکر فرمایا کرتے تھے۔ جب انہیں حضرت محدثِ اعظم کے وصال کی خبر لاہور میں سنائی گئی تو آپ زاروقطار رونے لگے اور فرمانے لگے: "ایسا عاشق رسول، فاضل مدرس اور شیخ الحدیث صدیوں کے بعد پیدا ہوتا ہے"۔

حاجی صاحب کے دل میں بچوں کو پڑھانے کا جذبہ عشق کی حد تک موجزن تھا۔ ۱۹۴۷ء تک آپ اپنے اس ذوق کی تسکین مسلم ہائی سکول بٹالہ میں فرماتے رہے۔ قیامِ پاکستان کے بعد آپ نے لاہور میں اسلامیہ ہائی سکول سمن آباد کا اجراء فرمایا۔ آپ نے اپنے صاحبزادگان کو بھی فروغ علم کے لئے زندگی وقف کرنے کی وصیت فرمائی۔

حاجی صاحب بیک وقت اعلیٰ پائے کے مدرّس، خطیب، مناظر، قاری اور نعت خواں تھے۔ آپ نے انگریزی اور اردو کی درسی کتب کے علاوہ نعتوں کا ایک مجموعہ بھی تیار کیا۔ آپ امیر ملّت پیر سید جماعت علی شاہ صاحب محدث علی پوری سے بیعت تھے۔ سالانہ عرس مبارک کے موقع پر نعت خوانی اور تقاریر کے سلسلہ میں محدث موصوف کے دستِ مبارک سے تمغات اور سندات پائیں۔ آپ نے تحریک پاکستان میں بھی سرگرمی سے حصہ لیا۔

حاجی صاحب کا وصال ۲۰ ستمبر ۱۹۶۵ء بروز پیر ہوا۔ اور نماز جنازہ امین الحسنات مولانا سید خلیل احمد قادری خطیب مسجد وزیر خاں لاہور نے پڑھائی۔ آپ کے تلامذہ میں حضرت محدثِ اعظم کے علاوہ میاں بدر محی الدین قادری سجادہ نشین آستانہ عالیہ قادریہ فاضلیہ بٹالہ شریف، سید غلام خالق سابق ایجوکیشن اتاشی حکومت پاکستان، میاں ارشد حسین سابق وزیر خزانہ حکومت پاکستان اور شیخ محمد علی ڈپٹی اکاؤنٹنٹ جنرل قابلِ ذکر ہیں۔ (۴۷)

حکیم مولوی ذوالفقار علی قریشی

حکیم مولوی ذوالفقار علی قریشی ۱۸۹۸ء میں بٹالہ ضلع گورداسپور میں پیدا ہوئے۔ میٹرک تک تعلیم کے بعد پیشہ وارانہ اسناد مثلاً اے ایل او اور ایس وی حاصل کیں۔ حکیم حاذق کا سرٹیفکیٹ بھی حاصل کیا۔ آپ قصبہ دیال گڑھ کی مسجد کے امام وخطیب ہونے کے ساتھ ساتھ ڈاک خانہ کے انچارج اور لوئر مڈل سکول دیال گڑھ کے صدر معلم تھے۔ حضرت محدثِ اعظم نے آپ سے قرآن مجید ناظرہ پڑھا اور پرائمری تک آپ کے پاس زیرِ تعلیم رہے۔

قریشی صاحب متوکل، صابر وشاکر، قانع، سنتِ نبوی کے پابند اور نہایت مہمان نواز تھے۔ گاؤں میں جب کوئی مسافر یا اجنبی آتا تو آپ کے ہاں مہمان ہوتا۔ زندگی بھر آپ نے کسی کا دل نہیں دکھایا۔ بلکہ دشمنی کا جواب بھی ہمیشہ خلوص ومحبت سے دیا۔ اپنی خوش اخلاقی کے باعث ہر دلعزیز تھے۔ قریہ قریہ، بستی بستی آپ کی عزت وشہرت تھی۔

قیامِ پاکستان کے بعد لاہور میں آپ نے یورپین مشن اسکولوں کے مقابلے میں زیڈ ایم (Z.M) کے نام سے یورپین ٹائپ سکولوں کی بنیاد رکھی۔ آپ کے زمانۂ حیات تک یہ سکول لاہور، سیالکوٹ، شیخوپورہ، گجرات، پسرور

،ساہیوال، گوجرانوالہ اور سرگودھا میں بچوں کو دینی و دنیاوی تعلیم سے بہرہ ور کرتے رہے۔ اس کام میں آپ کے بڑے صاحبزادے محمد منور قریشی (ایم اے، ایم او ایل، بی ٹی) آپ کے معاون تھے۔ ان کی لکھی ہوئی کتاب "زبانِ قرآن" ان اسکولوں میں پڑھائی جاتی تھی۔ آپ کے تمام صاحبزادے اعلیٰ تعلیم یافتہ ہیں۔

وفات سے کچھ عرصہ قبل مولوی صاحب سیشن جج کے ساتھ جیوری میں بطور اسیسر کام کرتے رہے۔ ان کا کام یہ ہوتا تھا کہ جج کے ہمراہ قتل کا مقدمہ سنتے، بعد میں اپنی رائے سے مطلع کرتے۔ جس کی روشنی میں جج اپنا فیصلہ لکھتا۔ قتل کے ایک مقدمہ میں کسی کو ناحق موت کی سزا ہوئی۔ جس کا آپ کو بہت صدمہ ہوا۔ وہیں عدالت میں آپ کو دل کا دورہ پڑا اس کے بعد آپ صحت یاب نہ ہو سکے۔ کچھ عرصہ بیمار رہ کر ۱۹۵۷ء میں وصال فرمایا۔ جنازہ میں ہزاروں افراد شریک تھے۔ امامت کے فرائض حضرت محدثِ اعظم نے بہ نفسِ نفیس انجام دیئے۔ دوسرے روز تعزیت کے لئے تشریف لائے اور قبر پر فاتحہ خوانی و مراقبہ کیا۔ پھر فرمایا "ماشاء اللہ میں نے استاذِ محترم کا بڑا مرتبہ دیکھا ہے"۔ ۲۸ شعبان المعظم ۱۳۷۶ھ/۳۰ مارچ ۱۹۵۷ء کو آپ استاذِ محترم کے چہلم میں تشریف لائے اور خطاب فرمایا۔ (۳۸)

اساتذہ و مشائخ سے عقیدت و محبت

حضرت محدثِ اعظم کو اپنے اساتذہ کرام اور مشائخ عظام سے بے پناہ عقیدت و محبت تھی۔ آپ کے ہر سانس میں اس محبت کی خوشبو مہکتی تھی اور آپ کے ہر فعل سے اس عقیدت کا اظہار ہوتا تھا۔ آیئے اس بے مثال محبت و عقیدت کی چند جھلکیاں ملاحظہ فرمایئے:

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا علیہ الرحمۃ سے محبت:

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی سے آپ زیارت و ملاقات کا شرف تو حاصل نہیں کر سکے تھے لیکن چونکہ انہی کے سلسلہ عالیہ قادریہ رضویہ میں حضرت حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں صاحب کے توسط سے بیعت تھے۔ اس لئے اعلیٰ حضرت کی محبت آپ کے لئے راحتِ جاں اور ان کا نامِ نامی آپ کا وظیفۂ زباں تھا۔ ان کی شانِ اقدس میں ذرّہ برابر گستاخی بھی آپ کو گوارا نہیں تھی۔ زمانۂ طالبعلمی میں دارالعلوم معینیہ عثمانیہ اجمیر شریف کے ایک مدرّس جو جامع معقول و منقول تھے، نے ایک مرتبہ دورانِ درس اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی تفقہ فی الدین کی تعریف کرتے ہوئے کہا: "اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی فقیہ میں ماہر تھے"۔ اس جملہ میں فقہ کی قید احترازی تھی۔ اشارۃً فاضل بریلوی قدس سرہ کی علوم معقول پر مہارت سے انکار تھا۔ حضرت شیخ الحدیث یہ سن کر تڑپ اٹھے اور دوسرے ہی دن حضرت کی معرکۃ الآراء اور امکان کذب باری تعالیٰ کی تردید پر منفرد کتاب "سبحان السبوح" کا ایک ورق کھول کر فاضل مدرس کے سامنے درس میں بیٹھ گئے اور اس پر اظہارِ خیال چاہا۔ مدرس مذکور فاضل تھے۔ دو چار بار دیکھتے ہی کہا کہ میں پہلے مطالعہ کرلوں پھر کتاب کے باب میں

کچھ کہہ سکوں گا۔ چنانچہ دوسرا اور تیسرا دن آ گیا۔ اور یہ کہہ کر فاضل مذکور نے کتاب اور مصنف قدس سرہ کی انفرادی حیثیت کا برملا اقرار کرلیا کہ "سبحان السبوح" اپنے موضوع میں لاجواب ہے۔ قاضی اور افق المبین جیسی کتبِ معقول کے علمی مباحث کا خلاصہ اس میں موجود ہے۔ اور اس کا مصنف یقیناً علومِ معقول پر استحضار رکھتا ہے"۔ (۳۹)

مزارِ اقدس پر حاضری:

منظرِ اسلام بریلی میں تعلیم اور تدریس کے دوران امام احمد رضا قدس سرہ کے مزار پرانوار پر حاضری روزانہ ہوتی۔ اس میں کچھ زیادہ اہتمام کی ضرورت نہ پڑتی کہ مزار اور دارالعلوم منظرِ اسلام ایک ہی محلّہ بلکہ ایک ہی جگہ واقع ہیں۔ جب آپ نے دارالعلوم مظہرِ اسلام مسجد بی بی جی مرحومہ جو مزارِ اقدس سے کچھ فاصلے پر تھا، میں تدریس شروع کی تو پھر بھی یہ معمول رہا کہ روزانہ اسباق سے فارغ ہو کر مزار امام احمد رضا بریلوی اور حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا کی زیارت میں ناغہ نہ فرماتے۔ (۴۰)

عمامۂ اعلیٰ حضرت:

سید قناعت علی قادری جو ایک مدّت تک اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے پیشکار رہے۔ ان کے پاس امام احمد رضا کا ایک استعمال شدہ عمامہ برنگِ سبز موجود تھا۔ سید قناعت علی ایک عرسِ قادری رضوی کے موقع پر فیصل آباد وہ دستار لائے اور حضرت شیخ الحدیث کی خدمت میں پیش کی۔ جناب سید قناعت علی قادری نے اس وقت ایک درخواست کی "حضور! وعدہ کیجئے کہ کل بروزِ قیامت جب آپ جنت میں داخل ہوں گے تو فقیر کو نہ بھولئے گا"۔ اس پر حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ آبدیدہ ہو گئے اور فرمایا کہ جنت میں داخلہ تو آپ کے نانا پاک اور آپ کے طفیل ہی ملے گا۔ اور پھر یہ کہ آپ حضور اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کی زیارت اور خدمت سے مشرف ہیں۔ خود آپ کا تعلق جس گھرانے سے ہے۔ اسی کے صدقے سب کو جنت میں داخلہ نصیب ہوگا"۔ آپ اس قسم کی باتیں کرتے رہے اور جناب سید قناعت علی قادری اپنی درخواست پر اصرار کرتے رہے۔ یہ منظر حاضرین کے لئے بڑی رقت کا باعث بنا۔ بعدازاں آپ نے عمامہ لے کر امام احمد رضا قدس سرہ کی طرز پر باندھا۔ (۴۱)

عرسِ قادری رضوی:

فیصل آباد تشریف لاتے ہی حضرت محدثِ اعظم نے عرس قادری رضوی کے نام سے اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے عرس مبارک کا آغاز کر دیا۔ جو ہر سال ۲۴، ۲۵ صفر المظفر کو منعقد ہوتا۔ اس میں علماء و مشائخ کو دعوت دے کر بلواتے۔ اور ان کی تقاریر سے اپنے مشائخ کی خدماتِ جلیلہ کی اشاعت کرتے۔ یہ سلسلہ آج بھی آستانہ عالیہ رضویہ فیصل آباد پر جاری ہے اور آپ کے صاحبزادگان نہایت عقیدت و محبت سے اس کا انعقاد کرتے ہیں۔ اس عرسِ مبارک کا آغاز محض

ایک جلسہ یا عرس کی ابتدا نہ تھی۔ بلکہ یہ عرس ایک علمی و روحانی تحریک تھی۔ جس نے پورے پاکستان میں اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کی دینی خدمات سے عوام الناس کو آگاہ کیا اور مخالفین کی جانب سے آپ پر لگائے گئے الزامات کا احسن انداز میں جواب دیا۔ یہ تحریک آگے بڑھی تو پاکستان ہی نہیں پوری دنیا کے کونے کونے میں یومِ رضا کا انعقاد ہونے لگا۔ (۴۲)

وابستگانِ اعلیٰ حضرت سے محبت:

حضرت محدثِ اعظم پاکستان، وابستگانِ اعلیٰ حضرت سے ان کی اعلیٰ حضرت سے نسبت اور تعلق کی وجہ سے محبت فرماتے تھے۔ مولانا تحسین رضا اور مولانا ریحان رضا نے اگرچہ آپ سے استفادہ کیا لیکن آپ ان صاحبزادگان کا ادب اس طرح کرتے کہ گویا یہ مخدوم زادے نہیں خود مخدوم ہیں۔ جب بھی کراچی جاتے تو مولانا ابراہیم رضا خاں کے داماد جناب شوکت میاں کے گھر ضرور جاتے۔ وصال سے قبل بھی ان کی درخواست پر نقاہت کے باوجود ان کے گھر تشریف لے گئے۔ (۴۳)

اپنے مشائخ اور ان کے وابستگان سے حضرت محدثِ اعظم کو ایسی پختہ عقیدت اور مضبوط محبت تھی کہ بعد از وصال بھی وابستگانِ اعلیٰ حضرت کی خدمت کا حکم ارشاد فرمایا۔ اس اجمال کی تفصیل بیان کرتے ہوئے صوفی فرزند علی بیان کرتے ہیں: "ناچیز خادم دربار شریف پر حاضر تھا۔ عرسِ مقدس کی تاریخ قریب ہی تھی صاحبزادگان نے تمام طلباء کو جمع کیا اور عرسِ پاک کے معاملے میں ہر طالب علم کی ڈیوٹی مقرر کر دی لیکن مجھے کچھ نہ فرمایا۔ مجھے بہت افسوس اور غم ہوا کہ میں کس قدر نااہل اور بدنصیب ہوں کہ کسی کام کے لئے مجھے نہیں فرمایا۔ مایوسی کے عالم میں وضو کیا اور سنی رضوی جامع مسجد میں نفل نیت کر کے رونا شروع کر دیا۔ دعا مانگی اور مدرسہ چلا آیا۔ دفتر میں جمگھٹا سا معلوم ہوا دیکھا تو سرکارِ اعلیٰ حضرت کے مرید سید ایوب علی رضوی رحمۃ اللہ علیہ جلوہ گر تھے۔ صاحبزادہ حاجی محمد فضل کریم اور غازیؔ محمد فضل احمد صاحبان بھی موجود تھے۔ اور حضرت موصوف سے خیر و عافیت پوچھ رہے تھے۔ بعد میں سید صاحب موصوف کی آرام گاہ کے لئے قبلہ قاری علی احمد صاحب امام سنی رضوی جامع مسجد کی بیٹھک تجویز ہوئی۔ صاحبزادگان نے سید صاحب کی خدمت کے لئے مجھے ارشاد فرمایا۔ میری خوشی کی انتہا نہ رہی۔ ایسا معلوم ہوا کہ لوگوں کو تو عرس مبارک ملا ہے اور مجھے ان شاء اللہ عرس مبارک کی روح مل گئی ہے۔ سید صاحب قبلہ کی طبیعت نہ صرف کمزور تھی بلکہ رعشہ بھی تھا۔ اپنے دستِ مبارک سے تو پانی بھی نہیں پی سکتے تھے۔ ناچیز انہیں سہارا دے کر قیام گاہ میں لے گیا۔ آرام کے دوران مجھے اپنے ہاتھ سے سید صاحب قبلہ کو چائے وغیرہ پلانے کا بھی شرف حاصل ہوتا رہا اور باقی خدمات بھی حسبِ توفیق کرتا رہا۔ اور سید صاحب بھی شفقتِ خاص سے نوازتے اور سرکار اعلیٰ حضرت کی زندگی پاک کے اکثر واقعات اور حالات سناتے رہے۔ غالباً حضرت مولانا عنایت اللہ مرحوم کی تقریر تھی۔ میں نے تقریر سننے کی اجازت مانگی۔ آپ نے خوشی سے اجازت دی۔ خادم ناچیز مدرسہ سے سنی رضوی جامع مسجد کی طرف چلا۔ دربار شریف کے پاس پہنچا تو سرکار محدثِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے دربار پاک سے

آواز آئی "فرزند علی، سید صاحب کے پاس چلو" سرکار کی جاں فزا آواز میرے سر کے کانوں نے سنی اور سرکار کے چہرۂ انور کو میرے دل کی آنکھوں نے ہو بہو دیکھا۔ خادم ناچیز اسی وقت واپس آ گیا۔ سید صاحب قبلہ نے دیکھ کر فرمایا کیا بات ہوئی؟ اتنی جلدی کیوں واپس آ گئے ہو؟ میں نے عرض کر دیا کہ سرکار محدثِ اعظم علیہ الرحمہ نے واپسی کا حکم دیا ہے۔ سید صاحب بہت خوش ہوئے اور بار بار پوچھتے رہے کہ واقعی کہا ہے؟ اور کیا کہا ہے؟ اور خوش ہوتے رہے اور فرماتے رہے کہ "میری اور مولانا سردار احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی نسبت یک جان دو قالب کی ہے"۔ (۴۴)

حضرت صدر الشریعہ سے عقیدت:

حضرت صدر الشریعہ سے آپ کو گہری عقیدت تین وجوہات کی بناء پر تھی۔ ایک تو وہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی قدس سرہ کے خلیفۂ مطلق تھے دوسرے وہ آپ کے استاذِ محترم تھے تیسرے یہ کہ اُن سے آپ کو اجازت وخلافت اور سندِ حدیث حاصل تھی۔ حضرت صدر الشریعہ سے آپ کا ایسا گہرا تعلق تھا کہ آج دُور دُور تک کسی شاگرد کا اپنے استاذ سے ایسا تعلق ولگاؤ دیکھنے کو نہیں ملتا۔

جوتا اٹھانے پر جھگڑا:

حضرت صدر الشریعہ کے شاگردوں کی تعداد یوں تو سینکڑوں میں ہے لیکن دو شاگرد ایسے ہیں جن پر حضرت صدر الشریعہ کو بھی فخر تھا یعنی محدثِ اعظم اور حافظِ ملّت مولانا عبدالعزیز مبارک پوری۔ یہ دونوں شاگرد جہاں اپنی محنت، قابلیت اور علمیّت کی بناء پر ممتاز مقام کے حامل تھے وہیں استاذِ محترم کے ادب واحترام میں بھی اپنا کوئی ثانی نہیں رکھتے تھے۔ چنانچہ حافظ ملت مولانا عبدالعزیز محدث مبارک پوری کا بیان ہے:" جب میں اجمیر شریف میں طالب علم تھا تو صدر الشریعہ عصر کی نماز کے بعد مجھے اور مولانا سردار احمد صاحب کو ایک کتاب کا درس دیتے تھے، ہم لوگ حضرت کی درس گاہ سے نکل کر جب باہر ہونے لگتے تو ہم میں سے ہر ایک صدر الشریعہ کے نعلین درست کرنے میں سبقت کرتا حتیٰ کہ کبھی کبھی ہم لوگ ایک دوسرے سے لڑ پڑتے۔ چنانچہ کچھ روز کے بعد آپس میں یہ طے پایا کہ ہم دونوں ایک ایک پاؤں کا جوتا سیدھا کر دیا کریں تاکہ دونوں برابر فیض اٹھائیں اور کوئی محروم نہ رہے"۔ (۴۵)

استاذِ محترم کی خدمت کی نادر مثال:

ایک مرتبہ حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ دار العلوم مظہر اسلام، بریلی کے سالانہ جلسہ دستارِ فضیلت میں شرکت کے بعد واپسی کے لئے بریلی اسٹیشن پر جلوہ گر ہوئے۔ استاذ محترم کو الوداع کہنے کے لئے حضرت محدثِ اعظم بھی اسٹیشن تک ساتھ آئے۔ آپ کے کافی طلباء جو امسال فارغ التحصیل ہوئے، ہمراہ تھے۔ گاڑی آنے میں ابھی تاخیر تھی۔ آپ نے اپنے استاذِ محترم کے پاؤں دبانے شروع کئے۔ کافی دیر تک یہ عمل جاری رہا۔ سبحان اللہ! آپ نے اس بات کی کوئی

پرواہ نہ کی کہ اسی شہر بلکہ عالم اسلام کی عظیم درسگاہ مظہر اسلام کا میں شیخ الحدیث ہوں۔ میرے ملنے والے اور مدرسہ کے طلبہ موجود ہیں۔ بلکہ آپ نے عزت اسی میں سمجھی کہ استاذِ محترم کی اپنے ہاتھوں سے خدمت کی جائے۔(۴۶)

استاذِ محترم کی اتباع:

آپ اپنے ہر کام میں استاذِ محترم کی اتباع و پیروی فرماتے یہاں تک کہ کھانے پینے اور روزمرہ کے دیگر معمولات میں بھی استاذِ محترم کی پیروی میں فخر محسوس کرتے۔ حضرت صدر الشریعہ کو ٹھنڈا پانی مرغوب تھا۔ یہاں تک کہ سردیوں میں بھی رات کو صراحی صحن میں رکھوا دیتے اور اسی ٹھنڈے پانی کو پیتے۔ ان کی اتباع میں حضرت محدثِ اعظم بھی ایسا ہی کرتے۔ پنجابی ہونے کی وجہ سے آپ کو طبعی طور پر گوشت مرغوب تھا۔ لیکن حضرت صدر الشریعہ کی اتباع میں مچھلی کے گوشت کو نہایت رغبت سے تناول فرماتے۔(۴۷)

استاذِ محترم کی اتباع کا نقطۂ عروج یہ ہے کہ وصال تک میں اپنے پیارے استاذ کی اتباع کی۔ یعنی حضرت صدر الشریعہ کا وصال ساحلی شہر بمبئی میں ہوا جبکہ آپ کا وصال کراچی میں ہوا جو کہ ساحلی شہر ہے۔ حضرت صدر الشریعہ کے جسدِ اقدس کو بذریعہ ٹرین وطن لایا گیا۔ یونہی آپ کے جسد مبارک کو بھی بذریعہ ٹرین فیصل آباد لایا گیا۔ حضرت صدر الشریعہ کا جنازہ دو مرتبہ پڑھا کر تقریباً تین دن بعد تدفین ہوئی یونہی آپ کا جنازہ ایک مرتبہ کراچی اور دوسری مرتبہ فیصل آباد میں پڑھا گیا۔ تقریباً تین دن بعد تدفین ہوئی۔

استاذِ محترم کے نام کا ادب:

حضرت محدثِ اعظم اپنے استاذِ محترم کا تو ادب کرتے ہی تھے جیسا کہ گذشتہ واقعات میں آپ ملاحظہ فرما چکے لیکن حیرانگی کی بات یہ ہے کہ آپ استاذِ محترم کے نام کا بھی بہت ادب کرتے اور بغیر القاب و آداب کے نام نہ لیتے تھے۔ ایامِ علالت میں ایک مرتبہ آپ صدیقی ہسپتال فیروز شاہ سٹریٹ سے دار العلوم امجدیہ عالمگیر روڈ کراچی، ٹیکسی پر سوار ہو کر تشریف لے جانے لگے۔ مولانا حافظ اسد احمد اور مولانا عنایت اللہ شاہ آپ کے ہمراہ تھے۔ اتفاق سے ٹیکسی والا راستہ بھول گیا۔ مولانا اسد احمد اور مولانا عنایت اللہ ٹیکسی رکوا کر جس سے پوچھتے کہ دار العلوم امجدیہ کس طرف ہے، وہی لاعلمی کا اظہار کرتا۔ حضرت محدثِ اعظم اس عرصہ میں خاموش رہے۔ بالآخر آپ نے ٹیکسی رکوا کر ایک آدمی سے پوچھا۔ ہمارے صدر الشریعہ بدر الطریقہ علیہ الرحمہ کے نام سے ایک دار العلوم یہاں ہے۔ ہمیں وہاں پہنچنا ہے۔" اتفاق کی بات یہ ہے کہ آپ کا اتنا فرمانا تھا کہ عالمگیر روڈ آگئی اور سامنے دار العلوم امجدیہ تھا"۔(۴۸)

حضرت حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا بریلوی سے عقیدت:

حضرت حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا بریلوی اعلیٰ حضرت کے بڑے صاحبزادے اور آپ کے استاذ و شیخ

طریقت تھے۔ نیز انہی کی نظرِ کرم کی برکت سے آپ دنیاوی تعلیم چھوڑ کر دینی تعلیم کی جانب راغب ہوئے تھے۔ ان وجوہات کی بناء پر آپ حضرت حجۃ الاسلام سے بہت محبت کرتے اور عقیدت رکھتے تھے۔ قیام بریلی کے دوران آپ کا یہ معمول رہا کہ جب مسجد میں حضرت حجۃ الاسلام تشریف لاتے تو آپ ان کے نعلین اٹھا کر مسجد کے ایک کونہ میں رکھتے اور واپسی پر خود ہی نعلین لاکر سامنے رکھتے۔ آپ نے اس معمول میں کبھی ناغہ نہ ہونے دیا۔ (۴۹) قیام بریلی کے دوران ہی ایک مرتبہ آپ نے اعلیٰ حضرت کے دونوں شاہزادوں یعنی حضرت حجۃ الاسلام اور حضرت مفتیٔ اعظم کو ایک خصوصی دعوت میں مدعو کیا۔ جب تشریف لائے تو آپ نے اپنے اساتذہ و مشائخ کے لئے دو تین دستاریں ملا کر اپنے حجرہ تک بچھا دیں۔ اور دونوں مخدوموں سے عرض کیا کہ میرے حجرہ تک تشریف لے چلیں۔ یوں شاہزادوں کو دستاروں کے اوپر سے گزار کر اپنے حجرہ تک ساتھ لے گئے۔ (۵۰)

حضرت حجۃ الاسلام کی نظرِ کرم:

حضرت حجۃ الاسلام کی نظر کرم حضرت شیخ الحدیث پر جیسے قبل از وصال تھی ویسے ہی بعد از وصال بھی رہی جس کا اظہار مندرجہ ذیل نورانی خواب سے ہوتا ہے جسے حضرت محدثِ اعظم نے اپنی بیاض میں خود تحریر فرمایا ہے: "بروز جمعرات ۲۹ صفر کا دن گزار کر شب جمعہ مبارکہ ۳۰ صفر المظفر کو بڑے کمرے میں جو مسجد کے متصل ہے، خواب دیکھا کہ یہ فقیر امام اہل سنت، اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے مزارِ پر انوار پر بریلی شریف حاضر ہے۔ آقائے نعمت حضرت حجۃ الاسلام قبلہ قدس سرہ وہاں تشریف رکھتے ہیں۔ ان کی زیارت سے مشرف ہوا۔ حضرت سیدی مفتیٔ اعظم قبلہ کی زیارت سے خواب میں مشرف ہوا۔ جب فقیر نے سیدی حضرت حجۃ الاسلام قدس سرہ کے چہرۂ انور کو دیکھا تو حضرت کا چہرہ بہت ہی زیادہ نورانی تھا۔ اور حضرت نے اس فقیر کو دیکھا اور بہت خوش ہوئے اور مسکرائے اور محبت اور پیار کی نظر سے خنداں پیشانی، اس خادم کو دیکھا۔ جس سے ایک کیفیت طاری ہوئی۔ اور روحانی مسرت حاصل ہوئی۔ حضور حجۃ الاسلام قدس سرہ جب لاہور تشریف لائے تھے۔ خادم خدمت میں زیارت کے لئے حاضر ہوا۔ حضرت نے روح پرور نظرِ محبت سے دیکھا۔ ایسا دیکھا کہ فقیر تارکِ وطن ہوا۔ یہ اس ایک نظر کرم کا صدقہ ہے کہ فقیر نے علمِ دین حاصل کرنا شروع کیا۔ اس خواب میں نظرِ کرم سے روحانی ذوق، باطنی شوق حاصل ہوا۔ اس نظرِ کرم سے وہ نظرِ کرم یاد آئی اور ذوق دوبالا ہوا۔ یہ نظرِ کرم خواب میں تھی اور وہ بیداری میں۔ اس بڑے کمرے میں تبرکات رکھے ہیں۔ اور عنقریب عرس مبارک شان و شوکت سے ہوا۔ اس مبارک خواب سے فقیر یہ سمجھا کہ تبرکات کا فیض ہے۔ اور عرس مبارک قبول ہوا ہے۔ جس سے آقائے نعمت بہت خوش ہیں"۔ ابوالفضل غفرلہٗ۔ جمعہ مبارکہ، ۳۰ صفر المظفر ۷۰ھ، لائلپور (۵۱)

خواب ہی کی ایک اور زیارت کا احوال بیان کرتے ہوئے حضرت محدثِ اعظم اپنی بیاض میں تحریر فرماتے ہیں:

"آج پیر اور منگل کی درمیانی رات میں بعد نمازِ عشاء فقیر تقریباً دس بجے بڑے کمرہ میں لیٹ گیا۔ آنکھ لگ گئی تو حضرت

آقائے نعمت، حجۃ الاسلام قدس سرہ کی خواب میں زیارت کی۔ حضرت قبلہ نہایت ہی خوش ہیں۔ چہرۂ انور چمک رہا ہے اور فقیر کو دیدار سے روحانی مسرت حاصل ہورہی ہے۔ اور فقیر نے سنا کہ حضرت قبلہ یہ پڑھ رہے ہیں۔ اِنَّکَ اَنْتَ الْوَھَّابُ فقیر کی آنکھ کھلی تو فقیر کی زبان پر اَنْتَ الْوَھَّابُ کا ذکر جاری تھا۔ بے شک دین و دنیا کی سب نعمتیں اللہ تعالیٰ عطا فرماتا ہے۔ اس کے حبیب پاک صاحب لولاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صدقہ سے اور بزرگانِ دین کے طفیل سے ملتی ہیں"۔ ابوالفضل محمد سردار احمد غفرلہ، ۱۴ ربیع الاوّل شریف ۱۳۷۴ھ۔ (۵۲)

حجۃ الاسلام کا روحانی فیض:

خواب میں حضرت حجۃ الاسلام کے روحانی فیض کا حال بیان کرتے ہوئے حضرت محدثِ اعظم تحریر فرماتے ہیں: "بروز ہفتہ ۵ جمادی الاولیٰ ۱۳۷۴ھ/ یکم جنوری ۱۹۵۵ء چک مسیتی نزد جانی والا اسٹیشن ضلع لائل پور مغرب کے وقت فقیر وہاں پہنچا۔ عزیزان مولانا عنایت اللہ صاحب، مولانا احسان الحق و مولوی محمد بشیر صاحب سلمہم ساتھ تھے۔ نمازِ عشاء کے بعد نعت خوانی اور تقریریں ہوئیں۔ تقریباً بارہ بجے شب سونا ہوا۔ اس رات خواب دیکھا کہ فقیر بریلی شریف اعلیٰ حضرت، عظیم البرکت قدس سرہ العزیز کے پھاٹک میں مقیم وموجود ہے۔ سیدی حضرت حجۃ الاسلام قدس سرہ العزیز مکان کے اندر سے پھاٹک میں تشریف لائے۔ فقیر کو دیکھا کہ کمزور ہے۔ فقیر کے دل میں یہ بات تھی کہ اب بہت کمزوری لاحق ہوگئی ہے اور نزلہ کی وجہ سے اکثر دانت نکل گئے ہیں۔ اب تقریر و بیان مشکل ہے۔ حجۃ الاسلام قبلہ فقیر کے قریب تشریف لاکر بیٹھ گئے اور اپنی زبان شریف کی طرف اشارہ فرمایا کہ اسے چُوسو۔ حسبِ حکم فقیر نے حضرت قبلہ کی زبان شریف کو چوسا۔ جس سے طبیعت کو سکون و قرار حاصل ہوا۔ ایسا فیض ملا کہ جس سے فقیر کے دل میں یہ بات آگئی کہ اب فقیر بیان و تقریر بلا تکلف کرسکتا ہے، پھر تھوڑی دیر کے بعد خواب سے بیدار ہوا اور حضرت قبلہ کے فیض کا اثر دل میں محسوس پایا۔ اس دن اکثر یہ خیال و تصور آیا کہ گویا حضرت قبلہ تشریف فرما ہیں۔ اور فقیر ان کی خدمت میں حاضر ہے۔ حیاتِ ظاہری میں حضرت قبلہ فقیر پر خاص نظرِ شفقت و نظرِ کرم فرماتے رہے۔ احباب پر یہ بات پوشیدہ نہیں۔ الحمد للہ کہ رحلت فرمانے کے بعد بھی حضرت کا فیض جاری ہے اور نظرِ کرم باقی ہے۔ (۵۳)

خواب تحریر فرمانے کے بعد حضرت محدثِ اعظم نے اس قسم کے روحانی فیوضات کی سند حضور سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت امام الاولیاء سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی حیاتِ طیبہ سے پیش کی ہے۔ لکھتے ہیں: "حضور نبی پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے پیارے نواسوں، نوجوانانِ جنت کے بادشاہوں پیارے سید حسن و پیارے سید حسین رضی اللہ عنہما کو اپنی زبان شریف چوساتے تو شہزادوں کو دن بھر بھوک، پیاس نہ لگتی۔ حضور قطب الاقطاب، پیروں کے پیر، پیر دستگیر حضرت غوث الاعظم جیلانی بغدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے خاص خادم کو بوقتِ رخصت اپنی زبان شریف چوسائی تو بغداد شریف سے لے کر مصر تک سارے سفر میں اس بزرگ کو پیاس اور بھوک محسوس نہ ہوئی۔ (بہجۃ الاسرار)

پہلی دفعہ جب حضور غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ وعظ وتقریر کے لئے مسند پر جلوہ گر ہوئے تو فصحائے مجلس کے سامنے بیان کرنے میں کچھ جھجک سی محسوس ہوئی۔ خدا کی شان کہ رسول پاک ﷺ تشریف لائے اور کچھ گفتگو کے بعد حضور غوث اعظم کے منہ شریف میں حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سات مرتبہ لعاب شریف ڈالا۔ پھر نمازِ ظہر کے بعد مسندِ تقریر پر جلوہ گر ہوئے۔ حضور غوثِ پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کچھ خاموش رہے تو بابِ مدینۃ العلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف لائے تو کچھ گفتگو کے بعد حضرت مولیٰ علی شیرِ خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے چھ مرتبہ اپنا لعابِ دہن حضور غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے منہ شریف میں ڈالا تو حضور غوث پاک نے مولیٰ علی شیر خدا سے عرض کیا کہ آپ نے چھ مرتبہ یہ تبرک دیا۔ سات مرتبہ کیوں نہیں؟ تو مولیٰ علی شیرِ خدا نے ارشاد فرمایا تأدُّباً مَّعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم یعنی رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ ادب کی وجہ سے۔

بزرگانِ دین کی زبان چوسنے اور ان کے لعابِ دہن کے تبرک کی یہ سند ہے جو اوپر بیان ہوا۔ مولیٰ عز وجل اپنے فضل سے بزرگانِ دین کے فیوض و برکات سے سب اہلِ سنت و جماعت کو فیض یاب فرمائے آمین۔ ابوالفضل محمد سردار احمد غفرلہٗ" (۵۴)

مفتیٔ اعظم مولانا شاہ مصطفیٰ رضا خاں سے عقیدت:

مفتیٔ اعظم شاہ مصطفیٰ رضا خاں بریلوی علیہ الرحمہ اعلیٰ حضرت کے چھوٹے صاحبزادے تھے۔ حضرت محدثِ اعظم نے چند ابتدائی کتب بھی ان سے پڑھی تھیں نیز ان سے اجازت وخلافت بھی آپ کو حاصل تھی۔ ان سے ایسی عقیدت اور وابستگی تھی کہ پاکستان میں تشریف لا کر دارالعلوم کے قیام کے لئے جگہ کا فیصلہ آپ ہی سے کروایا۔ پاسپورٹ پر فوٹو کی پابندی کی وجہ سے پاکستان آنے کے بعد آپ کی ملاقات حضرت مفتیٔ اعظم سے نہ ہو سکی لیکن خطوط کے ذریعہ سے نصف ملاقات اور خوابوں کے ذریعے زیارت و دیدار کا سلسلہ بلا روک ٹوک جاری رہا۔

نامۂ مبارک سے محبت:

حضرت مفتیٔ اعظم سے تو آپ کو محبت تھی ہی ان کے نامۂ مبارک سے کس قدر آپ کو پیار تھا اس کا اندازہ درج ذیل واقعہ سے لگایئے جسے ایک عقیدت مند نے یوں بیان کیا ہے: "مولانا ابوالفضل محمد سردار احمد قادری چشتی قدس سرہ کو ایک باران کے دولت کدہ پر عجیب کیفیت میں دیکھا۔ وہ اپنے دستِ مبارک میں ایک خط لئے ہوئے تھے۔ کبھی اپنا عمامۂ مبارک اٹھا کر اس خط کو اپنے سر مبارک پر رکھ رہے ہیں، کبھی چوم رہے ہیں، کبھی آنکھوں سے لگا رہے ہیں۔ کبھی اپنا کرتہ مبارک اٹھا کر اپنے سینۂ انور سے لگا رہے ہیں۔ یہ پُرسوز منظر دیکھ کر عرض کیا گیا: "حضور یہ کیا ہے؟ ہم بھی زیارت کریں۔ فرمایا: "میرے حضور مفتیٔ اعظم کا خط ہے۔ یہ شہزادۂ اعلیٰ حضرت کا مکتوب گرامی ہے"۔ جس میں آپ کو آپ کی عظیم خدمات پر بے پناہ دعاؤں اور شفقتوں سے نوازا تھا۔ کیوں نہ ہو وہ بارگاہِ رضویت ہی کے پروردہ تھے۔ لوگ انہیں

خاندانِ رضوی ہی کا ایک فرد تصور کرتے تھے۔(۵۵)

خواب میں زیارت:

خواب میں حضور مفتیٔ اعظم کی زیارت کی کیفیت بیان کرتے ہوئے حضرت محدث اعظم اپنی بیاض میں تحریر فرماتے ہیں: قرآن مجید، ورد دلائل الخیرات شریف وقصیدہ غوثیہ شریف پڑھ کر بڑے کمرے میں تہ خانہ کے اوپر سو گیا۔ خواب دیکھا کہ فقیر بریلی شریف حاضر ہوا ہے۔ مزار پر انوار سیدنا اعلیٰ حضرت امام اہل سنت قدس سرہ پر فقیر حاضر ہے۔ جب وہاں پر احباب کو معلوم ہوا کہ فقیر آستانہ عالیہ رضویہ پر حاضر ہے تو احباب کا ہجوم ہو گیا۔ حاجی کفایت اللہ صاحب رضوی وہاں موجود ہیں۔ فقیر اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے مزار شریف کی مشرقی جانب حاضر ہے۔ سیدنا مفتی اعظم حضرت مولانا مصطفیٰ رضا خاں صاحب قبلہ تشریف لائے اور فقیر سے فرمایا کہ تم پاکستان سے کس طرح یہاں آئے؟ فقیر نے کہا کہ یہ سیدنا اعلیٰ حضرت قدس سرہ کا جبہ شریف ہے۔ فقیر نے اس کو پہنا اور اس میں چھپ کر یہاں حاضر ہوا۔ اور اس سفر میں عزیزم مولوی عبدالرشید سلمہ فقیر کے ہمراہ بریلی شریف حاضر تھے۔ چنانچہ چند روز کے بعد ماہ شوال میں مولوی صاحب مدرس ہو کر جامعہ رضویہ میں آئے۔ اس خواب سے فقیر نے اندازہ لگایا تھا کہ مولوی صاحب ممدوح جامعہ رضویہ میں مدرس ہو کر آئیں گے۔ حالانکہ ان کے والد صاحب نے انکار کر دیا تھا۔ چنانچہ مولوی صاحب مدرسہ جامعہ رضویہ میں تشریف لائے۔(۵۶)

خواب ہی کی ایک اور زیارت کی روداد بیان کرتے ہوئے حضرت محدثِ اعظم لکھتے ہیں: "بدھ کا دن گزار کر شب جمعرات کو تقریباً سحری کے وقت خواب دیکھا کہ حضرت مفتی اعظم مولانا مولوی شاہ مصطفیٰ رضا خاں صاحب قبلہ فقیر کے مکان پر تشریف لائے ہیں اور نہایت نورانی چہرہ ہے۔ بہت خوش ہیں اور حسنِ صوت و تجوید کے ساتھ قرآن مجید تلاوت فرمارہے ہیں۔ جس کا دل میں بہت اثر ہو رہا ہے اور زیارت سے دل میں فیض پہنچ رہا ہے۔ خواب سے بیدار ہوا تو دل میں عجیب کیفیت تھی اور اس دن خوب ذوق رہا۔ فقیر ابوالفضل غفرلہٗ۔ بدھ کو ۲۴ جمادی الاولیٰ ۷۷ھ تاریخ تھی"۔(۵۷)

دستورِ طریقت کے مطابق نذرانہ:

دستورِ طریقت کے مطابق حضرت محدثِ اعظم قدس سرہ اپنے اساتذۂ کرام اور مشائخ طریقت کو ہمیشہ نذرانہ پیش کرتے تھے۔ چنانچہ ایک موقعہ پر چند احباب بریلی حاضری کا قصد فرمارہے تھے۔ آپ نے ان کے ہاتھ حضرت مفتی اعظم قدس سرہ کے لئے دیگر نذرانوں کے ہمراہ جبہ کے لئے بہترین کپڑا خرید کر روانہ کیا۔ پھر کسی موقعہ پر جب آپ نے حضرت مفتی اعظم کو مولانا برہان الحق صاحب کے ذریعے تحفے روانہ کئے تو وصولی کی اطلاع دیتے ہوئے حضرت مفتی اعظم نے لکھا: "آپ کی محبت وعنایت کا شکر گزار ہوں۔ حضرت مولانا برہان الحق صاحب نے جبل پور میں آپ کے تحفے دیئے تھے۔ تسبیح اور کپڑے................"(۵۸)

شہرِ مرشد بریلی سے محبت:

اپنے اساتذہ ومشائخ کا شہر ہونے کی وجہ سے بریلی شریف سے آپ کو ایسی محبت تھی جس کا لفظوں میں بیان بہت دشوار ہے۔ آپ بریلی تو کیا بریلی سے آنے والے مسلمانوں کی تعظیم واحترام بھی ضروری جانتے تھے۔ مولسری کے پھول آپ کو پسند تھے۔ اس پسندیدگی کی وجہ یہ تھی کہ یہ پھول مسجد بی بی جی مرحومہ کے صحن میں موجود تھے۔ بریلی شریف میں کسی پھول کا اگ آنا ہی آپ کی پسند کا سبب بن گیا۔ ایامِ علالت میں کراچی قیام کے دوران آپ فرمایا کرتے تھے کہ کمرے کی سمندر کی جانب کی کھڑکی کھول دو۔ اس طرف سے مجھے بریلی شریف کی خوشبو آتی ہے"۔ انہی ایام میں آپ اکثر فرمایا کرتے تھے "اگر مجھے بریلی شریف کا پانی پینے کو مل جائے تو میں صحت یاب ہو جاؤں"۔ (۵۹)

تصور میں بریلی بس گیا:

حضرت محدثِ اعظم کو بریلی شریف سے ایسی والہانہ محبت تھی کہ آپ کے تصورات میں بریلی شریف بسا ہوا تھا اور یہ تصوّر اس قدر پختہ تھا کہ آپ فیصل آباد رہتے ہوئے خود کو بریلی شریف میں محسوس کرتے تھے۔ ایک مرتبہ آپ نے حضرت مفتی احمد یار خان نعیمی سے فرمایا: "مولانا! جب میں مدرسہ میں ہوتا ہوں تو محسوس کرتا ہوں کہ بریلی شریف میں ہوں اور جب گھر کی چار دیواری میں داخل ہوتا ہوں تو احساس ہوتا ہے کہ لائل پور (فیصل آباد) میں ہوں"۔ (۶۰)

صوفی محمد بشیر صاحب بیان کرتے ہیں کہ: "حضرت شیخ الحدیث اکثر رات گئے تک علمی کام میں مصروف رہتے۔ ایک رات دو بجے مجھے فرمایا کہ "صوفی صاحب! چائے لاؤ" اس وقت قریبی ہوٹل بند ہو چکے تھے۔ میں گھنٹہ گھر کے قریب ایک ہوٹل سے چائے لے کر حاضر ہوا۔ تو آپ نے دریافت فرمایا کہ " کتب خانہ سے چائے لائے ہو؟" عرض کیا: " گھنٹہ گھر کے پاس سے لایا ہوں" آپ نے فرمایا: "ارے بندۂ خدا! میں تو بریلی شریف کے تصور میں بیٹھا ہوں۔ چونکہ بریلی شریف میں چائے کتب خانہ کے پاس سے آیا کرتی تھی، اس لئے میں اسی تصور میں تھا"۔ (۶۱)

حضرت خواجہ شاہ محمد سراج الحق چشتی سے عقیدت:

حضرت محدث اعظم اوائل عمری میں ہی ان سے سلسلہ چشتیہ میں بیعت ہو چکے تھے۔ نیز دور طالب علمی ہی میں حضرت شاہ صاحب سے اجازت وخلافت کی دولت بھی مل چکی تھی۔ حضرت محدث اعظم کو ان سے کس قدر محبت وعقیدت تھی اس کا اندازہ آپ کی دور طالب علمی کی ایک بیاض سے ہوتا ہے جس پر آپ نے اپنا نام یوں تحریر کیا ہے۔

فقیر حقیر سراپا تقصیر، خادم العلماء والفقراء سردار احمد غفرلہٗ الاحد الصمد گورداسپوری طالب حضرت قدوۃ السالکین وزبدۃ العارفین شاہ محمد سراج الحق قادری چشتی صابری کرنالوی ثم گورداسپوری"۔ (۶۲)

ایام علالت میں مولانا محمد بشیر خطیب مدینہ مسجد ساہیوال عیادت کے لئے حاضر ہوئے۔ دورانِ گفتگو آپ نے

مولانا محمد بشیر سے فرمایا: "آپ کے صاحبزادہ سراج الحق ...... "اتنا ہی کہہ پائے تھے کہ زاروقطار آنسو جاری ہو گئے۔ دراصل آپ مولانا کے صاحبزادے کا حال دریافت کرنا چاہتے تھے مگر یہ نام تو آپ کے مرشدِ گرامی کا تھا۔ مولانا کے صاحبزادے کا یہ نام آپ نے خود اپنے مرشدِ گرامی کے نام کی رعایت سے رکھا تھا۔ مگر ایامِ علالت میں قلب مقدس ایسا رقیق ہو گیا تھا کہ مرشدِ گرامی کا نامِ نامی زبان پر آتے ہی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ (۶۳)

مرشدِ برحق کی خواب میں زیارت:

حضرت شاہ سراج الحق چشتی صابری قدس سرہ کا اکثر آپ تذکرہ فرماتے۔ جس کی بدولت خواب میں بھی ان سے ملاقات وزیارت ہوتی رہتی اور ان کے فیوضات سے فیض یاب ہوتے۔ ایسا ہی ایک خواب ملاحظہ ہو:

"آج شب کو سحری کے وقت ایک بابرکت خواب دیکھا۔ ایک جلسہ ہے غالبًا ایک باغ کے اندر ہے۔ میدان وسیع ہے، مجمع بہت ہے، اس جلسہ میں حضرت سیدی وسندی شاہ سراج الحق قدس سرہ العزیز رونق افروز ہیں اور بھی اہل علم ہیں۔ حسبِ ارشاد پہلے فقیر نے تقریر کی۔ حضرت صاحب قبلہ کی برکت سے تقریر کامیاب ہوئی۔ پھر حضور قبلہ قدس سرہ العزیز نے خود تقریر پر تنویر فرمائی۔ جس کا اثر حاضرین پر بہت ہوا۔ تقریر کا موضوع حیاتِ نبوت تھا اور یہ کہ اولیائے کرام بعد وصال بھی زندہ ہیں۔ بڑا ہی لطف آیا۔ حضرت قبلہ یہ آیت تلاوت فرما رہے تھے وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ۔ اتنے میں آنکھ کھل گئی تو مؤذن صاحب اذان سے پہلے صلوٰۃ وسلام پڑھ رہے تھے۔ (۶۴)

عالمِ خواب ہی کی ایک اور زیارت کی کیفیت بیان کرتے ہوئے حضرت محدثِ اعظم فرماتے ہیں: "آج بروز سہ شنبہ ۲۶ ربیع الاوّل شریف اپنے غریب خانہ پر سامنے کمرہ میں نمازِ ظہر کے بعد لیٹا۔ اس دن دورۂ حدیث میں سبق پڑھاتے ہوئے تاخیر ہو گئی۔ اور سفر کی وجہ سے تکان بھی خوب تھی۔ ایک گھنٹہ سے کچھ زیادہ خوب میٹھی نیند آئی۔ جس میں ایک مزار پاک کی زیارت کی اور اس مزار شریف کے پاس حضرت زین العابدین، عین الذاکرین حضرت سیدی ومرشدِ برحق مولانا شاہ سراج الحق قدس سرہ العزیز رونق افروز تھے۔ چہرۂ انور خوب نورانی دیکھا اور سفید لباس شریف پہنے ہوئے ہیں۔ مکرمی سید پیر محمد شریف ساکن چودھری والا بھی حاضرِ خدمت ہیں بعض احباب اور بھی ہیں۔ فقیر کے دل میں تمنا رہی کہ حضور مرشد برحق توجہ فرمائیں تو رات کے آخری حصہ میں قیام کرنا، ذکر کرنا، تہجد پڑھنا نصیب ہو۔ فقیر اسی دھن میں رہا اور پھر تھوڑی دیر کے بعد آنکھ کھلی۔ اس خواب کا ذوق دل میں خوب آیا۔ اور ایک عرصہ تک دل میں کیفیت عرفانی، روحانی رہی۔ اور اسی ماہ کی تیئیس تاریخ کو بروز ہفتہ دربار داتا حاضر ہوا اور وہاں بھی آپ کے صدقہ سے دعا کی کہ اللہ تعالیٰ مخدوم داتا قدس سرہ العزیز کے صدقہ سے رات کے آخر حصہ میں جاگنے اور ذکر وعبادت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اس خواب سے معلوم ہوا کہ دربار داتا میں جو دعا کی وہ ان شاء اللہ العزیز قبول ہوئی۔ اللہ تعالیٰ بزرگانِ دین قدست اسرارھم کے وسیلہ سے توفیق خیر عطا فرمائے۔ آمین"۔ (۶۵)

باب ۱۱
سفرِ آخرت

فصلِ اوّل

علالت وآخری ایام

شب وروز کی جہاں گسل مصروفیات کا اثر حضرت محدثِ اعظم کی صحت پر پڑا جس کے نتیجے میں آپ کی طبیعت بگڑنے لگی۔ پہلے پہل تو آپ نے بالکل پرواہ نہ کی اور اسی ضعف ونقاہت کے عالم میں حسبِ معمول درس وتدریس، وعظ وتقریر اور دعوت وارشاد کا سلسلہ جاری رکھا۔ ۲۵ صفر المظفر ۱۳۸۱ھ/ ۸ اگست ۱۹۶۱ء کو عرسِ اعلیٰ حضرت کے موقع پر آپ جلسہ گاہ تک بڑی مشکل سے تشریف لائے۔ ملک کے طول وعرض سے آئے ہوئے ہزاروں تلامذہ ومریدین اور اکابر علماء ومشائخ آپ کی ناسازیٔ طبع سے بہت مغموم اور سخت متفکر ہوئے۔

اسی عرس مبارک کے موقع پر حضرت مولانا عنایت اللہ صاحب نے خدمتِ اقدس میں عرض کیا کہ صاحبزادہ محمد فضل رسول کو دستارِ سجادگی عطا فرمائیں اور انہیں اپنا خلیفہ وقائم مقام مقرر فرمائیں۔ فرمایا "اچھا پگڑی لاؤ یہ کام بھی ہوجائے۔ اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند کردے گا جس طرح حضرت صدرالافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مرادآبادی کے صاحبزادے کی دستار بندی پہلے ہوگئی تھی، وہ بھی درجات حاصل کرگئے۔ چنانچہ بطور خلیفہ وجانشین حضرت صاحبزادہ محمد فضل رسول کی دستار بندی تمام احباب کی موجودگی میں سنی رضوی جامع مسجد میں کی گئی۔ اس وقت یہ عالم تھا کہ تمام احباب کی آنکھوں سے آنسورواں تھے۔ مولانا صاحبزادہ قاضی محمد فضل رسول مدظلہ فرماتے ہیں: "جس وقت دیگر فضلاء جامعہ رضویہ کے ہمراہ میری دستار بندی کا مشورہ ہوا تو میں نے ابا جی کے حضور عرض کیا: میں ابھی اپنی تعلیم جاری رکھنا چاہتا ہوں" فرمایا: "مولیٰ کریم آپ کو سب کچھ دے گا۔"(۱)

ہری پور روانگی:

عرس قادری رضوی کے بعد احباب اور اطباء کا مشورہ ہوا کہ آب وہوا کی تبدیلی کی غرض سے آپ کو مری، ایبٹ آباد وغیرہ ٹھنڈے مقامات پر لے جایا جائے۔ آپ سے عرض کیا گیا۔ تدریسِ حدیث کے ناغہ کے پیشِ نظر آپ بڑی مشکل سے رضامند ہوئے۔ چنانچہ ربیع الاوّل ۱۳۸۱ھ/ اگست ۱۹۶۱ء میں آپ مری تشریف لے گئے۔ یہاں چند روز قیام کے بعد آپ ہری پور میں مولانا سید محمد زبیر شاہ صاحب صدر مدرس جامعہ رحمانیہ کے ہاں تشریف لے آئے۔ مولانا محمد ریاض الدین جو آپ کے تلمیذ ارشد اور اس مدرسہ میں مدرس تھے، نے بھرپور خدمات انجام دیں۔ یہاں قیام کے تمام اخراجات آپ نے خود برداشت کئے البتہ مولانا سید محمد زبیر شاہ صاحب جو آپ کے تلمیذِ ارشد اور خلیفۂ مجاز بھی ہیں، آپ کی اجازت سے کچھ اپنی طرف سے خرچ کر لیتے۔(۲)

ہری پور کی مصروفیات:

ہری پور کے قیام کے دوران آپ کا معمول یہ تھا کہ ناشتہ کے بعد نعت خواں حضرات سے نعت شریف سنتے اور انہیں انعام سے نوازتے۔ بقیہ وقت مطالعہ کتب میں صرف فرماتے۔ تفاسیر اور احادیثِ طیبہ کی شروح اکثر زیرِ مطالعہ رہتیں۔ بعض مفید عبارات کی نشان دہی فرما دیتے۔ بعد نمازِ عصر مولانا سید محمد زبیر شاہ صاحب اور علماء مدرسین اسباق سے فارغ ہو کر جب حاضر ہوتے تو ان سے فرماتے "مولانا! فقیر نے آج فلاں فلاں عبارات پر نشان لگا دیا ہے۔ وہ نوٹ فرما لیں، کبھی کام آئیں گی۔" ہری پور قیام کے دوران ہی آپ نے جامعہ رحمانیہ ہری پور کے سالانہ اجلاس اور حضرت پیر عبدالرحمٰن چھوہروی کے سالانہ عرس میں شرکت فرمائی۔ یہاں آپ کا قیام انتیس روز رہا۔

فیصل آباد واپسی:

ہری پور میں قیام کے دوران آپ کی صحت اچھی رہی۔ آپ بالکل تندرست نظر آنے لگے۔ نقاہت کے آثار غائب ہو گئے۔ واپسی پر راولپنڈی کے ارادت مندوں کی درخواست پر آپ نے سیٹلائٹ ٹاؤن میں جناب محمد صالحین دہلوی کے مکان پر ہفتہ ڈیڑھ ہفتہ قیام فرمایا۔ یہاں آپ نے پینے کے لئے چشمہ کا پانی پسند فرمایا۔ چنانچہ چار پانچ میل کے فاصلہ پر فوجی فاؤنڈیشن کے ہسپتال کے قریب واقع اس چشمے سے جناب محمد سلیم اختر اور صوفی فیض احمد روزانہ پانی لا کر خدمتِ اقدس میں پیش کرتے رہے۔

راولپنڈی قیام کے دوران ہی ایک مرتبہ آپ نے منگل (گوشت کے ناغہ) کے روز کھانے میں گوشت دیکھ کر فرمایا: "آپ کو آج گوشت نہیں لانا چاہیے تھا۔ اس سے ملکی قوانین کی خلاف ورزی ہوتی ہے۔ یہ مسئلہ یاد رہے کہ حکومت کے وہ احکام جن میں شریعتِ مطہرہ کی مخالفت نہ ہو، پر عمل کرنا ضروری ہوتا ہے"۔ (۴)

واپسی پر جناب محمد صالحین دہلوی نے از راہِ عقیدت ریل کا اعلیٰ درجے کا ڈبہ آپ کے لئے مخصوص کروالیا تاکہ سفر میں آسانی رہے۔ سٹیشن پر بے شمار احباب آپ کو الوداع کہنے کے لئے جمع ہو گئے۔ گاڑی کا گارڈ بھی اس غیر معمولی ہجوم کو دیکھ کر متاثر ہوا اور حاضر ہو کر اس نے دست بوسی کی۔ چند احباب آپ کے ہمراہ فیصل آباد جا رہے تھے لیکن ان کے ٹکٹ درجہ دوم کے تھے۔ جب گاڑی چلنے کا وقت قریب ہوا تو آپ نے ان احباب سے فرمایا کہ اب آپ اپنے درجہ کے ڈبہ میں تشریف لے جائیں۔ گارڈ نے ان کی عقیدت کے پیشِ نظر عرض کی کہ میں انہیں اس درجہ میں سفر کرنے کی اجازت دیتا ہوں۔ آپ نے گارڈ کو اصل مسئلہ سمجھایا کہ "سرکاری اموال اور حقوق کسی غیر مجاز کے معاف کرنے سے معاف نہیں ہوتے۔ درحقیقت آپ بھی اس امر کے مجاز نہیں۔ جن لوگوں کے ٹکٹ ادنیٰ درجہ کے ہیں جب تک وہ ٹکٹ تبدیل نہ کروالیں۔ محض آپ کی زبانی اجازت سے وہ اعلیٰ درجہ میں سفر نہیں کر سکتے"۔ آپ کے اس ارشاد پر گارڈ کو اپنی غلطی کا احساس ہوا۔ اور وہ آپ کے فرمان سے بے حد متاثر ہوا۔ (۵)

اسی عرصہ میں غیر مقلدین نے دھوبی گھاٹ، فیصل آباد میں اہل حدیث کانفرنس منعقد کی۔ جس میں انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام، اولیائے کرام علیہم الرضوان بالخصوص حضرت سیدنا امام الائمہ امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی شانِ رفیع میں اپنے بغضِ باطنی کا مظاہرہ کیا۔ چنانچہ آپ نے اس کے جواب میں عرس امام اعظم رضی اللہ عنہ کا فقید المثال جلسہ اسی دھوبی گھاٹ میں ۱۱۔۹ جمادی الاخریٰ ۱۳۸۱ھ/ ۲۶۔۲۴ نومبر ۱۹۶۱ء کو منعقد کروایا۔ جس میں ملک کے طول و عرض سے ہزاروں علماء و مشائخ نے شرکت فرمائی۔ فیصل آباد کی تاریخ میں اس سے پیشتر ایسا عظیم اجتماع دیکھنے میں نہیں آیا۔

اس اجتماع کا نام امامِ اعظم کانفرنس کی بجائے "عرس امام اعظم" رکھا اور فرمایا کہ نام بھی ایسا ہونا چاہیے کہ مخالفین نام سے بھی جلیں اور کام سے بھی۔(۶)

نئے دارالحدیث کا افتتاح:

چونکہ وہ دارالحدیث جس میں آپ درسِ حدیث دے رہے تھے، وسیع ہونے کے باوجود طلبہ کی کثیر تعداد کے لئے ناکافی تھا۔ لہٰذا مرکزی سنی رضوی جامع مسجد کے تالاب کے اوپر ایک وسیع خوب صورت دارالحدیث تیار کروایا گیا تھا۔ عرسِ امام اعظم کے دوسرے روز اس نوتعمیر شدہ دارالحدیث کا افتتاح ہوا۔ افتتاحی تقریب میں حضرت محدثِ اعظم کے علاوہ حضرت علامہ ابوالبرکات صاحب، حضرت مفتی محمد عمر نعیمی، مولانا قاری مطیع الرضا، مولانا عبدالسلام باندوی، حضرت علامہ عبدالمصطفیٰ الازہری، مولانا محمود احمد رضوی، مولانا شاہ عارف اللہ قادری میرٹھی، حضرت علامہ غلام علی اوکاڑوی، مولانا محبوب رضا خاں اور دیگر علماء و مشائخ نے شرکت فرمائی۔

اس موقع پر آپ کی صحت و قوت کے لئے خصوصی طور پر دعائیں کی گئیں۔ اکابر علماء و مشائخ نے آپ کو کچھ وقت آرام کرنے کے لئے عرض کیا اور التجا کی کہ آپ کی جان کے صرف آپ ہی مالک نہیں بلکہ آپ کا وجود مسعود جمہور اہل سنت کی ملک ہے۔ آپ کے اس وقتی آرام میں ملتِ اسلامیہ کا عظیم فائدہ ہے۔ آپ کی صحت و قوت ہمارے لئے قوت و سعادت کا باعث ہے۔ چند ماہ مسلسل آرام فرمایئے۔ اس پر آپ نے تقریباً ڈیڑھ دو ماہ آرام کیا۔ اس آرام کے دوران بھی درجۂ حدیث کے طلباء کو وقتاً فوقتاً درس دیتے رہے۔ اس عرصہ میں فیصل آباد کے ممتاز اطباء مثلاً حکیم عمر دین، حکیم ملک محمد شریف، ڈاکٹر کرنل محمد یوسف لاہور اور ڈاکٹر محمد نواز ماڈل ٹاؤن فیصل آباد وغیرہ کا علاج جاری رہا۔(۷)

مرض کی نوعیت:

آپ کو بلڈ پریشر اور ذیابیطس کا عارضہ لاحق تھا۔ نیز ان امراض کی شدّت کے باعث ضعف و نقاہت کا غلبہ ہو چکا تھا۔ آپ کی بیماری کے بارے میں اپنے تاثرات بیان کرتے ہوئے آپ کے معالج حکیم ملک محمد شریف لکھتے ہیں:

"میں نے بہت سے علماء و مشائخ کا وقتاً فوقتاً علاج کیا ہے۔ ان کی بیماریاں بھی مختلف نوعیت کی ہوتی تھیں مگر حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ کی بیماری، ان کے دل کی حرکت کی شان کچھ نرالی ہی تھی۔ وہ ہر وقت ذکر و فکر میں منہمک رہتے تھے۔

اوران کے ذہن پر قوم وملّت کی فلاح وصلاح کی فکر غالب رہتی۔ میں بذریعہ آلات ان کے بلڈ پریشر کو چیک کرتا۔ مگر ان کے قلب کی ہر حرکت ہی ایسی جدا ہوتی کہ بیان کرنا مشکل ہے۔ میں محسوس کرتا ہوں کہ ان کی بیماری درحقیقت معاشرہ کی اعتقاداً وعملاً اصلاح کی فکر کی وجہ سے تھی"۔

"فنی اعتبار سے میرا اصول ہے کہ میں کسی مریض کو اس کے گھر جا کر نہیں دیکھتا۔ مگر مجھے فخر ہے کہ میں حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ کو خود ان کی قیام گاہ پر حاضر ہو کر دیکھتا۔ اس سے مجھے سکونِ قلب نصیب ہوتا، مجھے وہاں سے فیض بھی ملتا اور خود میں شفا پاتا۔ ان کی دعاؤں پر مجھے فخر وناز ہے"۔

"احتیاط فی الدین، تقویٰ وپرہیز گاری کا عالم یہ تھا کہ دوا کے استعمال سے پہلے اس کے اجزاء پوچھ لیتے، اگر اس میں کوئی جزو شرعاً مشکوک یا ناجائز ہوتا تو ہرگز اس دوا کو استعمال نہ فرماتے"۔ (۸)

شعبان ۱۳۸۱ھ/ جنوری ۱۹۶۲ء کے سالانہ جلسہ دستارِ فضیلت کے موقع پر آپ کی صحت بہت کمزور تھی۔ سنی رضوی جامع مسجد میں فارغ التحصیل علماء کی دستار بندی وجبہ پوشی ہو رہی تھی باوجود نقاہت کے آپ کے چہرے پر بشاشت تھی۔ اس موقع پر آپ کی کمزوری اور بیماری کے پیشِ نظر خدّام اور کراچی کے ارادت مند حضرات نے اصرار کیا کہ آپ علاج کے لئے کراچی تشریف لے چلیں تاکہ ماہر اور تجربہ کار ڈاکٹروں سے علاج کروایا جاسکے۔ چنانچہ احباب کے اصرار پر آپ کراچی تشریف لے گئے۔ کراچی میں آپ کا علاج نوید کلینک فریئر روڈ میں ڈاکٹروں نے پوری توجہ سے کیا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے جلد ہی آپ کی صحت بہتر ہوگئی۔ مارچ اپریل ۱۹۶۲ء کے دوران تقریباً ڈیڑھ دو ماہ کے علاج کے بعد جب آپ دوبارہ صحت یاب ہو کر جلوہ آرائے فیصل آباد ہوئے تو دنیائے سنّیت میں بہار آگئی۔ آپ کی صحت یابی کی خوشی میں سنی رضوی جامع مسجد میں عظیم الشان محفل میلاد اور جلسۂ تہنیت منعقد کیا گیا۔ جس میں حضرت علامہ عبدالمصطفیٰ الازہری، حضرت مولانا قاری محبوب رضا خاں صاحب، حضرت مولانا ابوداؤد محمد صادق صاحب، حضرت مولانا مفتی ظفر علی نعمانی اور حضرت مولانا سید عباس شاہ صاحب اور دیگر علماء نے آپ کی صحت یابی پر اظہارِ مسرّت کرتے ہوئے مولیٰ کریم جل وعلا کے فضل وکرم اور اس کے پیارے حبیب کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور محبوبانِ حق رضوان اللہ تعالیٰ علیہم کی عنایات وبرکات کا ذکر فرمایا۔

طالبانِ حدیث نے آپ کی صحت یابی کو خصوصی طور پر اللہ تعالیٰ کا احسانِ عظیم شمار کیا۔ ہر طرف سے درجۂ حدیث کے طلباء جوق در جوق جامعہ رضویہ مظہر اسلام میں داخل ہونے لگے۔ تدریسِ حدیث چونکہ آپ کی روحانی غذا تھی۔ اس لئے درسِ حدیث کے دوران آپ بالکل تندرست معلوم ہوتے تھے۔

علالت ونقاہت کے باعث یہ سلسلۂ درس وتدریس زیادہ دیر تک جاری نہ رہ سکا۔ گرمی کے ایام میں طبیعت اور زیادہ کمزور ہوگئی۔ آپ سے عرض کیا گیا کہ موسم گرما میں ملک کے صحت افزاء اور ٹھنڈے مقامات مری، ایبٹ آباد اور ہری پور تشریف لے چلیں وہاں علاج کے ساتھ ساتھ خوشگوار موسم بھی باعثِ فرحت وسکوں ہوگا۔ اس پر ارشاد فرمایا: "اللہ

تعالیٰ نے گرمی کیا ایسے ہی پیدا کر دی ہے؟ گرمی سردی حکمت سے خالی نہیں"۔ پھر فرمایا: "وہاں چل کر جاؤں گا، واپس چل کر نہیں آؤں گا"۔ لیکن خدام واحباب اور اکابر علماء کے پرزور اصرار پر آپ چند ہفتوں کے لئے مری، دار العلوم رحمانیہ ہری پور اور ایبٹ آباد تشریف لے گئے۔

لیکن صحت یابی کی صورت نظر نہ آئی۔ نقاہت بدستور باقی تھی۔ لہٰذا آپ نے فیصل آباد واپسی کا ارادہ فرمایا۔ اس مرتبہ چند روز کے لئے ابتداء حاجی عبدالحق امرتسری کے ہاں پھر جناب عاشق حسین وکیل انکم ٹیکس کی نئی تعمیر شدہ کوٹھی میں قیام فرمایا۔ دن بھر آپ کی قیام گاہ محفلِ نعت خوانی بنی رہتی۔ ایک روز جب محفلِ نعت خوانی کے بعد صلوٰۃ وسلام پڑھا جا رہا تھا۔ آپ نے بھی قیام فرمایا حالانکہ اس وقت آپ کو ایک سو چار درجہ تیز بخار تھا۔ خدّام نے کوشش کی کہ آپ کو سہارا دیں مگر آپ نے ناپسند فرمایا اور بغیر سہارا کے سلام کے دوران قیام فرمایا۔

ہری پور ہزارہ سے واپسی کے بعد فیصل آباد ہی میں چند روز علاج ہوتا رہا۔ ان ایام میں آپ کی آنکھ کا جلال او ر بڑھ گیا۔ کسی میں تاب نہ تھی کہ آپ کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر گفتگو کر سکے۔(۹)

عجیب واقعہ:

انہی ایام میں آپ سے بعض عجیب واقعات کا ظہور ہوا۔ حضرت صاحبزادہ قاضی محمد فضل رسول فرماتے ہیں کہ ایک روز میں گھر کے اندر موجود نہ تھا۔ آپ کو پیشاب کی حاجت محسوس ہوئی۔ علالت کے باعث بغیر سہارا لئے آپ کا اٹھ کر بیت الخلاء تک جانا مشکل تھا۔ لیکن رجال الغیب سے کوئی آیا۔ اس نے آپ کو اٹھایا اور آپ کو بیت الخلاء تک لے گیا۔(۱۰)

دربار داتا حاضری:

انہی ایام میں آپ نے دربار حضرت داتا گنج بخش رضی اللہ تعالیٰ عنہ حاضری دی۔ علالت ونقاہت کے باعث سال بھر تک آپ دربار شریف کے اندر نہ جا سکے تھے، جب بھی حاضری دیتے، باہر سڑک پر ہی موٹر پر بیٹھے بیٹھے فاتحہ پڑھ لیتے۔ سیڑھیاں چڑھنا مشکل تھا۔ اس آخری حاضری میں اصرار فرمایا کہ اندر جا کر فاتحہ خوانی کروں گا۔ حضرت سید معصوم شاہ نوری علیہ الرحمہ کے عرض کرنے کے باوجود آپ سیڑھیاں چڑھ کر اندر حاضر ہوئے۔ اس حاضری کے وقت آپ پر ایسا کیف طاری تھا جسے الفاظ میں بیان کرنا مشکل ہے۔(۱۱)

بغرضِ علاج دوبارہ کراچی روانگی:

فیصل آباد میں چند روز قیام اور علاج کے باوجود طبیعت بحال نہ ہوئی۔ کمزوری بڑھتی جا رہی تھی۔ مولانا مفتی ظفر علی نعمانی، دیگر علمائے کراچی اور احبابِ اہل سنت نے پرزور التجا کی کہ علاج کے لئے دوبارہ رضامند ہو جائیں۔ آپ

نے احباب کی دلجوئی کی خاطر فرمایا: "اچھا دن مقرر کرلو" اس پر مولانا معین الدین شافعی نے عرض کیا "بعد جمعہ جو کیجیو کام، اس کے ضامن شیخ نظام" آپ نے فرمایا ٹھیک ہے جمعہ کے بعد ہم چلیں گے"۔ چنانچہ ۱۹ جمادی الاخریٰ ۱۳۸۲ھ/ ۱۹ اکتوبر ۱۹۶۲ء بعد جمعہ کراچی کے لئے بذریعہ شاہین ایکسپریس روانہ ہوئے۔ دوسرے روز بخیر وخوبی کراچی پہنچ گئے اور ڈاکٹر کیپٹن عبدالغنی صدیقی کے عالمگیر کلینک میں قیام کیا۔ انہیں کے زیرِ نگرانی ڈاکٹر کرنل شاہ کا علاج شروع ہوا۔ طبیعت قدرے بحال ہوئی لیکن کوئی خاص افاقہ نظر نہ آیا۔ اسی دوران حضرت صاحب قبلہ نے اصرار کرنا شروع کیا کہ "مجھے لائل پور لے چلو۔ میں نہیں چاہتا کہ بعد میں تم کو لے جانے میں دشواری ہو اور اس وقت جانے کا کیا مزہ جب سب احباب کہیں ان کو پہنچانا چاہیے"۔ (۱۲)

ایک روز فرمایا: "مولوی معین! تم میری ظاہری حالت نہ دیکھو، دل کی حالت بیان نہیں کرسکتا، مجھے لائل پور لے چلو"۔ پھر فرمایا کہ علامہ ازہری صاحب کو بلاؤ۔ شاہزادۂ صدرالشریعہ علامہ عبدالمصطفیٰ الازہری جب حسبِ معمول تشریف لائے تو ارشاد فرمایا: "حضرت میں آپ سے ایک درخواست کرنا چاہتا ہوں۔ آپ سے یہ کہنا چاہتا ہوں کہ میری طبیعت اچھی ہے یا نہیں، لیکن میری ظاہری حالت پر نہ جائیے دلی کیفیت بیان سے باہر ہے مجھے جانے کی اجازت دیجئے"۔

علماء ومحبین سے ایسے کلمات کہنا دراصل ان کی عزت افزائی کے طور پر تھا۔ نیز جو واقعہ ہونے والا تھا اس کا ان کلمات میں صاف صاف بیان تھا۔ اب حضرت محدثِ اعظم کے پیہم اصرار اور تقاضا پر احباب کا یہی مشورہ ہوا کہ آپ کو لائل پور واپس لے جایا جائے۔ چنانچہ ایک دو روز میں روانگی ہونے والی تھی کہ جناب ڈاکٹر مشتاق حسین تشریف لائے اور اچھی طرح معائنہ کے بعد کہنے لگے "چند روز مجھے بھی موقع ملنا چاہیے، چنانچہ انہوں نے علاج شروع کیا، چند دنوں میں ہی افاقہ معلوم ہوا۔ تازہ علاج سے آپ کی طبیعت بحال ہونے لگی، اب خود بخود اٹھنے بیٹھنے لگے۔ احباب ملاقات کو آتے تو فرماتے: "اب میری طبیعت اچھی ہے، اب ہم اچھے ہو رہے ہیں"۔

ڈاکٹر مشتاق حسین صاحب کے علاج سے فوری صحت یابی دیکھ کر احباب بہت خوش ہوئے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کا شکر ادا کیا۔ امیدیں بر آئیں۔ احباب ومتعلقین مسرور نظر آنے لگے۔

فصل دوم

وصال شریف

حضرت محدثِ اعظم نے وصال سے تقریباً چھ ماہ قبل اشارے، کنایے میں اپنے وصال کا ذکر فرمانا شروع کر دیا تھا۔ تا کہ احباب ہجر و فراق کے اس صدمے کو سہنے کے لئے ذہنی طور پر تیار ہو جائیں۔ وصال سے قبل متعدد حضرات سے جو آپ کی عیادت کے لئے تشریف لائے، آپ نے فرمادیا: "شاید فقیر اور آپ کی یہ آخری ملاقات ہو، چنانچہ آپ کے ارشاد کے مطابق جن جن حضرات سے آپ نے فرمایا ان سے دوبارہ ملاقات نہ ہو سکی۔ حضرت مولانا صاحبزادہ سید فیض الحسن سے بھی آپ نے یہی فرمایا تھا۔ تو انہوں نے عرض کیا حضور اللہ تعالیٰ آپ کی عمر دراز فرمائے۔ قوت و عافیت سے آپ دوبارہ خدمتِ دین بجا لائیں۔ ہم اہلِ سنت کو ابھی آپ کی اشدّ ضرورت ہے۔ آپ نے فرمایا: "شاہ صاحب! اللہ تعالیٰ کے وعدے پورے ہو کر رہتے ہیں"۔ (۱۳)

وصال سے تقریباً چھ ماہ پہلے آپ نے خواب دیکھا جس میں آپ نے اکابرِ امت، مشائخِ عظام، حضور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی، حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا بریلوی، صدر الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی، صدر الشریعہ مولانا محمد امجد علی اعظمی، مرشدِ برحق خواجہ شاہ سراج الحق گورداسپوری اور دیگر پاکانِ امت علیہم الرحمہ کی زیارت فرمائی۔ یہ خواب احباب و خدّام سے بیان فرما کر ارشاد فرمایا: ان مشائخ کرام کی زیارت و ملاقات سے یہی محسوس ہوتا ہے کہ وہ وقت قریب ہے کہ یہ فقیر خود ان سے جا ملے"۔ (۱۴)

۲۵ رجب المرجب بروز اتوار تک طبیعت اچھی رہی۔ نماز عصر کے لئے وضو فرمایا تو طبیعت گرنے لگی۔ ۲۷ رجب کو کمزوری بہت بڑھ گئی۔ حضرت صاحبزادہ قاضی محمد فضل رسول صاحب کو فیصل آباد ٹیلی فون کر کے اطلاع دی گئی۔ صاحبزادہ صاحب کراچی تشریف لے آئے۔ ان سے آپ نے جامعہ رضویہ، مسجد اور گھر کے بارے میں پوچھا۔ ۲۹ رجب کو استغراقی کیفیت طاری ہو گئی۔ اور ذکرِ الٰہی اللہ ہو اللہ ہو زبان پر جاری ہو گیا۔ جمعہ کے بعد پیر فاروق صاحب تشریف لائے تو حضرت صاحب سے عرض کیا گیا کہ پیر فاروق صاحب تشریف لائے ہیں۔ آپ نے آنکھیں کھولیں اور پیر صاحب کی طرف دیکھا۔ زبان پر اللہ ہو جاری تھا۔ پیر فاروق صاحب حضرت صاحب کی یہ کیفیت دیکھ کر بے قرار ہو گئے۔ اور فرمایا کہ میں لائل پور حضرت سے ملنے گیا تھا لیکن وہاں جا کر پتہ چلا کہ آپ دو ماہ سے بغرض علاج کراچی گئے ہوئے ہیں۔ پیر صاحب نے مزید فرمایا کہ میں شبِ معراج میں خواب میں بزرگانِ دین اور اولیائے کاملین کی زیارت

سے مشرف ہوا ہوں اور یہ دیکھا کہ یہ بزرگانِ دین حضرت محدثِ اعظم پاکستان کی طرف تشریف لا رہے ہیں۔ یہ خواب دیکھا تو بہت پریشان ہوا۔ اب یہاں کا پتہ معلوم کر کے حاضر ہوا ہوں۔ (۱۵) پیرزادہ سید عبدالقادر گیلانی سفیر عراق تشریف لائے جب تک جناب پیرزادہ صاحب موجود رہے۔ آپ انہی کی طرف دیکھتے رہے۔ گویا نسبتِ غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ کا مشاہدہ فرماتے رہے۔ مولانا علامہ عبدالمصطفیٰ الازہری تشریف لائے تو آپ کی یہ کیفیت دیکھ کر مغموم ہوئے اور حاضرین سے یا سلامُ کثرت سے پڑھنے کی تاکید کی۔

اتباع سنت کا بے مثال نمونہ:

شدتِ تکلیف کے ان ایام میں جب آپ کو پانی پلایا جاتا اور بسم اللہ پڑھی جاتی تو فوراً منہ کھولتے اور پانی نوش فرما لیتے۔ بعض اوقات اگر بغیر بسم اللہ پڑھے منہ میں پانی ڈالا جاتا تو منہ بند رکھتے اور پانی باہر گر جاتا۔ سبحان اللہ! آپ کی عادت مبارکہ یہ تھی کہ ہر لقمہ پر بسم اللہ پڑھتے۔ اسی طرح اس حالت میں بھی اتباع سنت کا پاس رہا۔

طبیعت زیادہ بگڑتی دیکھ کر ڈاکٹر صدیقی، ڈاکٹر مشتاق کو لے آئے۔ انہوں نے ناڑ میں انجکشن لگایا، قدرے تقویت ہوئے۔ آپ نے اپنا رخ قبلہ کی جانب کرلیا۔ ڈاکٹر مشتاق نے تجویز دی کہ آپ کو آکسیجن لگائی جائے تا کہ سانس لینے میں دشواری نہ ہو۔ مولانا مفتی ظفر علی نعمانی رات بارہ بجے کے قریب آکسیجن لے آئے۔ آکسیجن لگانے سے آپ کی آواز صاف ہوگئی۔ اور ہر سانس کے ساتھ اللہ ہو اللہ ہو کی آوازیں صاف سنائی دینے لگیں۔ اسی اثناء میں آپ کے کان میں اذان دی گئی اور سورۂ یٰسین شریف، شجرۂ قادریہ رضویہ، درود تاج اور قصیدۂ غوثیہ پڑھا گیا۔ اسی عالم میں رات ایک بج کر چالیس منٹ پر اللہ ہو کہتے ہوئے یہ آفتاب علم و فضل جس کی نورانی کرنوں سے عالمِ اسلام برسوں منور ہوتا رہا۔ ہمیشہ کے لئے روپوش ہوگیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

یکم شعبان المعظم ۱۳۸۲ھ / ۲۹ دسمبر ۱۹۶۲ء کی شب کو سورج ڈوبا اور صبح ہوتے ہوتے دنیائے علم و حکمت میں اندھیرا چھیل گیا۔

آپ کے وصال کی خبر جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی۔ جس نے سنا، سکتے میں آ گیا۔ ریڈیو اور اخبارات کے ذریعے پوری دنیا کے لوگ حضرت صاحب کے وصال سے آگاہ ہوگئے۔ سب سے پہلے مرکزِ اہل سنت فیصل آباد میں بذریعہ ٹیلی فون اطلاع کی گئی اور بتایا گیا کہ جسدِ اقدس اتوار کو بذریعہ ہوائی جہاز یا ریل فیصل آباد پہنچایا جائے گا۔ آپ اعلان کر دیں کہ جنازہ کی نماز بروز اتوار دو بجے ادا کی جائے گی۔

جسدِ اقدس کو فیصل آباد پہنچانے کے لئے ہوائی سروس سے رابطہ قائم کیا گیا اور انہیں بتایا کہ اندازاً اتنے افراد جنازہ کے ساتھ فیصل آباد جانے کے لئے تیار ہیں۔ انہوں نے نہایت ہمدردی اور خلوص سے مشورہ دیا کہ اتنی کثیر تعداد میں

نشستیں مہیا کرنا ممکن نہیں لہٰذا آپ جسدِ مبارک کو بذریعہ شاہین ایکسپریس لے جائیں۔ ازاں بعد ریل کی ایک خصوصی بوگی کا انتظام کیا گیا، جو نہایت آسانی سے ہوا اور خرچ بھی کم آیا۔ ہوائی جہاز کی بجائے ریل سے آخری سفر کا انتخاب بھی استاذِ محترم حضرت صدر الشریعہ کی پیروی میں تھا کہ ان کا جسدِ اقدس بھی بمبئی سے بذریعہ ریل وطن مالوف لے جایا گیا تھا۔

غسل و جنازہ:

حضرت صاحبزادہ قاضی محمد فضل رسول آپ کے آخری سفر اور فیصل آباد میں تدفین وغیرہ کی تیاری کے لئے بذریعہ ہوائی جہاز فیصل آباد تشریف لے گئے۔ ادھر کراچی میں آپ کو غسل دیا گیا۔ غسل دینے والوں میں مندرجہ ذیل حضرات شامل تھے۔

مولانا علامہ عبدالمصطفیٰ الازہری، مولانا محمد عمر نعیمی، مولانا مفتی محمد ظفر علی نعمانی، مولانا محمد محسن فقیہ شافعی، مولانا محمد معین الدین شافعی، مولانا عبدالحمید، سیٹھ حاجی اسمٰعیل جمال، حاجی صوفی اللہ رکھا۔

بعد غسل آپ کو کفن پہنایا گیا۔ علامہ محمد ظفر علی نعمانی نے کفن پر کلمہ طیبہ لکھا۔ علامہ عبدالمصطفیٰ الازہری نے یا شیخ سید عبدالقادر جیلانی شیئاً للہ لکھا اور مولانا محمد معین الدین نے یا غوث اعظم دستگیر ما لکھا۔ حضرت محدثِ اعظم کی موجودگی میں ایک مرتبہ سرکارِ غوث پاک کی منقبت پڑھتے ہوئے یہ شعر پڑھا گیا

عزیزو کر چکو تیار جب میرے جنازے کو
تو لکھ دینا کفن پر نامِ والا غوثِ اعظم کا

آپ نے اسی وقت وصیت فرمائی کہ مولوی معین! یاد رکھنا میرے کفن پر حضور آقائے اکرم، سرکارِ غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اسم گرامی ضرور لکھنا۔ (۱۶) چنانچہ آپ کی وصیت کو پورا کرتے ہوئے سیدنا غوثِ اعظم کا اسمِ گرامی کفن پر تحریر کیا گیا۔ جنازہ تیار کر کے آرام باغ لایا گیا۔ راستے میں حسبِ وصیت درود شریف، کلمہ طیبہ، نعت شریف، منقبت غوث پاک اور صلوٰۃ وسلام پڑھا گیا۔ نمازِ جنازہ کی امامت کے فرائض شہزادۂ صدر الشریعہ حضرت علامہ عبدالمصطفیٰ الازہری نے انجام دیئے۔ ہزاروں افراد جنازہ میں شریک تھے۔ کراچی کے تقریباً تمام علمائے کرام و مشائخ عظام موجود تھے۔ جن میں مولانا عبدالحامد بدایونی، مولانا محمد عمر نعیمی، مولانا مفتی ظفر علی نعمانی، پیرزادہ سید عبدالقادر گیلانی سفیر عراق، مولانا شاہ ضیاء القادری، مولانا قاری محبوب رضا خاں اور مولانا عبدالسلام باندوی قابلِ ذکر ہیں۔

نمازِ جنازہ کے بعد چہرۂ انور کی زیارت کرائی گئی۔ بعدۂ تابوت میں رکھا گیا۔ اب "رضوی دولہا" کو ہزاروں براتی بڑی شان و شوکت اور پیار و محبت سے کندھوں پر اٹھائے کراچی اسٹیشن تک لائے، راستہ بھر نعت خوانی کا سلسلہ جاری رہا۔ آخر میں اسٹیشن پر صلوٰۃ وسلام ہوا۔ پھر ہزاروں اشکبار آنکھوں نے اپنے محبوب مرشد و قائد کو رخصت کیا۔ تابوت کے

لئے تو ڈبہ مخصوص ہی تھا۔ علمائے کرام کے لئے بھی ڈبہ مخصوص کروالیا گیا۔ کراچی سے حضرت علامہ ازہری صاحب، مولانا معین الدین صاحب، مولانا مفتی ظفر علی نعمانی، مولانا قاری محبوب رضا خاں اور دیگر بہت سے علماء واحباب تابوت شریف کے ہمراہ تھے۔

جب گاڑی کوٹری پہنچی تو عشاق کا اجتماعِ عظیم زیارت کے لئے اسٹیشن پر موجود تھا۔ اسی طرح حیدر آباد، شہداد پور، نواب شاہ، خیر پور کے اسٹیشنوں پر بھی احباب زیارت کے لئے موجود تھے۔ جب گاڑی روہڑی پہنچی تو زیارت کرنے والوں نے گاڑی کو گھیر لیا اور "مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام" پڑھنا شروع کر دیا۔ جب تک گاڑی اسٹیشن پر ٹھہری رہی۔ تابوت کے پاس یہی پڑھتے رہے۔ رحیم یار خاں، خان پور پر بھی معتقدین کا اجتماع تھا۔ خانیوال اسٹیشن پر احباب کا عظیم اجتماع تھا۔ اسی طرح عبدالحکیم، شورکوٹ، ٹوبہ، گوجرہ وغیرہ اسٹیشنوں پر احباب وعلماء کا جمِ غفیر تھا۔ ہر اسٹیشن پر علماء واحباب تابوت کے ہمراہ ہوتے گئے۔ حیدر آباد سے مولانا صدیق احمد شاہ، مولانا پیر محمد شفیع، خیر پور سے مولانا غلام فرید، مولانا عبدالرشید و دیگر احباب، روہڑی سے مولانا محمد حسین، مولانا منیر الزماں اور دیگر احباب، نواب شاہ سے حاجی عبدالرحیم، مولانا حاجی علی احمد اور دیگر احباب ہمراہ ہوئے۔ ملتان سے حضرت علامہ احمد سعید کاظمی کی معیت میں کافی طلباء اور احباب شریکِ سفر ہوئے۔ (۱۷)

تابوت شریف کے ہمراہ آنے والے پروانوں کا بیان ہے کہ جن سٹیشنوں پر گاڑی کھڑی ہوتی ہے وہاں تو مشتاقانِ دید بڑے احترام سے جمع ہو جاتے لیکن ہم نے گاڑی کے اندر سے دیکھا کہ جن اسٹیشنوں پر شاہین ایکسپریس نہیں رکتی وہاں بھی اس عظیم عاشقِ رسول، ولیٔ کامل حضرت محدثِ اعظم کا تابوت لے جانے والی گاڑی کو دیکھنے کے لئے عاشقوں کی جماعتیں اپنے ہاتھوں میں پھولوں کے ہار لئے، پروانہ وار کھڑی نظر آتیں۔ یہ لوگ جونہی ہماری بوگی کو دیکھتے، پروانوں کی طرح لپکتے، پھولوں کے ہار بوگی کی طرف پھینکنا شروع کر دیتے اور پھر ان کی آنکھیں آنسوؤں سے تر ہو جاتیں۔ یہ عاشقانہ نظارہ ہم ہر سٹیشن پر کرتے اور حضرت محدثِ اعظم کے فراق میں آنسو بہانے والوں کے ساتھ ہم بھی آنسو بہاتے جوں جوں فیصل آباد قریب آ رہا تھا۔ سٹیشنوں کے علاوہ دیہاتوں سے آئے ہوئے بے شمار لوگ ریلوے لائن کے دونوں طرف صرف اس لئے کھڑے تھے کہ جس گاڑی میں ان کے محبوب قائد کا آخری سفر ہو رہا ہے اس کی زیارت کی سعادت سے بہرہ ور ہوں۔

فیصل آباد اسٹیشن پر رقت انگیز منظر:

فیصل آباد میں شاہین ایکسپریس کے پہنچنے کا وقت تقریباً سوا نو بجے تھا لیکن "عاشقانِ زار" صبح ہی سے ریلوے اسٹیشن پر پہنچنا شروع ہو گئے۔ دیوانگانِ عشق نے پلیٹ فارم کو یوں کھچا کھچ بھر دیا کہ تل دھرنے کو جگہ بھی نہیں تھی۔ لوہے

کے جنگلے، دیواریں، قریبی درخت اور ریل کے خالی ڈبے عقیدت مندوں سے پُر ہو گئے۔ دور دراز تک سڑکیں بھر گئیں۔

دھڑکتے دلوں کے لئے ایک ایک لمحہ سوہانِ روح تھا۔ انتظار میں آنکھیں اُمڈ رہی تھیں، پتہ چلا کہ ہر اسٹیشن پر مشتاقانِ دید کے ہجوم کے باعث تیز روی کے باوجود گاڑی بیس منٹ لیٹ ہے۔ جونہی گاڑی اسٹیشن پر پہنچی فضا نعرۂ تکبیر ورسالت اور محدثِ اعظم زندہ باد کے فلک شگاف نعروں سے گونج اٹھی۔ اور جب عاشقوں کے سامنے وہ بوگی آئی جس میں حضرت محدثِ اعظم لیٹے ہوئے تھے تو بے اختیار ہزاروں افراد کی چیخیں نکل گئیں۔ صبر وضبط کے بندھن ٹوٹ گئے۔ اور اچھے اچھے معقول و معمر حضرات زار و قطار رونے لگے۔

تابوت مبارک کو بڑی احتیاط سے اتار کر چارپائی پر رکھ دیا گیا۔ اس چارپائی کے ساتھ بڑے بڑے مضبوط بانس باندھ دیئے گئے۔

عاشق کا جنازہ ہے ذرا دھوم سے نکلے:

آخرکار جنازہ اٹھایا گیا اور ہزاروں افراد اشکبار آنکھوں کے ساتھ کندھا دینے کی سعادت حاصل کرنے کے لئے بانسوں پر ٹوٹ پڑے۔ نعروں کی گونج، تسبیح وتمجید کے ترانوں اور درود وسلام کی صداؤں میں جنازے کا جلوس مرکزِ اہل سنت جامعہ رضویہ کی طرف بڑھ رہا تھا۔ ہجوم بانسوں کو ہاتھ لگانے کے لئے سر توڑ کوشش کر رہا تھا۔ جو چارپائی تک نہ پہنچ سکتے تھے وہ دور ہی سے جنازے پر پھولوں کے ہار نچھاور کر رہے تھے۔ عظیم بھیڑ کو دیکھتے ہوئے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے سمندر کی لہروں پر پھولوں سے لدی ہوئی کشتی رواں دواں ہے۔ اس جلوس میں علماء بھی تھے اور مشائخ بھی۔ مدرّس بھی تھے اور محقق بھی، مریدین بھی تھے اور معتقدین بھی، ہم سبق رفیق بھی تھے اور شاگرد بھی، اپنے بھی تھے اور بیگانے بھی، چھتوں پر خواتین اور بچے بھی اس نورانی جلوس کا نظارہ کر رہے تھے۔

عقیدت مندوں کا یہ بے پناہ ہجوم پکار پکار کر آپ کی محبوبیت ومقبولیت کا اعلان کر رہا تھا۔

انوار کی بارش:

سرکلر روڈ سے گزر کر جنازہ جب کچہری بازار میں داخل ہوا تو عشقِ رسالت کے جلوؤں نے اور ہی رنگ اختیار کر لیا۔ اس کے اثرات نمایاں اور بہت واضح ہو گئے اور محسوس صورت میں نظر آنے لگے ہوائیں کہ تابوت مبارک پر انوار وتجلیات کی بارش ہر آنکھ کو صاف طور پر نظر آنے لگی۔ بچے، بوڑھے، جوان ہر قسم کے لوگ وہاں موجود تھے اور بڑے استعجاب کے عالم میں انوار کی اس بارش کا اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کر رہے تھے۔ کسی کہنے والے نے کہا "سبحان اللہ! کیا نور برس رہا تھا" جواب دینے والے نے کیا ایمان افروز جواب دیا اور کہا "اوپر سے نور برس رہا ہے تو اس میں حیرت کی کیا بات ہے؟ اندر بھی تو نور ہی نور ہے"۔ (۱۸) جب یہ بے مثال جلوس گھنٹہ گھر پہنچا تو یکایک اس نور نے دبیز چادر کی

صورت اختیار کر لی اور سارا تابوت اس میں چھپ گیا۔ چمکیلے تانبے کے باریک پتروں کی طرح نور کی سنہری کرنیں اس طرح تابوت پر گر رہی تھیں کہ ہزاروں نے تعجب سے اس آسمانی رحمت کو دیکھا، نور کی اس لطیف اور محسوس دھند میں جب جنازہ چھپ گیا تو جنازہ اٹھانے والوں کو پکار کر ایک دوسرے سے پوچھنا پڑا کہ تابوت کہاں گیا؟

چند لمحات یہی کیفیت رہی۔ پھر تابوت کے پاؤں کی طرف سے کمان کی طرح نور اڑا اور لوگوں کو دوبارہ سب کچھ نظر آ گیا۔ اس واقعہ کے عینی شاہد ہزاروں کی تعداد میں موجود ہیں۔ ان میں اپنے ہی نہیں وہ بھی شامل ہیں، جنہیں حضرت کی ذات سے خواہ مخواہ کا اختلاف تھا۔(۱۹)

کمرہ معطر ہو گیا:

تابوت مبارک جھنگ بازار سے ہوتا ہوا آپ کے مکان میں لایا گیا، زیارت کے لئے جب تابوت کھولا گیا تو کمرہ معطر ہو گیا۔ یہاں پر حاضرین ایک عجیب بات دیکھ کر دنگ رہ گئے اور وہ یہ کہ کراچی میں جس وقت جسدِ اقدس تابوت میں رکھا گیا تو آنکھیں بند تھیں۔ جب یہاں تابوت کھولا گیا تو چشمانِ منوّر بند تھیں۔ لیکن جس وقت جسدِ اطہر کو چارپائی پر رکھا گیا تو آپ نے داھنی آنکھ کھولی جو تقریباً پانچ منٹ کھلی رہی۔ اس کے بعد آپ نے آنکھ بند کر لی (۲۰) یہ منظر مفتی احمد یار خاں نعیمی، مولانا عبدالغفور ہزاروی، علامہ عبدالمصطفیٰ الازہری اور گھر میں موجود سب افراد نے دیکھا گویا جس طرح یہ افراد آپ کا دیدار کر رہے تھے۔ آپ بھی بچشمِ سر انہیں ملاحظہ فرما رہے تھے۔ آپ کا جسم نرم و نازک اور چہرہ تر و تازہ تھا، ہونٹوں پر ملکوتی تبسم کھیل رہا تھا اور رنگت پہلے سے زیادہ سرخ و سپید اور پرکشش تھی۔

چہرۂ انور متبسم رہا:

وقتِ وصال سے لے کر تدفین تک کے عینی شاہد مولانا علامہ عبدالمصطفیٰ الازہری نے بتایا کہ حضرت شیخ الحدیث کا چہرۂ انور متواتر متبسم رہا۔ یہاں تک کہ ان تین دنوں میں ایک لحمہ کے لئے بھی جسدِ مبارک کے متعلق رسمی اور روایتی آرائش کی ضرورت محسوس نہ کی گئی۔

نشانِ مردِ مومن با تو گویم
چوں مرگ آید تبسم بر لبِ اوست

۱۹۵۶ء میں جب آپ دوبارہ زیارتِ مدینہ منورہ و حاضری کعبہ معظّمہ کے لئے حرمین شریفین حاضر ہوئے تو واپسی پر آپ اپنے لئے کفن بھی لائے تھے۔ لیکن چونکہ کراچی میں یہ کفن موجود نہ تھا۔ اس لئے مولانا معین الدین شافعی کا مدینہ منورہ سے لایا ہوا کفن پہنایا گیا۔ اب صاحبزادہ قاضی محمد فضل رسول رضوی کی خواہش تھی کہ وہی کفن پہنایا جائے جو حضرت مدینہ طیبہ سے خود ساتھ لائے تھے۔ مولانا محمد معین الدین کی تمنا تھی کہ میرا پیش کردہ کفن بھی رہے۔ چنانچہ ان کی

پیش کردہ کفنی رہنے دی گئی اور دوسرا کفن بھی پہنا دیا گیا۔

فقید المثال جنازہ:

مکان سے جنازہ مبارکہ دوبارہ اٹھایا گیا اور پروگرام کے مطابق دھوبی گھاٹ کے وسیع وعریض میدان میں لے جایا گیا۔ اس وسیع گراؤنڈ کی تمام وسعتیں تنگ پڑ گئیں اور مجمع کناروں سے چھلک پڑا۔ لاکھوں افراد قبلہ رو کھڑے ہو گئے۔ ان میں وہ لوگ بھی دیکھے گئے جو نظریاتی طور پر آپ کے مخالف تھے اور آخر دم تک مخالفت کرتے رہے۔ مگر آج شانِ ملکوتی دیکھ کر دنگ رہ گئے اور بے ساختہ کھنچے چلے آئے۔

چونکہ کراچی میں آپ کی نمازِ جنازہ شرعی وارثِ حقیقی کی اجازت کے بغیر ہوئی تھی اب حضرت صاحبزادہ قاضی محمد فضل رسول خلفِ اکبر حضرت محدثِ اعظم کی اجازت سے مولانا عبدالقادر احمد آبادی نے نماز جنازہ بعد ظہر اڑھائی بجے پڑھائی۔ لاکھوں افراد پر مشتمل نماز جنازہ کے عظیم اجتماع کو دیکھ کر ہر مکتب فکر کے افراد نے اعتراف کیا کہ فیصل آباد کی ستر سالہ تاریخ میں کبھی اتنا بڑا اجتماع نہیں ہوا۔

آخری دیدار:

نمازِ جنازہ کے بعد جسدِ مبارک کو سنی رضوی جامع مسجد سے ملحق انجمن فدایانِ رسول ﷺ کے دفتر میں رکھ دیا گیا۔ تا کہ آخری زیارت سہولت سے ہو سکے۔ زیارت کرنے والے ایک دروازہ سے داخل ہوتے اور دوسرے دروازے سے نکل جاتے۔ وصال فرمائے ہوئے دو دن اور دو راتیں گزرنے کے باوجود چہرۂ مبارک کی تازگی کا عالم یہ تھا کہ پھولوں میں سجا ہوا چہرہ خود بھی پھول لگ رہا تھا۔ اس حسین اور دل نواز منظر کو جو دیکھتا، دیکھتا ہی رہ جاتا اور ہٹنے کا نام نہ لیتا، مجبوراً اسے ہٹا کر دوسروں کو زیارت کا موقع دیا جاتا، آخری دیدار کے لئے مشتاقوں کا ہجوم اتنا زیادہ تھا کہ اگر یہ سلسلہ صبح تک جاری رکھا جاتا تو بھی ختم نہ ہوتا۔ ناچار شام سوا سات بجے تک چہرۂ مبارک دکھایا گیا۔ اس کے بعد تدفین کے لئے لے جایا گیا۔

آخری آرام گاہ:

سنی رضوی جامع مسجد اور دارالحدیث کے درمیان واقع عارضی کمرہ جس سے درجۂ حفظ کے طلباء کی درس گاہ کا کام لیا جاتا تھا۔ آپ کی وصیت کے مطابق آخری آرام گاہ بنا۔ ذکرو درود وسلام کی گونج میں آپ کا جسدِ مبارک یہاں لایا گیا۔ ہزاروں عقیدت منداشک بار آنکھوں سے آخری زیارت کر رہے تھے۔ حضرت صاحبزادہ قاضی محمد فضل رسول حیدر رضوی، شارح بخاری علامہ غلام رسول رضوی، مولانا مفتی نواب الدین اور حافظ محمد شفیع رضوی کی موجودگی میں مولانا عبدالقادر، مولانا معین الدین اور صوفی اللہ رکھا قبر شریف کے اندر اترے اور آپ کے جسدِ اطہر کو رات ساڑھے سات بجے ہمیشہ کے لئے آخری آرام گاہ میں اتارا۔ (۲۱)

جنازے پر انوار کی بارش کی مزید تحقیق

حضرت محدثِ اعظم کے جنازہ مبارکہ پر انوار وتجلیات کی بارش کا واقعہ ایسا متواتر اور مشہور ہے کہ اس سے انکار کی کسی کو مجال نہیں۔ ہاں بعض افراد کے ذہنوں میں یہ سوال پیدا ہوا کہ جنازہ پر "محسوس نور کی بارش" کا وقوع اس سے پہلے بھی کبھی ہوا ہے؟ اسی نوعیت کا ایک سوال جامعہ رضویہ مظہر اسلام کے مفتی حضرت مولانا ابوسعید محمد امین کی خدمت میں پیش ہوا۔ آپ نے تفصیلی دلائل سے ثابت کیا کہ اس قسم کے امور حسنہ کا وقوع سرکارِ دو عالم ﷺ کے سچے عاشقوں کے ساتھ ہوتا آیا ہے۔ جواب کا ایک اقتباس ملاحظہ فرمائیے:

الحاصل عشاقِ مصطفیٰ ﷺ کے ساتھ اس قسم کا معاملہ ہوتا رہتا ہے۔ چنانچہ حضرت امام یافعی نے روض الریاحین میں حضرت سیدنا سہل بن عبداللہ تستری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق تحریر فرمایا ہے کہ جب آپ کا جنازۂ مبارکہ جارہا تھا تو ہجوم اُمڈ کر آ گیا۔ شہر میں ایک ستر سالہ یہودی اپنے گھر میں تھا۔ اس نے اچانک شور سنا تو وہ بھی نکلا تا کہ پتہ کرے کہ کیا معاملہ ہے؟ جب اس کی نظر جنازہ پر پڑی تو کہنے لگا "اے لوگو! جو کچھ میں دیکھ رہا ہوں کیا تم بھی دیکھتے ہو؟ لوگوں نے پوچھا کہ تجھے کیا نظر آتا ہے؟ تو یہودی نے جواب دیا: اری اقواما ینزلون من السماء یتبرکون مِنَ الجنازة: (ص۲۱۲) یعنی "میں دیکھ رہا ہوں کہ آسمان سے فوجیں اتر رہی ہیں اور وہ جنازہ سے برکت حاصل کررہی ہیں "۔ وہ یہودی مسلمان ہوگیا اور بڑا نیاز مند پرہیز گار مسلمان بن گیا۔

مشکوٰۃ شریف میں حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ بنت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے: قَالَتْ لَمَّا مَاتَ النَّجَاشِیُّ کُنَّا نَتَحَدَّثُ اِنَّهُ لَا یَزَالُ یُرٰی عَلٰی قَبْرِهٖ نُوْرٌ۔ (رواہ ابوداؤد) یعنی جب حضرت نجاشی کا انتقال ہوا تو صحابۂ کرام میں اس بات کا چرچا ہوتا تھا کہ ہمیشہ حضرت نجاشی کی قبر پر نور دکھائی دیتا ہے"۔ (۲۲)

اخبارات کی شہادت:

جنازے پر نور کی بارش کا واقعہ کچہری بازار میں پیش آیا اور یہیں روزانہ اخبارات کے دفاتر ہیں، ان کے مدیران بھی وہاں موجود تھے، انہوں نے بذات خود یہ سب کچھ دیکھا اور دوسرے روز اپنے اپنے اخبارات میں اس خبر کو نمایاں طور پر شائع کیا۔ چنانچہ روزنامہ عوام کے ایڈیٹر مسٹر خلیق قریشی نے اپنے اخبار میں لکھا: "یہ امر واقعہ ہے کہ ایک نوجوان نے بہت سے لوگوں کی توجہ دلائی جن میں میں خود بھی شامل تھا۔ مولانا الحاج محمد سردار احمد مرحوم ومغفور کا تابوت جب کچہری بازار میں پہنچا تو تابوت کے اوپر باقاعدہ نور کی چمک اور نورانی لہریں نظر آتی تھیں۔ یہ روشنی اور اس کا عکس پر

نور ایک خاص حیطہ کے اندر تمام راستہ موجود رہا"۔

روزنامہ سعادت نے یہ خبریوں دی "سرکلر روڈ اور کچہری بازار کی ابتداء میں چند عقیدت مندوں نے جنازہ کے اوپر انوار وتجلیات کی بارش کا ظہور دیکھا اور اپنے قریب چلنے والوں کو مطلع کیا۔ دیکھنے والے متحیر بھی ہوئے اور مسرور بھی"۔ اس انوکھے واقعہ پر بعد میں حضرت علامہ عبدالغفور ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تقریر میں جو تبصرہ کیا، روزنامہ سعادت نے اس کی خبریوں دی: "محدّث، عالم، فاضل اور بھی ہیں مگر حضرت شیخ الحدیث کی شان ہی نرالی تھی، آپ نے جلوس اور نمازِ جنازہ کا منظر اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ اس اجتماع کے لئے پریس اور سرکاری ذرائع حاصل نہیں تھے مگر اس بے سروسامانی کے باوجود اللہ تعالیٰ نے اپنے نیک بندے کی شان کا جلوہ دکھایا۔ حضرت شیخ الحدیث، حضور نبی کریم ﷺ کے مخلص غلام تھے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے نبی ﷺ کے غلام کے جنازے پر انوار وتجلیات کا جونزول فرمایا وہ ہزاروں لوگوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ یہ اس امر کا ثبوت ہے کہ حضرت شیخ الحدیث اپنے مسلک میں حق بجانب تھے"۔ (۲۳)

مولانا مفتی محمد امین لکھتے ہیں کہ "اس نور کی بارش کو دیکھ کر کئی غلط عقیدے والے تائب ہوگئے، اس نوری بارش کو جو کہ محدثِ اعظم پاکستان قدس سرہ کے جنازے پر ہورہی تھی، دیکھنے والے احباب اب بھی موجود ہیں، (۲۴) فقیر نے نمازِ فجر کے بعد درس کے دوران جامع مسجد گلزارِ مدینہ محمد پورہ میں یہ واقعہ بیان کیا تو کچھ احباب کھڑے ہوگئے کہ بحمدہٖ تعالیٰ ہم نے بھی وہ نور کی بارش دیکھی تھی۔ (۲۵)

تعمیر مزار شریف:

حضرت محدثِ اعظم کا عظیم الشان سنگ مرمر کی ٹائلوں سے مرصع مزار شریف تعمیر ہو چکا ہے۔ اس کے ساتھ زائرین کی سہولت کے لئے دوسوفٹ طویل برآمدے بھی تعمیر کئے جا چکے ہیں۔ حضرت محدثِ اعظم کے تقویٰ وپرہیزگاری کا پاس کرتے ہوئے صاحبزادہ قاضی محمد فضلِ رسول رضوی نے جامع مسجد کی ایک اینٹ بھی مزار شریف میں استعمال نہیں ہونے دی ہے اور تعمیر وتزئین کے تمام اخراجات خود برداشت کئے ہیں۔ (۲۶) مزار پرانوار مرجع خاص وعام ہے جہاں دن رات زائرین کا مجمع لگا رہتا ہے۔

آپ کے مزار مبارک کے ایک طرف سنی رضوی جامع مسجد کی فلک بوس، روح پرور عمارت ہے۔ دوسری طرف حفظ القرآن کی درسگاہ ہے جس میں سارا دن تلاوت قرآن پاک جاری رہتی ہے۔ درمیان میں آپ کا مزارِ اقدس ہے۔ اس منظر میں عارف جامی علیہ الرحمہ کا قول کتنا سچا معلوم ہوتا ہے۔

خوشا مسجد و مدرسہ خانقاہے
کہ دروے بود قیل و قال محمد (ﷺ)

سالانہ عرس مبارک:

آپ کا عرس مبارک خالصتاً شرعی ماحول میں ہر سال ۲۹۔۳۰ رجب کو منعقد ہوتا ہے۔ جو عام اعراس کے برعکس ایک علمی وفکری تقریب کی حیثیت رکھتا ہے۔ ہر دو روز ملک و بیرون ملک سے تشریف لائے ہوئے علمائے کرام اپنے پرنور بیانات سے حاضرین وسامعین کے قلوب کو جلا بخشتے ہیں۔ عرس مبارک کی آخری نشست میں جامعہ رضویہ کے فارغ التحصیل علماء اور حفاظ کی دستار بندی بھی کی جاتی ہے۔ زائرین کے لئے لنگر اور دودھ کی سبیل کا وسیع پیانے پر اہتمام ہوتا ہے۔ سنی رضوی جامع مسجد اور مزارِ اقدس پر چراغاں کا منظر دیدنی ہوتا ہے۔ الغرض ہر حوالے سے یہ عرسِ مبارک ایک یادگار جلسہ ہوتا ہے جس میں شرکت کے لئے احباب پاکستان بھر سے بلکہ بیرون ملک سے جوق در جوق تشریف لاتے ہیں۔ عرس مبارک کی عظمت اور شان وشوکت کو خراجِ عقیدت پیش کرتے ہوئے مولانا محمد ابراہیم خوشتر صدیقی لکھتے ہیں:

عرسِ شیخ الحدیث کا منظر
باغِ فردوس کا بنا مظہر
فخرِ دارین واہ کیا کہنا
موت خوشتر، حیات بھی خوشتر (۲۷)

جتنا دنیا کے پیچھے بھاگو گے اتنا ہی یہ آگے بھاگے گی، جتنا دنیا کو چھوڑ کر بھاگو گے یہ اتنا ہی تمہارے پیچھے بھاگے گی۔

(ارشادِ محدثِ اعظم)

قطعاتِ تاریخ وصال و مادہ ہائے تاریخ

حضرت محدثِ اعظم کے وصال پر بڑی تعداد میں قطعات و مادہ ہائے تاریخ کہے گئے جن میں سے چند یہاں پر درج کئے جا رہے ہیں۔

حضرت مفتی اعظم مولانا شاہ مصطفیٰ رضا خاں نے مندرجہ ذیل مادہ ہائے تاریخ ارشاد فرمائے۔

لوحِ تاریخِ وصال
۱۳۸۲ھ

فیضانِ تام
۱۳۸۲ھ

منبعِ کرم، مقبولِ عصر، امیر العلماء
۱۳۸۲ھ

آئینہ اسرار، مقصود آفاق، زمینِ دانش
۱۳۸۲ھ

مشہور امام، پیشوا چارہ سازِ بے کساں
۱۳۸۲ھ

ہادیٔ بستان، رہبرِ اسلام، نور الہدیٰ
۱۳۸۲ھ

مولٰینا الاوحد، اَلاَسَدُ الاَسَدُ اَلاَ سعد الارشد، بحرِ علم
۱۳۸۲ھ

نکتہ سنج حق گو، نام آور، سراج زماں
۱۳۸۲ھ

دقیقہ فہم
۱۳۸۲ھ

رفیع المرتبت
۱۳۸۲ھ

ناشر السنۃ، کاسر البدعۃ، عالی مقام
۱۳۸۲ھ

متوکل سراپا برکت
۱۳۸۲ھ

فہیم عصر، مدرس بے مثال
۱۳۸۲ھ

حاوی فروع و اصول محقق معقول و منقول، عزیز اولیاء
۱۳۸۲ھ

حقائق آگاہ و معارف دستگاہ علامۂ زمانہ
۱۳۸۲ھ

سعادت مآب مولوی محمد سردار احمد صاحب
۱۳۸۲ھ

ذکی ومحدث باکمال　　　رضی عنہ مولاہ الصمد

۱۳۸۲ھ　　　۱۳۸۲ھ　　　(۲۸)

مولانا مفتی ابوالخیر محمد مظفر احمد صدیقی بدایونی کے نثری مضمون کے عنوان

علامہ وقت سیدی مولانا سردار احمد

۱۳۸۲ھ

سے تاریخ وصال کا پتہ چلتا ہے۔ مضمون میں چند اور تاریخیں تخریج کی ہیں۔

آہ آہ ھادم ضلالتِ جہاں　　　رحمتِ حق تعالیٰ علیہ

۱۳۸۲ھ　　　۱۳۸۲ھ　　　(۲۹)

مولانا غلام قطب الدین احمد نعیمی نے اپنے قطعہ میں صوری و معنوی تاریخ لکھی۔ صوری اعتبار سے سنِ ہجری ۱۳۸۲ھ کی طرف اشارہ ہے اور معنوی طور پر سنِ عیسوی ۱۹۶۲ء کا استخراج ہوتا ہے۔

صوری و معنوی یہ تاریخ لکھ دے احمد

آہ چاند رات شعبان سن تیرہ سو بیاسی

۱۹۶۲ء

خطیب پاکستان مولانا محمد شفیع اوکاڑوی نے مندرجہ ذیل قطعۂ تاریخ کہا:

سید و سردار ما　　　وارثِ علومِ مصطفیٰ

نائبِ احمد رضا　　　اللہ سے واصل ہوا

۱۳۸۲ھ　　　(۳۰)

مولانا حافظ پیر بخش چشتی بلوچ نے قطعۂ تاریخ صنعتِ معجمہ میں یوں کہا:

قطعۂ تاریخ کا عنوان بھی تاریخی ہے:

محدثِ نامدار پاکستان

۱۳۸۲ھ

کس قدر اللہ نے رتبہ بڑھایا آپ کا　　　آج ساری قوم کے دل میں ہے صدمہ آپ کا

حضرت سردار احمد عاشقِ روئے رسول　　　خلد میں گل کی طرح ہنستا ہے چہرہ آپ کا

بالیقیں تھے آپ ارضِ پاک کے یکتا فقیہ　　　اور سونے پر سہاگہ تھا وہ تقویٰ آپ کا

کوئی مانے یا نہ مانے ، میری آنکھیں ہیں گواہ
نور کی بارش میں دیکھا ہے جنازہ آپ کا
اے محدث، اے مفسر، اے مناظر ، اے فقیہ
نور کے دربار سے ہے نور سہرا آپ کا
شغل حبِ مصطفیٰ ، سردار احمد کا رہا
معجمہ میں سال حافظ نے لکھا یہ آپ کا

۱۳۸۲ھ

مشہور محقق ومؤرخ جناب شریف احمد شرافت نوشاہی نے قطعۂ تاریخ یہ ارشاد فرمایا:

جناب حضرت سردار احمد
بہ گلزار شریعت غنچہ بہ شگفت
زہے شیخ الحدیث آں مرد کامل
کہ در اسرار دیں دُرہائے می سفت
محدث ہم مفسر، ہم فقیہ
کہ در تدریس کردہ سعی ہا مفت،
ز دنیا رخت بستہ سوئے فردوس
بہ بزم عاشقاں ذات حق خُفت
شرافت جست تاریخش ز ہاتف
بہ جنت رفت سلطانِ زمن گفت

۱۳۸۲ھ

جناب محمد صائم چشتی نے مندرجہ ذیل قطعۂ تاریخ موزوں کیا:

رفت سوئے دار جنت ، مفتیِ شیریں بیاں
آں امام اہلسنت ،ارفع شاں ،عالی نشاں
گفت تاریخ وصالش صائم اندوہگیں
اُو محدثِ اعظم آں جانِ زمن ، قطب زماں

۱۹۶۲ء (۳۱)

سانحۂ ارتحال پر صحافتی دنیا کا خراجِ عقیدت

حضرت محدثِ اعظم کے وصال کی خبر کو ملک بھر کے قومی اخبارات کے علاوہ مقامی اخبارات نے نمایاں طور پر شائع کیا۔قل شریف اور عرسِ چہلم پر اخبارات نے خصوصی ایڈیشن شائع کیے ہفت روزہ اور ماہنامہ رسائل نے یادگار نمبر نکالے۔علاوہ ازیں ریڈیو پاکستان نے آپ کے انتقال کی خبر کو بار بار نشر کیا۔ ہر شعبۂ زندگی کے افراد نے آپ کو خراجِ تحسین پیش کیا۔ یہ محبوبیت ومقبولیت دیکھ کر اعلیٰ حضرت کے درج ذیل اشعار بار بار یاد آتے ہیں:

واسطہ پیارے کا ایسا ہو کہ جو سنّی مرے
یوں نہ فرمائیں تیرے شاہد کہ وہ فاجر گیا
عرش پر دھومیں مچیں وہ مومنِ صالح ملا
فرش سے ماتم اٹھے وہ طیب و طاہر گیا

زیرِ نظر سطور میں صحافتی دنیا کا حضرت محدثِ اعظم کی بارگاہ میں خراجِ عقیدت پیش کیا جارہا ہے۔اس اعتراف کے ساتھ کہ یہ خراجِ محبت ونذرانۂ عقیدت مکمل نہیں بلکہ انتخاب ہے۔نہ ہی مکمل طور پر یہاں پیش کرنا ممکن ہے۔حضرت محدثِ اعظم کے وصال پر روزنامہ اخبارات یعنی امروز، جنگ، نوائے وقت، کوہستان، سعادت، عوام، غریب، ڈیلی بزنس، حالات جمہورستان نے نمایاں خبریں شائع کیں۔نیز روزنامہ سعادت نے ایک ضخیم محدث اعظم پاکستان نمبر شائع کیا۔ہم یہاں صرف تین اخبارات کی خبریں نقل کررہے ہیں :

روزنامہ امروز لاہور (30 دسمبر 1962ء)

معروف محدث، مقتدر دینی پیشوا مولانا سردار احمد کراچی میں انتقال فرما گئے۔مولانا صاحب جامعہ رضویہ مظہر اسلام کے بانی اور ممتاز عالمِ حدیث تھے۔لائل پور میں ان کے ہزاروں شاگرد اور پیرو ہیں۔جامعہ رضویہ سے ہر سال طلباء علم دین کی تحصیل مکمل کرتے ہیں، مولانا موضع دیال گڑھ ضلع گورداسپور میں پیدا ہوئے۔بریلی اور دوسری جگہوں پر علومِ دین کی تکمیل کی، وہ مولانا حامد رضا خاں کے مرید تھے، انہیں کچھ عرصہ سے ذیابیطس اور بلڈ پریشر کا عارضہ ہوگیا تھا اور علاج کے لئے کراچی گئے تھے۔جہاں جمعہ کی رات کو واصلِ بحق ہوئے۔

روزنامہ امروز لاہور (31 دسمبر 1962ء)

مشہور عالم دین مولانا سردار احمد کو جامعہ رضویہ میں، جس کے مرحوم بانی تھے، پورے احترام کے ساتھ سپردِ خاک کردیا گیا، تقریباً دولاکھ عقیدت مندوں نے مولانا مرحوم کی نمازِ جنازہ میں شرکت کی۔مولانا کی میت جب شاہین ایکسپریس کے ذریعے لائل پور پہنچی تو ان کے تابوت کو پورے احترام کے ساتھ اتارا گیا۔تابوت کے ساتھ لمبے لمبے بانس باندھ دیئے گئے۔اور جلوس جنازہ جس میں لاکھوں افراد شریک تھے، ریلوے روڈ سے جامعہ رضویہ کی جانب روانہ ہوا۔نمازِ جنازہ میں شرکت کے لئے دیگر اضلاع کے لوگ بھی آئے تھے۔ایک اطلاع کے مطابق کراچی سے لائل پور تک تقریباً ہر اسٹیشن پر جہاں گاڑی ٹھہرتی تھی۔لوگ ان کے آخری دیدار کے لئے بے چین دکھائی دیتے تھے۔ (۳۲)

روزنامہ جنگ کراچی (یکم جنوری 1963ء)

پاکستان وہند کے ممتاز دینی راہنما اور لائل پور کے دارالعلوم جامعہ رضویہ مظہر اسلام کے بانی مولانا محمد سردار احمد کا وصال ہوگیا ہے۔مرحوم کے مریدین کی تعداد لاکھوں تک ہے۔آپ دارالعلوم مظہر اسلام بریلی میں دس سال شیخ الحدیث کے فرائض انجام دیتے رہے۔(۳۳)

روزنامہ نوائے وقت لاہور (30 دسمبر 1962ء)

برصغیر پاک وہند کے ممتاز دینی راہنما اور دارالعلوم جامعہ رضویہ مظہر اسلام لائل پور کے بانی مولانا محمد سردار احمد

گذشتہ شب ایک بجے کراچی میں انتقال کر گئے۔آپ دس سال تک دارالعلوم مظہر اسلام بریلی میں شیخ الحدیث کے فرائض سرانجام دیتے رہے۔برصغیر کی تقسیم کے بعد آپ پاکستان چلے آئے اور لائل پور میں ایک مرکزی دینی درسگاہ دارالعلوم جامعہ رضویہ مظہر اسلام کی بنیاد رکھی اور وہاں وسیع پیمانہ پر علوم وفنون دینیہ کی تعلیم کا سلسلہ جاری کیا۔ملک کے گوشہ گوشہ سے طالبان علومِ دینیہ آپ سے فیضان حاصل کرتے رہے۔پاک وہند میں آپ کے ہزاروں تلامذہ دینی خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔اس کے علاوہ لاکھوں کی تعداد میں آپ کے مریدین ومعتقدین برصغیر پاک وہند میں موجود ہیں۔

روزنامہ نوائے وقت لاہور (31 دسمبر 1962ء)

جامعہ رضویہ مظہر اسلام کے بانی، شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد سردار احمد مرحوم کی میت کو آج جامعہ رضویہ کے صحن میں سپردِ خاک کر دیا گیا۔آج جب شاہین ایکسپریس سے مولانا مرحوم کی میت ریلوے اسٹیشن پہنچی تو وہاں چالیس ہزار سے زیادہ عقیدت مند موجود تھے۔مرحوم کی نمازِ جنازہ دھوبی گھاٹ کے وسیع میدان میں ناظم جامعہ رضویہ مولانا عبدالقادر نے پڑھائی۔نمازِ جنازہ میں ڈیڑھ لاکھ سے زائد افراد نے شرکت کی۔مرحوم کی نمازِ جنازہ میں شرکت کے لئے مغربی پاکستان کے دوسرے شہروں کے علمائے کرام اور ہزاروں عقیدت مند یہاں پہنچے تھے۔(۳۴)

ہفت روزہ رسائل

ہفت روزہ سوادِ اعظم لاہور اور ہفت روزہ رضائے مصطفیٰ گوجرانوالہ نے حضرت محدثِ اعظم کے وصال پر اپنی مختلف اشاعتوں میں حضرت محدثِ اعظم کی حیاتِ طیبہ، جنازہ، قل اور چہلم کی رپورتاژ پر مشتمل مضامین شائع کئے۔مندرجہ ذیل سطور میں ہفت روزہ رضائے مصطفیٰ کا چہلم کی رپورتاژ پر مشتمل مضمون نقل کیا جارہا ہے۔

عرس چہلم شریف حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ العزیز کی روئداد

لائل پور: ۱۰،۱۱ شوال (۱۳۸۲ھ/ ۷،۸ مارچ ۱۹۶۳ء) بروز جمعرات، جمعہ مرکزی دارالعلوم اہل سنت وجماعت جامعہ رضویہ مظہر اسلام کا چودھواں سالانہ جلسہ دستارِ فضیلت ومحدثِ اعظم پاکستان شیخ الحدیث مولانا محمد سردار احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا عرسِ چہلم دھوبی گھاٹ لائل پور کے وسیع میدان میں نہایت تزک واحتشام اور شان وشوکت سے منعقد ہوا۔جس میں پاکستان کے طول وعرض سے اکابر ومشاہیر علماء کے علاوہ حضرت محدثِ اعظم علیہ الرحمہ کے تلامذہ ومریدین واہل عقیدت احباب نے شرکت فرمائی۔اس موقع پر حضرت محدثِ اعظم کی جلالت شان وعلمی مقام اور عظمت وشخصیت سے متعلق روزنامہ حالات، لاہور اور روزنامہ سعادت لائل پور نے حضرت محدثِ اعظم نمبر، روزنامہ عوام لائل پور، روزنامہ امروز وروزنامہ نوائے وقت لاہور نے خصوصی مضامین شائع کر کے حضرت محدثِ اعظم پاکستان کو خراجِ تحسین پیش کیا۔اس تقریب میں شرکت فرما بکثرت علماء میں سے چند حضرات کے اسمائے گرامی حسب ذیل ہیں۔

استاذ العلماء علامہ ابوالبرکات سید احمد ۔مولانا الحاج مفتی احمد یار خاں نعیمی

مولانا ابوالکلام صاحبزادہ فیض الحسن ۔مولانا عبدالحامد بدایونی

مولانا علامہ مفتی محمد عمر نعیمی مولانا علامہ عبدالمصطفیٰ الازہری

مولانا علامہ سید احمد سعید کاظمی مولانا غلام معین الدین نعیمی

مولانا ابوالنور محمد بشیر مولانا مفتی ظفر علی نعمانی

مولانا قاری محبوب رضا خاں مولانا سید محمود احمد قادری

مولانا صاحبزادہ سید محمود شاہ گجراتی صاحبزادہ میاں جمیل احمد شرقپوری

مولانا غلام محی الدین گیلانی مولانا عنایت اللہ قادری وغیرھم کثرہم اللہ تعالیٰ

لائل پور میں اہل سنت و جماعت کا یہ عدیم النظیر جشن تبلیغ ،علماء و احباب اہل سنت کی چہل پہل، جلسہ کا عظیم الشان پنڈال اور مزار شریف و جامعہ رضویہ کی رونق و بہار قابل دید تھی ۔علماء کرام و بیرونی احباب کے خورد و نوش کا وسیع انتظام تھا ۔عوام و خواص میں سے ہر شخص لائل پور میں اہل سنت و جماعت کی تنظیم ،وسیع تبلیغی و دینی کارنامے اور ایمان افروز مناظر دیکھ کر شاداں اور فرحاں تھا ۔اور تھوڑے عرصہ میں حضرت محدثِ اعظم پاکستان کی تبلیغی جدوجہد اور دینی خدمات کا یہ عظیم ثمرہ دیکھ کر، آپ کے خلوص و للّٰہیت اور عظمت و جلال کا اعتراف اور آپ کو پرخلوص خراج تحسین پیش کرتا ہوا نظر آ رہا تھا۔ اور آپ اپنے ان عظیم دینی کارناموں کی بناء پر زندۂ جاوید معلوم ہو رہے تھے۔

نمازِ جمعہ سے قبل تقریر کے بعد حضرات علماء کرام نے اپنے مبارک ہاتھوں سے جگر گوشۂ شیخ الحدیث صاحبزادہ محمد فضل رسول صاحب کو دستارِ سجادگی اور پچاس فارغ التحصیل علماء و حفاظ و قراء کو دستارِ فضیلت سے مشرف فرمایا۔

رات کی آخری نشست میں تقاریر و صلوٰۃ و سلام اور دعائے خیر کے بعد کثیر التعداد علماء و احباب نے نہایت محبت و عقیدت و خلوص کے ساتھ ڈیڑھ بجے رات حضرت محدثِ اعظم کے مزار شریف پر چادریں چڑھائیں اور ختم شریف و فاتحہ خوانی کے بعد اس نورانی تقریب کا بخیر و خوبی اختتام ہوا۔ (۳۵) یاد رہے اس وقت کا ہفت روزہ رضائے مصطفیٰ اب ماہنامہ ہے اور اپنے طویل اشاعتی سفر کا چھیالیسواں سال طے کر رہا ہے۔

ماہنامہ رسائل

حضرت محدثِ اعظم کے وصال پر ماہنامہ السعید، ماہِ طیبہ، رضوان، عارف اور ہومیو پیتھک لائٹ فیصل آباد نے خصوصی سوانحی مضامین شائع کیے ۔جبکہ ماہنامہ نوری کرن بریلی نے ایک ضخیم "محدّث اعظم پاکستان نمبر" شائع کیا۔ جو آپ کی سوانح کے موضوع پر بنیادی مآخذ کی حیثیت رکھتا ہے ۔ہم یہاں بطورِ نمونہ ملتان سے غزالیٔ زماں علامہ احمد سعید

شاہ کاظمی صاحب علیہ الرحمہ کی سرپرستی میں شائع ہونے والے رسالے "السعید" سے چند اقتباسات نقل کر رہے ہیں۔

کشتیٔ سُنّیت کے ناخدا

حضرت مولانا سردار احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ شیخ الحدیث جامعہ رضویہ لائل پور کی وفات حسرتِ آیات، اہل سنت کے لئے بہت بڑا قومی حادثہ اور مذہبی سانحہ ہے۔

آہ ! کل تک ہم جنہیں "دامت برکاتہم العالیہ" لکھتے تھے آج انہیں رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہوئے قلم تھرّا رہا ہے۔ ہمارا دل عقل کا ساتھ دیتے ہوئے لرز رہا ہے۔ مرحوم نے جس قدر مذہبِ اہلِ سنت کی خدمت کی ہے وہ محتاجِ بیان نہیں۔ آپ نے لائل پور (فیصل آباد) جیسی سنگلاخ زمین میں جہاں کمالاتِ مصطفوی کا بیان کرنا صرف جرم ہی نہیں بلکہ ناقابلِ معافی جرم سمجھا جاتا تھا۔ وہاں کے در و دیوار کو ذکرِ مصطفیٰ سے روشناس کروایا۔ لائل پور کے کوچے کوچے میں مذہب کی تبلیغ کے لئے تکلیفیں اٹھائیں۔ مصیبتیں جھیلیں لیکن اس مردِ آہن کے پائے ثبات کو کوئی باطل قوت متزلزل نہ کر سکی۔

حضرت ممدوح گنتی کے ان اکابرین میں سے تھے جن کا وجود کشتیٔ سُنّیت کے لئے ناخدا سمجھا جاتا ہے۔ جن کے دم قدم سے گلشن سُنّیت سرسبز و شاداب ہے۔ آپ نے نہایت دشوار گزار وادیوں سے گزر کر لائل پور میں جامعہ رضویہ کی بنیاد رکھی۔ یہ دارالعلوم اہل سنت کے مرکزی مدارس میں سے ایک ہے۔ آج ہزاروں کی تعداد میں آپ کے مریدین اور تلامذہ ملک کے طول و عرض میں پھیلے ہوئے ہیں اور دینِ متین کی خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔

حضرت ممدوح کا جنازہ جس شان و شوکت سے ہوا اور جس قدر مجمع کثیر تھا شاید ہی تاریخ اس کی مثال پیش کر سکے۔ ایک محتاط اندازہ کے مطابق جنازہ میں شرکت کرنے والے افراد اڑھائی تین لاکھ سے کم نہ ہوں گے۔ دنیائے اسلام کی اس عظیم ترین محبوب شخصیت کو سنی رضوی جامع مسجد لائل پور کے ملحقہ حجرہ میں دفن کیا گیا ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

اللہ تعالیٰ اپنے حبیب ﷺ کا صدقہ حضرت ممدوح کو جنت الفردوس میں بلند مقام عطا فرمائے۔ اراکین مدرسہ انوار العلوم ملتان اور ادارہ "السعید" کے کارکن، پسماندگان کے غم میں برابر کے شریک ہیں۔ (فروری ۱۹۶۳ء)(۳۶)

محافلِ تعزیت

حضرت محدثِ اعظم کے وصال پُر ملال پر پاک و ہند ہی نہیں پوری دنیا میں مجالسِ تعزیت اور محافلِ ایصالِ ثواب کا اہتمام کیا گیا۔ طوالت کے خوف سے ان تمام محافل کا ذکر نہیں کیا جا رہا البتہ حصول برکت کے لئے دو نہایت اہم محافل کا مختصر احوال پیشِ خدمت ہے۔

مدینہ منورہ میں جلسۂ تعزیت:

حضرت محدثِ اعظم کے ایصالِ ثواب کے لئے مدینہ منورہ میں حضرت قطبِ مدینہ مولانا ضیاء الدین مدنی کی

صدارت میں ایک جلسہ منعقد ہوا۔ جس کی روداد بیان کرتے ہوئے آپ کے صاحبزادے حضرت مولانا فضل الرحمان مدنی لکھتے ہیں: محدث اعظم پاکستان، شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد سردار احمد صاحب قادری رضوی بانی جامعہ رضویہ لائل پور کی تعزیت کے سلسلہ میں گلِ گلزارِ شریعت، شمع شبستانِ طریقت، حضرت مولانا ضیاء الدین صاحب قادری مدنی دامت برکاتہم کی زیرِ صدارت ایک جلسہ منعقد ہوا۔ جس میں اکابر و معززین مدینہ منورہ نے شرکت فرمائی۔ جن میں سے حضرت شیخ محمد حسین رمزو، حضرت مولانا علاؤ الدین صاحب مدنی، حضرت مولانا محمد ابراہیم صاحب ختنی بخاری، حضرت الحاج مولوی ابوبکر صاحب کے اسمائے گرامی خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔

جلسہ میں قرآن خوانی کے بعد ختم شریف پڑھا گیا اور صدر موصوف نے حضرت محدثِ اعظم کے حالاتِ مبارکہ پر روشنی ڈالی اور آپ کے صاحبزادگان و پسماندگان کے لئے دعا فرمائی اور جملہ حاضرین کو کھانا کھلایا۔ آہ

پا گئے جنت مقام قادری رضوی مدام (۴۷)

بریلی شریف میں محفلِ ایصالِ ثواب:

حضرت محدثِ اعظم پاکستان کا عموماً شہر بریلی شریف اور خصوصاً آستانہ عالیہ رضویہ کے ساتھ جو تعلق تھا۔ اس کی بناء پر ان کے وصال کی خبر سے سارے شہر میں غم واندوہ کی لہر پھیل گئی۔ جو سنتا، حیرت زدہ ہوتا، افسوس کرتا۔ حضرت موصوف کی ان خدماتِ جلیلہ کو جو انہوں نے شہر بریلی شریف میں برسہا برس تک انجام دیں، یاد کرتا۔ دارالعلوم مظہر اسلام و دارالافتاء و دفتر میں تعطیل کر دی گئی۔ مہتمم دارالعلوم ھذا مولوی ساجد علی خاں صاحب مدظلہ کے زیر اہتمام جلسۂ تعزیت و ایصالِ ثواب کیا گیا۔ جس میں دارالعلوم کے طلباء و مدرس و مفتی صاحبان نے شرکت کی۔ حضرت مفتیٔ اعظم ہند متع اللہ المسلمین بطول بقائہٖ شاہجہان پور تشریف لے گئے تھے۔ ساڑھے دس بجے واپس ہوئے اور یہ المناک خبر سنتے ہی اس مجلس میں شرکت کے لئے مسجد بی بی جی صاحبہ تشریف لے گئے۔ قل شریف کے بعد مہتمم صاحب نے حضرت موصوف کے فضائل و کمالات پر مختصر سی تقریر فرمائی۔ خود حضرت مفتیٔ اعظم ہند دامت برکاتہم العالیہ بہت دیر تک ان کے تبحر علمی، صلاح و تقویٰ، خلوص، للّٰہیت، آستانہ عالیہ کے ساتھ گہری وابستگی، بڑے دردناک انداز میں بیان فرماتے رہے۔ تقسیم شیرینی پر یہ جلسہ ختم ہوا۔

ریلیف کمیٹی، جماعت رضائے مصطفےٰ نے ۳۱ دسمبر کی صبح مسجد رضویہ محلّہ سوداگراں میں جلسہ تعزیت و ایصالِ ثواب کا پروگرام بنایا۔ پورے شہر میں اعلان کرایا۔ ۳۱ دسمبر کو بڑی شان وشوکت کے ساتھ یہ جلسہ ہوا۔ جس میں اہالیان شہر کے علاوہ دارالعلوم مظہر اسلام کے تمام طلبہ، مدرّسین، مہتمم و مفتی صاحبان و مدرسہ منظر اسلام کے طلبہ نے شرکت کی۔ گیارہ بجے تک قرآن کریم پڑھا گیا۔ پھر حضرت مولانا مفتی محمد شریف الحق صاحب دامت فیوضھم تلمیذ حضرت مخدوم نے باوجود علالتِ طبع کے حضرت موصوف کی شان میں بڑی جامع تقریر کی۔ اور مختصر سے وقت میں حضرت کی وسعتِ معلومات

، ذوقِ مطالعہ، خدا ترسی، خلوص، للّٰہیت، اکابرِ ملّت کی تعظیم و تکریم، اساتذہ و مشائخ کا احترام، ذہانت و خطابت، حُسنِ کردار، حسنِ صورت، حسنِ سیرت، روحانی ارتقاء سب پر روشنی ڈالی۔ تقریر کے بعد قل ہو کر ایصالِ ثواب کیا گیا رفعتِ درجات و پسماندگان کے لئے صبرِ جمیل کی دُعا پر جلسہ ختم ہوا۔ شیرینی تقسیم کی گئی۔ (۳۸)

حضرت مفتیٔ اعظم کو صدمہ:

مفتی محمد اعظم شیخ الحدیث مظہرِ اسلام بریلی لکھتے ہیں: "حضرت مفتیٔ اعظم کی اپنی اولاد بھی فوت ہوئی اور خاندان کے لوگ بھی، مگر کسی نے حضرت مفتیٔ اعظم کو روتے نہیں دیکھا۔ اگر دیکھا تو حضرت مولانا سردار احمد صاحب قبلہ کے وصال پر روتے دیکھا۔ فرماتے تھے "وہ لائل پور میں تھے تو ہم یہاں ایک قوت محسوس کرتے تھے وہ وہاں وصال فرما گئے، بریلی سونی لگتی ہے"۔ کبھی فرماتے "اگرچہ مولانا سردار احمد صاحب کو میں نے پڑھایا مگر آج وہ اس مقام پر تھے کہ مجھے پڑھاتے۔

مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ اس زمانہ میں جب لائل پور سے اخبار "سعادت" بریلی آیا اور علماء کی محفل میں حضرت محدثِ اعظم کے وصال شریف و جنازہ مبارکہ کے حالات سنائے گئے تو حضرت مفتیٔ اعظم، مولانا مفتی محمد شریف الحق، مولانا مفتی مجیب الاسلام، مولانا مبین الدین امروہوی، مولانا قاضی عبدالرحیم وغیرھم سبھی حضرات زار و قطار رو رہے تھے اور عجیب کیفیت طاری تھی۔ حضرت مفتیٔ اعظم بار بار فرماتے تھے کہ مولانا سردار احمد مجسم دین تھے، سراپا دین تھے"۔ (۳۹)
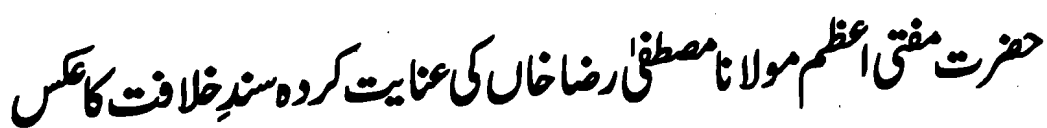
حضرت مفتی اعظم مولانا مصطفیٰ رضا خاں کی عنایت کردہ سندِ خلافت کا عکس

باب ۱۲

باقیات صالحات

تلامذہ......خلفاء......اولاد

باب ۱۲

باقیات صالحات

تلامذہ......خلفاء......اولاد

فصلِ اوّل

تلامذہ

درخت اپنے پھل سے اور استاذ اپنے شاگرد سے پہچانا جاتا ہے۔ اس حقیقت کو مدِ نظر رکھتے ہوئے اس باب میں حضرت محدثِ اعظم کے جلیل القدر تلامذہ کا اجمالی تعارف پیش کیا جارہا ہے تاکہ ان کی نورانی زندگیوں کے آئینے میں حضرت محدثِ اعظم کی حیاتِ طیبہ کی جھلک دیکھی جائے۔ حضرت محدثِ اعظم کے تلامذہ کی تعداد ہزاروں میں ہے۔ جو صرف پاکستان نہیں بلکہ ہندوستان، افغانستان، بنگلہ دیش، وسطی ایشیا اور دیگر ممالک سے آپ کے درس کی شہرت سن کر حاضرِ خدمت ہوئے۔ تلامذہ کے درمیان آپ کی مقبولیت وشہرت کے اسباب میں آپ کی قابلیت، تدریسی مہارت، قول وفعل میں مطابقت اور علمی استحضار کے ساتھ ساتھ تلامذہ پر حد درجہ شفقت بھی ایک سبب ہے۔ تلامذہ پر آپ اس قدر مہربان تھے کہ ان کی خفیہ مالی امداد کرتے تھے۔ کپڑوں کے جوڑے تحفۃً دیتے تھے، بیمار پڑنے پر اپنی نگرانی میں علاج کرواتے تھے، نام لے کر بلانے کی بجائے مولانا صاحب، حافظ صاحب وغیرہ کے القاب سے پکارتے تھے۔ یہ شفقت صرف دورِ طالبعلمی تک ہی محدود نہ تھی بلکہ بعد میں بھی طلبہ سے تعلقات محبت والفت قائم رکھتے تھے۔ مساجد ومدارس میں ان کی تقرری کے معاملات کی نگرانی فرماتے تھے۔ یہاں تک کہ ان کی شادی بیاہ کا بندوبست بھی کرتے تھے، کئی طلبہ کی نسبت طے کرنے کا اہتمام وانتظام آپ نے خود کیا۔ ان کی شادی وغمی میں حتی الامکان شریک ہونے کی کوشش کرتے تھے۔ طلبہ سے یہ شفقت اس قدر بڑھ چکی تھی کہ انہیں اپنی برادری قرار دیتے تھے۔ استاذِ محترم کی اس محبت والفت کے پیشِ نظر طلبہ بھی آپ سے دلی محبت اور والہانہ لگاؤ رکھتے تھے اور ان پر اپنی جان چھڑکتے تھے۔ اسی جانب اشارہ کرتے ہوئے مفسرِ قرآن مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمہ اکثر فرمایا کرتے تھے: "میں نے دیکھا کہ دو بزرگ عالمِ دین ایسے تھے جن کے تلامذہ اُن سے بے پناہ عقیدت ومحبت رکھتے ہیں ایک حضرت صدر الافاضل مرادآبادی اور دوسرے حضرت شیخ الحدیث مولانا سردار احمد صاحب رضوی (رحمۃ اللہ علیہما) (۱)

حضرت محدثِ اعظم کے فیضانِ نظر کی بدولت آپ کے تلامذہ میں عشقِ مصطفیٰ ﷺ کے مقدس جذبات بیدار ہوگئے۔ جس نے ان کی فکری واعتقادی زندگی میں اجتماعیت، روحانیت، عزمِ صمیم، یقینِ محکم اور عملِ پیہم کی بے بہا دولت پیدا کردی۔ آپ کے فیض یافتہ علماء اپنے اندر ایسی قوت پاتے ہیں کہ جہاں ہوں جہان آباد کرتے ہیں۔ آپ کے تلامذہ کی یہ خصوصیت بھی منفرد اور حیران کن ہے کہ وہ آپ کے مسلک پر ثابت وقائم ہیں اور کوئی بھی آپ کے عقیدہ وموقف سے منحرف نہیں ہوا وگرنہ اکثر اساتذہ کے شاگرد مختلف العقیدہ ہوتے ہیں اور بعض اوقات توان کے عقائد میں بعد المشرقین ہوتا ہے۔ حضرت محدثِ اعظم کے تلامذہ کی یہ خصوصیت بھی لائقِ ذکر اور قابلِ غور ہے کہ آپ کے تلامذہ

ملت کے درد سے مالا مال اور مسلکِ اہل سنت کی ترویج وترقی کے لئے ہر دم مستعد رہتے ہیں۔ آپ کے تلامذہ کی اکثریت واعظ یا مقرر بننے کی بجائے مدرّس ومصنف بننے میں فخر محسوس کرتی ہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہے کہ برصغیر پاک وہند کے اکثر مدارس کے بانی اور شیوخ الحدیث آپ کے تلامذہ ہیں اور اہل سنت کے ذخیرۂ کتب کا اکثر حصہ آپ کے تلامذہ کی محنت کا نتیجہ ہے۔ اس منظر کو سامنے رکھتے ہوئے کسی کہنے والے نے کیا خوب کہا ہے:

دیکھئے جس کو وہ نجمِ آسمانِ علم ہے
یہ دبستاں ہے کہ انجم خانۂ شیخ الحدیث

سطورِ ذیل میں آپ کے تمام تو نہیں صرف چند تلامذہ کا مختصر تذکرہ پیشِ خدمت ہے۔

مفسرِ اعظم مولانا ابراہیم رضا خاں بریلوی:

مولانا ابراہیم رضا خاں، حجۃ الاسلام مولانا شاہ حامد رضا خاں کے بڑے صاحبزادے اور سجادہ نشین تھے۔ اسی نسبت کا احترام کرتے ہوئے انہیں حضرت محدثِ اعظم اپنی مسند پر اپنے ساتھ بٹھا کر پڑھاتے تھے۔ آپ زبردست عالم فاضل، محقق ومفسّر تھے۔ دار العلوم جامعہ رضویہ منظرِ اسلام کے مہتمم وشیخ الحدیث بھی رہے، ہزاروں علماء کو فیض یاب فرمایا اور ماہنامہ "اعلیٰ حضرت" جاری فرمایا۔(۲)

شارح بخاری حضرت مفتی شریف الحق امجدی:

حضرت مفتی محمد شریف الحق امجدی نے دار العلوم مظہر اسلام بریلی میں حضرت محدثِ اعظم سے درسِ حدیث لے کر سندِ فراغت حاصل کی۔(۳) کچھ مدارس میں تدریس فرمانے کے بعد مادرِ علمی دار العلوم مظہر اسلام بریلی میں بطور مدرّس تشریف لے آئے۔ یہاں تدریس کے ساتھ ساتھ حضرت مفتیٔ اعظم ہند کے دار الافتاء میں مفتی کے فرائض انجام دیئے۔ اسی لئے عوام وخواص میں آپ نائبِ مفتیٔ اعظم کے لقب سے مشہور تھے۔ آپ حضرت صدر الشریعہ مولانا محمد امجد علی اعظمی کے مرید وخلیفہ اور حضرت مفتیٔ اعظم سے اجازت وخلافت کے شرف سے مشرف تھے۔ ۱۳۹۶ھ میں آپ جامعہ اشرفیہ مبارک پور تشریف لے گئے پھر تا وصال یہیں تدریس کے فرائض انجام دیئے۔ آپ نے بہت سی کتب تحریر فرمائیں جن میں نزھۃ القاری شرح بخاری، اسلام اور چاند کا سفر، التحقیقات اور اشرف السیر مشہور ومقبول ہیں۔(۴)
۱۴۲۰ھ/۲۰۰۰ء میں انتقال ہوا اور وطن مالوف گھوسی میں دفن ہوئے۔(۵)

شارح بخاری مولانا علامہ غلام رسول رضوی:

آپ نے بھی دار العلوم مظہر اسلام بریلی میں حضرت محدث اعظم سے بخاری شریف، ترمذی شریف نسائی شریف پڑھیں۔ اور سند حاصل کی(۶) انہی ایام میں آپ نے حضرت مفتیٔ اعظم ہند کے دست اقدس پر بیعت کر لی پھر

کچھ عرصہ دارالعلوم حزب الاحناف میں تدریس فرمانے کے بعد برصغیر کی عظیم دینی درسگاہ جامعہ نظامیہ رضویہ کی بنیاد رکھی حضرت محدث اعظم کے وصال کے بعد جامعہ رضویہ فیصل آباد تشریف لے گئے۔ یہاں آپ تنہا صحاح ستہ کے اسباق پڑھاتے۔ اس کے ساتھ ساتھ معقول اور اصول فقہ کے مزید تین چار اسباق پڑھاتے اتنی محنت کے باوجود تھکن یا اکتاہٹ محسوس نہ فرماتے۔ اٹھائیس سال یہاں علم حدیث کی دولت تقسیم فرمانے کے بعد اپنے قائم کردہ مدرسہ دارالعلوم سراجیہ رسولیہ رضویہ فیصل آباد میں منتقل ہو گئے اور تادم آخر یہیں تدریس کے فرائض انجام دیے۔ آپ کے تلامذہ کی تعداد ہزاروں میں ہے تدریس کی جاں گسل مصروفیات کے باوجود آپ نے تصنیف و تالیف کی جانب توجہ فرمائی اور بہت سی کتب تحریر فرمائیں جن میں قرآن الحکیم کی تفسیر تفہیم الفرقان اور بخاری شریف کی مشہور و مقبول شرح تفہیم البخاری (گیارہ جلدوں میں) سرفہرست ہیں آپ کو حضرت محدث اعظم کی شاگردی کے ساتھ ساتھ دامادی کا شرف بھی حاصل ہوا یوں اپنے استاد محترم کے خاندان کے فرد بن گئے چودہ نومبر ۲۰۰۱ بروز بدھ اکیاسی سال کی عمر میں آپ نے وصال فرمایا (۷) مزار اقدس دارالعلوم سراجیہ رسولیہ رضویہ میں مرجع خلائق ہے۔

استاذ العلماء مولانا علامہ سید جلال الدین شاہ صاحب:

دارالعلوم مظہر اسلام بریلی شریف میں حضرت محدث اعظم سے دورہ حدیث پڑھنے کا شرف حاصل کیا نہایت فاضل اور محقق عالم تھے بظاہر نابینا ہونے کے باوجود علوم وفنون عربیہ کے حافظ تھے اور حافظ الحدیث کے لقب سے مشہور تھے۔ دارالعلوم محمدیہ نوریہ رضویہ کے نام سے بھکھی شریف میں ایک عظیم دارالعلوم قائم کیا۔ ہزاروں علماء نے آپ سے شرف تلمذ حاصل کیا۔ آپ کے صاحبزادگان میں علامہ سید مظہر قیوم شاہ مشہدی، علامہ سید محمد محفوظ شاہ مشہدی، اور سلطان المناظرین علامہ سید عرفان شاہ مشہدی زبردست محقق اور فاضل عالم ہیں (۸)

استاذ العلماء علامہ محمد عبدالرشید جھنگوی:

آپ حضرت محدث اعظم کے جلیل القدر تلمیذ ارشد ہیں۔ زبردست مدرس ومحقق، بے مثال مناظر خطابت وفن تدریس کے ماہر ہیں۔ دارالعلوم مظہر اسلام بریلی شریف میں حضرت محدث اعظم سے درس حدیث لیا۔ فراغت کے بعد جامعہ نقشبندیہ علی پور سیداں میں صدر مدرس مقرر ہوئے مجاہد ملت حضرت علامہ مولانا ابوداؤد محمد صادق قادری رضوی اور مولانا عبدالقادر احمد آبادی جیسے اکابرین امت آپ کے شاگرد ہیں لمبا عرصہ حضرت محدث اعظم کی سنی رضوی جامع مسجد میں خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا۔ اب جامعہ قطبیہ رضویہ جھنگ میں تدریس کے فرائض انجام دے رہے ہیں۔ حضرت محدث اعظم سے سلسلہ عالیہ قادریہ رضویہ میں اجازت وخلافت بھی حاصل ہے۔ (۹)

نبیرۂ اعلیٰ حضرت مولانا شاہ حماد رضا نعمانی میاں:

آپ نے حضرت محدث اعظم سے بریلی شریف میں درس نظامی کی تعلیم حاصل فرمائی۔ قیام پاکستان کے بعد کراچی میں وصال فرمایا۔(۱۰)

پیر طریقت حضرت مولانا پیر محمد فاضل نقشبندی:

آپ نے دارالعلوم مظہر اسلام میں حضرت محدث اعظم سے درس حدیث لیکر ۱۳۵۹ھ میں سند فراغت حاصل کی۔ شریعت وطریقت اور علم وعمل کے جامع تھے۔ تمام زندگی درس وتدریس اور رشد وہدایت میں بسر کی قرآن پاک، حدیث، تفسیر، فقہ اور دیگر علوم دینیہ آخری ایام تک پڑھاتے رہے۔ ۱۵ مئی ۱۹۹۱ء کو آپ نے دارِ فنا سے دارِ بقا کی جانب انتقال فرمایا(۱۱)

استاذ العلماء حضرت علامہ عبدالمصطفیٰ اعظمی:

آپ بلند پایہ محدث، مفسر، مدرس، مصنف تھے حضرت صدر الشریعہ سے شرف تلمذ کے ساتھ ساتھ حضرت محدث اعظم سے بھی اکتساب فیض کیا۔ آپ نے مختلف مدارس میں بطور صدر المدرسین وشیخ الحدیث تدریس فرمائی آپ کے تلامذہ کی تعداد سینکڑوں میں ہے۔ آپ کی تصنیفات کی تعداد تقریباً پچیس ہے۔ جن میں سیرت مصطفیٰ، جنتی زیور، کرامات صحابہ، عجائب القرآن، غرائب القرآن، زیادہ مشہور ہیں(۱۲)

۵ رمضان المبارک ۱۴۰۶ھ/ ۱۹۸۵ء کو آپ نے دنیائے فانی سے رحلت فرمائی(۱۳)

مفتی مجیب الاسلام نسیم اعظمی:

حضرت صدر الشریعہ کے ساتھ ساتھ آپ نے حضرت محدث اعظم سے بھی اکتساب فیض کیا۔ ۱۳۶۲ھ میں آپ نے حضرت محدث اعظم سے دورہ حدیث پڑھا اور مدتِ مدید تک حضور مفتیٔ اعظم مولانا مصطفیٰ رضا خان قادری علیہ الرحمۃ کے دارالافتاء کے نامور مفتی رہے۔ نہایت خوش نویس ہیں سیدنا مفتیٔ اعظم کے کاتب بھی رہے۔ دارالعلوم مظہر اسلام بریلی شریف میں درس وتدریس وافتاء کی خدمات انجام دیں آج کل ادری مئوناتھ بھنجن میں تدریسی خدمات انجام دے رہے ہیں۔(۱۴)

مفتیٔ اعظم کراچی علامہ مفتی محمد وقار الدین قادری رضوی:

دارالعلوم مظہر اسلام بریلی میں آپ نے حضرت محدث اعظم سے درس نظامی کی تکمیل کی جبکہ دورہ حدیث شریف حضرت صدر الشریعہ سے پڑھا۔ آپ نے یکے بعد دیگرے دارالعلوم منظر اسلام بریلی شریف، دارالعلوم احمدیہ سنیہ چٹاگانگ اور دارالعلوم امجدیہ کراچی میں تدریس کے فرائض انجام دیئے۔ دارالعلوم امجدیہ میں آپ سے دارالافتاء

کی سرپرستی کرنے کی درخواست کی گئی۔ آپ نے افتاء کا شعبہ سنبھالا تو سائلین کی لائن لگ گئی۔ ہزاروں لوگوں نے آپ سے استفتاء کیے جن کے جوابات پر مشتمل، وقار الفتاویٰ، تین جلدوں میں شائع ہو کر مقبول خاص وعام ہو چکا ہے۔ علم وعمل کا یہ آفتاب اپنی ضیاء پاشیوں کے بعد ۲۰ ربیع الاول ۱۴۱۳ھ بروز ہفتہ بوقتِ نماز فجر غروب ہو گیا۔ نماز جنازہ مولانا عبدالعزیز حنفی نے پڑھائی اور دارالعلوم امجدیہ میں علامہ عبدالمصطفیٰ الازہری کے پہلو میں دفن کیا گیا۔ (۱۵)

شمس العلماء علامہ مفتی محمد نظام الدین سہسرامی:

زبردست عالم وفاضل ومحقق وفقیہ تھے جامعہ رضویہ منظر اسلام بریلی میں حضرت محدث اعظم سے اکتسابِ فیض کیا۔ جب بریلی شریف میں منظور سنبھلی سے حضرت محدث اعظم کا مناظرہ ہوا اور منظور سنبھلی نے منطق کے موضوع پر عام چیلنج کیا تو مولانا مفتی محمد نظام الدین نے صرف ایک سوال کر کے منظور سنبھلی کو لاجواب اور بدحواس کر دیا سہسرام کے علاوہ جامعہ سبحانیہ الہ آباد، جامعہ رضویہ منظر اسلام بریلی شریف اور دیگر مرکزی اداروں میں تدریس فرمائی۔ خطیبِ مشرق علامہ مشتاق احمد نظامی آپ کے تلامذہ میں سے ہیں (۱۶)

شیر اہل سنت مولانا محمد عنایت اللہ قادری رضوی:

شیر اہل سنت مولانا علامہ محمد عنایت اللہ نے بریلی شریف میں حضرت محدث اعظم سے درسِ حدیث لیا۔ پھر فراغت کے بعد کئی مدارس میں تدریسی فرائض انجام دیے۔ لیکن آپکی وجہ شہرت بے مثال خطیب اور باطل شکن مناظر ہونے کے حوالے سے ہے۔ مخالفین کے نامی گرامی مناظروں کے آپ نے دانت کھٹے کیے۔ مناظروں بلکہ عام جلسوں میں بھی آپ کے ساتھ کتابوں کا صندوق ہوتا تھا۔ یہاں تک کہ جب آپ تبلیغی دورہ پر برطانیہ تشریف لے گئے تب بھی آپ کے پاس اڑہائی من وزنی کتابیں تھیں (۱۷) آپ بے تکان گھنٹوں تقریر فرماتے اور کتابیں کھول کھول کر حوالہ دکھاتے۔ نماز، روزہ، اور اوراد وظائف کے بہت پابند تھے۔ بالخصوص دلائل الخیرات شریف آپ کے پاس رہتی تھی جس سے درود شریف والہانہ انداز میں آپ پڑھتے تھے۔ جہاں وعدہ کر لیتے چاہے سفر دشوار اور جگہ دور دراز ہوتی لیکن آپ حتی الامکان ضرور تشریف لے جاتے۔ آپ کی دو کتابیں تفریح الخاطر جو سرکار دو عالم ﷺ کے حاضر وناظر ہونے کے متعلق ہے اور تنویر الکلام جس میں نبی کریم ﷺ کے والدین کریمین کے ایمان کا بیان ہے، شائع ہو چکی ہیں۔ دونوں کتابیں آپ کے علم وفضل کی شاہکار ہیں۔ سانگلہ ہل میں آپ نے دارالعلوم کے علاوہ عظیم الشان مسجد غوثیہ تعمیر فرمائی۔ مسجد کے میناروں اور سامنے والے حصہ پر حضرات صحابہ کرام، بزرگان دین علیھم الرضوان کے اسمائے مبارکہ کے علاوہ حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قصیدہ مبارکہ لکھوایا۔ آپ شہزادہ اعلیٰ حضرت حجۃ الاسلام مولانا شاہ حامد رضا خان کے دست مبارک پر سلسلہ عالیہ قادریہ میں داخل ہوئے محدث اعظم پاکستان نے آپ کو خلافت واجازت سے مشرف فرمایا۔ ۲۳ اپریل ۱۹۸۱ کو آپ نے دنیائے فانی سے رحلت فرمائی۔ مسجد غوثیہ سے ملحق آپ کا مزار اقدس مرجع خاص وعام ہے (۱۸)

استاذ العلماء العارفین علامہ غلام آسی پیا:

حضرت محدث اعظم کے فاضل تلامذہ میں سے تھے۔ حضرت صدر الشریعۃ مولانا محمد امجد علی اعظمی کے برادر نسبتی اور رئیس التحریر علامہ ارشد القادری علیہ الرحمۃ کے بڑے بھائی ہونے کا شرف آپ کو حاصل ہے۔ رام پور انڈیا میں تدریس وطریقت کی خدمات انجام دیں کثیر علماء مثلاً علامہ ارشد القادری، اور علامہ ضیاء المصطفیٰ مصباحی آپ کے تلامذہ میں سے ہیں۔(۱۹)

استاذ العلماء مولانا محمد نواز نقشبندی:

آپ نے بریلی شریف میں حضرت محدث اعظم سے درس حدیث لیا اور جامعہ محمدیہ نوریہ رضویہ بھکھی میں تقریباً ساڑھے اڑتالیس سال تدریس فرمائی۔ آپ کے تلامذہ کی تعداد سینکڑوں میں ہے، 1987ء میں گوجرانوالہ تشریف لے آئے۔ 1999ء میں جامعہ مدینۃ العلم قائم فرمایا۔ جہاں تادم آخر مصروفِ تدریس رہے۔

حضرت محدث اعظم سے آپ کو اجازت وخلافت کا شرف حاصل تھا۔(۲۰) 28 شعبان المعظم 1425ھ / 14 اکتوبر 2004ء کو آپ نے دنیائے فانی سے رحلت فرمائی۔

مخدومِ ملت علامہ سبطین رضا خان بریلوی:

آپ برادر اعلیٰ حضرت استاذ زمن مولانا حسن رضا خاں کے پوتے ہیں۔ حضرت محدث اعظم پاکستان کے ساتھ ساتھ حضرت صدر الشریعہ سے بھی پڑھنے کا شرف حاصل ہوا۔ کثیر مدارس میں تدریس فرمانے کے بعد اب عرصہ دراز سے مدرسہ فیض الاسلام کشیکل ضلع بستر میں خدمات دینیہ انجام دے رہے ہیں۔ حضرت مفتیٔ اعظم مولانا مصطفیٰ رضا خاں علیہ الرحمۃ سے آپ کو اجازت وخلافت حاصل ہے(۲۱)

استاذ العلماء علامہ تحسین رضا خاں بریلوی:

آپ مخدوم ملت علامہ سبطین رضا خاں بریلوی کے چھوٹے بھائی ہیں۔ آپ کے والد ماجد مولانا حسنین رضا خاں بریلوی نے آپ کو تحصیل علم ودورۂ حدیث کے لئے جامعہ رضویہ فیصل آباد بھیجا۔ جامعہ رضویہ سے فارغ التحصیل ہونے کے بعد بریلی شریف میں دار العلوم مظہر اسلام اور دار العلوم منظرِ اسلام میں تدریس کے فرائض انجام دیے۔ اب جامعہ نوریہ رضویہ بریلی شریف میں شیخ الحدیث کے عہدے پر فائز ہیں۔ تلامذہ کی تعداد کثیر ہے۔ آپ اپنے جدامجد مولانا حسن رضا خاں بریلوی کے ورثۂ شاعری کے وارث ہیں۔ تحسین تخلص ہے۔ آپ کے کلام میں اساتذہ کا رنگ جھلکتا ہے۔ مفتیٔ اعظم سے آپ کو اجازت وخلافت حاصل ہے۔(۲۲)

ریحانِ ملت مولانا محمد ریحان رضا خاں بریلوی :

آپ مفسر اعظم ہند مولانا ابراہیم رضا خاں کے صاحبزادے اور حضرت حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں بریلوی کے پوتے ہیں۔ والد ماجد کے حکم پر جامعہ رضویہ فیصل آباد حضرت محدث اعظم پاکستان کی خدمت میں حاضر ہوئے اور تین سال یہاں رہ کر شرفِ تلمذ حاصل کیا۔(۲۳) دارالعلوم منظرِ اسلام میں طویل عرصہ تدریس کے فرائض انجام دیئے۔ لوگوں کے اصرار پر میدان سیاست میں مسلمانوں کی رہنمائی فرمائی اور دو مرتبہ نیشنل اسمبلی کے ممبر منتخب ہوئے۔ دنیا کے کئی ممالک کا تبلیغی دورہ فرمایا۔ اجازت وخلافت کا شرف حضرت حجۃ الاسلام اور حضرت مفتی اعظم سے حاصل ہوا۔ آپ کی نعتیہ شاعری کا مجموعہ "ریحانِ بخشش" کے عنوان سے شائع ہو چکا ہے۔ ۱۸ رمضان المبارک ۱۴۰۵ھ/ ۱۹۸۵ء میں اس دارِ فانی سے آپ نے کوچ فرمایا۔ مزارِ اقدس حضرت حجۃ الاسلام کے پہلو میں ہے۔(۲۴)

علامہ ابوالشاہ عبدالقادر احمد آبادی:

احمد آباد گجرات کاٹھیاواڑ کے رہنے والے تھے۔ تبلیغی دورۂ احمد آباد کے دوران حضرت محدثِ اعظم کا قیام آپ کے دادا جان کے ہاں تھا۔ ان دنوں مولانا عبدالقادر بی۔ اے کی تیاری کر رہے تھے، ایک دن حضرت محدثِ اعظم نے آپ کی انگریزی وضع دیکھ کر فرمایا: "ارے بندۂ خدا! تمہارے دادا جان کتنے بڑے عالم ہیں، ان کے کتب خانہ میں کیسی کیسی نایاب کتابیں ہیں۔ تم انگریزی تعلیم حاصل کر رہے ہو اور انگریزی وضع اختیار کر رکھی ہے۔ اگر تم نے دینی تعلیم حاصل نہ کی تو تمہارے دادا جان کی کتابوں کا مصرف تمہارے والد کے بعد کیا ہوگا؟ تمہیں چاہیے کہ دینی تعلیم حاصل کرو اور اس علمی ورثہ کے صحیح جانشین بنو۔" آپ کی زبان فیض ترجمان سے نکلے ہوئے الفاظ مولانا عبدالقادر کے دل کی گہرائیوں میں اتر گئے۔ ان کی طبیعت میں انقلاب آ گیا۔ اور بی۔ اے کا ارادہ ترک کر کے آپ کے ساتھ بریلی حاضر ہوئے اور دینی تعلیم حاصل کرنا شروع کر دی۔ قیامِ پاکستان کے وقت حضرت محدثِ اعظم کے ہمراہ ہجرت کر کے پاکستان آئے۔ کچھ عرصہ علی پور سیداں میں رہے پھر جب جامعہ رضویہ فیصل آباد قائم ہوا تو حضرت محدثِ اعظم کی خدمت میں حاضر ہو کر دورۂ حدیث پڑھا۔ حضرت محدثِ اعظم کی نمازِ جنازہ پڑھانے کی سعادت آپ کو حاصل ہوئی۔ بعد میں آپ نے جامعہ قادریہ رضویہ کی بنیاد رکھی۔(۲۵)

استاذ العلماء مولانا معین الدین شافعی رضوی:

بمبئی کے رہنے والے تھے، حضرت محدثِ اعظم کے ارشد تلامذہ وخلفاء میں تھے۔ بریلی شریف میں حضرت محدث اعظم کی خدمت میں تحصیل علم کر رہے تھے۔ پاکستان بنا تو حضرت محدث اعظم کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ یہاں آ کر دورۂ حدیث کیا۔ جامعہ رضویہ کی تعمیر وترقی میں اہم کردار ادا کیا۔ بوقت علاج ووصال حضرت محدثِ اعظم کی بے

مثالی خدمت کی۔ جامعہ رضویہ میں نائب ناظمِ اعلیٰ رہے اور پھر جامعہ قادریہ رضویہ سرگودھا روڈ کے قیام میں اہم کردار ادا کیا۔ حضرت مفتی اعظم کے مرید وخلیفہ تھے۔(۲۶)

شیخ الحدیث مفتی مختار احمد دیال گڑھی:

حضرت محدثِ اعظم پاکستان کے فاضل و محقق شاگرد اور بہترین مفتی و مدرّس تھے۔ آپ کے ہم وطن اور بریلی شریف سے فارغ التحصیل تھے۔ مدتوں جامعہ رضویہ میں مدرّس و مفتی رہے۔ بعد میں جامعہ قادریہ رضویہ میں مفتی و مدرّس مقرر ہوئے۔ رحمۃ اللہ علیہ۔(۲۷)

مجاہدِ ملّت علامہ الحاج ابوداؤد محمد صادق قادری رضوی:

آپ نے ابتدائی تعلیم دارالعلوم منظرِ اسلام بریلی میں حاصل کی پھر آبائی قصبہ کوٹلی لوہاراں ضلع سیالکوٹ میں فقیہ اعظم ابو یوسف محمد شریف محدث کوٹلوی سے چند اسباق پڑھے۔ بعدہٗ جامعہ نقشبندیہ علی پور سیداں میں حضرت فقیہ اعظم نے داخل کرایا۔ یہاں آپ نے مولانا مفتی آلِ حسن سنبھلی سے چند اسباق اور حضرت مولانا عبدالرشید جھنگوی سے درسِ نظامی کی مروجہ کتابیں پڑھیں۔ علی پور سیداں میں امیرِ ملّت پیر سید جماعت علی شاہ صاحب کی خدمت میں حاضری و کسبِ فیض کا سلسلہ بھی جاری رہا۔ دورۂ حدیث کے لئے فیصل آباد حضرت محدثِ اعظم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور شعبان المعظم ۱۳۶۹ھ میں پہلے سالانہ جلسہ دستارِ فضیلت کے موقع پر دستار و سند سے مشرف ہوئے۔ ۱۳۷۰ھ میں حضرت محدثِ اعظم کے حکم پر زینۃ المساجد گوجرانوالہ تشریف لے آئے۔

یہاں تشریف لاتے ہی آپ نے پرزور انداز میں تبلیغ و خدمتِ دین کا سلسلہ شروع کر دیا۔ شوال ۱۳۷۴ھ میں آپ نے دارالعلوم جامعہ حنفیہ رضویہ سراج العلوم قائم فرمایا۔ جس سے سینکڑوں علماء، قراء اور حفاظ فارغ التحصیل ہوئے۔ گذشتہ برس اس دارالعلوم کا پچاسواں جشنِ دستارِ فضیلت منایا گیا۔ ۱۳۷۶ھ میں آپ نے اہل سنت کے معروف و مقبول ترجمان "رضائے مصطفیٰ" کا اجراء فرمایا جو ابتداء میں ہفت روزہ، کچھ عرصہ پندرہ روزہ اور اب ماشاءاللہ ۴۵ سال سے ماہنامہ رضائے مصطفیٰ کی صورت میں باقاعدگی و پابندیٔ وقت سے شائع ہو رہا ہے۔ رسالہ کے اجراء کے ساتھ ہی "مکتبہ رضائے مصطفیٰ" قائم فرمایا جو آج بھی اہل سنت کا عظیم اشاعتی ادارہ ہے۔ اہل سنت کی تبلیغی سرگرمیوں کو باقاعدگی اور مربوط طریقے سے انجام دینے کے لئے آپ نے "جماعت رضائے مصطفیٰ" قائم فرمائی۔ بفضلہ تعالیٰ اب بھی سرگرم عمل ہے۔ گوجرانوالہ کے ساتھ ساتھ اس کی ایک شاخ وفاقی دارالحکومت اسلام آباد میں بھی قائم ہے۔ جس نے بہت سے مدارس اور مساجد تعمیر کی ہیں۔ آپ نے گوجرانوالہ میں جلوسِ عید میلاد النبی ﷺ کا بھی نہایت جرأت مندانہ انداز میں آغاز فرمایا۔ جو اب بھی ہر سال آپ کی قیادت میں عظمتِ مصطفیٰ ﷺ کی دھوم مچاتا ہوا شہر کی اہم شاہراؤں اور مرکزی مقامات سے گزرتا ہے۔ آپ کی تشریف آوری سے قبل گوجرانوالہ شہر میں اہل سنت کی صرف دو مساجد تھیں لیکن

اب بفضلہٖ تعالیٰ پانچ سو سے زائد مساجد ہیں۔ حضرت صاحب اب بھی تقریباً چھتر برس کی عمر میں جوانوں سے زیادہ کام کرتے ہیں۔ زینۃ المساجد کی خطابت و امامت کے منصب پر فائز رہتے ہوئے پچاون سے زائد برس گزر چکے ہیں۔ آپ کے صاحبزادگان مولانا صاحبزادہ محمد داؤد رضوی اور مولانا صاحبزادہ محمد رؤف رضوی مستند عالم دین اور پابندِ شریعت و سنت ہیں۔ (۲۸) اہل سنت کے معروف خطیب شہیدِ اہل سنت مولانا محمد اکرم رضوی علیہ الرحمۃ آپ کے شاگرد و مرید تو تھے ہی حضرت صاحب نے خصوصی شفقت سے انہیں اپنا بیٹا بنایا ہوا تھا۔ موصوف حضرت محدثِ اعظم کے ارشد خلفاء میں سے ہیں اور اس شرف میں منفرد ہیں کہ حضرت محدثِ اعظم کے خلیفۂ اول اور خلیفۂ بلا فصل ہیں۔ علم و فضل، زہد و تقویٰ اور جذبۂ تبلیغ سنیت و اشاعتِ مسلکِ اعلیٰ حضرت میں اپنے زمانہ کے فرد یگانہ ہیں۔ (۲۹) احقر راقم الحروف بھی آپ ہی کے توسط سے سلسلہ عالیہ قادریہ رضویہ میں داخل ہے۔

حضرت محدثِ اعظم کی مولانا ابوداؤد محمد صادق پر عنایات:

زیرِ نظر کتاب آخری مراحل میں تھی کہ الحاج محمد حفیظ نیازی مدیر ماہنامہ رضائے مصطفیٰ گوجرانوالہ کا مندرجہ بالا عنوان کے ساتھ ایک مضمون موصول ہوا۔ جوانہی کے الفاظ میں قدرے اختصار کے ساتھ پیشِ خدمت ہے:

☆ حضرت محدثِ اعظم نے انتظامیہ مرکزی جامع مسجد زینۃ المساجد گوجرانوالہ کے بزرگ رکن حاجی احمد دین سے فرمایا: "انہیں چھوٹا محسوس نہ کرنا، انگوٹھی میں نگینہ چھوٹا ہوتا ہے مگر قیمت میں بڑا ہوتا ہے۔ یہ آپ کو بہت کام دیں گے اور گوجرانوالہ میں اللہ تعالیٰ ان سے دین و مسلک کا بہت کام لے گا"۔

☆ عارف والا ضلع ساہیوال میں ایک مرتبہ حضرت محدثِ اعظم علیہ الرحمۃ کے زیرِ سایہ علامہ ابوداؤد محمد صادق مدظلہ ایک جلسہ میں حاضر ہوئے اور آپ سے قبل خطاب کیا۔ بیان کے بعد حضرت صاحب علیہ الرحمۃ نے فرمایا: "آپ کا بیان لوگوں کے دلوں میں اتر رہا تھا"۔

☆ سنتِ نکاح کے موقع پر حضرت محدثِ اعظم گوجرانوالہ سے سیالکوٹ آپ کے ساتھ تشریف لے گئے۔ نکاح پڑھایا، پھر دوسرے دن گوجرانوالہ میں ولیمہ میں شرکت کے بعد فیصل آباد واپس گئے۔

☆ ایک مرتبہ جب شیر اہل سنت حضرت علامہ محمد عنایت اللہ علیہ الرحمہ اور مخدومِ اہل سنت حضرت علامہ ابوداؤد محمد صادق صاحب مدظلہ العالی جیل میں تھے تو حضرت قبلہ شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ نے محمد حفیظ نیازی سے فرمایا کہ "یہ دونوں حضرات سنیوں کے شیر ہیں اور شیر ہی سلاخوں کے پیچھے رکھے جاتے ہیں"۔

☆ ایک مرتبہ علامہ ابوداؤد محمد صادق مدظلہ جیل میں تھے۔ رہائی کی امید بہت کم تھی، لاہور ہائی کورٹ میں مقدمہ کی سماعت کے روز حضرت محدثِ اعظم نے جامعہ رضویہ میں محفل منعقد کی۔ دورانِ محفل جب قصیدۂ بردہ شریف پڑھا جا رہا تھا تو ٹیلی فون کی گھنٹی بجی۔ حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ نے مولانا عبدالقادر احمد آبادی سے ارشاد فرمایا "ٹیلی فون سنو

گوجرانوالہ سے آیا ہے اور ان شاء اللہ خوشخبری لایا ہے"۔ واقعی گوجرانوالہ سے ٹیلی فون پر محمد حفیظ نیازی نے اطلاع دی کہ "الحمد للہ ضمانت ہوگئی ہے اور عدالت نے رہائی کے آرڈر جاری کر دیئے ہیں"۔

☆ رہائی کے بعد دوسری صبح حضرت علامہ مفتی ابوداؤد محمد صادق رضوی فیصل آباد پہنچے تو حضرت قبلہ محدثِ اعظم پاکستان علیہ الرحمہ دورۂ حدیث شریف پڑھا رہے تھے۔ دوران دورۂ حدیث شریف آپ احادیث مبارکہ اس انہماک سے پڑھاتے تھے کہ آپ کو ادھر ادھر کا احساس نہ ہوتا تھا۔ حدیث شریف میں سرکار رحمت عالم ﷺ کے تبسم مبارک کا ذکر آیا تو آپ نے سامنے بیٹھے ہوئے طلباء سے فرمایا کہ آپ بھی مسکرایئے، سرکار کی سنتِ مبارکہ ہے، مولانا آپ بھی مسکرایئے، ایسا کہتے کہتے بغل کی طرف دھیان گیا تو وہاں علامہ ابوداؤد محمد صادق رضوی کو دیکھا تو بڑے پیار سے بغل میں لے کر فرمایا کہ "یہ تو موقع بھی مسکراہٹ کا ہے"۔

استاذ الاساتذہ حضرت علامہ مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی:

حضرت مفتی صاحب قبلہ نے ابتدائی کتب پڑھنے کے بعد دار العلوم حزب الاحناف لاہور میں داخلہ لیا جہاں شیخ الحدیث مولانا علامہ غلام رسول رضوی اور مفتیٔ اعظم پاکستان حضرت علامہ ابوالبرکات سید احمد صاحب سے شرفِ تلمذ حاصل کیا۔ دورۂ حدیث جامعہ رضویہ فیصل آباد میں حضرت محدثِ اعظم سے پڑھا۔ فراغت کے بعد آپ کی تقرری پیر محل میں ہوئی۔ آپ ادھر جانے کو تیار تھے کہ مولانا علامہ غلام رسول رضوی نے حضرت محدثِ اعظم کی خدمت میں خط لکھ کر آپ کو جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور کے لئے مانگا۔ حضرت نے وہ خط آپ کو دے دیا اور تین دن تک پوچھتے رہے کہ تمہارا کیا خیال ہے؟ اور یہی آپ کا انداز تھا۔ مفتی صاحب کا جواب ہوتا کہ "جو آپ کا حکم ہو میں حاضر ہوں" اس پر حضرت فرماتے کہ "لاہور میں اسباق تو تمہارے ذوق کے مطابق ہوں گے لیکن ویسے تنگ دستی ہوگی لیکن پیر محل میں اسباق تقریباً پورے پورے ہوں گے" بالآخر تیسرے دن حضرت صاحب نے آنکھیں بند کر کے ایک خاص کیفیت کے ساتھ فرمایا "لاہور جاؤ" (۳۰) بس پھر آپ لاہور تشریف لائے تو یہیں کے ہو کر رہ گئے۔ یہاں آپ نے اپنے استاذ محترم کے ہمراہ جامعہ نظامیہ رضویہ کی تعمیر و ترقی کے لئے تاریخی کردار ادا کیا۔ ابھی علوم وفنون اسلامیہ کا یہ ننھا سا پودا برگ و بار بھی پیدا نہیں کر پایا تھا کہ ۱۹۶۲ء میں حضرت محدثِ اعظم وصال فرما گئے۔ ان کے بعد جامعہ رضویہ فیصل آباد میں تدریس حدیث کے لئے مولانا غلام رسول رضوی تشریف لے گئے۔ اور جامعہ نظامیہ رضویہ کے تمام تر انتظامات کی ذمہ داری آپ کے کندھوں پر آ پڑی۔ حضرت مفتی صاحب نے اہل محلّہ کی یورش، مقدمات کی بھرمار، مدرسین وطلبہ کے لئے ضروریات کا حصول جیسے مسائل ومشکلات کا یکہ وتنہا سامنا کیا۔ آپ کی جدوجہد اور مسلسل محنت کا یہ ثمر برآمد ہوا کہ آج نہ صرف جامعہ نظامیہ رضویہ کی عظیم عمارت لاہور میں قائم وموجود ہے بلکہ چالیس کنال پر مشتمل جامعہ کا نیو کیمپس شیخوپورہ میں تعمیر ہو چکا ہے۔ بفضلہٖ تعالیٰ جامعہ سے ہر برس سیکڑوں علماء، حفاظ اور قراء فارغ التحصیل ہو رہے ہیں۔ یوں تو قبلہ مفتی

صاحب کے بے شمار کارنامے ہیں لیکن تنظیم المدارس اہلِ سنت کا احیاء آپ کا وہ کارنامہ ہے جس سے پورے پاکستان بمعہ آزاد کشمیر کے ڈیڑھ ہزار سے زائد مدارسِ اہل سنت ایک پلیٹ فارم پر جمع ہو گئے۔ تنظیم المدارس کی ڈگری ایم اے عربی/اسلامیات کے برابر حکومتِ پاکستان منظور کر چکی ہے۔ مفتی صاحب تنظیم المدارس کے ناظمِ اعلیٰ اور بعد ازاں صدر کے عہدے پر تقریباً ۲۹ سال فائز رہے۔ مفتی صاحب جامعہ نظامیہ کے اہتمام اور تنظیم المدارس کی مصروفیات کے باوجود بڑے ذوق وشوق سے تدریس فرماتے تھے۔ یومیہ پانچ چھ اسباق تو آپ کی روحانی غذا تھے۔ آپ نے تقریباً انچاس برس تدریس اور تقریباً انتیس برس حدیث شریف پڑھائی۔ تدریس کی ان مصروفیات کے ساتھ ساتھ آپ نے تصنیف وتالیف کی جانب بھی توجہ فرمائی۔ درجنوں علمی مقالات اور کئی کتب آپ کی یادگار ہیں۔ جن میں التوسّل (عربی)، العقائد والمسائل (عربی)، علمی مقالات (حدیث وفقہ) زیادہ مشہور ہیں۔ فتاویٰ رضویہ کی ترجمہ وتخریج کے بعد اشاعت آپ کا اہلِ سنت پر وہ عظیم احسان ہے جس کے بار سے دنیا کے کروڑوں سنیوں کی گردنیں ہمیشہ خم رہیں گی۔ مفتی صاحب محققین و مصنفین خصوصاً نئے قلمکاروں کی بہت حوصلہ افزائی فرماتے تھے۔ راقم الحروف کی پہلی کتاب "سیرتِ صدر الشریعہ" شائع ہوئی تو بہت خوش ہوئے، نہایت خوب صورت عالمانہ تبصرہ تحریر کیا اور تاکید فرمائی کہ "مارکیٹ میں یہ کتاب ہمیشہ موجود رہے"۔ (۳۱)

زیرِ نظر کتاب "حیاتِ محدثِ اعظم" بھی احقر نے آپ کے حکم پر تحریر فرمائی۔ افسوس وہ اس کتاب کی اشاعت سے قبل ۲۶/ اگست ۲۰۰۳ء کو داغِ مفارقت دے گئے۔ مزارِ اقدس جامعہ نظامیہ رضویہ شیخوپورہ میں جامع مسجد رضا کے پہلو میں مرجع خواص وعوام ہے۔ مفتی صاحب حضرت محدثِ اعظم سے بیعت اور حضرت مفتی اعظم سے شرفِ اجازت وخلافت رکھتے تھے۔ حضرت محدثِ اعظم سے ایسی گہری عقیدت ومحبت تھی کہ اٹھتے بیٹھتے ان ہی کا ذکر کرتے رہتے تھے۔ (۳۲)

عالمی مبلغ اسلام مولانا محمد ابراہیم خوشتر صدیقی:

آپ نے دس برس کی عمر میں قرآن کریم حفظ کرنے کے بعد دار العلوم منظرِ اسلام بریلی میں داخلہ لیا۔ پھر بایمائے مولانا غلام یزدانی اعظمی ۱۹۵۲ء میں پاکستان میں حضرت محدثِ اعظم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور دورۂ حدیث آپ سے پڑھنے کا شرف حاصل کیا۔ فارغ التحصیل ہوتے ہی ۱۹۵۶ء میں حضرت محدثِ اعظم کے ہمراہ حج و زیارت کا شرف حاصل کیا۔ پنجاب یونیورسٹی سے بی اے کا امتحان پاس کیا۔ تدریسی زندگی کا آغاز گوجرخان سے کیا۔ پھر ساہیوال میں جامعہ شرقیہ رضویہ میں ۱۹۶۲ء تک تدریس کے فرائض انجام دیئے۔ ۱۹۶۳ء میں تبلیغی دورہ پر کولمبو تشریف لے گئے۔ ۱۹۶۴ء میں ماریشس تشریف لے گئے اور وہاں سنی رضوی سوسائٹی قائم کی۔ مسجد ومدرسہ کی بنیاد رکھی اور سلسلہ عالیہ قادریہ رضویہ کو فروغ دیا۔ سنی رضوی سوسائٹی کی شاخیں آپ نے مانچسٹر (برطانیہ) اور پیرس (فرانس) سمیت اٹھارہ ممالک میں قائم کیں۔ آپ کی نعتیہ شاعری کے دو مجموعے "قسیمِ بخشش" اور "زادِ راہِ بخشش" شائع ہو چکے ہیں۔ ان کے کلام میں

اساتذہ کا رنگ جھلکتا ہے۔تبلیغ وارشاد کی مصروفیات میں تصنیف وتالیف کی جانب توجہ نہ دے سکے لیکن پھر بھی کافی کتابچے اور کتب تحریر فرمائیں جن میں حجۃ الاسلام کی سوانح عمری بعنوان "تذکرۂ جمیل"اور حج وزیارت پر ایک کتابچہ "On the Holiest Earth of Islam" "مشہور ومعروف ہیں۔۵ جمادی الاخریٰ ۱۴۲۴ھ/ اگست ۲۰۰۲ء میں آپ دنیائے فانی کو خیر باد کہہ کر ربِ اعلیٰ کے جوارِ رحمت میں پہنچ گئے۔آپ کو حضرت مفتیٔ اعظم مولانا مصطفیٰ رضا خاں، قطب مدینہ مولانا ضیاء الدین مدنی، محدثِ اعظم پاکستان مولانا محمد سردار احمد، مفسر اعظم ہند مولانا ابراہیم رضا خاں رحمۃ اللہ علیھم سے اجازتِ وخلافت کا شرف حاصل تھا۔(۳۷)افریقہ و یورپ میں آپ کے سینکڑوں مریدین ہیں۔

عاشقِ مدینہ مولانا حافظ محمد احسان الحق قادری رضوی:

آپ بہترین محقق و مدرّس، بے مثال مناظر اورفنِ تدریس کے ماہر تھے۔جامعہ رضویہ مظہرِ اسلام میں صدر المدرّسین اور نائب شیخ الحدیث کے منصب پر فائز رہے۔محدثِ اعظم علیہ الرحمۃ جامعہ رضویہ سے مناظروں کے لئے اکثر حافظ صاحب ہی کو بھیجا کرتے تھے۔غیر مقلدین نے جب فتاویٰ عالمگیری پر اعتراضات کی بوچھاڑ کی تو آپ نے منہ توڑ جواب دیا اوران کا علمی محاسبہ کیا۔ایک موقعہ پر آپ نے یومِ وصال کے متعلق فرمایا:"میں بارگاہِ رسالت وبارگاہِ غوثیت کا غلام ہوں۔اسی نسبت کے بھروسے پر مجھے امید ہے کہ میرا انتقال یوم عید میلا د النبی ﷺ کو ہوگا یا پھر یوم غوثِ اعظم یا یومِ امامِ اعظم اگر یہ تینوں ایام نہ ہوئے تو میرا انتقال اس دن ہوگا جس دن میرے پیرومرشد حضرت محدثِ اعظم نے وصال فرمایا۔چنانچہ ایسا ہی ہوا ۱۲ ربیع الاوّل شریف کو حسبِ سابق یوم میلا د النبی ﷺ کے معمولات ادا کرکے نمازِ ظہر کی ادائیگی کے بعد سہ پہر پونے چار بجے ذکرِ مصطفیٰ ﷺ کرتے ہوئے دربارِ مصطفیٰ میں پیش ہوگئے۔(۳۴)

استاذ العلماء مولانا علامہ حاجی محمد حنیف قادری:

آپ حضرت محدثِ اعظم کے اولین فاضل ومحقق تلامذہ میں سے تھے۔جامعہ رضویہ مظہر اسلام فیصل آباد میں مدرّس رہے۔پھر جامعہ گیلانیہ رضویہ گلبرگ فیصل آباد بنایا اورتدریسی خدمات انجام دیتے رہے اورایک عظیم جامع مسجد تعمیر کرائی اورآخر وقت تک وہاں خطیب رہے۔مولانا قاری غلام رسول ایم۔اے، مدیر انیسِ اہل سنت آپ کے فرزندِ ارجمند ہیں۔(۳۵)

صوفیٔ باصفا مولانا علامہ مفتی ابوسعید محمد امین:

آپ حضرت محدثِ اعظم کے اولین فاضل تلامذہ میں سے ہیں۔آپ نے جامعہ حضرت میاں صاحب شرقپور شریف میں حضرت مولانا غلام رسول رضوی سے درسِ نظامی کی تعلیم حاصل کی پھر فیصل آباد حضرت محدثِ اعظم کی خدمت میں حاضر ہوگئے۔جہاں آپ سے درسِ حدیث لینے کے ساتھ ساتھ حمد اللہ، قاضی مبارک، ملاحسن اورعلمِ میراث کے اسباق پڑھے۔اولین جلسہ دستارِ فضیلت میں آپ نے دستار وسند حاصل کی۔جامعہ رضویہ میں ہی تدریس اور افتاء کی

خدمت سپرد ہوئی جو آپ نے لگ بھگ ۱۵ برس تک انجام دی۔ ۱۳۷۴ھ میں آپ جامع مسجد گلزار مدینہ محمد پورہ تشریف لے آئے۔ تادم تحریر آپ یہیں جلوہ فرما ہیں۔ یہاں آپ نے دارالعلوم امینیہ رضویہ قائم فرمایا۔ آپ کے تلامذہ کی تعداد کافی ہے۔ آپ نے تصنیف و تالیف کی جانب خوب توجہ دی جس کے نتیجے میں آپ کی کتب و رسائل کی تعداد پچاس سے زائد ہے۔ جن میں آبِ کوثر، البرھان اور سیدی محدثِ اعظم پاکستان مشہور و معروف ہیں۔ آپ درود شریف کے عاشق ہیں، شب و روز کے اکثر اوقات اسی وظیفہ میں مصروف رہتے ہیں اور اپنے مریدین جن کی تعداد ہزاروں میں ہے کو بھی درود شریف کثرت سے پڑھنے کی تلقین فرماتے ہیں۔ آپ کے صاحبزادگان مناظرِ اسلام مولانا سعید احمد اسعد، مولانا محمد کریم سلطانی اور مولانا مسعود احمد حسان مستند عالم دین ہیں۔ (۳۶)

استاذ العلماء علامہ مفتی محمد حسین قادری:

حضرت مفتی صاحب اندور بھارت کے رہنے والے تھے، ہجرت کے بعد کراچی بحیثیت مہاجر پہنچے، دارالعلوم امجدیہ میں علامہ مفتی محمد ظفر علی نعمانی سے چند کتابیں پڑھیں، کراچی ہی میں عرسِ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کے موقع پر حضرت محدثِ اعظم کی زیارت و فیضِ صحبت سے متاثر ہو کر کراچی سے ان کے ہمراہ جامعہ رضویہ مظہر اسلام حاضر ہوئے۔ دورۂ حدیث شریف حضرت محدثِ اعظم سے پڑھا اور افتاء کی تربیت پائی۔ آپ چونکہ خوش خط تھے اس لئے حضرت محدثِ اعظم اکثر و بیشتر خطوط کے جوابات اور فتاویٰ انہی سے لکھواتے، آپ کی برادری کے اکثر حضرات ہجرت کے بعد سکھر میں آباد ہوئے تھے۔ ان کے اصرار پر حضرت محدثِ اعظم نے اپنے اس ہونہار شاگرد رشید کو سکھر میں تبلیغ و تدریس کے لئے بھیج دیا۔ آپ نے یہاں جامعہ قادریہ رضویہ قائم فرمایا اور جامعہ غوثیہ رضویہ میں دورۂ حدیث کتب معقول و منقول کی خدمات انجام دیں۔ آپ مجلسِ شوریٰ کے رکن اور صوبائی اسمبلی کے ممبر منتخب ہوئے مگر اپنا قادری رضوی انداز نہ بدلا۔ پورے کیف و سرور کے ساتھ قصیدہ بردہ شریف اور اعلیٰ حضرت امامِ اہل سنت کی نعتیں پڑھتے، وعظ و تقریر میں مجمع پر چھا جاتے۔ آپ کو شہزادۂ اعلیٰ حضرت، مفتی اعظم سے اجازت و خلافت اور حضرت محدثِ اعظم سے بھی اجازت و خلافت حاصل تھی۔ (۳۷)

شیخ القرآن والحدیث علامہ مفتی محمد فیض احمد اویسی:

آپ محدثِ اعظم کے نامور فاضل و محقق تلامذہ میں سے ہیں، دورۂ حدیث جامعہ رضویہ فیصل آباد سے کیا۔ پاکستان کے سب سے بڑے مصنف ہیں، آپ کی تصنیفات و تالیفات کی تعداد تین ہزار سے زائد ہے۔ آپ کے تلامذہ کی تعداد ہزاروں میں ہے۔ سال میں تین دفعہ دورۂ تفسیر القرآن پڑھاتے ہیں۔ بہاول پور میں آپ نے جامعہ اویسیہ رضویہ قائم فرمایا۔ آپ کو حضرت مفتیٔ اعظم سے اجازت و خلافت حاصل ہے۔ (۳۸)

فخر المدرّسین مولانا علامہ ابوالفتح محمد اللہ بخش:

حضرت محدثِ اعظم سے صحاحِ ستہ کا درس لے کر ۱۹۵۶ء میں دستارِ فضیت وسندِ فراغت حاصل کی۔ کچھ عرصہ احسن المدارس راولپنڈی اور جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور میں تدریس فرمانے کے بعد جامعہ مظفریہ رضویہ واں بھچراں (میانوالی) تشریف لے گئے۔ آپ کو تدریس وتقریر کے ساتھ ساتھ مناظرہ میں بھی یدِ طولیٰ حاصل تھا۔ سرگودھا کے مولوی محمد امیر سے موضع اتراء ضلع سرگودھا کے قریب ایک دیہات میں مسئلہ علم غیب پر گفتگو کی اور دلائلِ قاہرہ سے اہل سنت کا مؤقف ثابت کر کے عظیم الشان فتح حاصل کی۔ جب یہ اطلاع محدثِ اعظم پاکستان مولانا سردار احمد صاحب قدس سرہ کو پہنچی تو انہوں نے نہایت مسرت کا اظہار کرتے ہوئے آپ کو ابوالفتح کا لقب اور دستارِ فضیلت، تاج الفتح عطا فرمائی۔ آپ نے مختصر عرصہ میں مدرّسین کی اچھی خاصی تعداد تیار کر دی۔ ۵ رمضان المبارک ۱۳۹۴ھ/۱۹۷۴ء کو آپ نے دنیائے فانی سے رحلت فرمائی۔ (۳۹)

شیخ الحدیث والتفسیر علامہ سید محمد زبیر شاہ قادری رضوی:

آپ حضرت محدثِ اعظم کے تلمیذِ ارشد اور مرید وخلیفہ تھے۔ پاکپتن شریف، اوکاڑہ اور ہری پور ہزارہ میں بالترتیب تدریس کے فرائض انجام دیئے۔ ۱۹۷۰ء میں جامعہ اسلامیہ غوثیہ چکوال کی بنیاد رکھی۔ بحمدہٖ تعالیٰ جامعہ اب بھی ایک عظیم علمی وروحانی درس گاہ کی حیثیت سے مشہور ہے۔ آپ نے ۲۸ سال دورۂ تفسیر القرآن پڑھایا جو شعبان المعظم کے آخری عشرے سے شروع ہو کر جمعۃ الوداع کو ختم ہوتا تھا۔ حضرت محدثِ اعظم ایامِ علالت میں دو مرتبہ تبدیلی آب وہوا کی غرض سے آپ کے ہاں تشریف لے گئے تھے۔ یکم مئی ۱۹۹۸ء کو اس دارِ فانی سے رخصت ہوئے۔ (۴۰)

مفسر قرآن علامہ مفتی محمد ریاض الدین قادری:

آپ حضرت محدثِ اعظم کے تلمیذِ ارشد اور زبردست عالم وفاضل محقق تھے۔ ابتداء جامعہ اسلامیہ رحمانیہ ہری پور ہزارہ میں تدریس فرمائی پھر جامعہ غوثیہ معینیہ رضویہ اٹک کی بنیاد رکھی۔ جہاں تادمِ آخر تدریس کے فرائض انجام دیئے۔ حضرت محدثِ اعظم کے ایامِ علالت میں خدمت کا شرف حاصل کیا۔ مسلکِ اہل سنت کی ترویج واشاعت کے لئے ہمہ وقت مستعد رہتے تھے۔ بڑے ذوق وشوق سے سالانہ عظیم الشان سنی کانفرنس منعقد کرتے تھے۔ ایک سال عین کانفرنس کے موقعہ پر آپ کی والدہ محترمہ کا انتقال ہو گیا لیکن اس عظیم صدمے کے باوجود آپ نے کانفرنس ملتوی کرنا گوارا نہ کیا۔ آپ کی تفسیر "ریاض القرآن" عوام وخواص میں یکساں مقبول ومعروف ہے۔

شیخ المدرّسین علامہ محمد منظور احمد:

نواں جنڈانوالہ سے آپ کا تعلق ہے۔ حضرت محدثِ اعظم کے نامور مدرس تلامذہ میں سے ہیں۔ درسیات کا

سے مشہور ہوئے۔ پہلے جھنگ شہر اور بعد میں جامعہ نعیمیہ لاہور میں تدریسی خدمات انجام دیں۔ سمن آباد لاہور میں جامعہ رحیمیہ رضویہ غوث العلوم قائم فرمایا۔ بیڈن روڈ لاہور کی عظیم الشان سنی رضوی مسجد تعمیر کرائی اور مدتوں امامت، خطابت کے فرائض انجام دیئے۔(۴۷)

شیخ الحدیث مولانا سید مراتب علی شاہ:

حضرت محدثِ اعظم کے مجاہد، دلیر اور فاضل تلامذہ سے ہیں، عارف والا میں دارالعلوم اہلسنت حنفیہ رضویہ قائم فرمایا، عارف والا فتح کرنے کے بعد سلہو کی ضلع گوجرانوالہ میں اپنے آبائی قصبے میں تشریف لے گئے اور جامعہ رضویہ قمر المدارس قائم فرمایا۔ شیخ الاسلام خواجہ محمد قمر الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید و خلیفہ اور محدثِ اعظم سے اجازت و خلافت کا شرف حاصل ہے۔(۴۸)

شیخ الحدیث علامہ سید محمد عبداللہ قادری رضوی:

حضرت صاحب کے محقق و فاضل باوفا تلامذہ میں سے تھے۔ ملتان میں آپ نے بڑا کام کیا۔ جامعہ رضویہ انوار الابرار میں تدریس کے فرائض انجام دیتے رہے۔(۴۹)

شیخ الحدیث مفتی عبداللطیف قادری رضوی:

بڑے بلند پایہ مدرّس ہیں، جامعہ حنفیہ رضویہ سراج العلوم اور جامعہ فاروقیہ رضویہ گوجرانوالہ میں تدریسی خدمات انجام دیں۔ اب جگنہ ضلع گوجرانوالہ میں اپنے قائم کردہ دارالعلوم میں تدریس فرما رہے ہیں۔(۵۰)

شیخ الحدیث علامہ محمد عبداللہ مردانوی:

حضرت محدثِ اعظم کے ارشد تلامذہ میں سے تھے۔ بیعت کا شرف بھی حضرت صاحب ہی سے حاصل کیا۔ گوجرانوالہ میں نعمان مسجد اور دارالعلوم نعمانیہ رضویہ آپ کی یادگار ہے۔(۵۱)

مفکرِ اسلام علامہ سید زاہد علی شاہ:

کشمیر کے رہنے والے ہیں، حضرت محدثِ اعظم کے فاضل تلامذہ اور خلفاء میں سے ہیں، زبردست محقق اور خطیب ہیں، جماعتِ اہلسنت برطانیہ کے صدر ہیں۔(۵۲)

شیخ الحدیث علامہ ابوالفتح محمد نصر اللہ خان افغانی:

عظیم فاضل و محقق عالم دین ہیں، افغانستان کے فقیہ اور رئیس دارالافتاء رہ چکے ہیں۔ حضرت محدثِ اعظم کے

علاوہ مجاہد ملت مولانا حبیب الرحمان الہ آبادی، مولانا سید غلام جیلانی میرٹھی اور مفتی محمد نظام الدین سہسرامی سے شرف تلمذ حاصل کیا۔ پاکستان و ہندوستان اور بنگلہ دیش کے مدارس میں لمبا عرصہ آپ نے تدریس کے فرائض انجام دیئے۔ اب کراچی میں تصنیف وتالیف اور بیعت وارشاد میں ہمہ تن مشغول ہیں۔ آپ کا حلقۂ عقیدت ومحبت بہت وسیع ہے۔ آپ کی شہرۂ آفاق کتاب "عید میلاد النبی ﷺ کا بنیادی مقدمہ" نے اہل علم سے زبردست خراج تحسین وصول کیا ہے۔(۵۳)

استاذ العلماء مولانا سید زاہد علی فیصل آبادی:

پیلی بھیت سے ہجرت کرکے آپ پاکستان تشریف لائے۔ ۱۹۵۳ء میں جامعہ رضویہ میں داخل ہوئے۔ دیگر اساتذہ سے مختلف علوم وفنون پڑھنے کے بعد حضرت محدثِ اعظم سے توضیح تلویح، سراجی، شرح عقائد اور کتب حدیث پڑھ کر ۱۹۶۲ء میں سندِ فراغت ودستارِ فضیلت حاصل کی۔ فراغت سے لے کر تادمِ آخر جامع مسجد بغدادی گلبرگ فیصل آباد میں فرائض خطابت انجام دیئے۔ ایک سال جامعہ رضویہ مظہرِ اسلام میں تدریس فرمانے کے بعد حضرت محدثِ اعظم کے حکم سے جامع مسجد بغدادی میں دارالعلوم نوریہ رضویہ کی بنیاد رکھی۔ اس وقت جامعہ مرکزی حیثیت کا حامل ہے۔ دینی درس گاہ کے علاوہ آپ نے ایک پرائمری سکول بھی قائم کیا۔ دینی کتب کی اشاعت کے لئے آپ نے مکتبہ نوریہ رضویہ کی طرح ڈالی جس نے اب تک کئی نایاب عربی کتب شائع کرکے اہلِ علم سے خراجِ تحسین وصول کیا ہے۔ تبلیغ وخدمتِ دین کے لئے آپ نے ملک بھر کے تبلیغی دورے کئے۔ چار مرتبہ حج وزیارت کے شرف سے مشرف ہوئے۔ سلسلہ عالیہ قادریہ رضویہ میں حضرت محدثِ اعظم کے دستِ حق پرست پر بیعت کی جبکہ اجازت وخلافت حضرت مفتی اعظم مولانا مصطفیٰ رضا خاں بریلوی سے حاصل تھی۔(۵۴)

استاذ العلماء شیخ الحدیث علامہ سید حسین الدین شاہ:

حضرت محدثِ اعظم کے فاضل ومحقق اور مدرّس تلامذہ میں سے ہیں۔ فراغت سے لے کر تادمِ تحریر مصروفِ تدریس ہیں۔ سینکڑوں کی تعداد میں آپ کے تلامذہ ملک وبیرون ملک خدماتِ دینیہ میں مصروف ہیں۔ آپ جامعہ رضویہ ضیاء العلوم راولپنڈی کے مہتمم ہیں۔ اب ایک وسیع قطعہ اراضی پر طالبات کے لئے دینی مدرسہ تعمیر کروا رہے ہیں۔ آپ جماعت اہل سنت کے مرکزی نائب امیر ہیں۔(۵۵)

خطیبِ پاکستان مولانا سید یعقوب شاہ رضوی:

دورۂ حدیث شریف جامعہ رضویہ فیصل آباد میں حضرت محدثِ اعظم سے پڑھا۔ استاذ محترم کے دستِ اقدس پر آپ نے بیعت بھی کرلی۔ ۱۹۵۳ء میں مرکزی جامع مسجد پھالیہ میں بحیثیت خطیب تشریف لائے۔ آپ نے ملک و

بیرونِ ملک اپنی دلنشیں تقاریر کے ذریعے خدمتِ دین احسن طریقے سے انجام دی۔ آپ کا خطاب شہر اور دیہات، پڑھے لکھے اور ان پڑھ حضرات میں ان کی ذہنی سطح کے مطابق ہوتا تھا۔ یوں ہر شعبۂ زندگی کے افراد آپ کے خطاب سے مستفید ہوتے تھے۔ آپ علمی قابلیت، شخصی وجاہت اور چہرے کی نورانیت کے سبب مجمع پر چھا جاتے تھے۔ آپ نے پھالیہ میں عوام کی مذہبی رہنمائی کے ساتھ ساتھ سماجی سرگرمیوں میں بھی حصہ لیا۔ ۱۹۹۰ء کے الیکشن میں آپ یہاں سے ممبر صوبائی اسمبلی منتخب ہوئے اور مشیر وزیر اعلیٰ پنجاب کے عہدے پر فائز ہوئے۔ ۳۱ اگست ۱۹۹۱ء کو آپ نے دنیائے فانی سے رحلت فرمائی۔ (۵۶)

استاذ العلماء مولانا سید یعقوب شاہ صاحب کیرانوالہ سیداں:

حضرت محدثِ اعظم کے فاضل و مدرّس تلامذہ میں سے تھے۔ فراغت کے بعد ۱۹۴۸ء میں اپنے گاؤں کیراں والا سیداں ضلع گجرات تشریف لے آئے اور یہاں مدرسہ شروع کر دیا۔ تا دمِ آخر یہیں تدریس فرمائی۔ آپ کے تلامذہ کی تعداد ہزاروں میں ہے۔ پچاس سے زائد برس پڑھانے کے بعد ۲۴ صفر المظفر ۱۴۲۴ھ کو دنیائے فانی سے رحلت فرمائی۔ آپ کے انتقال سے صرف حقیقی اولاد ہی نہیں بلکہ پورا علاقہ یتیم ہو گیا۔ کیونکہ کیرانوالہ کے تقریباً سبھی مرد و زن، چھوٹے بڑے آپ کو ابا جی کہتے تھے۔ (۵۷)

پیرِ طریقت حضرت مولانا محمد شفیع حیدری:

آپ حضرت محدثِ اعظم کے فاضل محقق تلامذہ میں سے تھے، فراغت کے بعد ایک سال مدرسہ قادریہ احمد آباد میں تدریس فرمائی۔ قیامِ پاکستان کے بعد نارہ تحصیل کہوٹہ تشریف لے آئے۔ عرصہ دراز تک فوج میں امامت وخطابت کے فرائض انجام دیئے۔ نارہ میں جب بدمذہب ظاہر ہوئے تو آپ نے اپنا ذاتی مکان بیچ کر نورانی جامع مسجد بنوائی اور خود وہاں امامت وخطابت کے فرائض انجام دینے لگے۔ الحمد للہ آج یہ مسجد اہل سنت کا مرکز ہے۔ ۲۲ محرم ۱۴۲۴ھ کو دنیائے فانی سے رحلت فرمائی۔ (۵۸)

پیرِ طریقت مولانا محمد عبد الرشید رضوی:

ابتداء میں آپ اپنے والد صاحب کے ساتھ کارخانہ میں کام کرتے تھے لیکن ایک مرتبہ حضرت محدثِ اعظم کی زیارت کا موقعہ ملا تو ایسے متأثر ہوئے کہ علمِ دین حاصل کرنے کے لئے تیار ہو گئے۔ والد گرامی کی اجازت سے جامعہ رضویہ میں داخل ہوئے۔ تمام علوم وفنون یہیں پڑھنے کے بعد حضرت محدثِ اعظم سے درسِ حدیث لیا۔ فراغت کے بعد کچھ عرصہ شکر گڑھ اور گوجرانوالہ میں تدریس وخطابت کے بعد سمندری تشریف لے آئے۔ یہاں دار العلوم غوثیہ رضویہ

مظہر اسلام قائم فرمایا۔ اور تادمِ آخر یہیں تدریس کے فرائض انجام دیئے۔ آپ خود بھی پابندِ شریعت وسنت تھے اور مریدین ومتوسلین کو بھی شریعت وسنت کی پابندی کی تاکید فرماتے تھے۔ بدمذہبوں، بے دینوں کا خوب رڈ کرتے تھے۔ ان سے میل جول اور سلام کلام سے سخت نفرت کرتے تھے۔ سلسلہ عالیہ قادریہ رضویہ میں اجازت وخلافت حضرت محدثِ اعظم سے حاصل تھی۔ آپ کے مریدین کی تعداد ہزاروں میں ہے۔ ۲۸ جمادی الاخریٰ ۱۴۲۳ھ کو آپ کا وصال ہوا۔ مزارِ اقدس دارالعلوم غوثیہ رضویہ میں مرجع خواص وعوام ہے۔ (۵۹)

شیخ الحدیث علامہ ابوالفیض محمد عبدالکریم ابدالوی:

حضرت محدثِ اعظم سے درسِ حدیث لینے کے بعد انہی کے حکم پر ۱۹۵۴ء میں خانقاہ ڈوگراں تشریف لائے۔ یہاں جامع مسجد اڈے والی میں خطابت کے ساتھ ساتھ آپ نے یہاں دارالعلوم چشتیہ رضویہ قائم فرمایا۔ جس سے سینکڑوں طلبہ زیورِ تعلیم سے آراستہ ہو چکے ہیں۔ ۱۹۹۳ء سے یہاں دورۂ حدیث شریف کا بھی آغاز ہو چکا ہے۔ حضرت محدثِ اعظم سے، آپ کو اجازت وخلافت کا شرف بھی حاصل ہوا۔ آپ کے مریدین کی تعداد ہزاروں میں ہے۔ توحید کیا ہے، تذکارِ شہداء، ضربِ مجاہد، رسائلِ کریمیہ آپ کی بے مثال تصانیف ہیں۔ آپ کے صاحبزادگان مستند عالم دین اور مسلکِ اہل سنت کی اشاعت کے لئے سرگرمِ عمل ہیں۔ ۴ رمضان المبارک ۱۴۲۴ھ کو آپ نے دنیا سے پردہ فرمایا۔ (۶۰)

خطیبِ پاکستان مولانا محمد بشیر احمد رضوی:

نامور عالم وخطیب تھے، حضرت محدثِ اعظم کی تربیت کی بدولت ملک کے طول وعرض میں عشقِ مصطفیٰ ﷺ، مذہب حق اہل سنت وجماعت اور مسلکِ اعلیٰ حضرت کی ترویج واشاعت کے لئے تبلیغی دورے کئے۔ مرکزی جامع مسجد مدینہ ساہیوال میں تاحیات خطیب رہے۔ ۱۰ ربیع الاوّل ۱۴۲۵ھ کو دنیائے فانی سے رخصت ہوئے۔ (۶۱)

پیرِ طریقت حضرت خواجہ ابوالطاہر محمد نقشبند صدیقی:

آپ نے حضرت محدثِ اعظم کے ساتھ ساتھ حضرت مولانا الحاج ابوداؤد محمد صادق صاحب اور مولانا مفتی ابو سعید محمد امین صاحب سے بھی شرفِ تلمذ حاصل کیا۔ آپ نے پاکپتن شریف میں جامعہ نقشبندیہ رضویہ فیضِ مصطفیٰ قائم کیا۔ جس کا سنگِ بنیاد حضرت محدثِ اعظم نے بہ نفسِ نفیس اپنے دستِ مبارک سے رکھا۔ اس مدرسہ سے سینکڑوں حفاظ، قراء اور علمائے کرام فارغ التحصیل ہوئے۔ ۱۰ اپریل ۲۰۰۴ء کو آپ کا انتقال ہوا۔ (۶۲)

مولانا علامہ محمد جلال الدین قادری:

حضرت محدثِ اعظم سے دورۂ حدیث شریف ۱۹۶۱ء میں پڑھنے کی سعادت حاصل کی جبکہ دورۂ تفسیر القرآن شیخ

القرآن علامہ عبدالغفور ہزاروی سے پڑھا۔ جامعہ حنفیہ قصور، دارالعلوم اہل سنت جہلم، جامعہ حنفیہ ساہیوال اور جامعہ محمودیہ رضویہ میں تدریس کے فرائض انجام دیئے۔ تادمِ تحریر گورنمنٹ ہائی سکول سرائے عالمگیر اور کھاریاں میں پڑھا رہے ہیں۔ حضرت محدثِ اعظم کے دستِ حق پرست پر سلسلہ عالیہ قادریہ رضویہ اور چشتیہ میں بیعت کی جبکہ اجازت و خلافت حضرت مفتی اعظم مولانا مصطفیٰ رضا خاں سے حاصل ہے۔ (۶۲) آپ نے حضرت محدثِ اعظم کی حیاتِ طیبہ پر دو جلدوں میں ایک ضخیم کتاب "محدثِ اعظم پاکستان" کے عنوان سے تحریر فرمائی۔ آپ کی تصنیفات کی تعداد تقریباً پچاس ہے۔ حال ہی میں شائع ہونے والی آپ کی کتاب "احکام القرآن" نے اہل علم سے زبردست خراجِ تحسین وصول کیا ہے۔ (۶۳)

عاشقِ مدینہ مولانا قاضی مشتاق احمد فاروقی:

آپ نے دورۂ حدیث حضرت محدثِ اعظم سے کیا۔ پھر لاہور تشریف لے آئے اور عرصۂ دراز تک تدریس و تبلیغ کے فرائض انجام دیئے۔ آپ نعت گو شاعر بھی تھے۔ آپ کا دیوان ''نفس الایمان'' کے نام سے شائع ہو چکا ہے۔ اس کے علاوہ آپ کی کتاب ''آئینۂ عیسائیت'' نے بھی اہلِ علم سے خراجِ تحسین وصول کیا ہے۔ مکھن پورہ لاہور میں آپ کا مزارِ اقدس مرجع خواص و عوام ہے۔

☆......☆......☆......☆......☆

☆ لینے اور دینے میں دائیں ہاتھ کو استعمال کرو۔ یہ عادت ایسی پختہ ہو جائے کہ کل قیامت کو جب نامۂ اعمال پیش ہو تو اسی عادت کے موافق دایاں ہاتھ آگے بڑھ جائے تب تو کام بن جائے گا۔

☆ مذہبِ حق، مذہبِ مہذب اہل سنت و جماعت ہی سچا مذہب ہے۔ اس کے علاوہ جتنے فرقے ہیں، وہ سب باطل ہیں، اہل سنت و جماعت ہی کے عقائد پر ہمیشہ مستقیم رہنا۔

☆ زمیندار عموماً ایک دوسرے کی زمین سے بٹ بنّہ توڑ کر اپنی زمین میں ملاتے ہیں۔ ایسے لوگوں کے لئے حدیث پاک میں ہے کہ "قیامت کے دن ساتوں زمینوں کا طوق ان کے گلے میں ڈالا جائے گا۔"

(ارشاداتِ محدثِ اعظم)

فصل دوم

خلفاء

حضرت محدث اعظم کو سلاسل اربعہ کے ساتھ ساتھ مصافحات اربعہ، سلسلہ علویہ منامیہ اور دیگر اوراد و اشغال، اوفاق واعمال کی اپنے مشائخ عظام سے خلافت واجازت حاصل تھی۔ جوں جوں آپ کا مرید روحانی ترقی کرتا آپ اسے ان وظائف اور اوراد و اشغال کی اجازت عطا فرماتے جاتے۔ قصیدہ بردہ، قصیدہ غوثیہ، دلائل الخیرات، حزب البحر وغیرہ اذکار و اوراد کی اجازت آپ نے کئی مریدین کو عطا فرمائی۔ جو مریدین علم وعمل میں رسوخ کامل حاصل کر لیتے اور معیار طریقت پر پورے اترتے، انہیں سلاسل طریقت میں مجاز و ماذون بھی فرمادیتے۔

آپ اپنے خلفاء کو سلسلہ عالیہ کی ترویج وتوسیع کی تاکید فرماتے رہتے۔ بعض اوقات اپنے پاس مرید ہونے کے لئے آنے والوں کو اپنے خلفاء سے بیعت کرواتے۔ شجرہ شریف میں مریدین کے پڑھنے کے لئے عموماً شعر بھی تجویز فرمادیتے۔ آپ کے ان خلفاء نے سلسلہ عالیہ کی ترویج وتوسیع سے گندم نما جو فروشوں اور پیری مریدی کے نام پر فراڈ کرنے والوں کا خوب استیصال کیا۔ درحقیقت بیعت وارشاد اور خلفاء کو اجازت وخلافت دینے کا واحد مقصد بھی یہ تھا کہ عوام الناس رہزنوں اور ایمان وعمل پر ڈاکہ ڈالنے والوں سے محفوظ رہیں۔

آپ کے خلفاء کی تعداد کافی ہے۔ جن کے اسمائے گرامی ہمیں معلوم ہوئے وہ درج ذیل ہیں

۱۔ شیخ الحدیث شارح بخاری علامہ غلام رسول رضوی، فیصل آباد

۲۔ شیخ الحدیث مولانا حافظ محمد عبدالرشید رضوی، جھنگ

۳۔ حافظ الحدیث مولانا سید محمد جلال الدین شاہ صاحب، بھکھی شریف

۴۔ مولانا صاحبزادہ قاضی محمد فضل رسول حیدر رضوی، خلف اکبر وسجادہ نشین

۵۔ مجاہد ملت مولانا علامہ الحاج ابوداؤد محمد صادق قادری رضوی، گوجرانولہ

۶۔ شیخ الحدیث مولانا محمد نواز نقشبندی، گوجرانولہ

۷۔ مناظر اعظم مولانا علامہ عنایت اللہ قادری رضوی، سانگلہ ہل

۸۔ پیر طریقت مولانا حافظ محمد ابراہیم خوشتر صدیقی، ماریشس

۹۔ مولانا حافظ احسان الحق قادری رضوی، فیصل آباد

۱۰۔ مولانا علامہ ابوالشاہ عبدالقادر احمد آبادی، فیصل آباد

۱۱۔ مولانا مفتی ابوسعید محمد امین، فیصل آباد

۱۲۔ مولانا مفتی محمد نواب الدین، فیصل آباد

۱۳۔ مولانا علامہ سید محمد زبیر شاہ، چکوال

۱۴۔ مولانا علامہ ابوالفیض محمد عبدالکریم ابدالوی، خانقاہ ڈوگراں

۱۵۔ مولانا علامہ سید محمد زاہد علی شاہ، فیصل آباد

۱۶۔ مولانا مفتی محمد حسین قادری رضوی، سکھر

۱۷۔ مولانا علامہ سید محمد عبداللہ قادری رضوی، ملتان

۱۸۔ مولانا علامہ اللہ بخش، واں بھچراں

۱۹۔ مولانا علامہ محمد شمس الزماں قادری رضوی، لاہور

۲۰۔ مولانا سید مراتب علی شاہ، گوجرانولہ

۲۱۔ شیخ الحدیث مولانا محمد شریف رضوی، بھکر

۲۲۔ مولانا محمد حسن علی رضوی، میلسی

۲۳۔ مولانا حاجی محمد یوسف علی نگینہ، تاندلیانوالہ

۲۴۔ مولانا غلام رسول، ملتان

۲۵۔ مولانا حافظ فضل احمد، ضلعی خطیب محکمہ اوقاف

۲۶۔ مولانا حافظ منظور حسین خطیب راجہ چوک فیصل آباد

۲۸۔ مولانا محمد الیاس ہزاروی، جڑانوالہ

۲۹۔ مولانا محمد اسلم علوی، ڈجکوٹ روڈ فیصل آباد

۳۰۔ مولانا اکبر جان

۳۱۔ مولانا حکیم سید وارث جیلانی فیصل آباد

۳۲۔ مولانا سید محمد یعقوب، پھلروان

خلفاء عرب

۳۳۔ مولانا محمد طیب دمشقی، مدرس جامع مسجد دمشق

۳۴۔ مولانا محمد علی حموی، حماۃ، شام

۳۵۔ مولانا محمد تیسیر دمشقی، مدرس جامع مسجد دمشق

۳۶۔ مولانا محمد منیر لطفی امام جامع المسعود، حماۃ، شام

۳۷۔ مولانا محمد بدر الدین الحسنی الشہیر بالفلاینی مدرس وحضور رابطۃ العلماء، دمشق

۳۸ مولانا حسین فہمی الترکی شارع عینیہ الحر جی، المدینۃ المنورۃ

اول الذکر ۲۲ خلفاء کا ذکر تلامذہ کے حالات میں ہو چکا ہے۔ خلف اکبر مولانا قاضی محمد فضل رسول حیدر رضوی کا تذکرہ اگلی فصل میں ہوگا یہاں جن خلفاء کا تذکرہ دستیاب ہوا وہ درج ذیل ہیں۔

پیر طریقت مولانا حاجی محمد یوسف علی نگینہ:

آپ کو حضرت محدث اعظم کے علاوہ تقریباً پندرہ آستانوں سے خلافت کا اعزاز حاصل تھا حضرت محدث اعظم آپ پر بڑی شفقت فرماتے تھے۔ عموماً آپ کو تقریر کے لئے فیصل آباد بلواتے تھے۔ حضرت نگینہ صاحب ابتداء نعت خوانی کرتے تھے، پھر نعت گوئی کا سلسلہ بھی شروع ہو گیا۔ آپ کا کلام بہت مشہور و معروف ہے اور کئی مجموعے شائع ہو چکے ہیں۔ حضرت میاں غلام اللہ ثانی لا ثانی صاحب شرقپوری کے حکم پر تقاریر کا آغاز کیا نعت خوانی کی طرح آپ کی تقریر بھی پاک و ہند میں مقبول تھی۔ نعت خوانی سے متاثر ہو کر بزم شاہ جیلاں امرتسر نے آپ کو "نگینۂ ہند" کا خطاب دیا جو ہوتے ہوتے آپکے نام کا حصہ بن گیا۔ کسی مدرسہ سے فارغ التحصیل نہ ہونے کے باوجود آپ جلیل القدر عالم اور وسیع المطالعہ خطیب تھے۔ آپ کا کتب خانہ نایاب کتب سے بھرا ہوا تھا۔ مطالعہ کے ذوق وشوق کے پیش نظر یوں کہنا مناسب ہوگا کہ آپ مطالعہ کے شہنشاہ تھے۔ آپ کا حلقۂ بیعت وارشاد بہت وسیع تھا۔ مریدین کو شریعت وسنت، نماز پنجگانہ وتہجد کی پابندی کرنے کی تاکید فرماتے تھے۔ خود بھی باعمل تھے اور اپنی نظر کرم وفیض صحبت سے ہزاروں کو باعمل بنا دیا۔ علمائے کرام سے محبت اور ان سے ملاقات کا شوق رکھتے تھے۔ نہایت منکسر المزاج اور شفیق وخلیق تھے۔ غرباء ومساکین کی مدد کرتے تھے۔ خدمت خلق کو اپنے لئے فخر سمجھتے تھے۔ آپ کا انتقال پر ملال 26 دسمبر 1989ء/۲۶ جمادی الثانی ۱۴۱۰ھ بروز منگل اپنے آبائی گاؤں پیلے گوجراں شریف میں صبح نو بجے ہوا۔ مزار پر انوار مرجع خواص وعوام ہے (۶۴)

فصل سوم

اولادِ امجاد

حضرت محدث اعظم کو اللہ تعالیٰ نے چار صاحبزادے اور چھ صاحبزادیاں عطا فرمائیں۔صاحبزادگان کے اسمائے گرامی مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) محمد فضل رسول (۲) محمد فضل رحیم (۳) محمد فضل احمد رضا (۴) محمد فضل کریم

صاحبزادہ محمد فضل رحیم کا بچپن میں ہی انتقال ہو گیا تھا۔جبکہ تینوں صاحبزادگان اور چھ صاحبزادیاں حضرت محدث اعظم کے وصال کے وقت بقید حیات تھیں۔سطور ذیل میں آپ کے صاحبزادگان کا اجمالی تعارف پیش خدمت ہے۔

حضرت مولانا صاحبزادہ قاضی محمد فضل رسول حیدر رضوی:

حضرت محدث اعظم کی نرینہ اولاد میں سب سے بڑے قاضی محمد فضل رسول صاحب ہیں آپ کی ولادت سے قبل تین صاحبزادیاں ہوئیں۔آپ کی پیدائش سے قبل حضرت محدث اعظم خواب میں نبی کریم ﷺ کی زیارت سے مشرف ہوئے۔آپ ﷺ نے بیٹے کی ولادت کی بشارت عطا فرمائی اور حکم دیا کہ نومولود کا نام میرے نام پر رکھنا۔صبح حضرت محدث اعظم نے طلبہ کو جمع فرما کر محفل میلاد منعقد کی۔اختتام پر شیرینی تقسیم کی۔شام کو بذریعہ خط اطلاع ملی کہ اللہ نے آپ کو (9 رمضان المبارک 1361ھ / 19 ستمبر 1942ء) فرزند ارجمند عطا فرمایا ہے۔حضور اقدس ﷺ کے ارشاد کے مطابق آپ کا نام ''محمد'' رکھا گیا جبکہ بلانے کے لئے فضل رسول تجویز ہوا۔

تعلیم:

طریقہءمشائخ کرام کے مطابق چار سال چار ماہ چار دن کی عمر میں رسم بسم اللہ ادا ہوئی۔قیام پاکستان کے بعد فیصل آباد میں سکول کی تعلیم شروع کی۔استاذ القراء قاری علی احمد رہتکی سے ناظرہ قرآن مجید پڑھا۔سکول میں چھٹی جماعت تک تعلیم حاصل کی۔درس نظامی کی ابتداء جامعہ رضویہ لائل پور کے اساتذہ کرام سے کی۔صَرف،مولانا سید منصور حسین شاہ نحو،مولانا حافظ محمد احسان الحق،فارسی،مولانا حاجی محمد حنیف اور مولانا سید محمد منصور حسین شاہ،فقہ مولانا مفتی نواب الدین اور اصولِ فقہ کی تعلیم مولانا حافظ محمد احسان الحق اور مولانا غلام رسول رضوی سے حاصل کی۔معقول و منقول کی دیگر اعلیٰ کتب جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور میں مولانا غلام رسول رضوی سے پڑھیں،ابھی آپ حصول تعلیم کے آخری مراحل میں تھے کہ آپ کے والد گرامی حضرت محدث اعظم اور والدہ ماجدہ کی علالت نے طوالت اختیار کی۔ان کی خدمت،تیمارداری،علاج اور دیگر گھریلو ذمہ داریوں کے پیش نظر آپ کو گھر آنا پڑا۔

جامعہ رضویہ کا انتظام:

حضرت محدث اعظم نے جامعہ رضویہ کے انتظام کے لئے شہر کے مخلص احباب پر مشتمل جمعیت رضویہ تشکیل دی۔ جس کا پہلا صدر و مہتمم باتفاق رائے حضرت صاحبزادہ قاضی محمد فضل رسول رضوی کو بنایا گیا۔ ۱۳۸۱ھ/ ۱۹۶۱ء کے عرس قادری رضوی کے موقع پر حضرت محدث اعظم نے علماء و مشائخ کی موجودگی میں صاحبزادہ صاحب کو جمیع سلاسل کی خلافت عطا فرما کر اپنا جانشین مقرر کیا۔ نیز جملہ علوم و فنون کی روایت کی سند عطا فرمائی اور دستار فضیلت سے مشرف کیا۔
حضرت محدث اعظم کے وصال کے بعد اگرچہ آپ کو کافی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ ان مشکلات سے معمولی اعصاب والا آدمی عہدہ برآ نہیں ہوسکتا۔ یہ آپ ہی کی غیر معمولی صلاحیتوں کا نتیجہ ہے کہ جامعہ رضویہ نہ صرف قائم رہا بلکہ ترقی کی اعلیٰ منازل طے کر رہا ہے۔ جامعہ رضویہ کی تعمیر میں آپ نے اپنا ذاتی مکان بھی شامل کر دیا، جذبہ ایثار کی یہ مثال ہمارے علماء کرام، مشائخ عظام اور ناظمین مدارس کے لئے لائق تقلید ہے۔ جامعہ رضویہ کے علاوہ شاہی مسجد کی تعمیر جدید، جامعہ رضویہ سے ملحق قادری کلاتھ مارکیٹ کی ایک سو کے قریب دوکانوں کی تعمیر آپ کے حسن تدبیر اور اعلیٰ کارکردگی کا نتیجہ ہے۔ جامعہ رضویہ کے مدرسین میں ملک بھر کے ممتاز اور تجربہ کار اساتذہ کا اضافہ کیا۔ جامعہ رضویہ کی لائبریری میں ہر فن کی کثیر کتب کا اضافہ کر کے جدید انداز سے مرتب کروایا۔

آستانہ عالیہ محدث اعظم کی تعمیر:

شبانہ روز کی مصروفیات کے سبب حضرت صاحبزادہ صاحب کی صحت جب متأثر ہوئی تو آپ نے جامعہ رضویہ کے وسیع تر مفاد کیلئے۔ جمعیت رضویہ کے اراکین کو اعتماد میں لے کر ۱۹۸۲ء میں اپنے برادر خورد مولانا غازی فضل احمد کو جامعہ رضویہ کا مہتمم و صدر اور حاجی محمد فضل کریم کو جمعیت رضویہ کا سیکرٹری نامزد کر دیا۔ اور جامعہ رضویہ کا تمام انتظام ان کے سپرد کر کے خود پوری توجہ سے آستانہ عالیہ محدث اعظم کی تعمیر و ترقی میں مصروف ہو گئے۔ حضرت محدث اعظم کا مزار اقدس اور زائرین کیلئے برآمدے آپ نے اپنی جیب خاص سے بنوائے اور مسجد کی ایک اینٹ بھی مزار شریف میں استعمال نہیں ہونے دی۔ بلکہ آپ ہر سال شب قدر کے موقع پر ایک خطیر رقم مسجد کی تعمیر و ترقی کیلئے عطا فرماتے ہیں۔ مزار اقدس کے قریب محدث اعظم فری ڈسپنسری پچھلے سات برسوں سے قائم ہے۔ اب رعایتی نرخوں پر میڈیکل ٹیسٹ کیلئے محدث اعظم کلینیکل لیبارٹری بھی کام کر رہی ہے۔ محدث اعظم پبلک اسکول تعمیر کیا جا چکا ہے۔

قومی و ملی خدمات:

آپ نے جمعیت علمائے پاکستان کی تنظیم نو میں فعال کردار ادا کیا۔ تنظیم نو کے بعد آپ کو جمعیت کا صوبائی صدر منتخب کیا گیا۔ اس حیثیت سے آپ نے جمعیت کو ہر سطح پر متحرک کیا۔ ۱۹۷۰ء میں سوشلزم، مودودی ازم اور دیگر باطل

نظریات نے سر اٹھایا۔ آپ نے جگہ جگہ جلسوں کا اہتمام کر کے ان کے خلاف آواز اٹھائی۔ اس سلسلہ میں موچی دروازہ لاہور میں منعقد ہونے والے جلسہ میں جماعت اسلامی کے افراد نے ہنگامہ آرائی کی لیکن آپ نے صدارتی خطبہ میں جو کلمہ حق کہنا تھا وہ کہہ کر دم لیا۔ ۱۹۷۴ء کی تحریک ختم نبوت میں آپ نے حکومت اور قومی اسمبلی پر مسلسل دباؤ ڈالا جس کے نتیجے میں مرزائیوں کو اقلیت قرار دیا گیا۔ ۱۹۷۷ء میں تحریک نظام مصطفیٰ میں آپ نے بنفس نفیس جلوسوں کی قیادت فرمائی۔ آپ کو نشانہ بنایا گیا اور آپ کے سر پر چوٹیں آئیں لیکن آپ اپنے موقف سے دستبردار نہ ہوئے۔ عوامی دباؤ اور دیگر علماء کے ساتھ آپ کی مساعی سے حکومت کو برطرف کر دیا گیا۔

اخلاق وعادات:

آپ اعلیٰ اخلاق کے مالک ہیں۔ صورت وسیرت، گفتار و کردار، جذبہ خدمت، ایثار، محبت، سخاوت، صبر وتحمل اور دیگر اخلاق فاضلہ میں اپنے والد ماجد کا حسین پرتو ہیں۔ طبیعت ہمیشہ ہشاش بشاش رہتی ہے۔ اپنی طبیعت پر ایسا ضبط ہے کہ بڑے بڑے حادثات کے باوجود حاضرین مجلس آپ کے چہرے پر کسی قسم کے حزن وملال کے آثار نہیں پاتے۔ کوئی سائل آپ کے دروازے سے خالی نہیں گیا علماء اور طلباء کی حوصلہ افزائی کے علاوہ در پردہ ان کی مالی امداد بھی کرتے ہیں۔ آپ کی قد وقامت، شکل وصورت، اور حسن وجمال میں والد ماجد کا رنگ جھلکتا ہے۔ جب بریلی شریف آپ گئے تو وہاں سر راہ ایک شخص نے آپ کا دامن پکڑ لیا اور پوچھا کہاں سے آئے ہیں؟ آپ نے بتایا پاکستان سے آیا ہوں، اس نے دوسرا سوال کیا کس شہر سے آئے ہو؟ آپ نے لائل پور (فیصل آباد) کا نام لیا۔ اس نے تیسرا سوال کیا کہ شیخ الحدیث مولانا سردار احمد سے آپ کا کیا تعلق ہے؟ آپ نے بتایا کہ وہ میرے والد گرامی ہیں۔ اتنا کہنا تھا کہ وہ شخص آپ سے لپٹ گیا اور سو جان سے تصدق ہونے لگا اور بتانے لگا کہ میں نے پہلی نظر میں ہی محسوس کر لیا تھا کہ آپ انکے صاحبزادے ہیں پھر اس نے حضرت شیخ الحدیث کے قیام بریلی کے واقعات بڑے پیار ومحبت سے بیان کیے۔ آپ سلسلہ شریف کے وظائف بڑی باقاعدگی سے ادا کرتے ہیں۔ آپ کے مریدین ہزاروں کی تعداد میں ملک اور بیرون ملک موجود ہیں۔ مریدین کو نماز باجماعت اور دیگر فرائض و واجبات کی ادائیگی کی بڑی تاکید فرماتے ہیں بے دینوں اور بد مذہبوں سے کلی اجتناب کی ہدایت فرماتے ہیں۔ ۱۹۶۶ء میں آپ کی شادی ہوئی۔ آپ متعدد بار حج وزیارت حرمین طیبین سے مشرف ہو چکے ہیں۔ بحیثیت سجادہ نشین، آستانہ عالیہ محدث اعظم کا انتظام، سالانہ عرس مبارک کا انعقاد، زائرین ومتوسلین کی دلجوئی وغیرہ امور آپ اپنا اہم فریضہ سمجھ کر ادا فرماتے ہیں۔ مولا کریم آپ کا سایہ تادیر قائم رکھے (۶۶)

صاحبزادہ غازی محمد فضل احمد رضا:

مٹھی بھر سفید وسیاہ داڑھی مبارک، نورانی چہرہ۔ بارعب قد وقامت دھیما انداز خوش گفتار خوش لباس یہ تھے حضرت محدث اعظم کے منجھلے صاحبزادے غازی محمد فضل احمد رضا جو ۱۴ شعبان المعظم ۱۳۶۹ھ/ ۱۹۵۰ء بروز جمعرات

ساروکی ضلع گوجرانوالہ میں پیدا ہوئے۔ناظرہ قرآن پاک وسکول کی تعلیم حاصل کرنے کے بعد درس نظامی کی ابتداء حضرت پیر سید جلال الدین شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے زیر سایہ دارالعلوم نوریہ رضویہ بھکھی شریف سے کی بعد ازاں جامعہ قطبیہ قطب آباد ضلع جھنگ میں استاذ العلماء مولانا عبدالرشید جھنگوی سے کنز الدقائق وشرح جامی تک کتب پڑھیں پھر آپ فیصل آباد تشریف لے گئے۔دوران تعلیم ہی بذریعہ مکتوب آپ نے شہزادۂ اعلیٰ حضرت مفتیٔ اعظم مولانا شاہ مصطفیٰ رضا خان سے بیعت کا شرف حاصل کیا۔تعلیم سے فارغ ہوتے ہی ۱۹۶۶ء میں آپ کی شادی ہوگئی حضرت غازی صاحب نے دومرتبہ حج بیت اللہ اور کئی مرتبہ روضۂ رسول ﷺ کی حاضری اور کئی مرتبہ عمرہ وطواف کی سعادت حاصل کی۔

آپ نے متعدد ملی قومی تحریکات میں حصہ لیا۔جامعہ رضویہ کے اہتمام وانتظام اور دیگر مصروفیات کے باعث آپ کی صحت کمزور ہوگئی اور آپ عارضہ قلب میں مبتلاء ہوگئے مقامی طور پر علاج سے افاقہ نہ ہونے پر آپ اپنے برادر اصغر صاحبزادہ حاجی محمد فضل کریم صاحب کے ہمراہ بغرض علاج برطانیہ تشریف لے گئے وہاں بائی پاس آپریشن ہوا جو کامیاب رہا اور آپ بخیر وعافیت پاکستان پہنچ کر اپنے دینی وملی مشاغل میں مصروف ہوگئے۔آپ کافی عرصہ مرکزی دارالعلوم جامعہ رضویہ مظہر اسلام کے صدر کی حیثیت سے اس کی تعمیر وترقی میں مصروف رہے۔اور چند سال قبل خواتین و بچیوں کی دینی تعلیم وتربیت کیلئے گلستان کالونی میں عظیم الشان تین منزلہ "مدرسہ سلطانیہ بنات الاسلام" کا اجراء فرمایا۔جہاں الحمدللہ کثیر تعداد میں طالبات قرآن وحدیث کی تعلیم اور فیضان اعلیٰ حضرت اور محدث اعظم سے بہرہ مند ہورہی ہیں۔آپ کی اکلوتی صاحبزادی اس کی ناظمہ ہیں۔دیگر اسلامی تقریبات کے علاوہ آپ ہر سال ۱۰ ربیع الآخر کو عرس غوث اعظم علیہ الرحمۃ اور مدرسہ سلطانیہ کا جلسہ چادر فضیلت وتقسیم انعامات بڑی دھوم دھام سے منعقد فرماتے جو کہ وصال سے ۲۴ روز قبل بھی بڑی شان وشوکت سے منعقد ہوا۔۱۴ جمادی الاولیٰ ۱۴۱۹ھ/۱۹۹۸ء بروز جمعرات آپ اپنے خالق حقیقی سے جاملے۔جمعۃ المبارک کو بعد نماز عصر اقبال پارک دھوبی گھاٹ میں آپکی نماز جنازہ شیخ الحدیث علامہ غلام رسول رضوی نے پڑھائی اور بعد نماز عشاء حضرت محدث اعظم کے جوار میں دفن کیا گیا۔کافی وقت گذرنے کے باوجود لحد میں اتارتے وقت تک آپ کا چہرہ چمک دمک رہا تھا(۶۷)

صاحبزادہ حاجی محمد فضل کریم:

حضرت محدث اعظم کے سب سے چھوٹے صاحبزادے مولانا حاجی محمد فضل کریم کی ولادت شب براءت ۱۵ شعبان المعظم ۱۳۷۳ھ/۱۹۵۴ء بروز پیر فیصل آباد میں ہوئی۔ان دنوں آپ کے والد گرامی بغرض تبلیغ ہارون آباد تشریف لے گئے تھے۔نماز عشاء کے بعد تقریر فرمائی اور رات کو سوگئے خواب میں نبی اکرم نور مجسم ﷺ کی زیارت سے مشرف ہوئے۔بچے کی بشارت دی گئی اور ساتھ ہی ایک نورانی تختی پر سنہری حروف سے "محمد شفیع" لکھا دکھائی دیا۔فیصل آباد واپسی پر بچے کی پیدائش کی نوید ملی۔محمد نام رکھا گیا اور بلانے کیلئے فضل کریم تجویز ہوا بچپن سے آپ "حاجی

صاحب'' کے عرف سے مشہور ہیں۔ جامعہ رضویہ میں حضرت مولانا مفتی نواب الدین صاحب سے قرآن مجید پڑھا۔ درسیات کی تعلیم مولانا سید منصور حسین شاہ، علامہ غلام رسول رضوی اور دیگر علماء سے حاصل کی حضرت محدث اعظم نے انہیں بچپن ہی میں دیگر بھائیوں کی طرح حضرت مفتیٔ اعظم مولانا مصطفےٰ رضا خان بریلوی سے بیعت کروادیا، ۱۹۸۷ء میں آپ نے اسلامیات میں ایم۔اے۔ کیا ۱۹۷۴ء میں چلنے والی تحریک ختم نبوت میں آپ نے قائدانہ کردار ادا کیا ۔۱۹۷۷ء کی تحریک نظام مصطفیٰ ﷺ میں آپکا کردار تاریخی رہا۔ آپ ہر مرحلے پر نمایاں اور پیش پیش رہے۔ قید و بند کی صعوبتیں برداشت کرنے اور تحریک میں مجاہدانہ کردار ادا کرنے کی وجہ سے آپ کو مجاہد تحریک نظام مصطفیٰ، کے لقب سے پکارا اور یاد کیا جاتا ہے۔ ۱۹۷۸ء میں ملتان سنی کانفرنس کے موقع پر آپکو صرف ۲۴ سال کی عمر میں جماعت اہل سنت پاکستان کا سیکرٹری جنرل منتخب کیا گیا، جبکہ صدر حضرت علامہ احمد سعید کاظمی صاحب تھے۔ جماعت اہل سنت کو فعال بنانے کیلئے ملک بھر کے تبلیغی دورے کیے۔ ۱۹۹۳ء کے انتخابات میں پنجاب اسمبلی کے ممبر منتخب ہوئے۔ تحفظ ناموس رسالت ایکٹ 295-c کے تحفظ میں نمایاں کردار ادا کیا۔ ۱۹۹۷ء کے انتخابات میں ایک مرتبہ پھر آپ صوبائی اسمبلی کے ممبر منتخب ہوئے۔ اس مرتبہ آپ کی انتظامی صلاحیتوں پر اعتماد کرتے ہوئے صوبائی وزیر اوقاف و مذہبی امور بنایا گیا۔ اس دور میں آپ نے مزارات اولیاء کی تطہیر و تعمیر کے سلسلہ میں گراں قدر خدمات انجام دیں۔ نیز ایسی کتب جس میں صحابہ کرام اور بزرگان دین کے خلاف نازیبا الفاظ لکھے گئے تھے ان پر پابندی لگائی مزید برآں فیصل آباد کی عظیم کالونی غلام محمد آباد میں جنرل ہسپتال بنوایا یونہی فیصل آباد کی ٹوٹی پھوٹی سڑکوں کو آپ نے از سر نو تعمیر کروایا۔

الغرض آپکی دینی وملی اور سماجی خدمات اہل سنت کیلئے سرمایہ افتخار ہیں۔ اکتوبر ۲۰۰۲ء میں آپ قومی اسمبلی کے ممبر منتخب ہوئے اور اپوزیشن میں رہتے ہوئے حدود آرڈیننس کے تحفظ کیلئے بڑی جدوجہد فرمائی۔ (۶۸)

> مزارِ داتا صاحب پر پابندی سے حاضری دیا کرو۔ زیادہ دیر وہاں پڑھنا یا لمبی دعا ضروری نہیں کیونکہ حاضری دینے والے کی طرف کسی نہ کسی روز صاحب مزار کی توجہ ضرور ہو جاتی ہے۔
>
> (ارشادِ محدثِ اعظم)

باب ۱۳

نذرانہ اہل دانش و مناقب

باب ۱۴

نذرانۂ اہلِ دانش

حضرت محدث اعظم نے اپنے خلوص، للّٰہیت اور دین کیلئے سخت محنت کی بدولت ہر شعبۂ زندگی کے افراد سے خراج تحسین وصول کیا۔ہم یہاں ان کے تلامذہ اور دیگر افراد کے نذرانۂ عقیدت سے صرفِ نظر کرتے ہوئے صرف اکابرین اور آپ کے معاصرین کے تاثرات پیش کر رہے ہیں۔

حضرت محدثِ اعظم، اکابرین کی نظر میں

آج عموماً مرید اپنے پیر کی اور شاگرد اپنے استاذ کی تعریف وتوصیف کرتا ہے بلاشبہ یہ سعادت مندی ہے لیکن حضرت محدثِ اعظم کی شخصیت وہ عظیم شخصیت ہے جسے آپ کے اساتذہ، مشائخ اور اکابرین نے خراجِ تحسین پیش کیا ہے۔چند مسلّمہ اکابرین کی آراء ملاحظہ ہوں۔

حضرت حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں:

ایک بار حضرت محدثِ اعظم جامعہ رضویہ منظرِ اسلام بریلی شریف میں حمد اللہ پڑھا رہے تھے۔حضرت حجۃ الاسلام بھی ایک طرف چھپ کر اندازِ تدریس ونکتہ آفرینی ملاحظہ فرماتے رہے اور پھر اچانک سامنے رونق افروز ہوئے اور مسکراتے ہوئے ارشاد فرمایا: "مولانا میرے دل میں ابھی آپ کے متعلق خیال آیا کہ آپ جو فتویٰ تحریر فرماتے ہیں اس پر آپ کی مہر ثبت ہو اور اس میں کندہ ہو:

بجاں دار و دلدار و سردار احمد
کہ جملہ رسل راست سردار احمد (۱)

حضرت صدر الشریعہ مولانا محمد امجد علی اعظمی:

حضرت محدثِ اعظم کے استاذِ محترم اور بہارِ شریعت کے مصنف فرماتے ہیں: "مولانا سردار احمد میری داھنی آنکھ ہیں۔"(۲)

ایک اور موقعہ پر فرمایا: "میری ساری زندگی میں دو ہی باذوق پڑھنے والے ملے"۔ان دو میں سے ایک تو حضرت محدثِ اعظم اور دوسرے آپ کے استاذ بھائی حافظِ ملت مولانا عبدالعزیز مبارک پوری مراد ہیں۔(۳)

تاج العلماء مفتی محمد میاں برکاتی:

سجادہ نشیں آستانہ عالیہ قادریہ برکاتیہ مارہرہ شریف آپ کے نام ایک مکتوب میں فرماتے ہیں: مولیٰ تعالیٰ ہم سب کو آپ جیسے حامیانِ دین وملّت وپیشوایانِ دین کی خدمت کی توفیق دے۔ آمین"۔(۴)

مفتیٔ اعظم مولانا شاہ مصطفیٰ رضا خاں بریلوی:

حضرت مفتیٔ اعظم نے محدثِ اعظم پاکستان کے وصال پر نظم اور نثر دونوں میں اپنے جذبات کا اظہار کیا۔ منظوم جذبات تو حصہ مناقب میں پیش کئے جائیں گے البتہ یہاں منثور تاثرات پیش خدمت ہیں۔ لکھتے ہیں:

"آہ میرا روشن چاند جاتا رہا"

غروب مہ صلحاء ۱۳۸۲ھ وہ میرا چاند تھا جو بڑھتا ہی رہا۔ کبھی نہ گھٹا جو اپنی گفتار، اپنی رفتار، اپنے کردار سے فتنوں ،فسادوں، کفر وگمراہی کی ہر گھٹا کو دفع کرتا ہی رہا۔ کبھی گھٹاؤں میں نہ چھپا۔ کتنی ہی دھولیں اڑیں، کتنا ہی گھٹا ٹوپ چھایا وہ چمکتا، جگمگاتا ہی رہا۔ وہ میرا چاند تھا جو اوج پر چڑھتا ہی گیا کبھی نہ اترا۔ وہ اوج تک پہنچا جہاں تک اس کے رب جل جلالہ وعم نوالہ نے اسے بلند فرمایا۔ وہ میرے دین کا چاند تھا۔ دین کا چاند بڑھتا ہی رہتا ہے۔ آسمانِ دنیا کے چاند کی طرح بار بار گھٹتا اور اترتا اور اتر کر غائب نہیں ہوتا۔ وہ میرا چاند تھا جو قلیل عرصہ میں حیرت انگیز ترقی منازل کرتا کرتا منزل غفر پر پہنچا۔ آمین! وہ میرا چاند، صدر الشریعہ کا چاند، اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے مسلک کا چاند، علم قرآن وحدیث وفقہ وغیرہ کا چاند، اس محبوب سبحانی، غوث صمدانی کا چاند، جس نے فرمایا تھا اس آسمانِ دنیا کے چاند کے لئے۔

اب ایسے ہزار چاند آئیں
گم ہم میں ہوں اور پتہ نہ پائیں

وہ میرا چاند تھا جس نے ہندوستان و پاکستان کے گوشہ گوشہ میں اپنا نور پھیلایا۔ وہ میرا چاند تھا جس کا چاندنا آسمانِ دنیا کے چاند کی طرح محض سطحی نہ تھا بلکہ دلوں کی گہرائیوں میں پہنچا۔ وہ میرا چاند تھا جس نے ملک میں بہت سے چاند روشن کئے۔ وہ میرا چاند تھا جس نے ہندوستان و پاکستان میں بنام مظہر اسلام دو مدرسے قائم کئے۔ جس سے دینی چاند تا قیام قیامت ان شاء اللہ تعالیٰ پیدا ہوتے اور دنیا کو جگمگاتے رہیں گے۔ وہ میرا چاند تھا جس کی چاندنی رہتی دنیا تک دنیا میں قائم ودائم رہے گی۔ ان شاء اللہ تبارک وتعالیٰ

میری دعا ہے کہ مولائے کریم جل جلالہ وعم نوالہ اسکی قبر کو اپنے چاند علیہ السلام کے نور سے معمور فرمائے۔ اس پر اپنی رحمت کے پھول برسائے۔ اسے ریاضِ جنت کی طرح کرے۔ اس کی اولاد کو دارین کی برکتوں سے نوازے خصوصاً ولد عزیز مولوی فضل رسول سلمہٗ کو اس کا صحیح جانشین بنائے۔ بفضل اللہ تعالیٰ ثم بفضل الرسول ﷺ اس کے اس چاند کو اس سے بھی زیادہ جگمگائے۔ اس سے زیادہ بافیض فرمائے۔ آمین

ایں دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد (۵)

نیز محدث اعظم پاکستان کے وصال کے موقعہ پر مفتی اعظم بریلوی نے فرمایا: "اگرچہ مولانا سردار احمد صاحب کو میں نے بھی پڑھایا مگر آج وہ اس قابل تھے کہ مجھے پڑھاتے"۔ (۶)

صدر الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی:

آپ حضرت محدثِ اعظم کی شخصیت کو کس قدر اہم سمجھتے تھے اس کا اندازہ اس بات سے ہوگا کہ جب حضرت محدثِ اعظم کی شہادت کی افواہ مشہور ہوئی اور پھر غلط ثابت ہوئی تو صدر الافاضل صرف حضرت محدثِ اعظم سے ملنے بریلی تشریف لائے۔ حضرت محدثِ اعظم مطالعہ فرما رہے تھے۔ صدر الافاضل چپکے سے آئے اور السلام علیکم فرما کر آپ کی پیشانی مبارک کو چوم لیا، سینے سے لگایا اور بخیر و عافیت دیکھ کر دعائیں دیں اور فرمایا میں صرف آپ کو دیکھنے کے لئے ہی آیا تھا۔

☆ سنی کانفرنس کی دعوت دیتے ہوئے ایک مکتوب میں حضرت صدر الافاضل نے تحریر فرمایا: "آپ کی شرکت اس کانفرنس کی روح ہے"۔ (۷)

ملک العلماء مولانا ظفر الدین بہاری:

"مولانا سردار احمد صاحب کو بہت اچھی طرح جانتا ہوں۔ ان کا زمانہ طالب علمی بھی دیکھا اور زمانہ درس و تدریس بھی دیکھا۔ نہایت ذی علم و فاضل مدرّس ہیں۔ (۸)

سراج المشائخ حضرت شاہ سراج الحق چشتی صابری:

حضرت ممدوح نے محدثِ اعظم پاکستان کو ایام طفولیت میں دیکھ کر فرمایا "ماشاءاللہ یہ صاحبزادہ عظیم انسان ہو گا، اس کے جود و سخا سے ہزاروں فیض یاب ہونگے" (۹)

خلیفہ اعلیٰ حضرت مولانا حسنین رضا بریلوی:

"وہ تھوڑی سی مدت میں اس جگہ پہنچ گئے جہاں ترقی کرنے والے بڑی کوشش سے بیس پچیس سال میں پہنچ پاتے ہیں"۔ (۱۰)

مفسر اعظم مولانا ابراہیم رضا خاں بریلوی:

شیخ الحدیث حضرت مولانا سردار احمد صاحب اطال اللہ عمرہ و عافاہ اللہ من جمیع المحن کو دنیائے رضویت و سنیت میں وہ مقام حاصل ہو گیا جس میں کوئی ان کا ہمسر و مقابل نہیں۔ (۱۱)

قطبِ مدینہ مولانا ضیاء الدین مدنی:

خلیفۂ اعلیٰ حضرت، قطبِ مدینہ، مولانا ضیاء الدین مدنی علماء ومشائخ پاکستان میں سب سے زیادہ حضرت محدثِ اعظم پاکستان قدس سرہ سے متاثر تھے۔ جب حضرت محدثِ اعظم بارگاہِ رسالت میں حاضری دینے کے لئے مدینہ طیبہ حاضر ہوئے تو متعدد روز اپنے دولت کدہ پر رکھا۔ کئی دعوتیں فرمائیں۔ متعدد بار اپنے ہاں محفلِ میلاد شریف میں آپ کا بیان کروایا۔ اپنا کتب خانہ اور اہم کتب حدیث شریف مطالعہ کے لئے پیش فرمادیں۔ آپ کے وصال پر اپنے دولت کدہ پر محدثِ اعظم کا ختم سوئم اور چہلم شریف کرایا۔ (۱۲) ایک مرتبہ آپ نے ارشاد فرمایا کہ ہم نے حضور امامِ اہل سنت اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھا ضرور ہے مگر مولانا سردار احمد فی الحقیقت اعلیٰ حضرت کے نائب تھے۔

معاصرین کی نظر میں

شیر بیشۂ اہل سنت مولانا حشمت علی لکھنوی:

"حضرت مولانا ابو المنظور محمد سردار احمد وہ شخصیت ہیں جن سے میرا کبھی کسی بھی عنوان سے اختلاف نہ ہوا۔ حضرت مولانا موصوف مرشدِ برحق سیدنا مجدد اعظم سرکارِ اعلیٰ حضرت، عظیم البرکت، امامِ اہل سنت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مسلک حق کے چمکتے ہوئے آفتاب و ماہتاب ہیں اور فقیر کے زورِ بازو ہیں۔ اکثر مناظروں میں فقیر کے معین ومعاون رہے۔ سیدنا مرشدِ برحق حضور پُر نور اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعد انہوں نے بریلی شریف کو خوب سنبھالا۔ (۱۳)

حافظ ملت مولانا عبد العزیز محدث مبارک پوری:

بانی جامعہ اشرفیہ مبارک پور حضرت محدثِ مبارکپوری لکھتے ہیں:

"حضرت موصوف علم وفضل کے آفتاب تھے، زہد وتقویٰ کے ماہتاب تھے، امانت ودیانت کے خورشیدِ درخشاں تھے، ہر کمال کے جامع تھے، عالم دین تھے، علامہ زماں تھے، استاذِ محترم حضرت صدر الشریعہ قبلہ علیہ الرحمہ کے ارشد تلامذہ میں سے تھے، علم وفضل، زہد وتقویٰ میں حضرت قبلہ (صدر الشریعہ) کے صحیح جانشین تھے۔ جامع معقول ومنقول، ہر علم میں آپ کو کمال حاصل تھا۔ بالخصوص فنِ حدیث میں آپ کو یدِ طولیٰ حاصل تھا۔ بلا مبالغہ آپ بخاریٔ زماں تھے۔ آپ کے درسِ وسیع میں درسِ حدیث کو امتیاز خصوصی حاصل تھا۔ عالم حدیث تھے اس کے ساتھ عاملِ حدیث تھے۔ جو حدیث پڑھی اس پر پورا عمل کیا، بلاشبہ حضرت موصوف مجمع البحرین تھے۔ (۱۴)

امیرِ ملّت پیر سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری:

حضرت امیر ملّت ایک مرتبہ جامعہ رضویہ فیصل آباد تشریف لائے۔ پیرانہ سالی کی وجہ سے آپ چل نہیں سکتے

تھے۔فیصل آباد کے اسٹیشن سے چارپائی پر آپ کو لایا گیا تھا تو آپ نے دورانِ خطاب فرمایا:" میں علی پور سے صرف مولانا سردار احمد صاحب کو ملنے آیا ہوں"۔(۱۵)

مجاہدِ ملت مولانا حبیب الرحمٰن قادری رضوی:

مجاہدِ ملّت ،مولانا حبیب الرحمٰن قادری رضوی صدر آل انڈیا تبلیغ سیرت حضرت محدثِ اعظم کے استاذ بھائی تھے۔دورِ طالبعلمی کی یادیں تازہ کرتے ہوئے وہ لکھتے ہیں :ان کی سلامت روی، دین داری اور ذوق وشوق کا عالم یہ تھا کہ چند لمحات کے لئے بھی اپنا وقت بے کار جانے نہیں دینا چاہتے تھے۔چند منٹ اگر کوئی کسی اور بات میں مشغول کر لیتا تو پریشان ہو جاتے ،فرماتے ''بھئی! بہت وقت ضائع ہو گیا''۔پنجگانہ نماز کے لئے مسجد جا کر کبھی جماعت میں تاخیر پاتے تو وظیفہ پڑھتے یا کتاب کے مضامین پر غور کرتے رہتے ،کتاب دیکھنے کے لئے بے چینی ہوتی تو ٹہلنے لگتے۔اس قدر کتب بینی کرتے تھے اور اتنی عبارتیں یاد تھیں کہ ہم لوگوں نے ان کا نام ''کتب خانہ'' رکھ دیا تھا۔ذہانت ومتانت ان کی کدوکاوش از حد بڑھی ہوئی تھی ۔فقیر کو یہ خیال نہیں آتا کہ کبھی کوئی مذاق کا جملہ ان سے سنا ہو۔وہ مذاق سے بالکل ناآشنا تھے۔ ہمارے حضرت حجۃ الاسلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا رنگ بہت زیادہ غالب تھا۔فقیر کے خیال میں حضرت کی قادر نظر کچھ ایسی گہری پڑ گئی کہ اس نظرِ کیمیا اثر نے ان کو جوہر الجواہر بنا دیا۔ (۱۶)

مفتیٔ اعظم دہلی مولانا مفتی محمد مظہر اللہ دہلوی:

اس قدر جمِ غفیر طلباء کا فارغ التحصیل ہونا ان کی کرامت ہے۔(۱۷)

امینِ شریعت مفتی رفاقت حسین کانپوری:

حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ کا بدل ہماری جماعت میں نہیں۔(۱۸)

صدر العلماء مولانا سید غلام جیلانی میرٹھی:

وہ (محدث اعظم) یگانۂ زمانہ تھے، کسی سے نہیں ڈرتے تھے، بڑے باکمال تھے، بڑے لاجواب تھے۔(۱۹)

استاذ العلماء مولانا علامہ ابوالبرکات سید احمد قادری رضوی:

"لائل پور (فیصل آباد) میں جم جانا اور مذہب اہل سنت کو اس قدر فروغ دینا حضرت شیخ الحدیث کا کمال ہے۔ قیامِ پاکستان سے بہت پہلے ایک باریہ فقیر اور اباجی یہاں آئے۔اسٹیشن پر پہنچتے ہی مخالفین نے سخت پتھراؤ کیا۔یہاں کسی سنی عالم دین کا جم جانا اور تبلیغ کرنا آسان کام نہ تھا"۔(۲۰)

شیخ الاسلام حضرت خواجہ محمد قمر الدین سیالوی:

آپ کے کچھ تاثرات تدریس کے باب میں بیان ہو چکے ہیں۔ وصال کے موقع پر اپنے ایک عربی مکتوب جس کا ترجمہ مولانا مفتی محمد امین صاحب نے کیا، میں درج ذیل خیالات کا اظہار کیا:

"میرے اس کہنے میں مبالغہ نہ ہوگا کہ شیخ معظم، محدثِ اعظم پاکستان رحمۃ اللہ علیہ اپنے زمانہ میں یکتا و یگانہ تھے اور وہ فضیلت کے اونچے درجے پر فائز تھے۔ آپ نے اعلاء کلمۃ الحق اور دینِ متین کی حمایت، بدرسموں، غلط مذہبوں کو مٹانے میں اپنی عمر شریف صرف کر دی۔" (۲۱)

فخر المشائخ پیر سید غلام محی الدین گولڑوی المعروف بابو جی:

حضرت شیخ الحدیث کے وصال سے اہل اللہ اور محبانِ رسول ﷺ کے دلوں پر بے شک انمٹ داغِ جدائی ثبت ہو گیا۔ آپ کی جدائی کا غم ہمیشہ دل و دماغ میں قائم رہے گا۔ اس لئے کہ آپ جیسی یکتائے روزگار شخصیت شاید ہی میسر آئے جو دین محمدی ﷺ کی پورے درد کے ساتھ خدمات سرانجام دے سکے اور سنتِ رسول ﷺ کے احیاء کے لئے اپنی زندگی تک قربان کر دے۔ (۲۲)

حضرت پیر سید چراغ علی شاہ:

"مولانا سردار احمد رحمۃ اللہ علیہ کو آخری عمر میں قطبیت کے درجے سے سرفراز کر دیا گیا تھا"۔ (۲۳)

فخر العلماء حضرت علامہ سید محمد خلیل کاظمی امروہوی:

"حضرت علامہ مولانا مولوی الحاج مفتی سردار احمد صاحب قادری چشتی صابری کی عظیم تعلیمی و تبلیغی خدمات کو نہ صرف بریلی شریف کے لوگ اور بزرگ بلکہ ہندوستان بھر کے علماء و عوام ابھی تک یاد کرتے ہیں۔ مولانا سردار احمد صاحب کو تاجدارِ مسندِ تدریس کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا، وہ عالم باعمل تھے اور زندگی کا بیشتر حصہ درس و تدریس اور مناظروں میں گزارا۔ اس فقیر کے بہت مہربان تھے"۔ (۲۴)

غزالیٔ زماں حضرت علامہ سید احمد سعید کاظمی:

"حضرت علامہ قبلہ ابو الفضل محمد سردار احمد صاحب محدث پاکستان رحمۃ اللہ علیہ کی ذات مقدسہ علم و عمل، تقویٰ وطہارت، پاکیزگیٔ اخلاق میں اپنی مثال آپ تھے۔ جب ان کا تصور آتا ہے تو ادب و احترام سے گردنیں جھک جاتی ہیں۔ باوجودیکہ بعض مہربانوں نے فقیر کو سیدی حضرت علامہ ابو البرکات رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت اقدس (محدث اعظم پاکستان) رحمۃ اللہ علیہ سے دور رکھنے کی ناکام کوششیں کیں مگر الحمد للہ فقیر ان سے دور نہیں ہوا۔ ان کی عظمت و محبت آج بھی فقیر کے دل کی گہرائیوں میں موجود ہے۔ اور فقیر ان چمکتے ہوئے نقوش کو لوحِ قلب پر لے کر اپنے ربّ کے حضور

حاضر ہو جائے گا۔"

"آپ کو محدثِ اعظم پاکستان اس لئے کہا جاتا ہے کہ آپ نے علمِ حدیث کی اشاعت میں بڑا کام کیا ہے۔ جس طرح حضرت امام اعظم علیہ الرحمہ کے شاگردوں نے فقہ وحدیث کی کتابیں لکھی ہیں۔ اسی طرح حضرت مولانا سردار احمد صاحب کے شاگردوں نے بھی قابلِ قدر کام کیا۔ علمِ حدیث میں آپ کو منفرد مقام حاصل تھا۔(۲۵)

شیخ القرآن علامہ عبدالغفور ہزاروی:

"اگر میں یہ کہوں کہ برصغیر میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نائب اور اس خطۂ پاکستان میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے صحیح جانشین محدثِ اعظم پاکستان مولانا سردار احمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تھے تو بالکل بجا ہوگا۔ آپ نے اعلیٰ حضرت کے مسلک کی حدود وقیود میں رہ کر مختصر مدت میں وہ کام کیا جو دوسرے پچاس برس میں نہ کر سکتے۔ اور کمال یہ کہ قلیل مدت میں انقلاب برپا کر دیا۔ اگر آپ کو دس برس کی مہلت اور مل جاتی تو پاکستان کے چپہ چپہ پر سنی عالم نظر آتا۔ میں حدیث شریف پڑھنے کے لئے صدر مدرّس مدرسہ فتح پوری دہلی مولوی سلطان محمود دیوبندی کے پاس جا رہا تھا۔ دہلی میں حضرت شیخ الحدیث سے ملاقات ہوئی۔ انہوں نے مجھے بریلی شریف حضرت حجۃ الاسلام مولانا شاہ حامد رضا خاں صاحب بریلوی کی خدمت میں دارالعلوم جامعہ رضویہ منظرِ اسلام میں بھیج دیا۔ مولانا تقدس علی خاں صاحب کے نام رقعہ دیا۔ میں نے دورۂ حدیث شریف حضرت حجۃ الاسلام سے پڑھا۔ ہماری جماعت میں بزرگ اور بھی ہیں، فاضل اور بھی ہیں، محدث اور بھی ہیں مگر اس محدثِ اعظم کی شان ہی نرالی تھی۔ یہ ایک مقناطیس تھے کہ طالبعلموں کو دور دور سے کھینچ لیتے تھے۔ اور طلباء آپ کی طرف کھنچے چلے آتے تھے۔ حدیث شریف پڑھانے کا یہ صلہ ملا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اتباع میں تیسری شب کو دفن ہوئے۔ پرسوں سحری کے وقت مفتی احمد یار خان بدایونی گجراتی میرے پاس وزیر آباد آئے اور بے ساختہ ان کی چیخ نکل گئی اور فرمانے لگے "ہم میں سے وہ اٹھ گیا جس کا بدل سنی جماعت میں نہیں، اب دنیا تلاش کرے گی علامہ ابوالفضل محمد سردار احمد جیسا کوئی آئے"۔ حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ، نبی اکرم ﷺ کے ایسے غلام تھے کہ شاید صدیوں تک امتِ محمدیہ اس کی مثال پیدا نہ کر سکے۔ میں نے اپنی زندگی میں کسی ایک جنازہ پر اتنے کثیر علماء ومشائخ کو جمع ہوتے ہوئے نہیں دیکھا۔ جتنے آپ کے جنازہ میں شریک ہوئے۔ کل جنازہ کے موقعہ پر نبی اکرم ﷺ کے سچے غلام کی شان دیکھی گئی۔ جنازہ آ رہا تھا اور جنازے پر انوار و تجلیات کی بارش ہو رہی تھی۔ لوگوں نے محسوس انوار کی بارش کو سر کی آنکھوں سے دیکھا لیکن ہم نے اندر جا کر انوار والے کو دیکھا، چہرہ متبسم تھا۔(۲۶)

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی:

"ہم میں سے وہ اٹھ گیا جس کا بدل ہماری جماعت میں نہیں، برات کا دولہا غائب ہو گیا، مجمع ہے مگر رونق نہیں:

چل دیئے باغ سے چمن پیرا
گل و گلزار کا خدا حافظ (۲۷)

بحرالعلوم، شاہزادۂ صدرالشریعہ علامہ عبدالمصطفیٰ الازہری:

"حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:" جس نے میری حدیث پھیلائی اللہ تعالیٰ اس کے چہرے کو پرنور اور جمال افروز بنا دیتا ہے"۔ یہی وجہ ہے کہ شیخ الحدیث کے چہرۂ مبارکہ پر نور برستا تھا۔ جب آپ کا وصال ہوا اس وقت بھی چہرہ پر جمال برس رہا تھا۔ علامہ قاری محبوب رضا خاں صاحب نے رخ سے چادر ہٹائی تو بے ساختہ حضرت صاحب کی پیشانی مبارک کو چوم لیا۔ اور کہا خدا کی قسم میں نے ایسا خوب صورت اور حسین وجمیل چہرہ کبھی نہیں دیکھا۔ وصال شریف کے تیسرے دن لاکھوں افراد نے آپ کے چہرے کی زیارت کی اور گواہی دی کہ حضرت کا چہرہ پاک متبسم ہے اور یوں معلوم ہوتا ہے کہ جیسے سوکر اٹھے ہیں۔ حضرت محدثِ اعظم پاکستان علم وفضل، زہد وتقویٰ واتباعِ شریعت میں فرد یگانہ اور ولیٔ کامل تھے۔ چہلم کے موقع پر دارالعلوم امجدیہ کراچی کے دارالحدیث سے متصل جہاں حضرت کو وصال کے بعد غسل دیا گیا تھا میں نے خودرات کو حضرت محدثِ اعظم پاکستان کو چشم سر سے عالم بیداری میں چلتے پھرتے دیکھا۔ (۲۸)

سلطان الواعظین مولانا ابوالنور محمد بشیر کوٹلوی:

شیخ الحدیث محدثِ اعظم پاکستان حضرت مولانا ابوالفضل محمد سردار احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ علم وفضل کے بادشاہ، زہد وتقویٰ کے پیکر تھے، مسلکِ اہل سنت کے مبلغ اعظم اور عقائد حقہ کے عظیم ناشر تھے۔ ایثار وخلوص کے جو مناظر میں نے حضرت موصوف کے ہاں دیکھے وہ دوسری جگہ کم ہی نظر آئے۔ علم وفضل کے تاجدار ہونے کے باوجود میرے جیسے نیازمندوں کو بھی دیکھ کر اس قدر مسرّت کا اظہار فرماتے کہ ان کے سامنے اپنی ادنیٰ حیثیت کے پیشِ نظر مجھے بے حد ندامت لاحق ہوتی۔ (۲۹)

خطیب اعظم مولانا شاہ عارف اللہ قادری رضوی:

حضرت شیخ الحدیث نے پاکستان پہنچ کر مسلکِ اہل سنت کی تبلیغ اور اعلیٰ حضرت کے علمی وتجدیدی کارناموں کی نشر واشاعت میں جو جدوجہد فرمائی۔ اس کا نمایاں اثر پورے ملک کے گوشہ گوشہ میں نظر آ رہا ہے۔

میں نے پاکستان میں اتنا عظیم اجتماع نہ کسی پیرِ طریقت کے جنازہ میں دیکھا، نہ اتنی کثیر تعداد میں علماء کے کاندھوں پر کسی عالم کا تابوت نظر آیا"۔ (۳۰)

صاحبزادہ ابوالکلام فیض الحسن آلومہاروی:

جب میں جنازہ کے لئے لائل پور (فیصل آباد) آیا تو مجھے معلوم نہیں تھا کہ جنازہ کی نماز کہاں ادا کی جائے گی

لیکن جب لائل پور داخل ہوا تو ایک نور کی شعاع کی طرف بڑھتا رہا۔ یہاں تک کہ دھوبی گھاٹ (اقبال پارک) پہنچ گیا۔ نور کی ایک شعاع میری راہنمائی کر رہی تھی:

ابھی اس راہ سے کوئی گیا ہے
کہے دیتی ہے شوخی نقشِ پا کی

یہ آپ کی کرامت ہے کہ آپ پر تجلیات کی بارش ہو رہی تھی۔ ایک بزرگ نے مجھے بتایا کہ انہوں نے حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کو جنازہ میں شریک دیکھا۔ میں یقین رکھتا ہوں کہ داتا صاحب نے ضرور نماز جنازہ میں شرکت فرمائی۔ حضرت محدث اعظم پاکستان علامہ سردار احمد عہد آفریں بزرگ تھے۔ وہ ایسے عالم تھے کہ ان پر علم نازاں تھا۔ وہ ایسے مدرس تھے کہ فن تدریس کو ان پر فخر تھا۔ وہ شعلہ نوا خطیب اور نکتہ آفریں محقق تھے۔ جب عمومی اخلاق کے ظہور کا وقت ہوتا تو وہ برگ گل سے بھی نرم تر تھے لیکن جب عقائدِ حقہ کے تحفظ کا معاملہ آتا تو وہ کوہ وقار تھے ان کے دل کا خلوص ان کے چہرے سے ظاہر اور عشق رسول اکرم ﷺ کی لطافتیں ان کے بشرہ سے واضح تھیں۔ بدعقیدگی کی ظلمت میں ان کا وجود حق و صداقت کی روشنی کا مینار تھا۔ وہ ایسے سنی تھے کہ جن کی سنیت اور شخصیت مترادف بن گئی۔ وہ صرف عالم نہ تھے بلکہ عالم گر تھے۔ ان کے حلقہ درس سے ہزاروں تہی دامنوں نے علم وعرفان کے موتی سمیٹے۔ ان کے خوشہ چیں علم وعرفان کے بادشاہ بن گئے (۳۱)

پیر عبدالحمید خضری آف دیول شریف:

حضرت مولانا نے اسلام کی جو خدمات سرانجام دیں ان کا بیان غیر ممکن ہے۔ مولانا کی یہ خدمات تاریخ میں مشعل راہ رہیں گی (۳۲)

مجاہد ملت مولانا عبدالحامد بدایونی:

اولیاء اللہ مرتے نہیں وہ ہمیشہ زندہ رہتے ہیں۔ حضرت شیخ الحدیث زندہ ہیں وہ ہمارے اس مقدس جلسہ کو دیکھ رہے ہیں۔ آپ سچے عاشق رسول ﷺ تھے آپ کی وفات کے بعد آپ کا چہرہ دیکھ کر یقین ہوتا تھا کہ آپ زندہ ہیں اور مسکرا رہے ہیں۔ (۳۳)

پیر سید طاہر علاؤ الدین قادری بغدادی:

جیسا کہ علامہ موصوف رسول اکرم ﷺ کے عاشق صادق تھے اس طرح وہ سیدنا غوث صمدانی ہیکل نورانی سید عبدالقادر محی السنۃ والدین قدس سرہ کے محب و مرید تھے علامہ مغفور نے مساجد اور مدرسہ رضویہ کی تعمیر و ترویج میں بڑی خدمات انجام دیں۔ اور سعی بلیغ فرمائی۔ طلباء اس مدرسے سے فاضل علماء بن کر نکلتے ہیں۔ نیز (محدث اعظم پاکستان)

فقیروں،معذوروں کے مددگار تھے۔(۳۴)

شیخ عبدالھادی شاذلی (خطیب مرکزی جامع مسجد دمشق)

شیخ عبدالھادی شاذلی نے اپنے رفقاء کے ہمراہ ۶ محرم الحرام ۱۴۲۱ھ کو جامعہ رضویہ کا دورہ کیا اور حضرت محدث اعظم پاکستان کے دربار اقدس پر حاضری دی انہوں نے محدث اعظم علیہ الرحمۃ کے آستانہ مبارکہ کی حاضری کو سکونِ قلب اور روح کی بالیدگی سے تعبیر کیا۔ بلکہ آپ کا ایک ہم رکاب اپنے سینے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے عربی زبان میں یوں گویا ہوا کہ ''یہاں فیضان کی بارش کا احساس ہورہا ہے۔(۳۵)

مناظر اعظم مولانا محمد عمر اچھروی:

آپ کا وجود دین ودنیا کے لیے باعث برکت تھا۔ آپ محبوب خدا کے سچے عاشق تھے انہوں نے تھوڑے عرصے میں اتنا کام کیا جو اوروں سے ایک مدت دراز تک ہونا ناممکن ہے۔ آپ کے داغ مفارقت سے دنیائے سنیت میں جو خلا پیدا ہوا ہے اس کے پر ہونے کیلئے ایک زمانہ درکار ہے(۳۶)

شارحِ بخاری مفتی محمد شریف الحق امجدی:

حضرت محدث اعظم پاکستان آفتاب علم وفضل تھے۔ افقِ دنیا سے روپوش ہونے کے بعد فنا نہیں ہوئے۔ وہ زندہ ہیں۔ وہ زندہ ہیں۔ وہ زندہ ہیں۔ اعلیٰ یقین کی بلندیوں سے فیض بانٹ رہے ہیں۔ مگر حصہ لینے کیلئے مہ وانجم کی سی بلندی اور عالی ظرفی چاہیے۔(۳۷)

مولانا ڈاکٹر حبیب الرحمٰن برق :

محدث صاحب کی خبر پڑھ کر پریشانی سی ہوئی مگر زندہ جاوید کا ماتم کیسا؟ ہاں دعائے مدارج ومغفرت ضرور ہونی چاہیے۔ کیونکہ قبر شریف میں بھی ان کے مدارج بڑھتے رہتے ہیں۔

مخالفین کی نظر میں

حضرت محدث اعظم کی علمی قابلیت اور کردار کی عظمت کا منہ بولتا ثبوت یہ ہے کہ آپ کو نقصان پہنچانے کیلئے ایڑی چوٹی کا زور لگانے والے مخالفین نے بھی آپ کی علمی عظمت، سیرت وکردار کی طہارت اور خلوص وللّٰہیت کا برملا اعترا ف کیا۔ چنانچہ ایک مرتبہ حاجی ابراہیم دیوبندی نے حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کو گورنمنٹ کالج فیصل آباد کے قریب سیر کرتے ہوئے دیکھا تو حضرت کی شخصیت سے اتنا متأثر ہوا کہ اس نے اپنے لڑکوں کو وصیت کی کہ جب حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کا وصال ہو تو تم ان کی نماز جنازہ میں ضرور شریک ہونا رائے پوری کے خلیفہ مولوی محمد دیوبندی نے

حضرت شیخ الحدیث کے وصال پر اپنے تأثرات کا اظہار کرتے ہوئے کہا

قول و فعل میں یکتا
آج دنیا سے رخصت ہوا

پاک اہل حدیث تنظیم کا خراج عقیدت:

پاک اہل حدیث تنظیم نے مولوی ثناء اللہ کی زیر صدارت اپنے اجلاس میں مولانا سردار احمد صاحب کو عصرِ حاضر کا مفکرِ اعظم اور محدث پاکستان قرار دیا۔ جناب احمد علی نے کہا کہ مولانا صاحب ایک نڈر، بے باک سپاہی تھے۔ جنہوں نے کبھی باطل کے آگے سر نہیں جھکایا۔ انہوں نے مزید کہا کہ حضرت علامہ مولانا سردار احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ملی و دینی خدمات کو کبھی فراموش نہیں کیا جا سکتا بے شک وہ اہل سنت کے عظیم عالم تھے۔ اعجاز محمود صدر تنظیم نے کہا حضرت شیخ الحدیث علم فقہ و حدیث کا بہتا ہوا سمندر تھے۔ اجلاس میں ایک قرارداد کے ذریعے حکومت پاکستان سے مطالبہ کیا گیا کہ حضرت علامہ شیخ الحدیث کی ملی و دینی خدمات کے صلے میں جھنگ بازار کا نام بدل کر شیخ الحدیث روڈ رکھ دیا جائے (۴۰)

مولوی تاج محمود دیوبندی:

حضرت شیخ الحدیث کے جنازہ مبارکہ میں آپ کے مخالفین کی شرکت کا حال بیان کرتے ہوئے حاجی سراج دین صاحب کہتے ہیں کہ میرے قریب ہی مولوی تاج محمود دیوبندی بھی کھڑے تھے۔ نماز کے بعد میں نے پوچھا کہ مولانا! آپ یہاں کیسے آ گئے تو مولوی صاحب موصوف نے جواباً کہا:

"اگرچہ ہمارا نظریاتی اختلاف تھا مگر یہ محدث بے مثال تھے اس لیے میں بھی جنازے میں شریک ہوا ہوں (۴۱)

مناقب

مظہرِ احمد رضا جاتا رہا

(حضرت محدث اعظم کے وصال پر حضرت مفتیِ اعظم مولانا شاہ مصطفیٰ رضا بریلوی کے تأثرات)

کیا کہوں میں ہائے کیا جاتا رہا — آہ دل کا حوصلہ جاتا رہا
سنیوں کا دل نہ بیٹھے کس طرح — زور ان کے قلب کا جاتا رہا
موت عالم کی جہاں کی موت ہے — زندگانی کا مزا جاتا رہا
فیض سے معمور جس نے کردیا — چپہ چپہ ملک کا جاتا رہا
ماحیِ شر و فسادِ اہلِ زیغ — حامیِ دینِ خدا جاتا رہا
اٹھتے اٹھتے چو طرف وہ چھا گیا — خوب برسا ، ابرسا جاتا رہا
دس برس کی تھوڑی سی مدت میں وہ — علم کا دریا بنا جاتا رہا
قوتِ دل ، طاقتِ دل ، زورِ دل — اس کے جانے سے میرا جاتا رہا
وہ محدث ، وہ محقق ، وہ فقیہ — عالمِ علمِ ہدیٰ جاتا رہا
اس زمانہ کا محدث بے مثال — جس کا ثانی ہی نہ تھا جاتا رہا
چل بسا دنیا سے استاذِ شفیق — مایہ لطف وعطا جاتا رہا
رہبر راہ ہدیٰ تھا لا کلام — سنیوں کا مقتدا جاتا رہا
پاک باطن ، پاک طینت ، پاکباز — وہ جمالِ اصفیاء جاتا رہا
جو مرقع تھا جمال وحسن کا — وہ نگارِ اولیاء جاتا رہا
تھا خشیت میں خدائے پاک کی — وہ مثالِ اتقیاء جاتا رہا
خوش خصال و خوش فعال و خوش ادا — خوش نما و خوش لقا جاتا رہا
مولوی سردار احمد اٹھ گئے — لطف سارا درس کا جاتا رہا
مسند آرائے سریرِ علم تھا — صدرِ دینِ مصطفیٰ جاتا رہا
غوثِ اعظم ، قطبِ عالم کا غلام — نائبِ شاہ رضا جاتا رہا

فیض سے داتا کے مالا مال تھا
گنجِ بخشِ علم تھا، جاتا رہا

غوثِ اعظم خواجہ اجمیر کا
وہ مجسم فیض تھا جاتا رہا

پیکر رشد وہدیٰ تھا بالیقیں
مظہرِ احمد رضا جاتا رہا

تھا بہر حالت رضائے حق سے کام
آہ فانی فی الرضا جاتا رہا

اعظمِ خلفاء تھا پاکستان میں
جانشینِ مصطفیٰ جاتا رہا

حضرتِ صدر الشریعہ کا وہ چاند
میرا مہرِ پُر ضیاء جاتا رہا

عبدِ قادر اور معین الدین کا
دل نواز و دل رُبا جاتا رہا

پوچھو خوشتر سے تھا کیسا خوش ادا
کتنا تھا وہ خوش لقا جاتا رہا

خیر اس کی پوچھیے بوالخیر سے
جس سے تھا سب کا بھلا جاتا رہا

سید زاہد ہیں شاہد زہد کے
معرض از دنیا ہوا جاتا رہا

پیارے تحسین الرضا سے پوچھئے
شغلِ تحسینِ رضا جاتا رہا

مر گیا فیضان جس کی موت سے
ہائے وہ فیضِ انتما جاتا رہا
۱۳۸۲ھ

یا مجیب اغفرلہ تاریخ ہے
۱۳۸۲ھ
کس برس میں وہ رہنما جاتا رہا

دیو کا سر کاٹ کر نوری کہو
چاند روشن علم کا جاتا رہا
۱۳۸۲ھ

(یاد رہے مندرجہ بالا منظوم تأثرات کسی مرید یا شاگرد یا عقیدت مند کے نہیں بلکہ دنیائے اسلام کے مسلمہ مفتیٔ اعظم شہزادۂ اعلیٰ حضرت مولانا مصطفیٰ رضا خان بریلوی کے منظوم جذبات ہیں جو ابتدائی درسی کتب میں حضرت محدث اعظم پاکستان کے استاذ ہیں)

بحمد اللہ کیا شہرہ ہوا سردار احمد کا

(از۔ مقبول بارگاہ رضویت مولانا سید ایوب علی رضوی)

بحمد اللہ کیا شہرہ ہوا سردار احمد کا
کہ اک عالم فدائی ہو گیا سردار احمد کا
زبانِ خلق سے حق نے کیا اعلانِ سرداری

جبھی تو آج ڈنکا بج رہا سردار احمد کا
جہاں کل چھائی تھیں کالی گھٹائیں آج تو دیکھو
وہاں پھیلا ہے کیسا چاندنا سردار احمد کا
کہاں ہیں رہزنانِ دین ناکوں سے چنے چابیں
کہ ناکوں پر ہے قبضہ جا بجا سردار احمد کا
تہلکہ مچ گیا ، ہلچل پڑی ، تھرّا گئے منکر
پھریرا جس گھڑی اڑنے لگا سردار احمد کا
نکھر جاؤ جنہیں اے بے سرو ! سردار ہونا ہے
کہ دریائے کرم ہے بہہ رہا سردار احمد کا
نظر سے رات دن دولہا براتوں کے گذرتے ہیں
مگر ضرب المثل سہرا سجا سردار احمد کا
خداوندا مدینے کے چمکتے چاند کا صدقہ
ستارا اوج پر ہو دائما سردار احمد کا
الٰہی مبتدی جتنے بھی آئیں منتہی جائیں
رہے یہ سلسلہ جاری سردار احمد کا
ارے ایوب! دیکھا مظہرِ اسلام کا منظر
کہ مرجع خلق کا ہے مدرسہ سردار احمد کا (۴۴)

نائبِ اعلیٰ حضرت کو نیند آ گئی

(حضرت محدثِ اعظم کے وصال پر آپ کے تلمیذ ارشد مولانا ابراہیم خوشتر کی منقبت)

ماحیِ رفض و بدعت کو نیند آ گئی
نائبِ اعلیٰ حضرت کو نیند آ گئی
مفتیِ اعظمِ ہند کا لاڈلا
چل بسا اور فقاہت کو نیند آ گئی

درس و تدریس کی سونی محفل ہوئی
نازشِ علم و حکمت کو نیند آ گئی
ذکر جب چھڑ گیا اس لب پاک کا
ہر کلی کی نزاکت کو نیند آ گئی
شوقِ بغداد کروٹ بدلنے لگا
آرزوئے زیارت کو نیند آ گئی
روح سر شار تھی قلب بیدار تھا
چشمِ محوِ زیارت کو نیند آ گئی
سُونا سُونا سا محراب ومنبر ہوا
کس کی شانِ خطابت کو نیند آ گئی
رحمتِ مصطفیٰ نے لیا گود میں
جاں نثارِ رسالت کو نیند آ گئی
کوہِ فاراں کی مجھ سے قسم لیجئے
پیکرِ استقامت کو نیند آ گئی
خلد کی ہر روش چشم براہ ہے
رشکِ گلزارِ جنت کو نیند آ گئی
فاضلِ نوجواں مجھ کو خوشتر بیاں
اب کہے کون ؟ حضرت کو نیند آ گئی (۴۴)

اے مجسم اتباعِ سنّتِ خیرُ الانام

(سید محمد مرغوب اختر الحامدی، حیدرآباد)

اک بزرگ پاک کی ہے منقبت کا اہتمام
نکھرا نکھرا سا ہے اختر اور بھی حسنِ کلام

جھک گیا اوجِ تخیل با ادب با احترام
عاشقِ نامِ نبی کا آ گیا ہونٹوں پہ نام

مرتبہ تیرا بھلا تحریر میں کیا آ سکے
عجز سے ہے سر بہ سجدہ اسپ عقلِ تیزگام

سرحدِ تخییل سے ہے اس طرف منزل تری
ہر حدِ ادراکِ شاعر سے ترا اونچا مقام

اے امیرِ اہل سنت اے شریعت کے امام / السلام اے سیدی سردار احمد السلام

اے فقیہِ اعظم و شیخ الحدیثِ بے مثال / واعظِ شیریں مقال و مفتیٔ عالی مقام

اے مکمل معنیٔ نورانیٔ امّ الکتاب / اے مجسم اتباعِ سنتِ خیر الانام

ہے تری اک اک ادا آئینہ حُبِّ رسول / ہے ترا ہر ہر نفس دیوانۂ شاہِ انام

سر سے پا تک مظہرِ شانِ شہِ احمد رضا / مرشدی حامد رضا کا یعنی آئینہ تمام

آفتابِ نورِ فیضِ مفتیٔ اعظم ہے تو / کیسے پاک و ہند میں روشن نہ ہوتا تیرا نام

آج پھیلی ہیں تیری کرنیں زمینِ ہند تک / ہے بظاہر سرزمینِ پاک پر تیرا قیام

سومناتِ نجد توڑا تو نے لائل پور میں / اللہ اللہ تیری ضربِ الصلوٰۃ والسلام

پنجۂ باطل مروڑا تو نے ہر شیطان کا / بدزباں بے باک گستاخوں کے منہ میں دی لگام

آج لائل پور گویا مظہرِ اسلام ہے / یا بالفاظِ دگر ہے مرکزِ ہر خاص و عام

اے شہیدِ عشق ! اے جاں دادۂ نامِ حبیب / تو نے راہِ حق میں مٹ کر حق کو دی عمرِ دوام

زندہ باد اے سیدی سردار احمد زندہ باد / اے مجسمِ حق ! مجسمِ سنیت پائندہ باد(۴۵)

اہلِ سنت کے سپہ سالار تھے شیخ الحدیث

(لسان الحسان مولانا شاہ ضیاء القادری بدایونی کراچی)

محوِ عشقِ ایزدِ غفار تھے شیخ الحدیث / عالمِ دینِ شہِ ابرار تھے شیخ الحدیث

جاں نثارِ احمدِ مختار تھے شیخ الحدیث / دینِ حق کے سرور و سردار تھے شیخ الحدیث

تھے ابو بکر و عمر عثمان کے مدحت طراز / مدح خوانِ حیدرِ کرّار تھے شیخ الحدیث

آپ کے سردار احمد مجتبیٰ تھے ہر نفس / آپ اہلِ علم کے سردار تھے شیخ الحدیث

آپ کے اخلاق تھے ، خلقِ عظیمِ مصطفیٰ / کیا مبارک آپ کے کردار تھے شیخ الحدیث

تھے مُبلّغ آپ تکریمِ شہِ لولاک کے / واصفِ اصحاب اور انصار تھے شیخ الحدیث

تھے فدائی عالموں ولیوں کے اہلِ بیت کے / خاک بوسِ عترتِ اطہار تھے شیخ الحدیث

غوثِ اعظم کی محبت آپ کے سینہ میں تھی / اولیاء اللہ کے دلدار تھے شیخ الحدیث

تھے امامِ اعظمِ ذیشاں پہ سو جاں سے نثار / آفتابِ مطلعِ انوار تھے شیخ الحدیث

خواجگانِ چشت سے تھی خاص نسبت آپ کو / خواجہ سنجر کے شکر خوار تھے شیخ الحدیث

سہروردی ، نقشبندی ، قادری ، چشتی غرض
سب سلاسل کے علمبردار تھے شیخ الحدیث

صدرِ بزمِ علم و عرفاں دورِ حاضر کے تھے آپ
حاملِ ہر علم و فن سرکار تھے شیخ الحدیث

تم امیرِ کاروانِ اہلِ سنت تھے حضور
تم ہمارے قافلہ سالار تھے شیخ الحدیث

دینِ حق کا بول بالا جابجا تم نے کیا
اہلِ سنت کے سپہ سالار تھے شیخ الحدیث

مظہرِ اسلام کا گلشن شگفتہ تم سے تھا
تم بریلی کے گل و گلزار تھے شیخ الحدیث

اعلیٰ حضرت کی نیابت تم نے پاکستاں میں کی
ہند میں منجملۂ اخیار تھے شیخ الحدیث

علمِ تفسیر و حدیث و فقہ کے ماہر تھے آپ
علم کا ایک قلزمِ ذخّار تھے شیخ الحدیث

آپ لائل پور کے تھے مقتدائے باوقار
یعنی پاکستان کے شاہکار تھے شیخ الحدیث

تھے مناظر اہلِ حق کے ، حق کے منظورِ نظر
گردنِ منظور پر تلوار تھے شیخ الحدیث

بالیقیں آغازِ پاکستان سے تا روزِ وصال
مستقل اک علم کا دربار تھے شیخ الحدیث

مسجدِ ذیشاں بنائی خوب لائل پور میں
مدرسہ کے بانی و معمار تھے شیخ الحدیث

قادری ، رضوی و نوری اور برکاتی تھے آپ
بادۂ بغداد سے سرشار تھے شیخ الحدیث

میری دعوت پر بدایوں آپ آئے چند بار
میرے محسن تھے میرے غم خوار تھے شیخ الحدیث

دل پکڑ کر رہ گیا میں ناتواں زار و ضعیف
جب کراچی میں سنا بیمار تھے شیخ الحدیث

حیف دنیا سے سدھارے جنت الفردوس کو
مصطفیٰ کے شائقِ دیدار تھے شیخ الحدیث

آپ دنیا سے گئے دنیا میں ظلمت چھا گئی
آفتابِ مشرقِ انوار تھے شیخ الحدیث

مچ گیا کہرام ہرجا عالمِ اسلام میں
کتنے عالی مرتبت سرکار تھے شیخ الحدیث

نظم لکھتے لکھتے دل میں فکرِ تاریخ آ گئی
بولا ہاتف عالم مختار تھے شیخ الحدیث
۱۳۸۲ھ

عیسوی سن کا تصور آتے ہی بے ساختہ
سیدی کہہ کر کہا یکبار تھے شیخ الحدیث
۸۴ + ۱۸۷۸ = ۱۹۶۲

اے ضیاء ان پر ہزاروں نعمتوں کا ہو نزول
مستحقِ رحمتِ ستار تھے شیخ الحدیث (۴۶)

اٹھ گیا پیرِ طریقت، اہلِ سنت کا امام

(جناب عزیز حاصل پوری۔ ملتان)

جا رہا ہے سوئے جنت کون رخشندہ مقام
کر رہے ہیں آج کس کو آسماں والے سلام

عازمِ ایوانِ رحمت کون ہے مستِ ازل
کیوں لنڈھائے جا رہے ہیں خلد میں کوثر کے جام

محوِ آرائش ہیں قدسی کس کے استقبال کو
کس کی خاطر محفلِ فردوس میں ہے دھوم دھام

ایستادہ ہے فرشتوں کی جماعت کس لیے
کس خدا والے سے ہونا چاہتی ہے ہم کلام

مرکزِ انوارِ رحمت آج کس کی ذات ہے
پھول بخشش کے بچھائے جا رہے ہیں گام گام

ہے یقیناً یہ کوئی عالی نظر بطلِ جلیل
خیر مقدم کیلئے جس کے ہے اتنا اہتمام

قوم کے سردار لائل پور کے شیخ الحدیث
ہے تیری ذاتِ گرامی لائقِ صد احترام

تھا ترا ذہن رسا ایوانِ انوار العلوم
اور اس کے بام و در تابندۂ علمِ کلام

اے امامِ اہلِ سنت ، فخرِ ملت ، فخرِ قوم
کون تیرے بعد اب ہو گا تیرا قائم مقام

غیرتِ صبحِ درخشاں ہے تری یہ شام بھی
روزِ روشن کی طرح روشن رہے گا تیرا نام

منقطع ہوتے نہ دیکھا گفتگو کا سلسلہ
تھا منظم تیری تقریرِ مسلسل کا نظام

موت کی دستک پہ تو لبیک کہہ کر چل پڑا
موت تھی گویا حیاتِ جاودانی کا پیام

ہوگیا رخصت رضائے حق پہ راضی ہو کے تو
جامعہ رضویہ لائل پور کے بانی کو سلام

موت عالِم کی یقیناً موت اک عالَم کی ہے
یہ مقولہ اہل دانش کا اٹل ہے لا کلام

مصرعِ تاریخِ رحلت کہہ دو منقوط عزیز
اٹھ گیا پیرِ طریقت اہل سنت کا امام (۴۷)

۱۳۸۲ھ

اے میرے سردار تیرا شہرہ عالمگیر ہے

(مولانا ابوالنور محمد بشیر کوٹلوی)

کس کا یہ صدقہ ہے سب کس کی یہ سب تنویر ہے
قلبِ مومن میں جو لائل پور کی توقیر ہے

حضرت سردار احمد کی سیادت مل گئی
اہلِ سنت کی ذرا دیکھو تو کیا تقدیر ہے
بے ادب گستاخ اپنا منہ چھپا کر رہ گئے
کس کی ہیبت ہے یہ کس کے نام کی تاثیر ہے
شہرِ لائل پور میں ظلمت ہی ظلمت تھی کبھی
کس کے دم سے اب وہاں تنویر ہی تنویر ہے
عشقِ احمد کی بدولت تیرے ڈنکے بج گئے
اے میرے سردار ! تیرا شہرہ عالمگیر ہے
ذکرِ احمد کی حلاوت سے دہن میٹھا تیرا
گفتگو شیریں تیری، میٹھی تیری تقریر ہے
دشمنانِ مصطفٰی پر تیری ہیبت چھا گئی
تو اَشِدَّاءُ عَلَی الْکُفَّار کی تفسیر ہے
جو عدوِ مصطفٰی ہے اس پہ تیرا وار ہے
حضرتِ فاروق کی گویا تو اک شمشیر ہے
ماہِ طیبہ اور مدیرِ ماہِ طیبہ کا کمال
سب انہیں کی اک دعائے پاک کی تاثیر ہے (۴۸)

عندلیبِ گلشنِ احمد رضا

(طارق سلطانپوری)

عاشقِ حسن و جمالِ مصطفٰی صدق کا ، اخلاص کا ، پیکر وہ تھا
والہٗ عروج و کمالِ شاہِ دین واصف و مشتاقِ پیغمبر وہ تھا
نخلِ کار باغِ عشقِ مصطفٰی ایک روشن قلب ، دیدہ ور وہ تھا
عندلیبِ گلشنِ احمد رضا کوئی بھی موسم ہو ، نغمہ گر وہ تھا

جس میں ہوتی ہے ثنائے مصطفیٰ
نور کی اس بزم کے اندر وہ تھا

اصلِ دیں ، حبِّ نبی اس کے لئے
صاحبِ دانش ، جنوں پرور وہ تھا

عشقِ احمد اس کا تھا زادِ سفر
گام زن راہِ حقیقت پر وہ تھا

تربیت فرمائے اہلِ معرفت
اہلِ حق کا قایدِ لشکر وہ تھا

تھی ضرورت جن کی علم و دردِ عشق
ایسے محتاجوں کا چارہ گر وہ تھا

مقتدا و مہربانِ اہلِ خیر
اک نڈر سرکوبِ اہلِ شر وہ تھا

سالِ وصلش "افتخارِ اہلِ دین"
کاروانِ شوق کا رہبر وہ تھا

۱۳۸۲ ھ (۴۸)

اہلِ حق کے سید و سردار تھے شیخ الحدیث

(جناب صابر براری رضوی ضیائی)

جاں نثارِ احمدِ مختار تھے شیخ الحدیث
امتِ محبوب کے غمخوار تھے شیخ الحدیث

ساقیٔ تسنیم کے میخوار تھے شیخ الحدیث
بادۂ توحید سے سر شار تھے شیخ الحدیث

اہلِ حق کی تیغ جوہر دار تھے شیخ الحدیث
اور اَشِدَّاءُ عَلَی الْکُفَّار تھے شیخ الحدیث

مظہرِ صدرِ شریعت نائبِ شاہِ رضا
حجۃ الاسلام کے دلدار تھے شیخ الحدیث

تاجدارِ اہلسنت نازشِ اہلِ شرف
پیشوائے مجلسِ ابرار تھے شیخ الحدیث

شانِ اصحاب شہِ کون و مکاں کا آئینہ
آپ کے اطوار اور کردار تھے شیخ الحدیث

اہلِ باطل ہو گئے ٹکرا کے جس میں پاش پاش
مرحبا وہ آہنی دیوار تھے شیخ الحدیث

مولوی سردار احمد بانیٔ دارالعلوم
مظہر اسلام کے معمار تھے شیخ الحدیث

شہر لائل پور ان کے نور سے روشن ہوا
ظلِّ اصحابِ شہ ابرار تھے شیخ الحدیث

آسماں سے نور افشانی ہوئی تابوت پر
کیا مقدس بندۂ غفار تھے شیخ الحدیث

دیکھ کر منظر جنازہ کا یہ ظاہر ہو گیا
اہلِ حق کے سید و سردار تھے شیخ الحدیث

منقبت صابر براری کیوں نہ لکھنے آپ کی
ملتِ حق کے علمبردار تھے شیخ الحدیث (۴۹)

نائبِ احمد رضا تھے حضرت شیخ الحدیث

(مولانا محمد منشا تابش قصوری، لاہور)

عاشقِ شمس الضحیٰ تھے حضرت شیخ الحدیث
واصفِ بدر الدجیٰ تھے حضرت شیخ الحدیث

صدقہ صدیق اکبر کے مبارک نام کا
پیکرِ صدق و صفا تھے حضرت شیخ الحدیث

رنگ لائی حضرتِ فاروقِ اعظم کی نگاہ
قاطعِ اہلِ ہوا تھے حضرت شیخ الحدیث

حضرتِ عثمان ذو النورین کا یہ فیض ہے
زینتِ جود و سخا تھے حضرت شیخ الحدیث

حیدرِ کرار کی شانِ کرامت دیکھیے
ناشرِ علم و حیا تھے حضرت شیخ الحدیث

اسوۂ حسنین پر تھے گامزن شام و سحر
حق شناس و پارسا تھے حضرت شیخ الحدیث

مظہرِ امامِ اعظم آپ کی تھی ذاتِ پاک
اہلِ حق کے پیشوا تھے حضرت شیخ الحدیث

تھے علومِ معرفت کے اس لیے دریا رواں
غوثِ اعظم کے گدا تھے حضرت شیخ الحدیث

سیرتِ صدر الشریعہ صورتِ حامد رضا
صدرِ بزمِ اصفیاء تھے حضرت شیخ الحدیث

ناز سے خطہ بریلی کہہ رہا ہے آج بھی
ناظمِ حزب الرضا تھے حضرت شیخ الحدیث

دشمنانِ اہلِ سنت اور باطل کیلئے
بالیقیں تیرِ قضا تھے حضرت شیخ الحدیث

درسِ قرآن و حدیث و فقہ و تفسیر پر
عاملِ صبح و مسا تھے حضرت شیخ الحدیث

شورشِ باطل کی سب باطل چٹانیں پھٹ گئیں
واہ کیا تیغ وغا تھے حضرت شیخ الحدیث

تھا نزولِ نور کا تابوت پر تانتا بندھا
جب رواں سوئے بقا تھے حضرت شیخ الحدیث

آخری دیدار تھا غیروں نے بھی ایسے کہا
ناصرِ خلقِ خدا تھے حضرت شیخ الحدیث

اس طرح تابش زمانہ اب بھی ہے رطب اللسان
نائبِ احمد رضا تھے حضرت شیخ الحدیث (۵۰)

☆مندرجہ بالا منقبت حضرت محدث اعظم کے مزار اقدس میں سنگ مرمر پر جلی حروف میں کندہ کر کے نصب کی گئی ہے۔

رونقِ بزمِ ولایت حضرتِ شیخ الحدیث

(قمر یزدانی سیالکوٹ)

یادگارِ اعلیٰ حضرت حضرتِ شیخ الحدیث — شمعِ بزمِ قادریت حضرت شیخ الحدیث
داعیِ حق و صداقت حضرت شیخ الحدیث — ساعیٔ تعظیمِ ملت حضرت شیخ الحدیث
واعظِ اخلاقِ مصطفوی خطیب بے مثال — مفتیٔ احکامِ قدرت حضرت شیخ الحدیث
فقر پر جس کے شہنشاہی کو فخر و ناز تھا — رونقِ بزمِ ولایت حضرت شیخ الحدیث
بادۂ عشقِ محمد سے تھا سرشار ان کا دل — مستِ صہبائے محبت حضرت شیخ الحدیث
آپکی سیرت امین اسوۂ خیر البشر — پیکرِ خلق و مروت حضرت شیخ الحدیث
مظہرِ حسنِ تکلم گفتگوئے دل نشیں — خوگرِ اخلاص و الفت حضرتِ شیخ الحدیث
حسنِ صورت، حسنِ سیرت میں نہ رکھتے تھے جواب — صنعتِ صناعِ فطرت حضرت شیخ الحدیث
ملتِ اسلامیہ کے محسنِ عالی مقام — قوم کے ناموس و عظمت حضرتِ شیخ الحدیث
بانیٔ دارالعلوم مظہرِ اسلام تھے — قلزمِ علمِ شریعت حضرتِ شیخ الحدیث
گمرہانِ دینِ فطرت کیلئے تھے بالیقیں — مشعلِ راہ ہدایت حضرتِ شیخ الحدیث
فیصل آباد اب نظر آتا ہے بے رونق قمر — ہوگئے ہیں جب سے رخصت حضرتِ شیخ الحدیث (۵۱)

بدر الفضلاء زین الخطباء

(استاذ العلماء مولانا فیض احمد فیض چشتی صدر المدرسین جامعہ غوثیہ گولڑہ نے حضرت شیخ الحدیث کے وصال پر عربی میں ایک قصیدہ لکھا جس میں تاریخی قطعہ بھی ہے۔قصیدہ کا ترجمہ ادارہ ہفت روزہ ''محبوب حق'' نے کیا)

اَلْاَرْضُ بَکَتْ وَالْفَلَکُ بَکٰی — مِنْ حَادِثَةٍ اھا اھا
قَدْ وَدَّعَنَا شَمْسُ الْعُلَمَاء — بَدْرُ الْفُضَلَاء زَیْنُ الْخُطَبَا
اَلْجَامِعُ بَیْنَ شَرِیْعَتِنَا — وَطَرِیْقَتِنَا وَحَقِیْقَتِنَا
اَلدَّافِعُ عَنْ شَانِ الصُّلَحَاء — سَفَهَ السُّفَهَاء جَهْلَ الْجُهَلَا
سَرْدَار اَحْمَدْ رَأْسُ الْکُرَمَا — مَاوَی الْغُرَبَا کَنْزُ الْفُقَرَا

قَدْ كَانَ بِمَشْرَبِہٖ بَحْرًا	فِیْ مَسْلَکِہٖ جَبَلًا صَلْبًا
فِیْ مَعْقُوْلٍ شَیْخًا فَخِمًا	فِیْ مَنْقُوْلٍ مَطْرًا هَطِلًا
عَنْ شِدَّتِہٖ فِیْ مَذْهَبِہٖ	سَلْ اَهْلَ النَّجْدِ وَمَنْ وَالٰی
تَارِیْخُ وِصَالٍ یَا فَیْضُ	قُلْ اِنَّ رَضَا مِنَّا رَحَلَا

۱۳۸۲ھ

ترجمہ:

(۱) ایک حادثہ عظیمہ کے سبب زمین بھی روئی اور آسمان بھی افسوس، افسوس!

(۲) وہ حادثہ یہ ہے کہ اہل علم کے آفتاب اور اہل فضل کے ماہتاب جو کہ خطباء دھر کیلئے زیب وزینت تھے۔ ہمیں دنیائے عالم میں چھوڑ کر دار بقا کو تشریف لے گئے

(۳) وہ ہماری شریعت، طریقت، اور حقیقت کے جامع تھے

(۴) جاہل لوگ اپنی جہالت اور بے وقوف انسان اپنی سفاہت کے سبب جو آئے دن اولیاء اللہ پر اعتراضات کرتے رہتے ہیں ہمارے ممدوح ان تمام اعتراضات کی مدافعت فرماتے تھے

(۵) ان کا نام مبارک سردار احمد ہے وہ اہل کرم کے سردار تھے۔ غریبوں کے ملجی اور فقیروں کیلئے خیر وصلاح کا خزانہ

(۶) وہ اپنے پاک مشرب میں معلومات کے لحاظ سے دریا تھے۔ اور اپنے مذہب مہذب میں پہاڑ کی طرح مضبوط

(۷) علوم عقلیہ میں عظیم المرتبت استاذ تھے اور علوم نقلیہ میں موسلا دھار بارش

(۸) اے مخاطب اگر تو یہ معلوم کرنا چاہے کہ وہ اپنے مذہب (مذہب اہل سنت) میں کس قدر مضبوط تھے تو نجدیوں سے اور ان سے ملنے والے دیگر فِرَقِ وہابیہ سے دریافت کر

(۹) اے فیض احمد! ان کی تاریخ وصال میں یہ کہہ دے کہ ان رضامنا رحلا (بے شک احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ ہم سے کوچ فرما گئے) (۵۳)

آں امامِ عاشقانِ مصطفیٰ

(مولانا عبدالرؤف فاضل جامعہ رضویہ فیصل آباد)

ہست درِ یکدانہ از بحر رضا شیخ الحدیث	آں امامِ عاشقانِ مصطفیٰ شیخ الحدیث
ظلمتِ جہل و ضلالت دور کردہ از جلوہ	کاشفِ اسرارِ حق شمسِ ہدیٰ شیخ الحدیث
فیض ذاتش تشنگان علم و عرفاں را غسل	عالمے سیراب از جود و عطا شیخ الحدیث

نور پاکش از شرق تا غرب ہم تا قاف قاف
تا بکابل افرقہ رفتہ ضیا شیخ الحدیث

دشمنان و حاسداں گشتند صید خُلق او
مظہرِ سنّنِ ہدٰی شیخ الورٰی شیخ الحدیث

سعیش ہر دم برضوان اللہ العالمین
قبلۂ اربابِ تسلیم ورضاشیخ الحدیث

عالمے گشتم ولیکن ہیچ از علمائے دیں
در نظر نامد مثیل و ہم نوا شیخ الحدیث

مرکزِ علمِ شریعت معدنِ عرفانِ حق
قدوہ اہل رضا و اہتدی شیخ الحدیث

اسم پاکش با مسمی خویش اوفق آمدہ
محمد سردار احمد باصفا شیخ الحدیث (۵۴)

عاشقاں دے دلاں تے تیراراج ہے

(حافظ محمد حسین قادری رضوی)

میرے سردار احمد سخی شہنشاہ عاشقاں دے دلاں تے تیرا راج ہے
سارے سنیاں نوں عظمت ہے بخشی تساں سنیت دی تیری ذات ہی لاج ہے

تیرا در منبع فیض انوار دا توں ایں مظہر بریلی دی سرکار دا
قرب پایاں تساں نبی مختار دا تیرا دیدار عاشق دی معراج ہے

تیرے در تو ہزاراں نے دامن بھرے تیرے صدقے کروڑاں تے بیڑے ترے
سارا جگ جس نوں جھک جھک سلاماں کرے تیرے سر تے اوہ عظمت دا ابس تاج ہے

تیری جس نوں وی آقا ادا مل گئی اوس نوں منزل مدعا مل گئی
تیری نسبت دی جس نوں جلاء مل گئی اوہ پتھر وی ہیرا تے پکھراج ہے

برسدی ایتھے بارش ہے انوار دی ایتھے آمد بریلی دی سرکار دی
اج ہے شادی میرے آقا سردار دی کول جس دے عشق دا داج ہے

تیری عظمت نوں جاواں میں بلہاریاں تیریاں قائم رہن ایہ سرداریاں
دور حافظ دیاں کریں بیماریاں تیرا خادم ایہہ تیرا ای محتاج ہے (۵۷)

حوالہ جات وحواشی

حوالہ جات وحواشی باب 1

(۱) شریف الحق امجدی، مفتی، حضرت محدث اعظم پاکستان کی مختصر سیرت طیبہ۔ مشمولہ نوری کرن، محدث اعظم پاکستان نمبر ص۔ ۳۵

☆ حضرت محدث اعظم پاکستان کے سن ولادت پر تذکرہ نگاروں کا سخت اختلاف ہے راقم نے مفتی محمد شریف الحق امجدی کا بیان کردہ سن ولادت نقل کیا ہے۔ نیز اسے محدث اعظم پاکستان کے ارشاد مبارک کی تائید بھی حاصل ہے، چنانچہ علامہ ابوالانوار محمد اقبال رضوی لکھتے ہیں۔ مورخہ۔ 60-6-6 کو محدث اعظم پاکستان نے فرمایا کہ فی الحال فقیر کی عمر (55) سال ہے۔

(ابوالانوار محمد اقبال رضوی، تلاشِ حق۔ ص ۶۳۴)

اس ارشاد مبارک سے سن ولادت 1323ھ/ 1905 کی تائید ہوتی ہے۔

(۲) محمد جلال الدین قادری، مولانا، محدث اعظم پاکستان، ج ۱۔ ص 33

☆ حضرت محدث اعظم پاکستان کی ماہرانہ تصنیف ''اسلامی قانون وراثت'' پر مولانا ابراہیم خوشتر نے اپنی منظوم تقریظ کا مقطع

سردار محمد پہ قربان میں ہو جاؤں
خوشتر یہ تمنا ہے، پوری ہو یہ حسرت ہے

جب خدمت اقدس میں پیش کیا تو حضرت نے دعاؤں سے نوازتے ہوئے فرمایا کہ میری ماں نے مجھے ''سردار محمد'' ہی کہہ کر پکارا

(دیکھیے محمد ابراہیم خوشتر صدیقی مولانا، تذکرہ جمیل مشمولہ ماہنامہ اعلیٰ حضرت بریلی، ص 52 اکتوبر 1989

(۳) شریف الحق امجدی، مفتی، محدث اعظم پاکستان کی مختصر سیرت طیبہ، مشمولہ نوری کرن، محدث اعظم پاکستان نمبر ص35

(۴) محمد جلال الدین قادری، مولانا، نوادرات محدث اعظم پاکستان، ج،ا،ص 17

(۵) محمد جلال الدین قادری، مولانا، محدث اعظم پاکستان، ج،ا،ص 28

(۶) ایضاً ص 29

(۷) محمد جلال الدین قادری، مولانا، نوادرات محدث اعظم پاکستان، ج،ا،ص، 17

(۸) محمد جلال الدین قادری، مولانا، محدث اعظم پاکستان، ج،ا،ص 30

(۹) ایضاً ص 35

(۱۰) ایضاً ص 35

(۱۱) ایضاً ص 34

(۱۲) ایضاً ج 2 ص 165

(۱۳) محمد حسن علی رضوی، علامہ، امام اہل سنت محدث اعظم پاکستان، مختصر حیات طیبہ ص 5

(۱۴) محمد جلال الدین قادری، مولانا، محدث اعظم پاکستان، ج 2 ص 166

(۱۵) محمد جلال الدین قادری، مولانا، نوادرات محدث اعظم پاکستان، ج ا ص 23

(۱۶) محمد جلال الدین قادری، مولانا، محدث اعظم پاکستان ج 2 ص 166

(۱۷) ایضاً ج ا ص 36

(۱۸) ایضاً نوادرات محدث اعظم پاکستان ج اص ۳۳ (۱۹) ایضاج اص 21
(۲۰) محمد جلال الدین قادری، مولانا، محدث اعظم پاکستان، ج اص 37
(۲۱) ایضاص 38، مولانا قریشی متقی، متوکل، صابروشاکر اور سنت نبوی کے پابند تھے۔ تفصیلی حالات ص ۳۱۳ پر ملاحظہ فرمائیں
(۲۲) ایضاص 38 (۲۳) ایضاص 39، حاجی پیر محمد کے حالات ص ۳۱۲ پر ملاحظہ فرمائیں
(۲۴) ایضاص 39 (۲۵) ایضاً ص ۴۰
(۲۶) ابوداؤد محمد صادق، مولانا، علامہ، محدث اعظم پاکستان کی مختصر سوانح حیات ص 4
(۲۷) محمد جلال الدین قادری۔ مولانا، محدث اعظم پاکستان، ج اص 41
(۲۸) محمد حسن علی رضوی، مولانا، محدث اعظم پاکستان کی مختصر سوانح حیات ص 6
(۲۹) محمد شریف الحق امجدی، مفتی، حضرت محدث اعظم پاکستان کی مختصر سیرت طیبہ مشمولہ نوری کرن ص 35.36
(۳۰) ایضاص 36
(۳۱) مجیب الاسلام نسیم اعظمی، مولانا، ملت کا نیر اعظم مشمولہ نوری کرن ص 32 بتصرف
(۳۲) محمد جلال الدین قادری، مولانا، محدث اعظم پاکستان، ج اص 48
(۳۳) محمد حسن علی رضوی، مولانا، امام اہل سنت محدث اعظم پاکستان مختصر حیات طیبہ۔ ص 7
(۳۴) ابوسعید محمد امین، مفتی، سیدی محدث اعظم پاکستان، ص 16
(۳۵) محمد جلال الدین قادری، مولانا، محدث اعظم پاکستان ج اص 48
(۳۶) ابوسعید محمد امین، مفتی، سیدی محدث اعظم پاکستان ص 16
(۳۷) اختر حسین فیضی، مولانا، حافظ ملت صدر الشریعہ کی بارگاہ میں مشمولہ حضور صدر الشریعہ حیات وخدمات ص 150
(۳۸) ایضاص 149
(۳۹) عبدالمنان اعظمی، مفتی، حیات صدر الشریعہ۔ ص 16
(۴۰) محمد جلال الدین قادری، مولانا، محدث اعظم پاکستان ج اص 45
(۴۱) ایضاج 2 ص 68 (۴۲) ایضاص 46
(۴۳) عبدالعزیز مبارک پوری، مولانا، حافظ ملت، حادثہ جانکاہ، مشمولہ نوری کرن، محدث اعظم پاکستان نمبر ص 28
(۴۴) اقبال احمد اختر القادری، ماہنامہ اشرفیہ صدر الشریعہ نمبر ص 199
(۴۵) محمد جلال الدین قادری، مولانا، محدث اعظم پاکستان، ج اص 49
(۴۶) ایضاً ص 53 (۴۷) ایضاً ص 53
(۴۸) ابوسعید محمد امین، مفتی، سیدی محدث اعظم پاکستان ص 17

حوالہ جات وحواشی باب ۲

(۱) محمد ابراہیم خوشتر صدیقی، مولانا، تذکرہ جمیل، مشمولہ ماہنامہ اعلیٰ حضرت ص 56-55

(۲) ایضاً ص ۵۶

(۳) محمد حسن علی رضوی، مولانا، امام اہل سنت محدث اعظم پاکستان مختصر حیات طیبہ ص ۹، ۱۰

(۴) محمد شریف الحق امجدی، مفتی، حضرت محدث اعظم پاکستان کی مختصر سیرت طیبہ مشمولہ نوری کرن ص 37

(۵) ایضاً ص ۳۷ (۶) ایضاً ص ۳۷۔۳۸ (۷) ایضاً ص ۳۸ بتصرف

(۸) محمد جلال الدین قادری، مولانا، محدث اعظم پاکستان ج ۲ ص ۳۸

(۹) تحسین رضا بریلوی، مولانا، مرد حق آگاہ، مشمولہ نوری کرن محدث اعظم پاکستان نمبر ص ۴۲

(۱۰) آل مصطفیٰ مصباحی، مولانا، سوانح صدر الشریعہ ص ۱۱۳-۱۱۲

(۱۱) محمد جلال الدین قادری، مولانا محدث اعظم پاکستان ج ۲ ص ۴۹

(۱۲) (i) ایضاً ج ۱ ص ۴۹۰ (ii) ابوداؤد محمد صادق، مولانا الحاج، روحانی حقائق ص ۸۷

(۱۳) ایضاً ج ۱ ص ۴۹۰

(۱۴) ابوسعید محمد امین، مفتی، سیدی محدث اعظم پاکستان ص ۵۱-۵۲ بتصرف (۱۵) ایضاً ص ۵۳

(۱۶) تحسین رضا خان بریلوی، مولانا مرد حق آگاہ، مشمولہ نوری کرن محدث اعظم پاکستان نمبر ص ۴۲

(۱۷) ابوسعید محمد امین، مفتی، سیدی محدث اعظم پاکستان ص ۱۷

(۱۸) محمد حسن علی رضوی، مولانا امام اہل سنت محدث اعظم پاکستان مختصر حیات طیبہ ص ۲۴

(۱۹) ابوداؤد محمد صادق، مولانا، محدث اعظم پاکستان کی مختصر سوانح حیات ص ۲۸

(۲۰) محمد جلال الدین قادری، مولانا، محدث اعظم پاکستان ج ۲ ص ۱۴۶ (۲۱) ایضاً ص ۱۴۷

(۲۲) ابوداؤد محمد صادق، مولانا، محدث اعظم پاکستان کی مختصر سوانح حیات ص ۱۲

(۲۳) محمد جلال الدین قادری، مولانا، محدث اعظم پاکستان ج ۱ ص ۳۹۳

(۲۴) مجیب الاسلام نسیم اعظمی، مولانا، للہ ما اعطی و اخذ مشمولہ نوری کرن، محدث اعظم پاکستان نمبر ص ۱۳

(۲۵) محمد جلال الدین قادری، مولانا، محدث اعظم پاکستان ج ۲ ص ۲۴۸

(۲۶) ایضاً ص ۲۵۵ (۲۷) ایضاً ج ۱ ص ۳۹۳

(۲۸) ابوداؤد محمد صادق، مولانا، محدث اعظم پاکستان کی مختصر سوانح حیات ص ۱۳-۱۴

(۲۹) ابوسعید محمد امین، مفتی، سیدی محدث اعظم پاکستان ص ۲۸

(۳۰) ابوداؤد محمد صادق، مولانا، محدث اعظم پاکستان کی مختصر سوانح حیات، ص ۱۲
(۳۱) محمد جلال الدین قادری، مولانا، محدث اعظم پاکستان ج ۱ ص ۳۹۵ (۳۲) ایضاً ج ۲ ص ۲۵۶
(۳۳) ابوداؤد محمد صادق، مولانا، محدث اعظم پاکستان کی مختصر سوانح حیات، ص ۱۰
(۳۴) محمد حسن علی رضوی، مولانا، محدث اعظم پاکستان کی جامعیت ومقبولیت، مشمولہ ماہنامہ رضائے مصطفیٰ ج ۴۱ شمارہ ۱۱ ص ۹
(۳۵) ابوسعید محمد امین، مفتی، سیدی محدث اعظم پاکستان ص ۲۰
(۳۶) محبوب رضا خاں، مولانا، امیر کارواں، مشمولہ نوری کرن محدث اعظم پاکستان نمبر ص ۲۸
(۳۷) مجیب الاسلام نسیم اعظمی، مولانا، ملت کا نیر اعظم، مشمولہ نوری کرن محدث اعظم پاکستان نمبر ص ۳۲_۳۰
(۳۸) محمد جلال الدین قادری، مولانا، محدث اعظم پاکستان، ج ۱ ص ۴۰۹
(۳۹) محمد حسن علی رضوی، مولانا، محدث اعظم پاکستان کی جامعیت ومقبولیت، مشمولہ ماہنامہ رضائے مصطفیٰ ج ۴۱ شمارہ ۱۱ ص ۹
(۴۰) محمد جلال الدین قادری، مولانا محدث اعظم پاکستان ج ۱، ص ۹۸_۳۹۷
(۴۱) ایضاً ص ۴۲۹ (۴۲) ایضاً ص ۴۲_۴۴۱
(۴۳) ابوسعید محمد امین، مفتی، سیدی محدث اعظم پاکستان ص ۸۲
(۴۴) محمد شریف الحق امجدی، مفتی، کنز الایمان، شارح بخاری نمبر ص ۱۰
(۴۵) ابوداؤد محمد صادق، مولانا، محدث اعظم پاکستان کی مختصر سوانح حیات، ص ۱۱ (۴۶) ایضاً ص ۱۰
(۴۷) تحسین رضا خان، مولانا مردِ حق آ گاہ مشمولہ نوری کرن محدث اعظم پاکستان نمبر، ص ۴۲
(۴۸) ابوداؤد محمد صادق، مولانا، محدث اعظم پاکستان کی مختصر سوانح حیات، ص ۱۰
(۴۹) محمد جلال الدین قادری، مولانا، محدث اعظم پاکستان، ج ۱_ص ۴۰۵
(۵۰) ایضاً ص ۴۱۴ باختصار (۵۱) ایضاً ج ۲، ص ۴۶_۱۴۵
(۵۲، ۵۳، ۵۴، ۵۵، ۵۶) ایضاً ج ۱ ص ۳۱۹ (۵۷) ایضاً، ص ۳۲۰
(۵۸) شریف الحق امجدی، مفتی، حضرت محدث اعظم پاکستان کی مختصر سیرت طیبہ مشمولہ نوری کرن محدث اعظم پاکستان نمبر ص ۳۸
(۵۹) محمد اقبال رضوی، مولانا، تلاش حق، ص ۶۲۹
(۶۰) شریف الحق امجدی، مفتی، حضرت محدث اعظم پاکستان کی مختصر سوانح حیات مشمولہ نوری کرن محدث اعظم پاکستان نمبر، ص ۳۸
(۶۱) ابوداؤد محمد صادق، مولانا، محدث اعظم پاکستان کی مختصر سوانح حیات، ص ۱۰
(۶۲) محمد جلال الدین قادری، مولانا، محدث اعظم پاکستان، ج ۱، ص ۱۲_۳۱۱ (۶۳) ایضاً، ص ۳۱۳
(۶۴) عبدالعزیز مبارک پوری، حافظ، مولانا، حادثہ جانکاہ مشمولہ نوری کرن محدث اعظم پاکستان نمبر، ص ۲۷
(۶۵) محمد جلال الدین قادری، مولانا، محدث اعظم پاکستان ج ۱، ص ۳۱۶

(۶۶) ایضاً کرامات محدث اعظم، ص ۳۶ (۶۷) ایضاً، محدث اعظم پاکستان، ج ۱، ص ۴۶۴

(۶۸) ایضاً ص ۴۱۲ (۶۹) ایضاً ص ۴۱۴ (۷۰) ایضاً ص ۴۱۳

(۷۱) محمد حسن علی رضوی، مولانا، محدث اعظم پاکستان اکابرین و معاصرین کی نظر میں، ص ۲۱

حوالہ جات باب ۳

(۱) ابوداؤد محمد صادق، مولانا، محدث اعظم پاکستان کی مختصر سوانح حیات۔ ص ۸

(۲) محمد نعیم، پروفیسر، محدث اعظم پاکستان، چند یادیں اور تأثرات، مشمولہ ماہنامہ رضائے مصطفیٰ، ج ۴۲، شمارہ ۱۰، ص ۱۴

(۳) محمد جلال الدین قادری، مولانا، محدث اعظم پاکستان، ج ۱ ص ۵۵۵

(۴) ایضاً ج ۲ ص ۲۹۶

(۵) محمد نذیر اختر نقشبندی، دو گھنٹے محدث پاکستان کے ساتھ، مشمولہ نوری کرن محدث اعظم پاکستان نمبر، ص ۵۳

(۶) ابوسعید محمد امین، مفتی، سیدی محدث اعظم پاکستان ص ۵۸

(۷) محمد حسن علی رضوی، مولانا محدث اعظم پاکستان کی جامعیت و مقبولیت، مشمولہ رضائے مصطفیٰ ج ۴۱، شمارہ ۱۱، ص ۹

(۸) محمد جلال الدین قادری، مولانا محدث اعظم پاکستان ج ۱، ص ۴۴۸

(۹) محمد حسن علی رضوی، مولانا، محدث اعظم پاکستان کی جامعیت و مقبولیت، مشمولہ ماہنامہ رضائے مصطفیٰ ج ۴۱ شمارہ ۱۱ ص ۹

(۱۰) محمد اکرم رضا، پروفیسر، ایک ایمان افروز خطاب، مشمولہ ماہنامہ رضائے مصطفیٰ، ج ۳۲ شمارہ ۲ ص ۱۰

(۱۱) ایضاً ص ۱۱ (۱۲) ایضاً ص ۱۱ باختصار

(۱۳) محمد جلال الدین قادری، مولانا، محدث اعظم پاکستان، ج ۲ ص ۳۰۱ بتصرف

(۱۴) ابوداؤد محمد صادق، مولانا، محدث اعظم پاکستان کی مختصر سوانح حیات، ص ۲۸

(۱۵) ایضاً ص ۲۳ باختصار (۱۶) ایضاً ص ۲۶

(۱۷) محمد جلال الدین قادری، مولانا، محدث اعظم پاکستان، ج ۲ ص ۲۹۸ (۱۸) ایضاً ص ۲۶۷

(۱۹) ابوداؤد محمد صادق، مولانا محدث اعظم پاکستان کی مختصر سوانح حیات، ص ۲۷

(۲۰) ابوسعید محمد امین، مفتی، سیدی محدث اعظم پاکستان، ص ۳۱

(۲۱) محبوب رضا خان، قاری، مولانا، امیر کارواں، مشمولہ نوری کرن محدث اعظم پاکستان نمبر ص ۲۶

(۲۲) محمد نعیم، پروفیسر، محدث اعظم پاکستان چند یادیں اور تأثرات مشمولہ ماہنامہ رضائے مصطفیٰ ج ۴۲ شمارہ ۱ ص ۱۴

(۲۳) ابوسعید محمد امین، مفتی، سیدی محدث اعظم پاکستان، ص ۳۱

(۲۴) محمد جلال الدین قادری، مولانا، محدث اعظم پاکستان، ج ۱، ص ۵۴۱

(۲۵) ایضاً ص ۵۲۱ (۲۶) ایضاً ص ۵۲۲

(۲۷) ایضاً ص ۵۵۴ (۲۸) ایضاً ج ا ص۴۳۵ ، ج ۲ ص ۳۰۷ بتصرف

(۲۹) ایضاً ج ا ص۴۲۵ (۳۰) ایضاً ص ۴۲۶

(۳۱) ایضاً ص۴۲۸ (۳۲) ایضاً ص ۴۲۶

(۳۳) ایضاً ص ۴۲۴ (۳۴) ایضاً ص ۴۲۳

(۳۵) ایضاً ص ۴۲۰ ملخصاً (۳۶) ایضاً ص ۴۲۲

(۳۷) ایضاً ج ۲ ص۲۹۵ (۳۸) ایضاً ج ا ص ۴۲۷

(۳۹) محمد حسن علی رضوی، مولانا، ان کی باتیں یاد رہیں گی، مشمولہ ماہنامہ رضائے مصطفیٰ ج ۴۰ شمارہ ۱ ص ۱۴

(۴۰) محمد جلال الدین قادری، مولانا، نوادرات محدث اعظم پاکستان، ج ا ص ۶۱

(۴۱) ایضاً ص ۶۴

(۴۲) ابوالنور محمد بشیر، مولانا، سنی علماء کی حکایات، ص ۱۸۰

(۴۳) ایضاً ص ۱۸۳ (۴۴) ایضاً ص ۱۸۳

(۴۵) محمد حفیظ نیازی، الحاج، پیکر استقلال و استقامت، مشمولہ ماہنامہ رضائے مصطفیٰ ج ۴۱ شمارہ ۱۰ ص ۱۱

(۴۶) محمد جلال الدین قادری، مولانا، محدث اعظم پاکستان ج ۲ ص ۱۲

(۴۷) محمد مصطفیٰ رضا خان، مفتیٔ اعظم، فتاویٔ مصطفویہ، ص ۳۸۵

(۴۸) محمد جلال الدین قادری، مولانا، محدث اعظم پاکستان، ج ۲، ص ۱۴

(۴۹) ایضاً، تاریخ آل انڈیا سنی کانفرنس، ص ۲۱۷

(۵۰) غلام معین الدین نعیمی، مولانا، حیات صدر الافاضل، ص ۱۸۹

(۵۱) محمد جلال الدین قادری، مولانا، محدث اعظم پاکستان، ج ۲، ص ۲۶

(۵۲) ایضاً ص ۲۷ ملخصاً

(۵۳) ایضاً ص ۳۱ باختصار (۵۴) ایضاً ص ۳۲ باختصار

(۵۵) ایضاً ص ۳۴ (۵۶) ایضاً ص ۳۴

(۵۷) ایضاً ص ۳۶ (۵۸) ایضاً ص ۵۲

(۵۹) محمد عبدالحکیم شرف قادری، مولانا، تقدیم مشمولہ فتاویٔ محدث اعظم پاکستان، ص ۳۶

(۶۰) ابوداؤد محمد صادق، مولانا، محدث اعظم پاکستان کی مختصر سوانح حیات ص ۱۷ بتصرف

(۶۱) محمد جلال الدین قادری، مولانا، محدث اعظم پاکستان، ج ۲، ص ۵۸

(۶۲) ایضاً ص ۵۹ (۶۳) ایضاً ص ۸ ملخصاً

(۶۴) ایضاً ص ۱۱ (۶۵) ایضاً ص ۱۶ بتصرف

(٦٦) ایضاً ص ۱۸ (٦٧) ایضاً ص ۱۵

(٦٨) محمد حسن علی رضوی، مولانا، امام اہل سنت محدث اعظم پاکستان، مختصر حیات طیبہ، ص ۷

(٦٩) محمد جلال الدین قادری، مولانا، محدث اعظم پاکستان، ج ۱ ص ۳۵۲

(۷۰) محمد عبد الحکیم شرف قادری، مولانا، نور نور چہرے، ص ۲۰۲

(۷۱) محمد جلال الدین قادری، مولانا، محدث اعظم پاکستان، ج ۱، ص ۳۵۳

(۷۲) ایضاً ص ۳۵۳

(۷۳) محمد حسن علی رضوی، امام اہل سنت محدث اعظم پاکستان، مختصر حیات طیبہ، ص ۱۴

(۷۴) محمد حامد فقیہ شافعی، مولانا، نصرت خداداد یعنی مناظرہ بریلی کی مفصل روئیداد، ص ۱۳۹

(۷۵) ایضاً ص ۱۴۱

(۷٦) ایضاً ص ۱۴۵

(۷۷) ایضاً ص ۱۴۵

(۷۸) ایضاً ص ۱۴۴

(۷۹) محمد حسن علی رضوی، مولانا، امام اہل سنت محدث اعظم پاکستان، مختصر حیات طیبہ، ص ۱۰

(۸۰) امید رضوی نقوشِ ماضی، مشمولہ نوری کرن محدث اعظم پاکستان نمبر، ص ۴۷ باختصار

(۸۱) محمد حسن علی رضوی، مولانا، امام اہل سنت محدث اعظم پاکستان، مختصر حیات طیبہ، ص ۱۳

☆ مولانا محمد جلال الدین قادری نے مناظرہ تان پارہ کا ہجری ماہ و سن ۲۹ ربیع الاول ۱۳٦۵ھ لکھا ہے جو کہ خلاف واقع ہے درست ماہ و سن ۲۹ ربیع الآخر ۱۳۵٦ھ ہے۔

(۸۲) محمد جلال الدین قادری، مولانا، محدث اعظم پاکستان ج ۱ ص ۳٦۱

(۸۳) ابو سعید محمد امین، مفتی، سیدی محدث اعظم پاکستان، ص ۵۴ باختصار

☆ دار العلوم محمدیہ نوریہ رضویہ بھکی شریف کی جانب سے شائع شدہ مناظرے کی رپورٹ کے مطابق مشہور دیو بندی منطقی مولوی ولی اللہ (انہی ضلع گجرات) بھی مناظرے میں شریک تھے

(۸۴) ترجمہ حدیث شریف: جو مجھ پر جھوٹ بولے وہ جہنم میں اپنا ٹھکانہ بنالے (رواہ بخاری عن انس بن مالک)

(۸۵) محمد حسن علی رضوی، مولانا، امام اہل سنت محدث اعظم پاکستان، مختصر حیات طیبہ، ص ۱۱

(۸٦) محمد جلال الدین قادری، مولانا، محدث اعظم پاکستان ج ۱، ص ۳۵۸

(۸۷) محمد حسن علی رضوی، مولانا، امام اہلسنت محدث اعظم پاکستان، مختصر حیات طیبہ، ص ۱۳

(۸۸) حبیب الرحمان، علامہ، آفتاب علم و معرفت مشمولہ نوری کرن محدث اعظم پاکستان نمبر، ص ۱۹

(۸۹) محمد جلال الدین قادری، مولانا، محدث اعظم پاکستان، ج ۱، ص ۳۷٦

(۹۰) محمد حسن علی رضوی، مولانا، محدثِ اعظم پاکستان کی جلالتِ علمی مشمولہ ماہنامہ رضائے مصطفیٰ، ج۲۵، شمارہ۵، ص۱۴

(۹۱) ایضاً، ص۱۴

(۹۲) محمد عبدالحکیم شرف قادری، مولانا، نور نور چہرے، ص۲۰۲

(۹۳) محمد جلال الدین قادری، مولانا، محدثِ اعظم پاکستان، ج۱، ص۳۷۵

(۹۴) ایضاً ص۳۶۳ (۹۵) ایضاً ص۳۶۲ (۹۶) ایضاً ص۶۳

(۹۷) محمد سردار احمد، مولانا، محدثِ اعظم پاکستان، فتاویٰ محدثِ اعظم پاکستان، ص۷۴۔۷۰

(۹۸) محمد جلال الدین قادری، مولانا، محدثِ اعظم پاکستان، ج۱، ص۷۰۔۳۶۹

(۹۹) ایضاً ص ۳۷۶ (۱۰۰) ایضاً ص۷۲۔۵۷۱

(۱۰۱) ابوداؤد محمد صادق، مولانا، محدثِ اعظم پاکستان کی مختصر سوانح حیات، ص۸

(۱۰۲) ابوسعید محمد امین، مفتی، سیدی محدثِ اعظم پاکستان، ص۲۹

(۱۰۳) محمد شفیع رضوی، حافظ، پچاس سالہ جشن مرکزی سنی رضوی جامع مسجد، مشمولہ ماہنامہ رضائے مصطفیٰ جلد۴۵، شمارہ۴، ص۲۵

(۱۰۴) محمد اسحق قریشی، حضرت شیخ الحدیث کی شخصیت کے چند پہلو مشمولہ نوری کرن محدثِ اعظم پاکستان نمبر ص۵۰۔

☆ مولانا جلال الدین قادری نے چندہ کی اپیل کرنے والے صاحب کا نام حوالدار محمد حسین لکھا ہے۔

(۱۰۵) محمد جلال الدین قادری، مولانا، محدثِ اعظم پاکستان، ج۲، ص۴۰۴ (۱۰۶) ایضاً، ج۱، ص۵۷۳

(۱۰۷) ایضاً، ص۵۷۷ (۱۰۸) ایضاً، ص۵۷۶ (۱۰۹) ایضاً، ص ۵۷۵۔۵۷۴

(۱۱۰) محمد شفیع رضوی، حافظ، پچاس سالہ جشن مرکزی سنی رضوی جامع مسجد مشمولہ ماہنامہ رضائے مصطفیٰ جلد۴۵، شمارہ۴، ص۲۶

(۱۱۱) محمد جلال الدین قادری، مولانا، محدثِ اعظم پاکستان، جلد۱، ص۷۹۔۵۷۸ (۱۱۲) ایضاً ص۸۰۔۵۷۹

(۱۱۳) محمد حسن علی رضوی، مولانا، محدثِ اعظم پاکستان کا علمی وروحانی فیضان، مشمولہ ماہنامہ اشرفیہ اپریل ۱۹۸۴ء ص۸

(۱۱۴) ایضاً ص ۸

(۱۱۵) محمد جلال الدین قادری، مولانا، محدثِ اعظم پاکستان، ج۱، ص۵۸۰

(۱۱۶) محمد شریف الحق امجدی، مفتی، حضرت محدثِ اعظم کی مختصر سیرت طیبہ مشمولہ نوری کرن محدثِ اعظم پاکستان نمبر۔ص ۳۷

(۱۱۷) محمد جلال الدین قادری، مولانا، محدثِ اعظم پاکستان، ج۱، ص۸۶۔۴۸۳ باختصار

(۱۱۸) محمد حسن علی رضوی، مولانا، محدثِ اعظم پاکستان، مختصر حیاتِ طیبہ، ص۲۲

(۱۱۹) محمد جلال الدین قادری، مولانا، محدثِ اعظم پاکستان، ج۱، ص۴۹۴ (۱۲۰) ایضاً ص۴۹۴

(۱۲۱) ایضاً ص ۴۹۸ (۱۲۲) ایضاً ص ۴۹۹ (۱۲۳) ایضاً ص۴۹۶

(۱۲۴) ایضاً ص۵۰۱ (۱۲۵) ایضاً ج۲، ص۵۸۔۲۵۷ (۱۲۶) ایضاً ج۱، ص۴۹۵

(۱۲۷) مکتوب حضرت شیخ الحدیث بنام شرف دین صاحب، مشمولہ مجلہ انوار رضا، ص ۹۶، مارچ ۲۰۰۳ء

(۱۲۸) محمد حسن علی رضوی، مولانا، مدارسِ اہل سنت کا قیام اور محدثِ اعظم پاکستان، مشمولہ ماہنامہ رضائے مصطفیٰ جلد ۴۰، شمارہ ۱۱، ص ۱۴۔۱۳

(۱۲۹) تنظیم المدارس کا قیام مشمولہ ماہنامہ سنی ٹائمز، جامعہ نظامیہ نمبر، ص ۳۴، نومبر ۲۰۰۲ء

حوالہ جات باب ۴

(۱) محمد سردار احمد، مولانا، محدث اعظم پاکستان، تبصرۂ مذھبی بر تذکرۂ مشرقی، ص ۳۴

(۲) محمد سردار احمد، مولانا، محدثِ اعظم پاکستان، مودودی عقیدے، ص ۳۴ (۳) ایضاً، ص ۱۳

(۴) اشرف علی تھانوی، حفظ الایمان، ص ۸، کتب خانہ اشرفیہ، دہلی، انڈیا

(۵) محمد حسن علی رضوی، مولانا، تقدم رضوی بنام مقدمہ نجدی، مشمولہ مناظرۂ بریلی کی مفصل روئیداد، ص ۳۵

(۶) محمد جلال الدین قادری، مولانا، محدث اعظم پاکستان، ج ۱، ص ۳۲۵

(۷) محمد عبدالحکیم شرف قادری، مولانا، حضرت شیخ الحدیث مفتی کی حیثیت سے مشمولہ فتاویٰ محدثِ اعظم، ص ۴۰،

(۸) ایضاً۔ ص ۴۱، ۴۰

(۹) بشیر احمد شیخ، تاثرات، مشمولہ، محدثِ اعظم پاکستان، ج ۱، ص ۳۹، ۲۳۸

(۱۰) محمد عبدالحکیم شرف قادری، مولانا، حضرت شیخ الحدیث، مفتی کی حیثیت سے، مشمولہ فتاویٰ محدثِ اعظم، ص ۴۱

(۱۱) ایضاً، ص ۴۲ (۱۲) ایضاً ص ۴۲

(۱۳) محمد جلال الدین قادری، مولانا، نوادراتِ محدثِ اعظم پاکستان، ج ۲، ص ۱۷۶

(۱۴) ابوسعید محمد امین، مفتی، سیدی محدثِ اعظم پاکستان، ص ۱۸

(۱۵) محمد سردار احمد، مولانا، محدث اعظم پاکستان، اسلامی قانونِ وراثت، ص ۶۔ ۵

(۱۶) محمد جلال الدین قادری، مولانا، محدثِ اعظم پاکستان، ج ۱، ص ۳۲۸

(۱۷) محمد جلال الدین قادری، مولانا، نوادراتِ محدثِ اعظم پاکستان، ج ۱، ص ۸۳

(۱۸) ایضاً محدثِ اعظم پاکستان، ج ۱، ص ۳۳۔۳۲۸ بتصرف

(۱۹) ایضاً نوادراتِ محدث اعظم پاکستان، ج ۱، ص ۳۶

(۲۰) محمد عبدالحکیم شرف قادری، مولانا، تذکرہ اکابرِ اہل سنت پاکستان، ص ۷۸

(۲۱) محمد جلال الدین قادری، مولانا، محدثِ اعظم پاکستان، ج ۲، ص ۸۰۔۱۷۹

(۲۲) ایضاً، ج ۱، ص ۵۸۴ (۲۳) ایضاً، ص ۵۸۳ (۲۴) ایضاً ص ۸۸۔۵۸۷

(۲۵) ابوداؤد محمد صادق، مولانا، محدثِ اعظم پاکستان کی مختصر سوانح حیات، ص ۳۲

حوالہ جات باب ۵

(۱) عبدالعزیز مبارک پوری، مولانا، حادثۂ جانکاہ، مشمولہ نوری کرن محدث اعظم پاکستان نمبر، ص ۲۷

(۲) محمد جلال الدین قادری، مولانا، محدثِ اعظم پاکستان، ج ۲، ص ۴۷ (۳) ایضاً، ص ۴۷۔۴۶

(۴) ابوسعید محمد امین، مفتی، سیدی محدثِ اعظم پاکستان، ص ۲۱

(۵) ابوسعید محمد امین، مفتی، توکل علی اللہ، ص ۲۹۔۲۸

(۶) ابوداؤد محمد صادق، مولانا، محدثِ اعظم پاکستان کی مختصر سوانح حیات، ص ۲۵ (۷) ایضاً ص ۲۵

(۸) ترجمہ: ان کی پیدائش سے ساری خوبیاں ظاہر ہوئیں، پاک ان کی ابتداء اور پاک ان کا مختتم
(محمد فیاض الدین نظامی، ترجمہ قصیدۂ بردہ شریف، ص ۳۵)

(۹) محمد جلال الدین قادری، مولانا، محدثِ اعظم پاکستان، ج ا، ص ۳۱۲ (۱۰) ایضاً ج ۲، ص ۱۵۱

(۱۱) ایضاً ص ۵۶۔۱۵۵ (۱۲) ایضاً ص ۲۷۷

(۱۳) ابوسعید محمد امین، مفتی، سیدی محدثِ اعظم پاکستان، ص ۲۱

(۱۴) محمد اسحٰق قریشی، پروفیسر، محدثِ اعظم پاکستان کی شخصیت کے چند پہلو، مشمولہ روز نامہ سعادت، ص ۸

(۱۵) محمد جلال الدین قادری، مولانا، محدثِ اعظم پاکستان، ج ۲، ص ۱۵۷

(۱۶) محمد اسحاق قریشی، پروفیسر، محدثِ اعظم پاکستان کی شخصیت کے چند پہلو، مشمولہ روز نامہ سعادت ص ۸

(۱۷) محمد جلال الدین قادری، مولانا، محدثِ اعظم پاکستان، ج ۲، ص ۱۵۶ (۱۸) ایضاً ص ۱۵۰

(۱۹) ایضاً ص ۱۵۰ (۲۰) ایضاً ص ۶۱۔۱۶۰

(۲۱) ابوداؤد محمد صادق، مولانا، محدثِ اعظم پاکستان کی مختصر سوانح حیات، ص ۳۰

(۲۲) محمد ابراہیم خوشتر صدّیقی، تذکرۂ جمیل مشمولہ ماہنامہ اعلیٰ حضرت، ص ۵۸

(۲۳) محمد جلال الدین قادری، مولانا، نوادرات محدثِ اعظم پاکستان، ج ا، ص ۲۱

(۲۴) محمد جلال الدین قادری، مولانا، محدثِ اعظم پاکستان، ج ا، ص ۴۲۸

(۲۵) ابوسعید محمد امین، مفتی، سیدی محدثِ اعظم پاکستان، ص ۱۳ بتصرف

(۲۶) محمد جلال الدین قادری، مولانا، نوادراتِ محدثِ اعظم پاکستان، ج ا، ص ۲۶

(۲۷) محمد حسن علی رضوی، مولانا، محدثِ اعظم پاکستان کے بعض یادگار واقعات، مشمولہ ماہنامہ رضائے مصطفیٰ، ج ۳۷، شمارہ ا، ص ۱۰

(۲۸) ابوسعید محمد امین، مفتی، سیدی محدثِ اعظم پاکستان، ص ۵

(۲۹) محمد جلال الدین قادری، مولانا، محدثِ اعظم پاکستان، ج۱، ص ۴۲۸

(۳۰) ابوسعید محمد امین، مفتی، سیدی محدثِ اعظم پاکستان، ص۲۲ (۳۱) ایضاً ص ۲۳

(۳۲) محمد جلال الدین قادری، مولانا، محدثِ اعظم پاکستان، ج۲، ص ۱۵۳ (۳۳) ایضاً ص ۱۵۵

(۳۴) ایضاً ص ۲۴۴ (۳۵) ایضاً ص ۲۴۵ (۳۶) ایضاً ص ۱۵۴

(۳۷) ابوسعید محمد امین، مفتی، سیدی محدثِ اعظم پاکستان، ص ۲۷۔۲۶ (۳۸) ایضاً ص ۱۹۔۱۸

(۳۹) محمد جلال الدین قادری، مولانا، نوادراتِ محدثِ اعظم پاکستان، ج۱، ص ۴۵ (۴۰) ایضاً ص ۴۶

(۴۱) ابوسعید محمد امین، مفتی، سیدی محدثِ اعظم پاکستان، ص ۲۶

(۴۲) محمد جلال الدین قادری، مولانا، محدثِ اعظم پاکستان، ج۲، ص ۱۷۱ (۴۳) ایضاً ص ۱۷۰

(۴۴) ایضاً ص ۱۷۰ (۴۵) ایضاً ص ۱۷۲ (۴۶) ایضاً ص ۱۱۳

(۴۷) محمد حسن علی رضوی، محدثِ اعظم کی استقامت، مشمولہ ماہنامہ رضائے مصطفیٰ، جلد ۲۳، شمارہ ۱۰، ص ۲۰

(۴۸) ایضاً ص ۲۱

(۴۹) ابوداؤد محمد صادق، مولانا، محدثِ اعظم پاکستان کی مختصر سوانح، ص ۱۴

(۵۰) محمد عبدالحکیم شرف قادری، مولانا، عظمتوں کے پاسباں، ص ۸۸

(۵۱) محمد جلال الدین قادری، مولانا، محدثِ اعظم پاکستان، ج۲، ص ۱۸۸ (۵۲) ایضاً ص ۱۹۰

(۵۳) ابوداؤد محمد صادق، مولانا، محدثِ اعظم پاکستان کی مختصر سوانح حیات، ص ۱۵

(۵۴) محمد جلال الدین قادری، مولانا، نوادراتِ محدثِ اعظم پاکستان، ص ۲۷

(۵۵) محدثِ اعظم پاکستان کے تین فتوے مشمولہ ماہنامہ رضائے مصطفیٰ، ج ۳۴، شمارہ ۲، ص ۱۰، باختصار

(۵۶) محمد جلال الدین قادری، مولانا، محدثِ اعظم پاکستان، ج۲، ص ۱۹۱ (۵۷) ایضاً ص ۱۹۳

(۵۸) محمد جلال الدین قادری، مولانا، محدثِ اعظم پاکستان، ج۲، ص ۱۷۶ (۵۹) ایضاً، ج۲، ص ۱۷۷

(۶۰) ایضاً، ص ۱۷۹ (۶۱) ایضاً ص ۱۸۰

(۶۲) (i) ایضاً ص ۱۷۸

(ii) محمد حسن علی رضوی، مولانا، محدثِ اعظم پاکستان کی حیاتِ طیبہ کا ایک ورق، مشمولہ ماہنامہ رضائے مصطفیٰ، جلد ۱۶، شمارہ ۸، ص ۶

(iii) محمد عبدالحکیم شرف قادری، مولانا، عظمتوں کے پاسباں، ص ۹۱

(۶۳) ابوداؤد محمد صادق، مولانا، محدثِ اعظم پاکستان کی مختصر سوانح حیات، ص ۱۹

(۶۴) محمد حسن علی رضوی، مولانا، امام اہل سنت، محدثِ اعظم پاکستان مختصر حیاتِ طیبہ ص ۲۷ بتصرف

(۶۵) محمد جلال الدین قادری، مولانا، محدثِ اعظم پاکستان، ج۳، ص ۱۸۲،۸۳

(۶۶) ابوداؤد محمد صادق، مولانا، محدثِ اعظم پاکستان کی مختصر سوانح حیات، ص ۶۱ (۶۷) ایضاً ص ۲۱

(۶۸) ایضاً ص ۲۲ (۶۹) ایضاً ص ۲۰ (۷۰) ایضاً ص ۱۴

(۷۱) محمد جلال الدین قادری، مولانا، محدثِ اعظم پاکستان، ج ۲، ص ۲۴۴

(۷۲) محمد عبدالحکیم شرف قادری، مولانا، نور نور چہرے، ص ۲۳۸

(۷۳) محمد جلال الدین قادری، مولانا، محدثِ اعظم پاکستان، ج ۱، ص ۲۲۱ (۷۴) ایضاً ص ۲۲۲

(۷۵) ایضاً ص ۲۴۲ (۷۶) ایضاً ص ۲۶۱

(۷۷) ایضاً نوادراتِ محدثِ اعظم پاکستان، ص ۵۴ـ۵۳ (۷۸) ایضاً محدثِ اعظم پاکستان، ج ۲، ص ۲۶۰

(۷۹) ایضاً ص ۲۶۰ (۸۰) ایضاً ص ۲۶۱ (۸۱) ایضاً ص ۲۴۳ بتصرف

(۸۲) ایضاً ص ۳۸ـ۴۳۷ (۸۳) ایضاً ص ۲۹۳

(۸۴) ابوداؤد محمد صادق، مولانا، محدثِ اعظم پاکستان کی مختصر سوانح حیات، ص ۱۱

(۸۵) ابوسعید محمد امین، مفتی، سیدی محدثِ اعظم پاکستان، ص ۹ـ۸ (۸۶) ایضاً ص ۱۰

(۸۷) محمد جلال الدین قادری، مولانا، محدثِ اعظم پاکستان، ج ۲، ص ۲۴۶ (۸۸) ایضاً ص ۲۵۴

(۸۹) ایضاً ص ۲۵۵ (۹۰) ایضاً ص ۲۶۳

(۹۱) محمد حسن علی رضوی، مولانا، مدارسِ اہل سنت کا قیام اور محدثِ اعظم پاکستان، مشمولہ ماہنامہ رضائے مصطفیٰ، ج ۴۰، شمارہ ۱۱، ص ۱۴

(۹۲) ابوالنور محمد بشیر، مولانا، سنی علماء کی حکایات، ص ۸۵، ۱۸۴

(۹۳) محمد جلال الدین قادری، مولانا، محدث اعظم پاکستان، ج ۲، ص ۲۶۴

(۹۴) ایضاً ص ۲۶۴ـ باختصار (۹۵) ایضاً ص ۲۰ـ۳۱۹

(۹۶) ابوداؤد محمد صادق، مولانا، محدثِ اعظم پاکستان کی مختصر سوانح حیات، ص ۲۲ (۹۷) ایضاً ص ۲۲

(۹۸) محمد جلال الدین قادری، مولانا، محدثِ اعظم پاکستان، ج ۲، ص ۲۸۵

(۹۹) ایضاً ص ۲۸۶ (۱۰۰) ایضاً ص ۲۸۶

(۱۰۱) ابوسعید محمد امین، مفتی، سیدی محدثِ اعظم پاکستان، ص ۱۵، ۱۴

(۱۰۲) محمد حسین حافظ، قادری رضوی، الحاج، شہر مدینہ ایسا ہے، ص ۴۸ـ۱۴۷

(۱۰۳) محمد جلال الدین قادری، مولانا، محدث اعظم پاکستان، ج ۲، ص ۳۱۸ (۱۰۴) ایضاً ص ۳۲۰

(۱۰۵) ایضاً ص ۳۱۸ باختصار (۱۰۶) ایضاً ص ۱۶۹ (۱۰۷) ایضاً ص ۱۶۹

(۱۰۸) ایضاً، نوادراتِ محدثِ اعظم پاکستان، ج ۱، ص ۳۲، ۳۱ (۱۰۹) ایضاً، محدثِ اعظم پاکستان، ج ۲، ص ۲۵۰

(۱۱۰) ایضاً ص ۲۶۹ (۱۱۱) ایضاً، نوادراتِ محدثِ اعظم پاکستان، ج ۱، ص ۳۰

(۱۱۲) محمد اقبال رضوی، مولانا، تلاشِ حق، ص ۱۷۶

(۱۱۳) محمد جلال الدین قادری، مولانا، محدثِ اعظم پاکستان، ج ۲، ص ۴۰ (۱۱۴) ایضاً، ج ۱، ص ۴۹۸

(۱۱۵) ایضاً ص ۲۸۹ (۱۱۶) ایضاً ص ۲۸۹ (۱۱۷) ایضاً ص ۳۶

(۱۱۸) (i) رشید احمد چغتائی قادری رضوی، الحاج، حیاتِ صادق، ص ۹ (قلمی)

(ii) محمد حفیظ نیازی، الحاج، مکتوب بنام مؤلف، ص ۴

(۱۱۹) محمد اسحٰق قریشی، محدث اعظم پاکستان کی شخصیت کے چند پہلو مشمولہ روزنامہ سعادت لاہور ولائلپور، ص ۸

(۱۲۰) محمد جلال الدین قادری، مولانا، محدثِ اعظم پاکستان، ج ۱، ص ۴۳۴

(۱۲۱) ابوسعید محمد امین، مفتی، سیدی محدثِ اعظم پاکستان، ص ۶۰۔۵۹

(۱۲۲) محمد جلال الدین قادری، مولانا، کراماتِ محدثِ اعظم، ص ۵۷

(۱۲۳) محمد حسن علی رضوی، مولانا، محدثِ اعظم پاکستان کی جامعیت و مقبولیت مشمولہ ماہنامہ رضائے مصطفیٰ، ص ۹، جلد ۴۱، شمارہ ۱۱

(۱۲۴) محمد جلال الدین قادری، مولانا، محدثِ اعظم پاکستان، ج ۱ ص ۳۱۵ (۱۲۵) ایضاً ص ۳۱۵

(۱۲۶) ایضاً، نوادراتِ محدثِ اعظم پاکستان، ص ۴۳۔۴۱ (۱۲۷) ایضاً، ص ۴۴

(۱۲۸) ایضاً ص ۲۹ (۱۲۹) ایضاً ص ۲۸۲ (۱۳۰) ایضاً ص ۲۸۳

(۱۳۱) ایضاً، کراماتِ محدثِ اعظم، ص ۳۱، تصرف بحکم حضرت صاحبزادہ قاضی محمد فضلِ رسول حیدر رضوی

(۱۳۲) غلام مصطفیٰ مجددی، حیاتِ رشید، ص ۱۱، ۱۰

(۱۳۳) حبیب الرحمان، مولانا، آفتاب علم و معرفت، مشمولہ نوری کرن، محدثِ اعظم پاکستان نمبر، ص ۱۹

(۱۳۴) محمد ابراہیم خوشتر، مولانا، تذکرۂ جمیل مشمولہ ماہنامہ اعلیٰ حضرت، اکتوبر ۱۹۸۹ء، ص ۵۸۔۵۷

(۱۳۵) محمد جلال الدین قادری، مولانا، محدثِ اعظم پاکستان، ج ۲، ص ۲۷۰

(۱۳۶) ابوسعید محمد امین، مفتی، سیدی محدثِ اعظم پاکستان، ص ۳۰

(۱۳۷) محمد اسحٰق قریشی، پروفیسر، محدثِ اعظم پاکستان کی شخصیت کے چند پہلو مشمولہ روزنامہ سعادت، ص ۸

(۱۳۸) محمد جلال الدین قادری، مولانا، نوادراتِ محدثِ اعظم پاکستان، ج ۱، ص ۵۶

(۱۳۹) ایضاً محدثِ اعظم پاکستان، ج ۲، ص ۳۰۴ بتصرف (۱۴۰) ایضاً ص ۳۰۵

(۱۴۱) (i) ابوسعید محمد امین مفتی، سیدی محدثِ اعظم پاکستان، ص ۱۲

(ii) محمد جلال الدین قادری، مولانا، محدثِ اعظم پاکستان، ص ۳۰۶

☆ حضرت صاحبزادہ قاضی محمد فضلِ رسول حیدر رضوی نے حلیہ مبارکہ بغور سماعت فرما کر اصلاح فرمائی ہے۔

(۱۴۲) (i) ایضاً ص ۱۵ بتصرف (ii) ایضاً ص ۲۶۵ بتصرف

حوالہ جات باب ۶

(۱) محدثِ اعظم پاکستان، عاشق مدینہ، دربار مدینہ میں، مشمولہ ماہنامہ رضائے مصطفیٰ، ج ۳۴، شمارہ ۲، ص ۸
(۲) محمد جلال الدین قادری، مولانا، محدثِ اعظم پاکستان، ج ۲، ص ۱۹۷
(۳) ایضاً ص ۲۰۲ (۴) ایضاً ص ۲۰۴
(۵) محدثِ اعظم پاکستان، عاشق مدینہ، دربارِ مدینہ میں، مشمولہ ماہنامہ رضائے مصطفیٰ، ج ۳۴، شمارہ ۲، ص ۸
(۶) محمد معراج الاسلام، مولانا، گنبدِ خضریٰ اور اس کے مکیں، ص ۴۷۳
(۷) محدثِ اعظم پاکستان، عاشقِ مدینہ، دربارِ مدینہ میں، مشمولہ ماہنامہ رضائے مصطفیٰ، ج ۳۴، شمارہ ۲، ص ۸
(۸) محمد جلال الدین قادری، مولانا، محدثِ اعظم پاکستان، ج ۲، ص ۲۰۶ بتصرف
(۹) ابوالانوار محمد اقبال رضوی، مولانا، تلاشِ حق، ص ۶۷۱
(۱۰) محمد جلال الدین قادری، مولانا، محدثِ اعظم پاکستان، ج ۲، ص ۲۱۰
(۱۱) محمد عبدالحکیم شرف قادری، مولانا، عظمتوں کے پاسباں، ص ۹۰ بتصرف
(۱۲) ابوداؤد محمد صادق، مولانا، محدثِ اعظم پاکستان کی مختصر سوانح حیات، ص ۳۰ بتصرف
(۱۳) محمد معراج الاسلام، مولانا، گنبدخضرا اور اس کے مکیں، ص ۴۷۱، ۴۷۲ (۱۴) ایضاً ص ۴۷۲
(۱۵) احمد رضا خاں، امام، حدائق بخشش، ص ۴۰، ۱۳۸
(۱۶) محمد جلال الدین قادری، مولانا، محدثِ اعظم پاکستان، ج ۲، ص ۲۱۴۔۲۱۳ (۱۷) ایضاً ص ۱۶۸
(۱۸) ایضاً ص ۲۱۴ (۱۹) ایضاً ص ۱۶۔۲۱۵ (۲۰) ایضاً ص ۲۱۶
(۲۱) محدثِ اعظم پاکستان، عاشقِ مدینہ، دربارِ مدینہ میں، مشمولہ ماہنامہ رضائے مصطفیٰ، جلد ۳۴، شمارہ ۲، ص ۹
(۲۲) محمد جلال الدین قادری، مولانا، محدثِ اعظم پاکستان، ج ۲، ص ۲۱۸ (۲۳) ایضاً ص ۲۱۸
(۲۴) ایضاً ص ۲۱۹ (۲۵) ایضاً ص ۲۲۰ (۲۶) ایضاً ص ۲۱۔۲۲۰ و ص ۲۳۹
(۲۷) ایضاً ص ۲۲۷ (۲۸) ایضاً ص ۳۶۔۲۳۳
(۲۹) محمد ابراہیم خوشتر صدیقی، مولانا، تذکرۂ جمیل، ماہنامہ اعلیٰ حضرت، اکتوبر ۸۹ء، ص ۵۸
(۳۰) محمد جلال الدین قادری، مولانا، محدثِ اعظم پاکستان، ج ۲، ص ۲۲۱ (۳۱) ایضاً ص ۲۲۔۲۲۱
(۳۲) ایضاً ص ۲۳۔۲۲۲ (۳۳) ایضاً ص ۲۴۔۲۲۳ (۳۴) ایضاً ص ۲۲۴
(۳۵) ایضاً ص ۲۲۳ (۳۶) ایضاً ج ۱، ص ۱۹۶، باختصار (۳۷) ایضاً ص ۱۹۹

حوالہ جات باب ۷

(۱) محمد جلال الدین قادری، مولانا، محدثِ اعظم پاکستان، ج ۲، ص ۶۷ (۲) ایضاً، ص ۶۸

(۳) ایضاً ص ۶۹ (۴) ایضاً ص ۷۱۔۶۹ باختصار (۵) ایضاً ص ۲۰۲

(۶) ایضاً ص ۷۱ (۷) ایضاً، ج ۱، ص ۱۷۳ (۸) ایضاً، ج ۲، ص ۸۷

(۹) ایضاً، ص ۹۹۔۹۸ (۱۰) ایضاً، ص ۱۰۰ (۱۱) ایضاً، ص ۱۰۰

(۱۲) ایضاً، ج ۱، ص ۴۳۰ (۱۳) ایضاً، ج ۲، ص ۳۰۰ (۱۴) ایضاً، کراماتِ محدثِ اعظم، ص ۴۸۔۴۷

(۱۵) ابوسعید محمد امین، مفتی، سیدی محدثِ اعظم پاکستان، ص ۶۵، ۶۴

(۱۶) محمد جلال الدین قادری، مولانا، محدثِ اعظم پاکستان، ج ۲، ص ۱۱۷

(۱۷) ابوسعید محمد امین، مفتی، سیدی محدثِ اعظم پاکستان، ص ۳۶

(۱۸) محمد جلال الدین قادری، مولانا، نوادراتِ محدثِ اعظم پاکستان، ج ۲۔ ص ۴۲۹

(۱۹) ایضاً، محدثِ اعظم پاکستان ج ۲، ص ۱۱۳

(۲۰) ابوسعید محمد امین، مفتی، سیدی محدثِ اعظم پاکستان، ص ۳۶

(۲۱) ایضاً، ص ۳۷ (۲۲) ایضاً، ص ۳۵ باختصار

(۲۳) محمد جلال الدین قادری، مولانا، محدثِ اعظم پاکستان، ج ۲، ص ۱۰۸ (۲۴) ایضاً ص ۱۱۵

(۲۵) ابوسعید محمد امین مفتی، سیدی محدثِ اعظم پاکستان، ص ۴۶

(۲۶) محمد جلال الدین قادری، مولانا، نوادراتِ محدثِ اعظم پاکستان، ج ۲، ص ۴۳۳۔۴۳۱ (۲۷) ایضاً، ص ۴۳۴

(۲۸) ایضاً، کراماتِ محدثِ اعظم، ص ۴۰ (۲۹) ایضاً، محدثِ اعظم پاکستان، ج ۲، ص ۱۱۱

(۳۰) ایضاً، ج ۱، ص ۱۹۰ (۳۱) ایضاً، ص ۱۹۱ (۳۲) ایضاً، ص ۱۹۳

(۳۳) ایضاً، ج ۲، ص ۲۹۲ (۳۴) ایضاً، ص ۱۱۱ (۳۵) ایضاً، ج ۱، ص ۱۹۳

(۳۶) ایضاً، ج ۲، ص ۲۹۳ (۳۷) ایضاً، نوادراتِ محدثِ اعظم پاکستان، ج ۱، ص ۴۳

(۳۸) ایضاً، محدثِ اعظم پاکستان، ج ۲، ص ۲۹۲

(۳۹) ایضاً، نوادراتِ محدثِ اعظم پاکستان، ج ۲، ص ۴۶۷

(۴۰) ایضاً، محدثِ اعظم پاکستان، ج ۲، ص ۱۳۵ (۴۱) ایضاً، کراماتِ محدثِ اعظم، ج ۱، ص ۴۳

(۴۲) ایضاً، محدثِ اعظم پاکستان، ج ۲، ص ۱۱۱

حوالہ جات باب ۸

(۱) محمد جلال الدین قادری، مولانا، کراماتِ محدثِ اعظم، ج ا، ص ۱۵ (۲) ایضاً ص ۲۰
(۳) ایضاً، ص ۴۶ (۴) ایضاً ، ص ۴۸ (۵) ایضاً ، ص ۴۵
(۶) ایضاً ، ص ۷۷ (۷) ایضاً ، ص ۲۹ (۸) ایضاً ، ص ۳۰
(۹) ایضاً ، ص ۴۱ (۱۰) ایضاً ، ص ۷۱ (۱۱) ایضاً ، ص ۸۶ (۱۲) ایضاً ، ص ۸۸
(۱۳) محمد دین چشتی، علامہ، کنز الخطیب، حصہ ہشتم، ص ۲۰۵، باختصار
(۱۴) لیاقت علی صادق، سوانح محدثِ اعظم پاکستان، ص ۱۳۶
(۱۵) ہفت روزہ محبوبِ حق، لائل پور، ص ۹، دسمبر ۱۹۶۳ء (۱۶) ایضاً ، ص ۹
(۱۷) حضور داتا صاحب کی حضرت محدثِ اعظم پاکستان پر مہربانی، مشمولہ ماہنامہ رضائے مصطفیٰ، جلد ۴۳، شمارہ ۱۱، ص ۱۴
(۱۸) محمد جلال الدین قادری، مولانا، کراماتِ محدثِ اعظم، ص ۲۵
(۱۹) ایضاً ، ص ۵۱ (۲۰) ایضاً ، ص ۶۹
(۲۱) ابو سعید محمد امین، مفتی، سیدی محدثِ اعظم پاکستان، ص ۶۹
(۲۲) محمد جلال الدین قادری، مولانا، کراماتِ محدثِ اعظم، ص ۱۸ (۲۳) ایضاً ، ص ۱۹
(۲۴) ایضاً ، ص ۲۹ (۲۵) ایضاً ، ص ۴۹ (۲۶) ایضاً ، ص ۵۰
(۲۷) ایضاً ، ص ۵۳ (۲۸) ایضاً ، ص ۵۵ (۲۹) ایضاً ، ص ۴۲
(۳۰) ایضاً ، ص ۷۰ (۳۱) ایضاً ، ص ۵۳ (۳۲) ایضاً ، ص ۳۴
(۳۳) ایضاً ، ص ۶۸ (۳۴) ایضاً ، ص ۲۸ (۳۵) ایضاً ، ص ۳۷
(۳۶) ایضاً ، ص ۶۷ تصرف بحکم حضرت صاحبزادہ قاضی محمد فضلِ رسول حیدر رضوی مدظلہ (۳۷) ایضاً ، ص ۲۶
(۳۸) ابو سعید محمد امین، مفتی، سیدی محدثِ اعظم پاکستان، ص ۶۱
(۳۹) محمد جلال الدین قادری، مولانا، کراماتِ محدثِ اعظم، ص ۲۳
(۴۰) ایضاً ، ص ۳۸ (۴۱) ایضاً ، ص ۳۹
(۴۲) قلمی یادداشت جناب حکیم عبدالمجید چغتائی، کالج روڈ، گوجرانوالہ
(۴۳) محمد جلال الدین قادری، مولانا، محدثِ اعظم پاکستان، ج ۲، ص ۱۰۹
(۴۴) ایضاً، کراماتِ محدثِ اعظم، ج ا، ص ۷۹ (۴۵) ایضاً ، ص ۵۷

(۴۶) محمد حسن علی رضوی، مولانا، محدثِ اعظم پاکستان کی جلالت علمی مشمولہ ماہنامہ رضائے مصطفیٰ، ج ۲۵، شمارہ ۵، ص ۱۴

(۴۷) حضور داتا صاحب کی حضرت محدثِ اعظم پاکستان پر مہربانی، مشمولہ ماہنامہ رضائے مصطفیٰ، ج ۴۳، شمارہ ۱۱، ص ۱۴

حوالہ جات باب ۹

(۱) محمد جلال الدین قادری، مولانا، محدثِ اعظم پاکستان، ج ۱، ص ۲۴۱

(۲) مکتوب محدثِ اعظم مخزونہ لائبریری جناب الحاج رشید احمد چغتائی قادری رضوی رحمۃ اللہ علیہ

(۳) تحدیثِ نعمت، مشمولہ ماہنامہ رضائے مصطفیٰ، جلد ۴۲، شمارہ ۱۱، ص ۲۴

(۴) ابوداؤد محمد صادق، مولانا، الحاج، روحانی حقائق، ص ۹۴ (۵) ایضاً، ص ۹۴

(۶) وجاہت رسول قادری، سید، تذکرۂ مولانا سید وزارت رسول، ص ۹۳

(۷) مکتوب کی فوٹو سٹیٹ، صاحبزادہ پیر سید وجاہت رسول قادری نے عطا فرمائی، احقران کا شکر گزار ہے۔

(۸) محمد جلال الدین قادری، مولانا، نوادراتِ محدثِ اعظم پاکستان، ج ۲، ص ۲۲۱ (۹) ایضاً، ص ۲۱۹

(۱۰) ایضاً، ص ۲۳۰ (۱۱) ایضاً، ص ۲۵۱

(۱۲) ایضاً، ص ۲۵۸ (۱۳) ایضاً، ص ۲۶۴

(۱۴) محمد نور المصطفیٰ رضوی، مجلہ جانِ رحمت، شیخ الحدیث نمبر، ص ۱۰۸ (۱۵) ایضاً، ص ۱۰۹

(۱۶) مکتوب ھذا کی فوٹو اسٹیٹ، قاضی محمد مظفر اقبال رضوی نے عطا فرمائی۔ احقران کا شکر گزار ہے

(۱۷) محمد جلال الدین قادری، مولانا، نوادراتِ محدثِ اعظم پاکستان، ج ۲، ص ۲۶۹

(۱۸) ایضاً، ص ۳۱۲ (۱۹) ایضاً، ص ۳۱۴ (۲۰) ایضاً، ص ۳۳۶

(۲۱) ایضاً، ص ۲۹۵ (۲۲) ایضاً، ص ۲۹۷

(۲۳) محمد محبوب الرسول قادری، ملک، انوارِ رضا، مارچ ۲۰۰۳ء، ص ۹۶

(۲۴) مکتوب محدثِ اعظم مخزونہ لائبریری جناب الحاج رشید احمد چغتائی قادری رضوی

(۲۵) مکتوب محدثِ اعظم مخزونہ لائبریری جناب الحاج رشید احمد چغتائی قادری رضوی

(۲۶) مکتوب ھذا کی فوٹو اسٹیٹ علامہ محمد عبد الحکیم شرف قادری برکاتی مدظلہ نے عطا فرمائی۔ جس کے لئے احقران کا شکر گزار ہے

(۲۷ تا ۴۰) تمام مکتوبات کی فوٹو اسٹیٹ مکتوب الیہ مولانا علامہ محمد حسن علی رضوی نے خود فراہم کی۔ جس کے لئے احقران کا شکر گزار ہے

حوالہ جات باب 10

(۱) شریف الحق امجدی، مفتی، صدر الشریعہ ایک جامع صفات ہمہ گیر شخصیت مشمولہ ماہنامہ اشرفیہ، صدر الشریعہ نمبر، ص ۲۴

(۲) بدرالقادری، مولانا، حضور صدرالشریعہ، حیات وخدمات، ص ۴۷
(۳) شریف الحق امجدی، مفتی، صدرالشریعہ ایک جامع صفات ہمہ گیر شخصیت، ماہنامہ اشرفیہ، صدرالشریعہ نمبر، ص ۴۰
(۴) عبدالمنان اعظمی، مفتی، حیات صدرالشریعہ، ص ۴۸
(۵) احمد رضا خاں امام، الاستمداد، ص ۷۹
(۶) محمد عطاء الرحمٰن قادری، حافظ، سیرتِ صدرالشریعہ، ص ۲۷۹
(۷) محمد مسعود احمد، پروفیسر، ڈاکٹر، حیات مولانا احمد رضا خاں بریلوی، ص ۱۴۲
(۸) محمد داؤد رضوی، صاحبزادہ، شہزادۂ اعلیٰ حضرت، مشمولہ ماہنامہ رضائے مصطفیٰ، ج ۳۰، شمارہ ۱۲، ص ۸
(۹) محمد ابراہیم خوشتر قادری، مولانا، حجۃ الاسلام اور منظرِ اسلام مشمولہ معارف رضا، منظر اسلام نمبر، ص ۱۳۸
(۱۰) محمد داؤد رضوی، مولانا، صاحبزادہ، شہزادۂ اعلیٰ حضرت، مشمولہ رضائے مصطفیٰ، ج ۳۰، شمارہ ۱۲، ص ۸
(۱۱) محمد مسعود احمد، پروفیسر، ڈاکٹر، خلفائے اعلیٰ حضرت، ص ۵۰
(۱۲) محمد مسعود احمد، پروفیسر، ڈاکٹر، حیات مولانا احمد رضا خاں بریلوی، ص ۱۴۲
(۱۳) محمد داؤد رضوی، صاحبزادہ، شہزادۂ اعلیٰ حضرت، مشمولہ ماہنامہ رضائے مصطفیٰ، ج ۳۰، شمارہ ۱۲، ص ۹
(۱۴) محمد مسعود احمد، پروفیسر، ڈاکٹر، خلفائے اعلیٰ حضرت، ص ۵۶
(۱۵) محمد حسن علی رضوی، مولانا، شہزادۂ اعلیٰ حضرت، مشمولہ ماہنامہ رضائے مصطفیٰ، ج ۴۳، شمارہ ۸، ص ۱۵
(۱۶) محمد مسعود احمد، پروفیسر، ڈاکٹر، خلفائے اعلیٰ حضرت، ص ۶۹ (۱۷) ایضاً، ص ۶۴
(۱۸) محمد حسن علی رضوی، مولانا، شاہزادۂ اعلیٰ حضرت، مشمولہ ماہنامہ رضائے مصطفیٰ، ص ۱۶، جلد ۲۳، شمارہ ۱۲
(۱۹) محمد مسعود احمد، پروفیسر، ڈاکٹر، خلفائے اعلیٰ حضرت، ص ۷۶
(۲۰) محمد حسن علی رضوی، مولانا، مفتیِ اعظم شاہزادۂ اعلیٰ حضرت، مشمولہ ماہنامہ رضائے مصطفیٰ، ص ۱۶، جلد ۲۳، شمارہ ۱۲
(۲۱) محمد مسعود احمد، پروفیسر، ڈاکٹر، خلفائے اعلیٰ حضرت، ص ۷۹
(۲۲) نوشاد عالم چشتی، مفتی اعظم کی تالیفات، ایک جائزہ، مشمولہ پیغامِ رضا، مفتی اعظم نمبر، ص ۳۴۹
(۲۳) محمد مسعود احمد، پروفیسر، ڈاکٹر، خلفائے اعلیٰ حضرت، ص ۷۷
(۲۴) محمد حسن علی رضوی، مولانا، مفتی اعظم کی یادگار ملاقات، مشمولہ ماہنامہ رضائے مصطفیٰ، ص ۱۱، شمارہ ۹، جلد ۲۹
(۲۵) غلام یحییٰ انجم، ڈاکٹر، زہد جس پہ نازاں تھا وہ پارسا، مشمولہ پیغام رضا، مفتی اعظم نمبر، ص ۹۱، باختصار
(۲۶) محمد مسعود احمد، پروفیسر، ڈاکٹر، خلفائے اعلیٰ حضرت، ص ۷۷
(۲۷) محمد حسن علی رضوی، مولانا، مفتی اعظم شہزادۂ اعلیٰ حضرت، مشمولہ ماہنامہ رضائے مصطفیٰ، ص ۱۷، جلد ۲۲، شمارہ ۱۱ باختصار
(۲۸) محمد مسعود احمد، پروفیسر، ڈاکٹر، خلفائے اعلیٰ حضرت، ص ۷۹
(۲۹) محمد جلال الدین قادری، مولانا، محدثِ اعظم پاکستان، ج ۲، ص ۷۸

(۳۰) ایضاً، ص ۷۵ (۳۱) ایضاً ، ص ۸۰
(۳۲) صادق علی زاہد، علمائے حق اور ردِ فتنۂ مرزائیت، ص ۳۷۹
(۳۳) محمد جلال الدین قادری، مولانا، محدثِ اعظم پاکستان، ج ۲، ص ۸۰ (۳۴) ایضاً ، ص ۷۸
(۳۵) ایضاً ، ص ۸۵ (۳۶) ایضاً ، ص ۸۶
(۳۷) ایضاً ، ص ۶۴۔۶۲ باختصار (۳۸) ایضاً ، ص ۶۱۔۵۷ باختصار
(۳۹) محمد ابراہیم خوشتر صدیقی، مولانا، تذکرۂ جمیل مشمولہ ماہنامہ اعلیٰ حضرت بریلی، ص ۵۵، اکتوبر ۱۹۸۹ء
(۴۰) محمد جلال الدین قادری، مولانا، محدثِ اعظم پاکستان، ج ۱، ص ۱۵۰ (۴۱) ایضاً ، ص ۱۵۵
(۴۲) ایضاً ، ص ۱۵۶ باختصار (۴۳) ایضاً ، ص ۱۵۱ (۴۴) ایضاً ، ص ۱۷۵
(۴۵) اختر حسین فیضی، مولانا، حافظِ ملّت حضرت صدر الشریعہ کی بارگاہ میں مشمولہ حضور صدر الشریعہ، حیات وخدمات، ص ۱۵۰
(۴۶) محمد جلال الدین قادری، مولانا، محدثِ اعظم پاکستان، ج ۱، ص ۱۷۷ (۴۷) ایضاً، ۱۶۲
(۴۸) ایضاً ص ۱۶۲ (۴۹) ایضاً ، ص ۱۵۰ (۵۰) ایضاً ، ص ۱۵۷
(۵۱) ایضاً ، ص ۱۷۴ (۵۲) ایضاً ، ص ۱۶۸ (۵۳) ایضاً ، ص ۱۷۰
(۵۴) ایضاً ، ص ۱۷۱ (۵۵) ایضاً ، ص ۱۵۴ (۵۶) ایضاً ، ص ۱۶۵
(۵۷) ایضاً ، ص ۱۷۴ (۵۸) ایضاً ، ص ۱۵۸ (۵۹) ایضاً ، ص ۱۵۴
(۶۰) ایضاً ، ص ۱۵۸ (۶۱) ایضاً ، ص ۱۵۹ (۶۲) ایضاً ، ص ۱۶۱
(۶۳) ایضاً ، ص ۱۶۱ (۶۴) ایضاً ، ص ۱۶۷ (۶۵) ایضاً ، ص ۱۶۹

حوالہ جات باب ۱۱

(۱) محمد جلال الدین قادری، مولانا، محدثِ اعظم پاکستان، ج ۲، ص ۳۲۵ بتصرف
(۲) ایضاً، ص ۳۲۷ بتصرف (۳) ایضاً ، ص ۳۲۷ (۴) ایضاً ، ص ۳۲۸ بتصرف
(۵) ایضاً ، ج ۱ ، ص ۴۳۳ (۶) ایضاً ، ج ۲، ص ۳۲۹ (۷) ایضاً ، ص ۳۳۰
(۸) ایضاً ، ص ۴۱۵ (۹) ایضاً ، ص ۳۳۳ (۱۰) ایضاً ، ص ۳۳۴
(۱۱) ایضاً ، ص ۳۳۴
(۱۲) محمد معین الدین شافعی، مولانا، حضرت شیخ الحدیث کے آخری ایام، مشمولہ نوری کرن، محدثِ اعظم پاکستان نمبر، ص ۴۷
(۱۳) محمد جلال الدین قادری، مولانا، محدثِ اعظم پاکستان، ج ۲، ص ۳۴۲ (۱۴) ایضاً ، ص ۳۴۲
(۱۵) محمد معین الدین شافعی، مولانا، حضرت شیخ الحدیث کے آخری ایام مشمولہ نوری کرن، محدثِ اعظم پاکستان نمبر، ص ۴۷، بتصرف

(۱۶) ایضاً،ص۷۶ (۱۷) ایضاً ، ص۷۷

(۱۸) عاشقِ رسول کا جنازہ مشمولہ نوری کرن ،محدثِ اعظم پاکستان نمبر،ص۸۱ (۱۹) ایضاً ، ص۸۱

(۲۰) محمد معین الدین شافعی ،مولانا ،حضرت شیخ الحدیث کے آخری ایام ،مشمولہ نوری کرن ،محدثِ اعظم پاکستان نمبر،ص۷۷

(۲۱) محمد جلال الدین قادری ،مولانا ،محدثِ اعظم پاکستان ،ج۲،ص۳۵۸۔۶۲ باختصار

(۲۲) محمد جلال الدین قادری ،مولانا ،محدثِ اعظم پاکستان ،ج۲،ص۳۵۵

(۲۳) محمد معراج الاسلام ،مولانا ،محدثِ اعظم پاکستان ،مشمولہ ماہنامہ رضائے مصطفیٰ ،ص۱۸،جلد۲۳،شمارہ۵

(۲۴) ابوسعید محمد امین ،مفتی ،آبِ کوثر ،ص۲۶۸

(۲۵) ابوسعید محمد امین ،مفتی ،سیدی محدثِ اعظم پاکستان ،ص۷۸

(۲۶) محمد شفیع رضوی ،حافظ ،۵۰ سالہ جشن مرکزی سنی رضوی جامع مسجد مشمولہ ماہنامہ رضائے مصطفیٰ ،ص۲۵،ج۴۵،شمارہ۴

(۲۷) محمد ابراہیم خوشتر صدیقی ،مولانا ،زادِراہِ بخشش ،ص۶۸

(۲۸) محمد مصطفیٰ رضا ،مفتی اعظم ،لوح تاریخ وصال مشمولہ نوری کرن ،محدثِ اعظم پاکستان نمبر،ص۶

(۲۹) محمد مظفر احمد صدیقی ،مولانا ،علامہ وقت سیدی مولانا سردار احمد ،مشمولہ نوری کرن ،محدثِ اعظم پاکستان نمبر،ص۱۵

(۳۰) محمد عبدالحکیم شرف قادری ،مولانا ،تذکرۂ اکابر اہل سنت پاکستان ،ص۱۵۵

(۳۱) محمد جلال الدین قادری ،مولانا ،محدثِ اعظم پاکستان ،ج۲،ص۴۹۹ (۳۲) ایضاً ،ص۴۱۹

(۳۳) ایضاً ، ص۴۲۰ (۳۴) ایضاً ، ص۴۲۱ (۳۵) ایضاً ، ص ۴۳۳

(۳۶) ایضاً ، ص ۴۰۸ (۳۷) ایضاً ، ص۴۵۶

(۳۸) حمایت رسول قادری رضوی ،ایصالِ ثواب ،مشمولہ نوری کرن ،محدثِ اعظم پاکستان نمبر،ص۸۹۔۹۰۔باختصار

(۳۹) محمد اعظم ،مفتی ،دارالخیر میں محدثِ اعظم کا ذکرِ خیر ،مشمولہ رضائے مصطفیٰ ،ص۱۲،ج۲۸،شمارہ۹

حوالہ جات باب۱۲

(۱) محمد حسن علی رضوی ،مولانا ،مدارسِ اہل سنت کا قیام اور محدثِ اعظم پاکستان ،مشمولہ ماہنامہ رضائے مصطفیٰ ،ص۱۳، ج۴۰،شمارہ۱۱

(۲) محمد حسن علی رضوی ،مولانا ،عالمگیر علمی و روحانی فیضان ،ص۳۰

(۳) یٰسین اختر مصباحی ،مولانا ،ماہنامہ کنزالایمان دہلی ،شارح بخاری نمبر،ص۳۶

(۴) یٰسین اختر مصباحی ،مولانا ،حیات فقیہ اعظم ہند ،ص۳۵

(۵) اختر مصباحی ،مولانا ،ماہنامہ کنزالایمان دہلی ،شارح بخاری نمبر،ص۴۶

(۶) محمد عبدالحکیم شرف قادری، مولانا، نورنور چہرے، ص ۲۸۴

(۷) گل احمد عتیقی، مولانا، نادرروزگار شخصیت، مشمولہ النظامیہ شیخ الحدیث نمبر، ص ۴۴

(۸) محمد حسن علی رضوی، مولانا، عالمگیر علمی وروحانی فیضان، ص ۳۴

(۹) ایضاً ص ۳۴ (۱۰) ایضاً ص ۳۱

(۱۱) محمد عبدالحکیم شرف قادری، مولانا، عظمتوں کے پاسباں، ص ۲۷۱

(۱۲) فیض الحق، مولوی، تعارف مصنف، مشمولہ بہشت کی کنجیاں، ص ۹ تا ۱۲ باختصار

(۱۳) امیر اعظم شمسی، مولانا، حضور صدر الشریعہ، حیات وخدمات، ص ۴۴۰

(۱۴) محمد حسن علی رضوی، مولانا عالمگیر علمی وروحانی فیضان، ص ۳۵

(۱۵) محمد عارف خان ساقی، حالاتِ مصنف، مشمولہ وقار الفتاویٰ، باختصار

(۱۶) محمد حسن علی رضوی، مولانا، عالمگیر علمی وروحانی فیضان، ص ۳۳

(۱۷) ماہنامہ رضائے مصطفیٰ، ص ۱۷، ج ۲۳، شمارہ ۶

(۱۸) ماہنامہ رضائے مصطفیٰ، ص ۲۱، ج ۲۳، شمارہ ۵

(۱۹) محمد حسن علی رضوی، مولانا، عالمگیر علمی وروحانی فیضان، ص ۴۴

(۲۰) محمد محبوب الرسول قادری، مفتی محمد نواز نقشبندی کی باتیں، مشمولہ ماہنامہ سوئے حجاز، ص ۲۹، ج ۸، شمارہ ۳

(۲۱) محمد شہاب الدین رضوی، مولانا، مفتی اعظم اور ان کے خلفاء، ص ۳۹۰

(۲۲) ایضاً، ص ۲۶۵ (۲۳) ایضاً، ص ۳۶۳

(۲۴) محمد سلیمان ریحانی، سید، تعارف مصنف مشمولہ ریحانِ بخشش

(۲۵) محمد عبدالحکیم شرف قادری، مولانا، تذکرہ اکابرِ اہل سنت، ص ۲۵۶

(۲۶) محمد حسن علی رضوی، مولانا، عالمگیر علمی وروحانی فیضان، ص ۴۳ (۲۷) ایضاً، ص ۴۵

(۲۸) ابوداؤد محمد صادق، مولانا، الحاج، روحانی حقائق، ص ۸۴ ـ ۹۳ باختصار

(۲۹) محمد حسن علی رضوی، مولانا، عالمگیر علمی وروحانی فیضان، ص ۳۷

(۳۰) مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی کا چشم کشا انٹرویو مشمولہ النظامیہ، مفتی اعظم نمبر، ص ۲۴۳

(۳۱) ایضاً، ص ۱۹۳ (۳۲) ایضاً، ص ۱۹۲

(۳۳) وجاہت رسول قادری، سید، کچھ مصنف کے بارے میں، مشمولہ زادِ راہِ بخشش، ص ۲۷ باختصار

(۳۴) محمد داؤد رضوی، صاحبزادہ، عاشقِ رسول کا یومِ میلادِ رسول میں انتقال پر ملال، مشمولہ ماہنامہ رضائے مصطفیٰ، ص ۳، جلد ۳۱، شمارہ ۱۱

(۳۵) محمد حسن علی رضوی، مولانا، عالمگیر علمی وروحانی فیضان، ص ۴۷

(۳۶) محمد ہمایوں عباس شمس، گفتار میں کردار میں اللہ کی برہان، مشمولہ خبر نامہ صبح نور، فقیہ عصر نمبر با ختصار

(۳۷) آہ، علامہ مفتی محمد حسین قادری، مشمولہ ماہنامہ رضائے مصطفیٰ ص ا، جلد ۴۱، شمارہ ۲

(۳۸) محمد محبوب الرسول قادری، مفتی محمد فیض احمد اویسی سے ایک یادگار نشست، مشمولہ ماہنامہ سوئے حجاز ص ۳۷، ج ۷، شمارہ ۱۱

(۳۹) محمد عبد الحکیم شرف قادری، مولانا، تذکرہ اکابرِ اہل سنت، ص ۷۹

(۴۰) محمد حنیف، مولانا، شیخ الحدیث والتفسیر، مشمولہ ماہنامہ رضائے مصطفیٰ ص ۲۲، ج ۴۰، شمارہ ۶

(۴۱) محمد حسن علی رضوی، مولانا، عالمگیر علمی وروحانی فیضان، ص ۴۴

(۴۲) ایضاً ، ص ۴۶ (۴۳) ایضاً ، ص ۴۵ (۴۴) ایضاً ، ص ۴۶

(۴۵) ایضاً ، ص ۴۷ (۴۶) ایضاً ، ص ۴۷ (۴۷) ایضاً ، ص ۴۵

(۴۸) ایضاً ، ص ۴۵ (۴۹) ایضاً ، ص ۴۸ (۵۰) ایضاً ، ص ۴۸

(۵۱) ایضاً ، ص ۴۸ (۵۲) ایضاً ؛ ص ۴۸

(۵۳) محمد نصر اللہ خاں افغانی، ابوالفتح، شیخ الحدیث، عید میلاد النبی ﷺ کا بنیادی مقدمہ، ص ۱۹۲

(۵۴) محمد شہاب الدین رضوی، مولانا، مفتی اعظم اور انکے خلفاء، ص ۳۸۴

(۵۵) ماہنامہ رضائے مصطفیٰ ص ۱۰، ج ۴۲، شمارہ ۷

(۵۶) م، ش، جنجیل، قافلہ حجاز کا حدی خواں، مشمولہ سفیر مصطفیٰ، ص ۳۰

(۵۷) محمد داؤد رضوی، صاحبزادہ، مولانا سید یعقوب شاہ صاحب، مشمولہ ماہنامہ رضائے مصطفیٰ ص ۲۲، ج ۴۵، شمارہ ۶

(۵۸) ماہنامہ رضائے مصطفیٰ ص ۲۱، ج ۴۵، شمارہ ۵

(۵۹) ماہنامہ رضائے مصطفیٰ ص ۱۷، ج ۴۴ شمارہ ۱۰

(۶۰) مجلّہ جانِ رحمت، شیخ الحدیث نمبر، ص ۲۸

(۶۱) ماہنامہ رضائے مصطفیٰ ص ۲۴، ج ۴۶، شمارہ ۶ (۶۲) ایضاً ص ۲۴

(۶۳) محمد شہاب الدین رضوی، مولانا، مفتی اعظم اور انکے خلفاء، ص ۳۲۷ (۶۴) ایضاً، ص ۲۸۸

(۶۵) (ا) محمد حسن علی رضوی مولانا، عالمگیر علمی وروحانی فیضان ص ۳۲

(ب) محمد شفیق مجددی، مولانا، ابوالفیض محمد عبد الکریم ایک جائزہ مشمولہ جانِ رحمت۔ شیخ الحدیث نمبر ص ۱۹

(ج) محمد محبوب الرسول قادری، مفتی محمد نواز نقشبندی کی باتیں، مشمولہ ماہنامہ سوئے حجاز ص ۳۳، ج ۸، شمارہ ۳

(د) محمد جلال الدین قادری، مولانا، محدث اعظم پاکستان، ج ۲، ص ۱۳۷، ص ۲۲۰

(۶۶) منیر احمد یوسفی، مولانا، یوسفِ مصر محبت ملخصًا

(۶۷) (i) محمد شفیع رضوی، حافظ، پچاس سالہ جشن مرکزی سنی رضوی جامع مسجد، مشمولہ ماہنامہ رضائے مصطفیٰ، جلد ۴۵، شمارہ ۴

(ii) محمد جلال الدین قادری، مولانا، محدث اعظم پاکستان، ج ا ص ۲۰۷۔۱۳ با ختصار

(۶۸) (i) ماہنامہ رضائے مصطفیٰ، جلد ۴۰ شمارہ ۹ ص ۲۴

(ii) ماہنامہ رضائے مصطفیٰ ج ۴۰ شمارہ ۱۰ ص ۱۲۔۱۱

(۶۹) (i) شاہد القادری، سوانحی خاکہ صاحبزادہ حاجی محمد فضل کریم، (قلمی)

(ii) محمد جلال الدین قادری، مولانا، محدثِ اعظم پاکستان، ج ا ص ۳۱۶

حوالہ جات باب ۱۳

(۱) محمد حسن علی رضوی، مولانا، محدثِ اعظم پاکستان اکابرین ومعاصرین کی نظر میں، ص ۳

(۲) محمود اختر قادری، مفتی، حضور صدر الشریعہ حیات وخدمات، ص ۴۰۷

(۳) محمد عطاء الرحمٰن قادری، سیرتِ صدر الشریعہ ص ۲۰۰

(۴) محمد حسن علی رضوی، مولانا، محدثِ اعظم پاکستان، اکابرین ومعاصرین کی نظر میں، ص ۴

(۵) مفتی اعظم ہند، : ''میرا چاند'' مشمولہ نوری کرن محدثِ اعظم پاکستان نمبر ص ۵

(۶) مجیب الاسلام نسیم اعظمی، مولانا، اللہ ما اعطی واخذ مشمولہ نوری کرن محدثِ اعظم پاکستان نمبر ص ۱۳

(۷) محمد حسن علی رضوی، مولانا، محدثِ اعظم پاکستان، اکابرین ومعاصرین کی نظر میں ص ۷

(۸) ایضاً ص ۱۱ (۹) ایضاً ص ۱۱

(۱۰) نوری کرن، محدثِ اعظم پاکستان نمبر، ص ۱۸

(۱۱) محمد حسن علی رضوی، مولانا، محدثِ اعظم پاکستان، اکابرین ومعاصرین کی نظر میں ص ۱۲

(۱۲) ایضاً ص ۱۳ (۱۳) ایضاً ص ۱۴

(۱۴) محمد عبد العزیز مبارک پوری، حافظ ملت، حادثہ جانکاہ، مشمولہ نوری کرن، محدثِ اعظم پاکستان نمبر، ص ۲۷

(۱۵) ابو سعید محمد امین، مفتی، سیدی محدثِ اعظم پاکستان، ص ۲۵

(۱۶) محمد حبیب الرحمٰن، مولانا، مجاہد ملت، آفتاب علم ومعرفت مشمولہ نوری کرن محدثِ اعظم پاکستان نمبر ص ۱۹

(۱۷) محمد مظہر اللہ دہلوی، مفتی، مکتوب بنام مولانا محمد حسن علی رضوی، (عکس) مخزونہ لائبریری راقم الحروف

(۱۸) محمد حسن علی رضوی، مولانا، محدثِ اعظم پاکستان، اکابرین ومعاصرین کی نظر میں، ص ۱۹

(۱۹) ایضاً ص ۱۹ (۲۰) ایضاً ص ۲۰ (۲۱) ایضاً ص ۱۷ (۲۲) ایضاً ص ۱۷

(۲۳) ابو سعید محمد امین، مفتی، سیدی محدثِ اعظم پاکستان ص ۳۶

(۲۴) محمد حسن علی رضوی، مولانا، محدثِ اعظم پاکستان، اکابرین ومعاصرین کی نظر میں ص ۲۰

(۲۵) ایضاً ص ۲۱ (۲۶) ایضاً ص ۲۲ (۲۷) ایضاً ص ۲۴

(۲۸) ایضاً ص ۲۳ بتصرف (۲۹) ایضاً ص ۲۷ (۳۰) ایضاً ص ۳۰

(۳۱) ایضاً ص ۲۶ (۳۲) ایضاً ص ۱۸

(۳۳) ایضاً ص ۱۷ (۳۴) ایضاً ص ۱۱ بتصرف

(۳۵) خطیب اعظم دمشق، گلستانِ محدثِ اعظم میں، مشمولہ ماہنامہ رضائے مصطفیٰ ﷺ ص ۳۱ ج ۴۲، شمارہ ۵

(۳۶) محمد جلال الدین قادری، مولانا، محدثِ اعظم پاکستان، ج ۲، ص ۳۹۵

(۳۷) ایضاً ص ۳۹۲ (۳۸) ایضاً ص ۴۱۴

(۳۹) ایضاً ص ۳۹۵ (۴۰) ایضاً ص ۴۶۱

(۴۱) ابوسعید محمد امین، مفتی، سیدی محدثِ اعظم پاکستان، ص ۸۷

(۴۲) محمد مصطفیٰ رضا بریلوی، مفتی اعظم، منظوم احساسات مشمولہ نوری کرن محدثِ اعظم پاکستان نمبر، ص ۸

(۴۳) ابوداؤد محمد صادق، مولانا، الحاج، روحانی حقائق، ص ۴۰

(۴۴) محمد ابراہیم خوشتر صدیقی، مولانا، قسیم بخش، ص ۱۱۱

(۴۵) محمد مرغوب اختر الحامدی، سید، حسن کلام مشمولہ نوری کرن محدثِ اعظم پاکستان نمبر ص ۶۶

(۴۶) ضیاء القادری بدایونی، مولانا، توجہ وصال، مشمولہ نوری کرن، محدثِ اعظم پاکستان نمبر ص ۳۳

(۴۷) محمد جلال الدین قادری، مولانا، محدثِ اعظم پاکستان، ج ۲، ص ۴۷۳

(۴۸) محمد بشیر کوٹلوی، ابوالنور، مولانا، اے میرے سردار، مشمولہ ماہنامہ رضائے مصطفیٰ ج ۴۶، شمارہ ۹، ص ۱۴

(۴۹) طارق سلطانپوری، مکتوب بنام مؤلف

(۵۰) صابر براری رضوی ضیائی، اہل حق کے سید و سردار تھے شیخ الحدیث، مشمولہ نوری کرن محدثِ اعظم پاکستان نمبر ص ۲۶

(۵۱) محمد جلال الدین قادری، مولانا، محدثِ اعظم پاکستان ج ۲ ص ۴۸۲

(۵۲) ایضاً ص ۴۸۳ (۵۳) ایضاً ص ۴۸۴

(۵۴) ایضاً ص ۴۷۱ (۵۵) ایضاً ص ۴۷۰ (۵۶) ایضاً ص ۴۸۱

(۵۷) لیاقت علی صادق، سوانح محدثِ اعظم پاکستان، ص ۱۸۲

کتابیات

کتابیات

۱۔ القرآن الحکیم

۲۔ ابوداؤد محمد صادق، مولانا، الحاج، روحانی حقائق، مکتبہ رضائے مصطفیٰ گوجرانوالہ، بار پنجم، ۱۴۱۸ھ

۳۔ ابوداؤد محمد صادق، مولانا، الحاج، محدث اعظم پاکستان کی مختصر سوانح حیات، مکتبہ رضائے مصطفیٰ، گوجرانوالہ

۴۔ ابوسعید محمد امین، مفتی، آبِ کوثر، جامعہ تبلیغ الاسلام، فیصل آباد

۵۔ ابوسعید محمد امین، مفتی، توکل علی اللہ، جامعہ تبلیغ الاسلام، فیصل آباد

۶۔ ابوسعید محمد امین، مفتی، سیدی محدث اعظم پاکستان، مکتبہ صبحِ نور، فیصل آباد

۷۔ احمد رضا خاں، امام، الاجازات المتینہ لعلماء بکۃ و المدینۃ، مؤسسۃ رضا، لاہور

۸۔ احمد رضا خاں، امام، اعلیٰ حضرت، الاستمداد علی اجیال الارتداد، نوری کتب خانہ، لاہور

۹۔ احمد رضا خاں، امام، العطایا النبویہ فی الفتاوی الرضویہ، ج ۱، رضا فاؤنڈیشن، لاہور

۱۰۔ احمد رضا خاں، امام، اعلیٰ حضرت، حدائق بخشش، مکتبہ حامدیہ، لاہور

۱۱۔ امید رضوی، نوری کرن بریلی، محدث اعظم پاکستان نمبر، مارچ و اپریل ۱۹۶۳ء

۱۲۔ رحمت اللہ صدیقی، پیغامِ رضا، مفتی اعظم نمبر، رضا دار المطالعہ، بہار انڈیا، ۱۹۹۷ء

۱۳۔ رشید احمد چغتائی، قادری رضوی، الحاج، حیات صادق (قلمی)

۱۴۔ صادق علی زاہد، علمائے حق اور ردّ فتنہ مرزائیت، گنبد خضراء پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۰۱ء

۱۵۔ عبد المصطفیٰ اعظمی، علامہ، بہشت کی کنجیاں، مکتبۃ المدینہ، کراچی

۱۶۔ عبد المنان اعظمی، مفتی، حیات صدر الشریعہ، رضا اکیڈمی، لاہور ۱۴۲۲ھ/۲۰۰۱ء

۱۷۔ عمران حسین چوہدری، سنی ٹائمز، جامعہ نظامیہ نمبر، نومبر ۲۰۰۲ء، بریڈفورڈ برطانیہ

۱۸۔ غلام معین الدین نعیمی، مولانا، حیات صدر الافاضل، فرید بک سٹال، لاہور ۲۰۰۰ء

۱۹۔ غلام مصطفیٰ مجددی، حیات رشید، رضا اکیڈمی لاہور، ۱۴۲۳ھ/۲۰۰۲ء

۲۰۔ فیضان المصطفیٰ قادری، حضور صدر الشریعہ، حیات وخدمات، دائرۃ المعارف الامجدیہ، گھوسی انڈیا

۲۱۔ لیاقت علی صادق، سوانح محدث اعظم پاکستان، مکتبہ غوثیہ سلطانیہ، فیصل آباد

۲۲۔ مبارک حسین مصباحی، مولانا، ماہنامہ اشرفیہ، صدر الشریعہ نمبر، مبارک پور انڈیا ۱۹۹۵ء

۲۳۔ محمد ابراہیم خوشتر صدیقی، مولانا، زادِراہ بخشش، ادارہ تحقیقاتِ امام احمد رضا، کراچی ۱۴۲۴ھ/۲۰۰۳ء

۲۴۔ محمد ابراہیم خوشتر صدیقی، مولانا، قسیم بخشش، سنی رضوی سوسائٹی، ماریشس، ۱۹۹۴ء

۲۵۔ محمد اقبال رضوی، ابوالانوار، مولانا، تلاشِ حق، ناشر ڈاکٹر علی محمد چوہدری، فیصل آباد، ۲۰۰۲ء

۲۶۔ محمد بشیر کوٹلوی، ابوالنور، مولانا، سنی علماء کی حکایات، فرید بک سٹال، لاہور

۲۷۔ محمد جلال الدین قادری، مولانا، تاریخ آل انڈیا سنی کانفرنس، سعید برادران، کھاریاں ۱۹۹۹ء

۲۸۔ محمد جلال الدین قادری، مولانا، محدث اعظم پاکستان، مکتبہ قادریہ، لاہور ۱۹۸۹ء

۲۹۔ محمد جلال الدین قادری، مولانا، کراماتِ محدث اعظم، سنی رضوی کتب خانہ، فیصل آباد، ۱۹۹۶

۳۰۔ محمد جلال الدین قادری، مولانا، نوادراتِ محدث اعظم پاکستان، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور

۳۱۔ محمد حامد فقیہ شافعی، مولانا، نصرتِ خداداد یعنی مناظرۂ بریلی کی مفصل روئیداد، نوری کتب خانہ لاہور

۳۲۔ محمد حسن علی رضوی، مولانا، امام اہل سنت، محدث اعظم پاکستان، مختصر حیات طیبہ و عالمگیر علمی و روحانی فیضان، سنی رضوی کتب خانہ، فیصل آباد، ۱۹۹۹ء

۳۳۔ محمد حسن علی رضوی، مولانا، تقدم رضوی بنام مقدمہ نجدی، مشمولہ مناظرہ بریلی کی مفصّل روئیداد، مکتبہ سعیدیہ فیصل آباد

۳۴۔ محمد حسن علی رضوی، مولانا، محدث اعظم پاکستان اکابرین و معاصرین کی نظر میں، انجمن انوار القادریہ، کراچی ۱۹۹۸ء

۳۵۔ محمد حسین حافظ، قادری رضوی، الحاج، شہر مدینہ ایسا ہے، نوریہ رضویہ پبلی کیشنز لاہور ۲۰۰۰ء

۳۶۔ محمد دین چشتی، علامہ، کنز الخطیب، حصہ ہشتم، مکتبہ حامدیہ مہریہ، فیصل آباد ۲۰۰۰ء

۳۷۔ محمد رفیق شاہد القادری، سوانحی خاکہ صاحبزادہ حاجی محمد فضل کریم، (قلمی)

۳۸۔ محمد ریحان رضا خاں، ریحانِ بخشش، ناشر سید محمد سلیمان ریحانی ۱۴۱۴ھ/۱۹۹۴ء

۳۹۔ محمد سردار احمد قادری چشتی، مولانا، محدثِ اعظم، اسلامی قانونِ وراثت، مکتبہ قادریہ فیصل آباد ۲۰۰۱ء

۴۰۔ محمد سردار احمد قادری، چشتی، مولانا، محدثِ اعظم، تبصرۂ مذہبی بر تذکرۂ مشرقی، مکتبہ قادریہ فیصل آباد ۲۰۰۱ء

۴۱۔ محمد سردار احمد قادری چشتی، مولانا، محدثِ اعظم، سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، مکتبہ قادریہ فیصل آباد

۴۲۔ محمد سردار احمد قادری چشتی، مولانا، محدثِ اعظم، فتاویٰ محدث اعظم، مکتبہ قادریہ فیصل آباد ۲۰۰۱ء

۴۳۔ محمد سردار احمد قادری، چشتی، مولانا، محدثِ اعظم، مودودی عقیدے، مکتبہ قادریہ، فیصل آباد

۴۴۔ محمد شہاب الدین رضوی، مولانا، مفتی اعظم اور ان کے خلفاء، رضا اکیڈمی بمبئی ۱۴۱۰ھ/۱۹۹۰ء

۴۵۔ محمد صدیق ہزاروی، علامہ، النظامیہ، شیخ الحدیث نمبر، جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور، دسمبر ۲۰۰۲ء

۴۶۔ محمد صدیق ہزاروی، علامہ، النظامیہ، مفتی اعظم پاکستان نمبر، جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور، ستمبر اکتوبر ۲۰۰۳ء

۴۷۔ محمد عبدالحکیم شرف قادری، مولانا، تذکرہ اکابر اہل سنت پاکستان، فرید بک سٹال، لاہور طبع دوم ۲۰۰۰ء

۴۸۔ محمد عبدالحکیم شرف قادری، مولانا، عظمتوں کے پاسباں، مکتبہ قادریہ، لاہور ۲۰۰۰ء

۴۹۔ محمد عبدالحکیم شرف قادری، مولانا، نور نور چہرے، مکتبہ قادریہ، لاہور ۱۴۱۸ھ/ ۱۹۹۷ء

۵۰۔ محمد عطاء الرحمان قادری، سیرت صدرالشریعہ، مکتبہ اعلیٰ حضرت، لاہور ۲۰۰۲ء

۵۱۔ محمد علی، ابوالحسن، مولانا، فوائد دورۂ حدیث شریف، نوری کتب خانہ، لاہور ۱۹۶۴ء

۵۲۔ محمد فیاض الدین نظامی، منظوم ترجمہ قصیدہ بردہ شریف، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور

۵۳۔ محمد مسعود احمد، پروفیسر، ڈاکٹر، حیات مولانا احمد رضا خاں بریلوی، ادارہ تحقیقاتِ امام احمد رضا، کراچی، طبع چہارم، ۱۹۹۹ء

۵۴۔ محمد مسعود احمد، پروفیسر، ڈاکٹر، خلفائے اعلیٰ حضرت، رضا اکیڈمی، لاہور ۱۹۹۸ء

۵۵۔ محمد مصطفیٰ رضا خاں بریلوی، مفتی اعظم، الملفوظ، رضوی کتب خانہ، بریلی

۵۶۔ محمد مصطفیٰ رضا خاں بریلوی، مفتی اعظم، فتاویٰ مصطفویہ، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، کراچی

۵۷۔ محمد معراج الاسلام، مولانا، گنبدِ خضراء اور اس کے مکین، عرفان القرآن، لاہور

۵۸۔ محمد نصر اللہ خان افغانی، ابوالفتح، عید میلاد النبی ﷺ کا بنیادی مقدمہ، سروات پرنٹرز

۵۹۔ محمد نور المصطفیٰ رضوی، مجلّہ جانِ رحمت، شیخ الحدیث نمبر، خانقاہ ڈوگراں، دسمبر ۲۰۰۳ء

۶۰۔ محمد ہمایوں عباس شمس، خبرنامہ صبحِ نور فقیہ عصر نمبر، جامعہ تبلیغ الاسلام، فیصل آباد

۶۱۔ مفتی آلِ مصطفیٰ مصباحی، مولانا، سوانح صدرالشریعہ، مکتبہ رضویہ کراچی، ۱۴۱۷ھ/ ۱۹۹۷ء

۶۲۔ منیر احمد یوسفی، مولانا، یوسفِ مصر محبت، نگینہ کتب خانہ، لاہور

۶۳۔ وجاہت رسول قادری، سید، صاحبزادہ، تذکرۂ مولانا وزارت رسول قادری، ادارہ تحقیقاتِ امام احمد رضا، کراچی ۱۴۲۲ھ/ ۲۰۰۱ء

۶۴۔ وجاہت رسول قادری، سید، معارفِ رضا، منظر اسلام نمبر، ادارہ تحقیقاتِ امام احمد رضا، کراچی ۲۰۰۱ء

۶۵۔ وقار الدین قادری رضوی، مفتی، وقار الفتاویٰ، بزم وقار الدین، کراچی، طبع سوم، ۱۹۹۹ء

۶۶۔ یٰسین اختر مصباحی، مولانا، فقیہ اعظم ہند، مکتبۃ المدینہ، کراچی ۱۴۲۱ھ/ ۲۰۰۰ء

۶۷۔ یٰسین اختر مصباحی، مولانا، کنز الایمان دہلی، شارح بخاری نمبر، ۱۴۲۲ھ/ ۲۰۰۱ء

رسائل وجرائد

۶۸۔ ماہنامہ اشرفیہ، مبارک پور اپریل ۱۹۸۴ء
۶۹۔ ماہنامہ اعلیٰ حضرت، بریلی اکتوبر ۱۹۸۹ء
۷۰۔ ماہنامہ انوارِ رضا، جوہر آباد مارچ ۲۰۰۳ء
۷۱۔ ماہنامہ رضائے مصطفیٰ، گوجرانوالہ جلد ۱۶ شمارہ ۸
۷۲۔ ماہنامہ رضائے مصطفیٰ، گوجرانوالہ جلد ۲۳، شمارہ ۵
۷۳۔ ماہنامہ رضائے مصطفیٰ، گوجرانوالہ جلد ۲۳، شمارہ ۶
۷۴۔ ماہنامہ رضائے مصطفیٰ، گوجرانوالہ جلد ۲۳، شمارہ ۱۰
۷۵۔ ماہنامہ رضائے مصطفیٰ، گوجرانوالہ جلد ۲۳، شمارہ ۱۲
۷۶۔ ماہنامہ رضائے مصطفیٰ، گوجرانوالہ جلد ۲۵، شمارہ ۵
۷۷۔ ماہنامہ رضائے مصطفیٰ، گوجرانوالہ جلد ۲۸، شمارہ ۹
۷۸۔ ماہنامہ رضائے مصطفیٰ، گوجرانوالہ جلد ۲۹، شمارہ ۹
۷۹۔ ماہنامہ رضائے مصطفیٰ، گوجرانوالہ جلد ۳۰، شمارہ ۱۲
۸۰۔ ماہنامہ رضائے مصطفیٰ، گوجرانوالہ جلد ۳۱، شمارہ ۱۱
۸۱۔ ماہنامہ رضائے مصطفیٰ، گوجرانوالہ جلد ۳۲، شمارہ ۲
۸۲۔ ماہنامہ رضائے مصطفیٰ، گوجرانوالہ جلد ۳۴، شمارہ ۲
۸۳۔ ماہنامہ رضائے مصطفیٰ، گوجرانوالہ جلد ۳۷، شمارہ ۱
۸۴۔ ماہنامہ رضائے مصطفیٰ، گوجرانوالہ جلد ۴۰، شمارہ ۱
۸۵۔ ماہنامہ رضائے مصطفیٰ، گوجرانوالہ جلد ۴۰، شمارہ ۶
۸۶۔ ماہنامہ رضائے مصطفیٰ، گوجرانوالہ جلد ۴۰، شمارہ ۹
۸۷۔ ماہنامہ رضائے مصطفیٰ، گوجرانوالہ جلد ۴۰، شمارہ ۱۰
۸۸۔ ماہنامہ رضائے مصطفیٰ، گوجرانوالہ جلد ۴۱، شمارہ ۲
۸۹۔ ماہنامہ رضائے مصطفیٰ، گوجرانوالہ جلد ۴۱، شمارہ ۱۰

۹۰۔ ماہنامہ رضائے مصطفیٰ، گوجرانوالہ جلد ۴۱، شمارہ ۱۱
۹۱۔ ماہنامہ رضائے مصطفیٰ، گوجرانوالہ جلد ۴۲، شمارہ ۱
۹۲۔ ماہنامہ رضائے مصطفیٰ، گوجرانوالہ جلد ۴۲، شمارہ ۵
۹۳۔ ماہنامہ رضائے مصطفیٰ، گوجرانوالہ جلد ۴۲، شمارہ ۷
۹۴۔ ماہنامہ رضائے مصطفیٰ، گوجرانوالہ جلد ۴۲، شمارہ ۱۰
۹۵۔ ماہنامہ رضائے مصطفیٰ، گوجرانوالہ جلد ۴۲، شمارہ ۱۱
۹۶۔ ماہنامہ رضائے مصطفیٰ، گوجرانوالہ جلد ۴۳، شمارہ ۸
۹۷۔ ماہنامہ رضائے مصطفیٰ، گوجرانوالہ جلد ۴۳، شمارہ ۱۱
۹۸۔ ماہنامہ رضائے مصطفیٰ، گوجرانوالہ جلد ۴۴، شمارہ ۱۰
۹۹۔ ماہنامہ رضائے مصطفیٰ، گوجرانوالہ جلد ۴۵، شمارہ ۴
۱۰۰۔ ماہنامہ رضائے مصطفیٰ، گوجرانوالہ جلد ۴۵، شمارہ ۵
۱۰۱۔ ماہنامہ رضائے مصطفیٰ، گوجرانوالہ جلد ۴۵، شمارہ ۶
۱۰۲۔ ماہنامہ رضائے مصطفیٰ، گوجرانوالہ جلد ۴۶، شمارہ ۶
۱۰۳۔ ماہنامہ رضائے مصطفیٰ، گوجرانوالہ جلد ۴۶، شمارہ ۹
۱۰۴۔ روزنامہ سعادت، لاہور و لائل پور، محدثِ اعظم نمبر، ۸ مارچ ۱۹۶۳ء
۱۰۵۔ ماہنامہ سوئے حجاز، لاہور جلد ۷، شمارہ ۱۱
۱۰۶۔ ماہنامہ سوئے حجاز، لاہور جلد ۸، شمارہ ۳
۱۰۷۔ ہفت روزہ محبوبِ حق، فیصل آباد، ۱۳ دسمبر ۱۹۶۳

مصنف کی دیگر کتب
سیرتِ صدر الشریعہ
تذکرۂ اعلیٰ حضرت
بزبانِ صدر شریعت

نوادرات

حضرت محدثِ اعظم کی اسنادِ حدیث وفقہ وطریقت

(ا) سلاسل علوم

(الف) خیرآبادی سلسلہ تلمذ
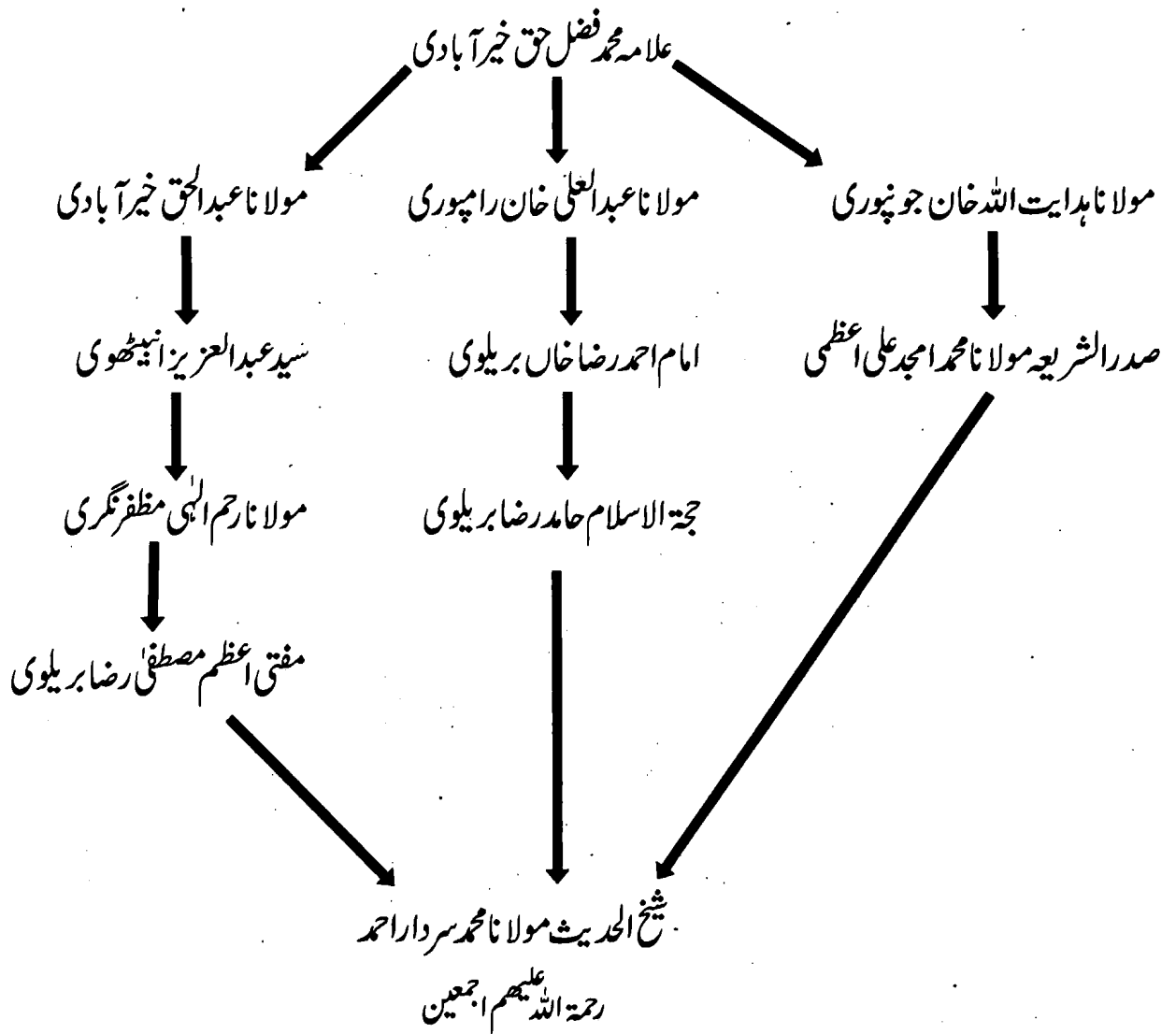
سند احادیث مبارکہ وعلوم متفرقہ

(ب) سلسلہ تلمذ دہلوی و بریلوی
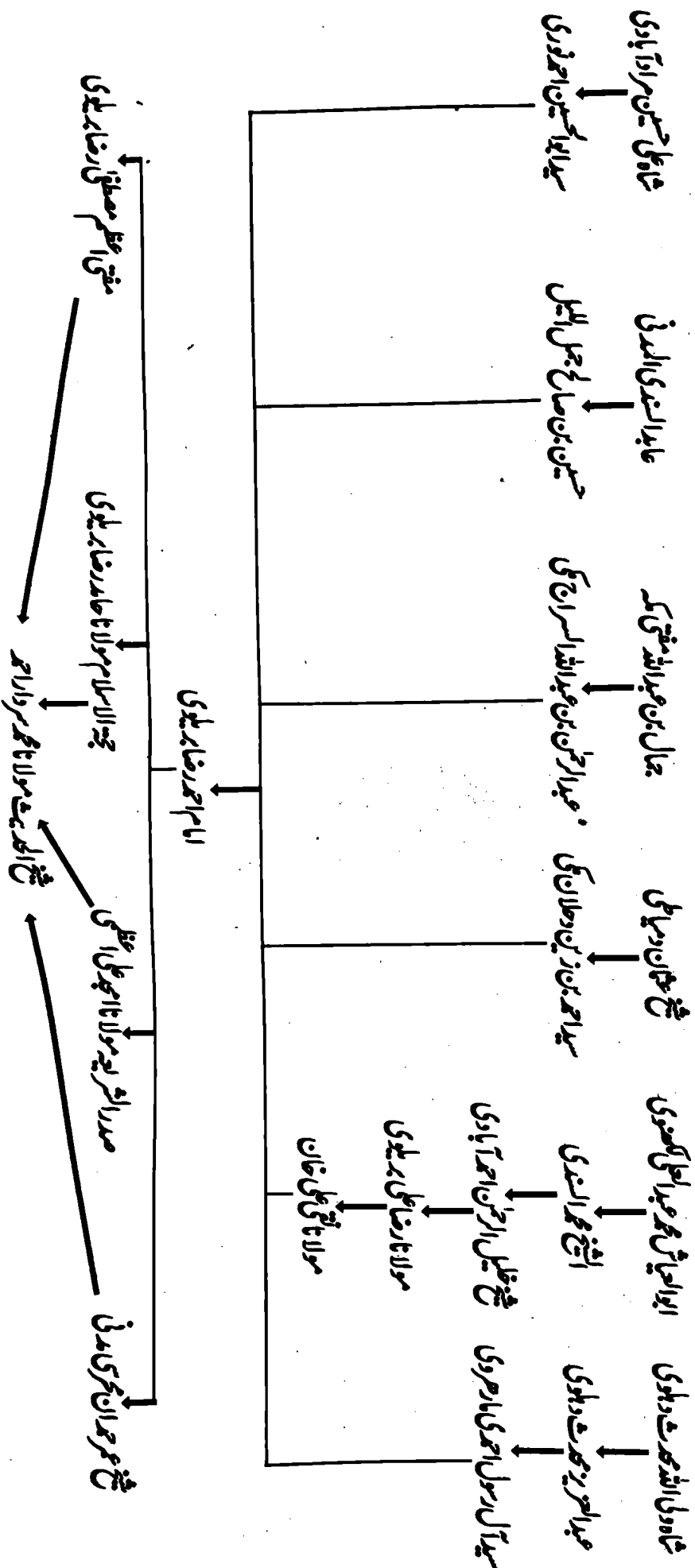
سند حدیث مسلسل بالاولیت

حضور نبی اکرم نور مجسم شفیع اعظم ﷺ

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص

حضرت ابو قابوس مولیٰ عبداللہ بن عمرو بن العاص

حضرت عمرو بن دینار

حضرت سفیان بن عیینہ

حضرت عبدالرحمٰن بن بشر بن الحکم

حضرت ابو حامد احمد بن محمد بن یحییٰ بن بلال البزّار

حضرت ابو طاہر محمد بن محمد محمش الزیادی

حضرت ابو صالح احمد بن عبدالملک المؤذن نیشاپوری

حضرت ابو سعید اسمٰعیل بن ابو صالح احمد بن عبدالملک نیشاپوری

حضرت حافظ ابو الفرج عبدالرحمٰن بن علی الجوزی

حضرت ابو الفرج عبداللطیف بن عبدالمنعم الحرانی

حضرت ابو الفتح محمد بن محمد بن ابراہیم المیدومی

شیخ شمس الدین ابو عبداللہ محمد بن احمد التدمری

شیخ الفضل عبدالرحیم بن حسین العراقی

شیخ زین الدین عبدالرحیم بن الحسین العراقی

شیخ الشہاب ابوالفضل احمد بن علی العسقلانی ابن حجر
شیخ شمس الدین سخاوی القاہری
شیخ وجیہ الدین عبدالرحمٰن بن ابراہیم علوی
شیخ محمد بن افلح الیمنی
شیخ عبدالوہاب بن فتح اللہ بروجی
(یکے از فقرائے سید عبدالوہاب المتقی)
شیخ عبدالحق محدث دہلوی
شیخ ابوالرضا بن اسمٰعیل دہلوی (نواسہ شیخ عبدالحق)
سید مبارک فخر الدین بلگرامی
سید طفیل محمد اترولوی
سید شاہ حمزہ بن سید آل محمد بلگرامی حسنی الواسطی
سید آل احمد اچھے میاں مارہروی
سید آلِ رسول احمدی مارہروی
امام احمد رضا بریلوی
شیخ ابوالفتح محمد بن ابوبکر بن الحسین المراغی
شیخ سید ابراہیم التازی
شیخ احمد جحی الوہرانی
شیخ سعید بن محمد المقری
شیخ سعید بن ابراہیم الجزائری المفتی الشہیر بقدورہ
شیخ یحییٰ بن محمد شاوی
شیخ عبداللہ بن سالم البصری
شیخ سید عمر
شاہ ولی اللہ محدث دہلوی
شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی
سید آل رسول احمدی مارہروی
امام احمد رضا بریلوی
صدر الشریعہ مولانا امجد علی اعظمی
حجۃ الاسلام حامد رضا بریلوی
مفتی اعظم مصطفیٰ رضا بریلوی
شیخ الحدیث مولانا محمد سردار احمد
رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین

سندِ حدیث مسلسل بالاولیت

(جو بہت عالی ہے)

حضور اکرم، نور مجسم ﷺ سے لے کر شیخ الشہاب ابوالفضل احمد بن حجر العسقلانی تک وہی سند ہے جو گزری ہے۔ اسکے بعد سند یوں ہے۔
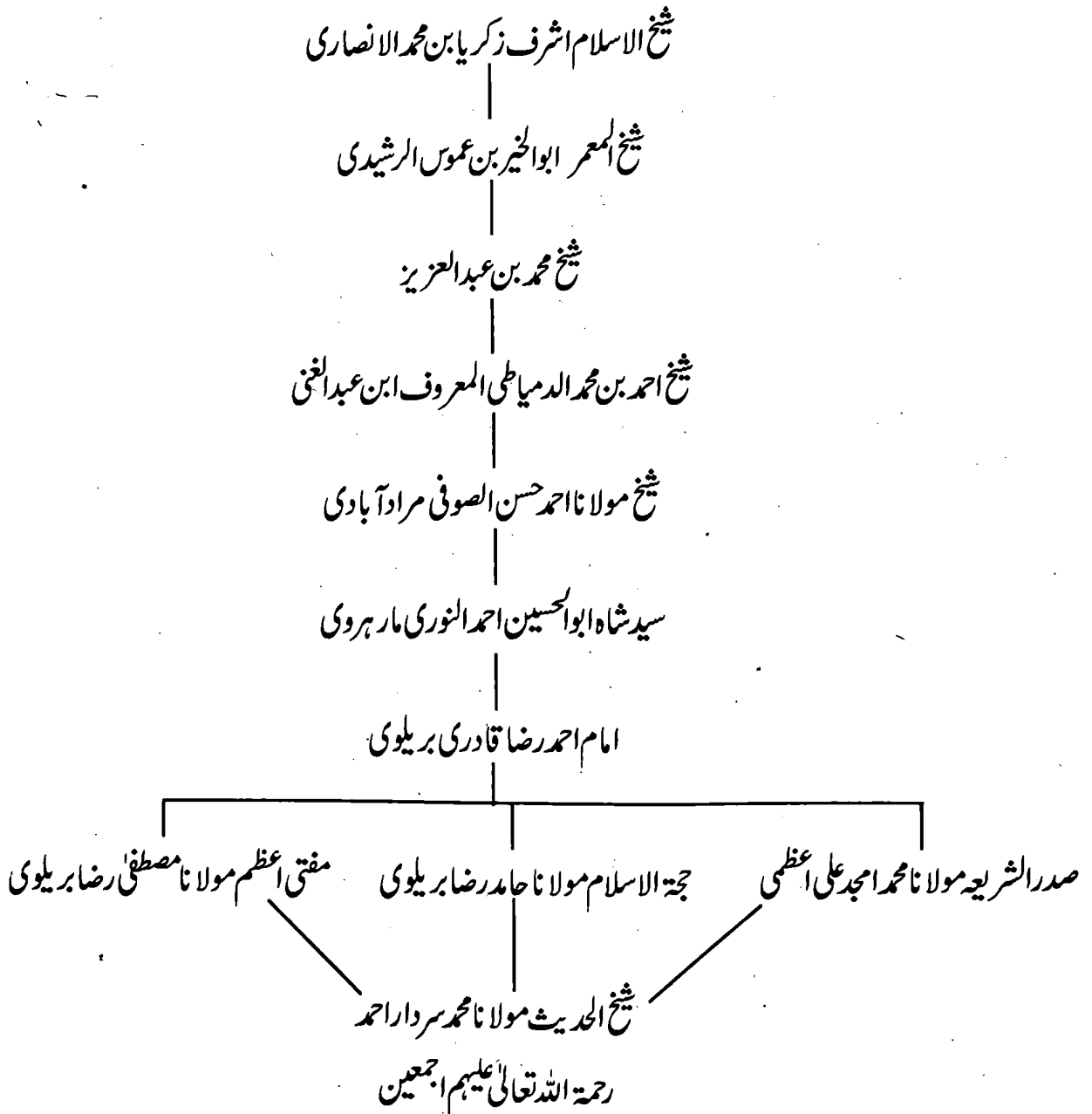
سند فقہ حنفی

اس سند کی خوبی یہ ہے کہ اس سند کے تمام اساتذہ ومشائخ حنفی ہیں۔

امام عبدالستار بن محمد الکردری
شیخ جلال الدین الکبیر
شیخ عبدالعزیز البخاری
شیخ سید جلال الدین الخبازی
شیخ علاؤالدین السیرانی
شیخ السراج قاری الہدایۃ
شیخ الکمال بن الھمام (صاحب فتح القدیر)
شیخ سری الدین عبدالبر بن الشحنۃ
شیخ احمد بن یونس الشلبی
شیخ محمد بن عبدالرحمٰن المسیری
شیخ عبداللہ النحریری
شیخ محمد بن احمد الحموی
شیخ احمد المحبی
شیخ حسن الشرنبلالی
(صاحب نورالایضاح)
شیخ علی المقدسی
شیخ الشمس الحانوتی
شیخ عمر بن نجیم
شیخ احمد شوبری
شیخ اسمٰعیل بن عبدالغنی النابلسی (صاحب شرح الدرروالغرر)
شیخ عبدالغنی بن اسمٰعیل بن عبدالغنی النابلسی (صاحب الحدیقۃ الندیہ)
شیخ اسمٰعیل بن عبداللہ الشہیر علی زادہ البخاری
شیخ عبدالقادر بن خلیل

علوم و فنون

برصغیر میں معقول ومنقول علوم وفنون کے جتنے مشہور اسناد ہیں۔ان میں سلسلہ تلمذ بریلوی کو یہ خصوصیت حاصل ہے کہ ہرفن اور ہر علم کی سند عالی ہے۔پھر اسی ایک سلسلہ سے تمام علوم وفنون کی سند حاصل ہو جاتی ہے۔گویا سلسلہ تلمذ بریلوی جمیع علوم وفنون کا جامع ہے۔ذیل میں ان علوم کا ذکر کیا جاتا ہے جو حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ کو بریلوی سلسلہ تلمذ کے واسطہ سے حاصل ہوئے۔

۱۔علمِ قرآن	۲۔علمِ حدیث	۳۔اصولِ حدیث
۴۔فقہ حنفی	۵۔کتب فقہ، جملہ مذاہب	۶۔اصولِ فقہ
۷۔جدل مہذب	۸۔علم تفسیر	۹۔علم العقائد والکلام
۱۰۔علم نحو	۱۱۔علم صرف	۱۲۔علم معانی
۱۳۔علمِ بیان	۱۴۔علمِ بدیع	۱۵۔علمِ منطق
۱۶۔علمِ مناظرہ	۱۷۔علم فلسفہ مدلسہ	۱۸۔علم تکسیر
۱۹۔علم ھیئت	۲۰۔علم حساب	۲۱۔علم ھندسہ
۲۲۔قراءت	۲۳۔علم تجوید	۲۴۔تصوّف
۲۵۔سلوک	۲۶۔اخلاق	۲۷۔اسماء الرجال
۲۸۔سیر	۲۹۔تواریخ	۳۰۔لغت
۳۱۔ادب مع جملہ فنون		

سندِ حرمین طیبین

صحیح بخاری، صحاح، مسانید، سنن، اجزاء اور تمام مرویات کی اجازت
منجانب: الشیخ محمد الحافظ التیجانی المدینۃ المنورہ
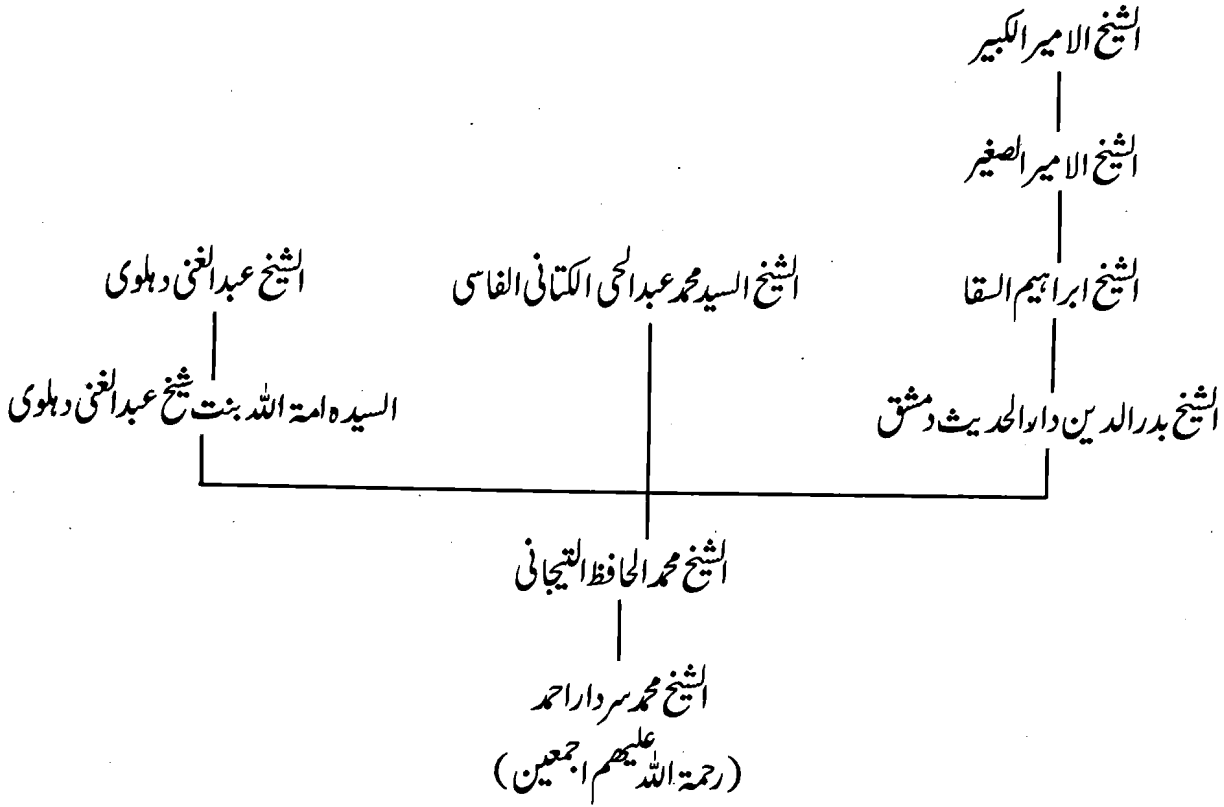
جمیع مرویات کی اجازت عامہ مطلقہ تامّہ

منجانب: رئیس المحدثین زبدۃ العارفین الشیخ عمر حمدان محرسی
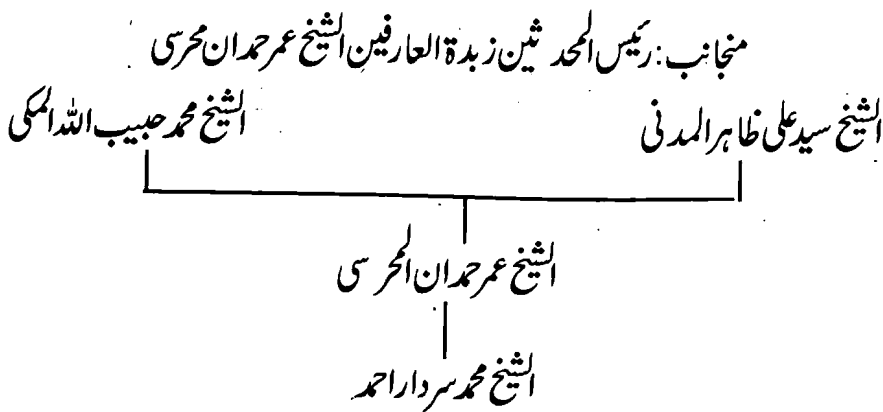
☆ مصافحاتِ اربعہ اور دیگر اسناد دیکھنے کے لئے الاجازات المتینہ ملاحظہ فرمائیں۔

سلسلہ عالیہ قادریہ رضویہ

اسمائے گرامی	وصال	مزار شریف
سرکارِ دو عالم نبی اکرم ﷺ	۱۲ ربیع الاوّل ۱۱ھ	مدینہ منوّرہ
حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم	۲۱ رمضان المبارک ۴۰ھ	نجف اشرف
حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ	۱۰ محرم الحرام ۶۱ھ	کربلا معلّیٰ
حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ	۱۸ محرم الحرام ۹۴ھ	مدینہ منوّرہ
حضرت امام باقر رضی اللہ عنہ	۷ ذی الحجہ ۱۱۴ھ	مدینہ منورہ
حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ	۱۵ رجب المرجب ۱۴۸ھ	مدینہ منورہ
حضرت امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ	۲۵ رجب المرجب ۱۸۳ھ	بغداد شریف
حضرت امام علی رضا رضی اللہ عنہ	۹ صفر ۲۰۳ھ	مشہد مقدس
شیخ معروف کرخی رضی اللہ عنہ	۲ محرم ۲۰۰ھ	بغداد شریف
شیخ سری سقطی رضی اللہ عنہ	۱۳ رمضان ۲۵۳ھ	بغداد شریف
شیخ جنید بغدادی رضی اللہ عنہ	۲۷ رجب ۲۹۸ھ	بغداد شریف
شیخ ابوبکر شبلی رضی اللہ عنہ	۲۷ ذی الحجہ ۳۳۴ھ	بغداد شریف
شیخ عبدالواحد تمیمی رضی اللہ عنہ	۲۶ جمادی الاخریٰ ۴۲۵ھ	بغداد شریف
شیخ ابوالفرح طرطوسی رضی اللہ عنہ	۳ شعبان ۴۴۷ھ	بغداد شریف
شیخ ابوالحسن علی الہکاری رضی اللہ عنہ	یکم محرم ۴۸۶ھ	بغداد شریف
شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ	۱۱ ربیع الآخر ۵۱۱ھ	بغداد شریف
شیخ ابوسعید مخرمی	۲۷ شعبان ۵۱۳ھ	بغداد شریف
شیخ تاج الدین عبدالرزاق رضی اللہ عنہ	۶ شوال ۶۲۳ھ	بغداد شریف
شیخ ابوصالح نصر رضی اللہ عنہ	۲۷ رجب ۶۳۲ھ	بغداد شریف
شیخ محی الدین ابونصر رضی اللہ عنہ	۲۲ ربیع الاوّل ۶۵۶ھ	بغداد شریف
شیخ سید علی رضی اللہ عنہ	۲۳ شوال ۷۳۹ھ	بغداد شریف
شیخ سید موسیٰ رضی اللہ عنہ	۱۳ رجب ۷۶۳ھ	بغداد شریف

شیخ سید حسن رضی اللہ عنہ	۲۶ صفر ۷۸۱ھ	بغداد شریف
شیخ سید احمد جیلانی رضی اللہ عنہ	۱۹ محرم ۸۵۳ھ	بغداد شریف
شیخ بہاؤالدین رضی اللہ عنہ	۱۱ ذی الحجہ ۹۲۱ھ	دولت آباد، دکن
شیخ سید ابراہیم رضی اللہ عنہ	۵ ربیع الآخر ۹۵۳ھ	دہلی
شیخ محمد بھکاری رضی اللہ عنہ	۹ ذیقعدہ ۹۸۱ھ	کاکوری شریف
قاضی ضیاء الدین رضی اللہ عنہ	۲۲ رجب ۹۸۹ھ	نیوتنی، لکھنؤ
شیخ جمال الاولیاء رضی اللہ عنہ	یکم شوال ۱۰۴۷ھ	جہاں آباد
شیخ سید محمد رضی اللہ عنہ	۶ شعبان ۱۰۷۱ھ	کالپی شریف
شیخ سید احمد رضی اللہ عنہ	۱۹ صفر ۱۰۸۴ھ	کالپی شریف
شیخ سید فضل اللہ رضی اللہ عنہ	۱۴ ذیقعدہ ۱۱۱۱ھ	کالپی شریف
شاہ سید برکت اللہ رضی اللہ عنہ	۱۰ محرم ۱۱۴۲ھ	مارہرہ شریف
شاہ سید آلِ محمد رضی اللہ عنہ	۱۶ رمضان ۱۱۶۴ھ	مارہرہ شریف
شاہ سید حمزہ رضی اللہ عنہ	۱۴ محرم ۱۱۹۸ھ	مارہرہ شریف
شاہ شمس الدین آل احمد اچھے میاں	۱۷ ربیع الاول ۱۲۳۵ھ	مارہرہ شریف
شاہ سید آلِ رسول	۱۸ ذی الحجہ ۱۲۹۶ھ	مارہرہ شریف
حضرت ابوالحسین احمد نوری	۱۱ رجب ۱۳۲۴ھ	مارہرہ شریف
اعلیٰ حضرت امام احمد رضا	۲۵ صفر ۱۳۴۰ھ	بریلی شریف
حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا	۱۷ جمادی الاولیٰ ۱۳۶۲ھ	بریلی شریف
صدر الشریعہ مولانا امجد علی اعظمی	۲ ذیقعدہ ۱۳۶۷ھ	گھوسی، مدینۃ العلماء
مفتی اعظم مولانا شاہ مصطفیٰ رضا	۱۴ محرم الحرام ۱۴۰۲ھ	بریلی شریف
محدثِ اعظم مولانا محمد سردار احمد	یکم شعبان ۱۳۸۲ھ	فیصل آباد

قادری کر ، قادری رکھ ، قادریوں میں اٹھا
قدرِ عبدالقادرِ قدرت نما کے واسطے

سلسلہ عالیہ چشتیہ صابریہ

اسمائے گرامی	تاریخ وصال	مزارِ اقدس
سرکارِ دوعالم حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ	۱۲ ربیع الاوّل ۱۱ھ	مدینہ منورہ
حضرت امیر المؤمنین سیدنا علی رضی اللہ عنہ	۲۱ رمضان المبارک ۴۰ھ	نجف اشرف
حضرت خواجہ ابوسعید حسن بصری رضی اللہ عنہ	۵ رجب المرجب ۱۱۰ھ	بصرہ
حضرت خواجہ عبدالواحد زید رضی اللہ عنہ	۲۷ صفر المظفر ۱۷۷ھ	بصرہ
حضرت خواجہ ابوعلی فضیل بن عیاض رضی اللہ عنہ	۱۳ ربیع الاوّل ۱۸۷ھ	مکہ معظمہ
حضرت خواجہ سلطان ابواسحاق ابراہیم بن ادھم رضی اللہ عنہ	۲۶ جمادی الاولیٰ ۱۶۳ھ	مکہ معظمہ
حضرت خواجہ سدید الدین حذیفہ مرعشی رکن الکعبۃ رضی اللہ عنہ	۱۴ شوال المکرّم ۲۵۴ھ	مرعش (شام)
حضرت خواجہ امین الدین بوہیرہ بصری سپر دِ ملائک رضی اللہ عنہ	۱۸ شوال المکرّم ۲۸۲ھ	بصرہ
حضرت خواجہ ابوالحسن علی صانع ممشاد علوی رضی اللہ عنہ	۱۵ رجب ۳۳۰ھ	دینور (عراق)
حضرت خواجہ شرف الدین ابواسحٰق شامی رضی اللہ عنہ	۲۴ ربیع الثانی ۳۲۹ھ	عکہ (شام)
حضرت خواجہ ابواحمد ابدال رضی اللہ عنہ	۱۰ جمادی الاخریٰ ۳۵۵ھ	چشت
حضرت خواجہ محمد زاہد رضی اللہ عنہ	رجب المرجب ۳۷۷ھ	چشت
حضرت خواجہ ناصر الدین یوسف بن سمعان رضی اللہ عنہ	۴ ربیع الآخر ۴۵۹ھ	چشت
حضرت خواجہ قطب الدین مودود چشتی رضی اللہ عنہ	رجب المرجب ۵۷۷ھ	چشت
حضرت خواجہ خیر الدین حاجی شریف زندنی رضی اللہ عنہ	۶ رجب ۵۵۴ھ	زندنہ (دمشق)
حضرت خواجہ شاہ عثمان ہارونی رضی اللہ عنہ	۱۶ شوال المکرّم ۶۰۳ھ	مکہ مکرمہ
حضرت خواجہ معین الدین غریب نواز رضی اللہ عنہ	۶ رجب ۶۳۳ھ	اجمیر
حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رضی اللہ عنہ	۱۴ ربیع الاوّل ۶۳۳ھ	دہلی
حضرت خواجہ فرید الدین مسعود گنج شکر رضی اللہ عنہ	۵ محرم الحرام ۶۶۴ھ	پاک پتن
حضرت خواجہ علاؤ الدین علی احمد صابر رضی اللہ عنہ	۱۳ ربیع الاوّل ۶۹۴ھ	کلیر
حضرت خواجہ شمس الدین ترک شمس الارض رضی اللہ عنہ	۱۹ شعبان ۷۱۵ھ	پانی پت

حضرت خواجہ جلال الدین کبیر الاولیاء رضی اللہ عنہ	۱۳ ربیع الاوّل ۷۷۵ھ	پانی پت
حضرت خواجہ شیخ العالم احمد عبد الحق رودلوی رضی اللہ عنہ	۱۵ جمادی الاخریٰ ۸۳۷ھ	رودلی
حضرت خواجہ کمال الدین محمد بن عارف عیسیٰ رضی اللہ عنہ	۲ جمادی الاولیٰ ۸۹۸ھ	رودلی
حضرت خواجہ عبد القدوس گنگوہی رضی اللہ عنہ	۹۴۵ھ	گنگوہ
حضرت خواجہ جلال الدین ولی تھانیسری رضی اللہ عنہ	۵ ذی الحجہ ۹۸۹ھ	تھانیسر
حضرت خواجہ نظام الدین بلخی رضی اللہ عنہ	۸ رجب ۱۰۲۴ھ	بلخ
حضرت خواجہ ابوسعید چشتی دستِ رسول رضی اللہ عنہ	یکم ربیع الآخر ۱۰۴۳ھ	گنگوہ
حضرت خواجہ محمد صادق رضی اللہ عنہ	۱۹ محرم ۱۰۵۳ھ	گنگوہ
حضرت خواجہ داؤد عزیز رضی اللہ عنہ	۵ رمضان المبارک ۱۰۹۵ھ	گنگوہ
حضرت خواجہ شاہ ابوالمعالی رضی اللہ عنہ	۱۱ ربیع الاوّل ۱۱۱۶ھ	انبیٹھہ
حضرت خواجہ سید محمد سعید بھیک میراں رضی اللہ عنہ	۵ رمضان المبارک ۱۱۴۴ھ	کڑام
حضرت خواجہ عنایت اللہ بہلول پوری رضی اللہ عنہ	۵ رمضان المبارک ۱۱۹۵ھ	بہلول پور (لدھیانہ)
حضرت خواجہ عبد الکریم رضی اللہ عنہ	۲ شعبان ۱۲۰۶ھ	رامپور
حضرت خواجہ عبد الرحمٰن رضی اللہ عنہ	۱۳ رمضان المبارک	رامپور
حضرت خواجہ غلام حسین رضی اللہ عنہ	۱۹ رمضان ۱۲۵۹ھ	رامپور
حضرت خواجہ شاہ محمد حسین رضی اللہ عنہ	۵ رمضان ۱۳۴۳ھ	مراد آباد
حضرت خواجہ شاہ سراج الحق رضی اللہ عنہ	۲۹ شوال المکرّم ۱۳۵۰ھ	گورداسپور
حضرت خواجہ شیخ الحدیث محمد سردار احمد رضی اللہ عنہ	یکم شعبان ۱۳۸۲ھ	فیصل آباد

اپنے پیر و مرشد کے علاوہ دوسرے بزرگوں سے فیض لینا جائز ہے بشرطیکہ یہ اعتقاد رکھے کہ جو فیض مجھے کسی بھی بزرگ سے ملتا ہے وہ میرے مُرشد کا صدقہ و برکت ہے۔

(ارشادِ محدثِ اعظم)

قطعۂ تاریخِ طباعت حیاتِ محدث اعظم

۱۴۲۵ھ / ۲۰۰۴ء

(از جناب طارق سلطانپوری)

خوشا میری نظر کے سامنے ہے ۔۔۔ عطاء رحمٰن کا اک اور شاہکار
جہانِ اہل سنت کا یقیناً ۔۔۔ وہ ہے اک باصلاحیت قلم کار
کئے ہیں زینتِ قرطاس اس نے ۔۔۔ عبادِ حق کے دل آویز تذکار
وہ بہرہ یاب ہے فیضِ رضا سے ۔۔۔ ہے اِس کا اُس کی تحریروں سے اظہار
خلوصِ تامّ سے پھیلا رہا ہے ۔۔۔ گلستانِ بریلی کی وہ مہکار
کتب تحریر کیں امجد علی پر ۔۔۔ جو ہیں تحقیق کے گویا چمن زار
نگارش میں ہے وہ مصروف پیہم ۔۔۔ تجسّس اس کا جاری ہے لگاتار
تصانیف اس کی بڑھتی جا رہی ہیں ۔۔۔ بہ خوبی ہورہا ہے تجربہ کار
وہ فکریِ ترجمانِ اعلیٰ حضرت ۔۔۔ وہ اک فعال، انتھک ہے رضا کار

○○

کتابِ خوب ہیں مرقوم جس میں ۔۔۔ اس عبدِ حق کے احوال پر انوار
جلیل القدر عالم اور محدث ۔۔۔ وہ جیش فقر و حزبِ حق کا سردار
وہ سرکوبیء اعدائے نبی میں ۔۔۔ یقیناً تھا برہنہ ایک تلوار
لڑا وہ دشمنانِ مصطفیٰ سے ۔۔۔ رہی بدمذ ہبوں سے اس کی پیکار
فروغِ رضویت میں، اس وطن میں ۔۔۔ کیا اس نے ادا بے مثل کردار

عطا نے ذمہ داری سے کئے پیش — عظیم انسان کے احوال و افکار
کیا اس نے نہایت عمدگی سے — اگرچہ کام تھا بے حد یہ دشوار
مسلسل اس کی محنت کا ہے شاہد — یہ تفصیلی مواد ، اونچا یہ معیار
کریں گے اُس کی اِس سعی حسن کا — محبانِ رضا بھرپور اقرار
اسے میری طرف سے تہنیت ہے — وہ مردِ کار ہے میں مردِ گفتار

کتابِ خوب کا سالِ طباعت
کہا ہے ''جلوہ گاہِ فیضِ سردار''
۱۴۲۵ھ

کہی اک اور بھی تاریخ طارق
یہ ''اوجِ باغِ علم و فقرِ سردار''
۲۰۰۴ء

مادہ ہائے تاریخ

(ا) ۲۰۰۴ء

"باغِ رضا" ، " منظرِ خوبیٔ دینِ اسلام"
"فروغِ شمعِ بزمِ ادب بریلی" ، "نہجِ تجملِ حزبِ رضویت"
"بازیبِ حیاتِ محدثِ اعظم"

(ب) ۱۴۲۵ھ

"فروغ الحق" ، "مجلسِ عشق و معرفتِ طیبہ"
"جہادِ فیضِ حدیث" ، "جذبۂ قادریت"
"بے مثال انداز واسلوبِ تدریس"

درودِ مدینہ

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی بَدْرِ التَّمَام اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی نُورِ الظَّلَام

اے اللہ درود بھیج مکمل چاند پر اے اللہ درود بھیج تاریکیاں دور کرنے والے پر

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مِفْتَاحِ دَارِ السَّلَامِ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی شَفِیْعِ جَمِیْعِ الْاَنَام

اے اللہ درود بھیج جنت کا دروازہ کھولنے والے پر اے اللہ درود بھیج لوگوں کی شفاعت فرمانے والے پر

یَا اِمَامَ الرُّسُلِ وَ یَا سَنَدِیْ اَنْتَ بَابُ اللّٰہِ وَ مُعْتَمَدِیْ

اے رسولوں کے امام اور میری سند آپ اللہ کی نعمت ورحمت کا دروازہ اور میرے معتمد ہیں

فَبِدُنْیَایَ وَ بِاٰخِرَتِی یا رسولَ اللّٰہ خُذْ بِیَدِی

پس میری دنیا اور آخرت میں اے اللہ کے رسول میری دستگیری فرمایئے

☆ مندرجہ بالا درود شریف حضرت محدثِ اعظم درسِ حدیث کی ابتدا میں پڑھتے تھے اور اہلِ مدینہ کے طریقہ کے مطابق اٰخِرَتِیْ کے الف کو دو مرتبہ پڑھتے تھے۔

☆......☆......☆......☆......☆

الحاشية المفصلة على "الدولة المكية بالمادة الغيبية" المسمّاة بالاسم التاريخي

إنباء الحي

أن كلامه المصون تبيان لكل شيء

(١٣٢٦ الهجرة النبوية)

فيها إثبات أن القرآن الكريم تبيان لكل شيء بالتعميم
ولا خصوص في تلك النصوص

مع تعليقاتها

حسام المفتري على السيد البري

١٣٢٨

للإمام أهل السنة الشيخ أحمد رضا خان القادري الحنفي البريلوي قدس سره

هذبهما وحققهما وخرج نصوصهما

ضياء المصطفى القصوري ● نذير أحمد السعيدي

رب نواز السعيدي

كفل الفقيه الفاهم

فى احكام قرطاس الدراهم

١٣٢٤ھ

الامام اهل السنة الشيخ احمد رضا خان القادري الحنفي البريلوي قدس سره

١٢٧٢ھ ـــــــ ١٣٤٠ھ

مؤسسة رضا

الجامعة النظامية الرضوية ـ لاهور باكستان

الإجازات المتينة لعلماء بكة والمدينة

(١٣٢٤ھ)

الإمام أهل السنة الشيخ أحمد رضا خان القادري الحنفي البريلوي قدس سره

١٢٧٢ھ ـــــــ ١٣٤٠ھ

رتبها

حجة الإسلام الإمام محمد حامد رضا خان القادري رحمه الله تعالى

مؤسسة رضا

الجامعة النظامية الرضوية ـ لاهور باكستان

من یرد اللہ بہ خیرا یفقہہ فی الدین (حدیث)

العطایا النبویۃ فی الفتاوی الرضویۃ

مع تخریج و ترجمہ عربی عبارات

تحقیقاتِ نادرہ پر مشتمل چودہویں صدی کا عظیم الشان
فقہی انسائیکلوپیڈیا

جلد ۲۷

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ العزیز
۱۲۷۲ھ —— ۱۳۴۰ھ
۱۸۵۶ء —— ۱۹۲۱ء

رضا فاؤنڈیشن ۰ جامعہ نظامیہ رضویہ
اندرون لوہاری دروازہ، لاہور (۸) پاکستان (۵۴۰۰۰)
فون ۷۶۶۵۷۷۲ ، ۷۶۵۷۳۱۴

مزار مقدس مُحدّثِ اعظم پاکستان علیہِ الرّحمۃ